وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ پارہ ۴

اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مُردہ نہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں

درمیان کربلا از بسکہ قحطِ آب شُد
اشک در چشمِ یتیماں گوہرِ نایاب شُد

علیؑ محمدؐ فاطمہؑ

نعیمُ الابرارؒ

حسنؑ حسینؑ

جلد اوّل

مُؤلّفہ

نعیمُ الواعظین سرکار نعیم المِلّت جناب مولانا غلام حسین صاحب شہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ پارہ ۴ ع ۸

اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں

درمیان کربلا ازبسکہ قحط آب شد
اشک در چشم یتیماں گوہر نایاب شد

نعیم الابرار

فی

اذکار النبی المختار و آلہ الاطہار

جلد اوّل

مؤلفہ

نعیم الواعظین سرکار نعیم الملۃ جناب مولانا غلام حسین صاحب قبلہ نعیمی ساہیوال (پاکستان)

ناشر

مکتبۃ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ جی ٹی روڈ ساہیوال (پاکستان)

نام کتاب : نعیم الابرار جلد نمبر1

ناشر : رضا احمد تقی

طابع : مکتبہ النذیر بالمقابل مسجد حیدریہ، جی ٹی روڈ، ساہیوال

قیمت : =/150روپے

اشاعت

بار اول	1,000	جنوری 1974ء
بار دوم	1,000	فروری 1977ء
بار سوم	1,000	مارچ 1980ء
بار چہارم	1,000	اگست 1983ء
بار پنجم	1,000	دسمبر 1989ء
بار ششم	1,000	جنوری 1991ء
بار ہفتم	1,000	اکتوبر 1996ء
بار ہشتم	1,000	دسمبر 1998ء
بار نہم	1000	اگست 2001ء

نذرانہ صمیمانہ عقیدت

اے علیمؑ بذاتِ الصدور تیری ذات پاک بہتر جانتی ہے کہ اس کتاب
کو تالیف کرنے کی غرض صرف خوشنودیٔ محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام ہی ہے۔
پالنے والے میں اپنی اس حقیر تالیف کو محبتِ یگانہ امامِ زمانہ۔ ناخدائے کشتیٔ
اسلام جناب صاحب العصرِ والزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس
میں بصد ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

خادم الثقلین غلام حسین عفی عنہ

دیباچہ

الحمد لاھلہٖ والصلوٰۃ علی اھلھا

اُس منعمِ حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس حقیر پُرتقصیر کو اتنی توفیق عطا فرمائی کہ میں اپنے برادرانِ ایمانی کی خدمت میں روضہ خوانی کی ایک مستند اور مدلّل کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں نے حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ ہر آیت اور حدیث بلکہ عربی عبارت پر مکمل طور سے اعراب لگائے جائیں۔ اس کے علاوہ واقعات جو بھی اس کتاب میں نقل کئے ہیں ان سب کے صحیح حوالہ جات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ کسی آیت و حدیث اور واقعہ کو تشنۂ حوالہ نہیں چھوڑا گیا۔ میں نے انہیں کتابوں سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے جو کتابیں میری لائبریری میں موجود ہیں قارئین کرام خود اندازہ لگالیں گے کہ حقیر نے کس قدر اس ترتیب میں محنتِ شاقہ سے کام کیا ہے۔ یوں تو علمائے کرام نے سینکڑوں کتابیں روضہ خوانی میں ترتیب فرمائی ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ہر پھول کی اپنی خوشبو ہوا کرتی ہے بندہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ الفاظ بالکل صاف اور سادے استعمال کئے جائیں۔ کیوں کہ اس کتاب میں صرف فنِ بیان کی ہی خوبی کو پیش کرنا مطلوب و مقصود نہیں ہے بلکہ مذہبِ حقّہ کے اثبات کے دلائل اور حقائق بھی مہیا کرنے کی غرض مقصود ہے۔ یوں تو یہ بیس مجالس جو آپ کے پیشِ نظر ہیں، درحقیقت یہ بیس کتابیں ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی انسان دنیا میں آلِ محمدؐ کا غلام ایسا بھی پیدا ہو جائے جو ان بیس مجالس کو بیس کتابوں میں قوم کے سامنے پیش کر دے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ یہ ان علمائے کرام کی ہی مساعیِ جمیلہ کا نتیجہ ہے جنہوں نے حمایتِ مذہبِ حقّہ میں بیشمار کتابیں تصنیف فرما کر آنے والی نسلوں کے لئے سہولت اور آسانی مہیا کر دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے فیضِ کرم سے سرفراز فرمائے۔ بس یوں سمجھیں کہ میں نے گلشنِ آلِ محمدؐ کے فضائل کے انبار سے چند پھول چُن کر ترتیب دے کر اس لئے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے ہیں کہ میرے لئے آخرت کا زادِ راہ بن جائیں۔

انشاء اللہ عنقریب نعیم الابرار کی باقی چار جلدیں بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کروں گا۔

آخر میں ناظرین حضرات سے استدعا ہے کہ اگر اس کتاب میں کہیں لغزش یا خطا پائیں تو براہِ کرم اصلاح فرمائیں۔ بندۂ ناچیز نکتہ چینی کے قابل نہیں ہے بلکہ ازسرتا پا خطا کار بلکہ عین خطا ہے اور محض بے لیاقت اور بے استعداد ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خادم الثقلین غلام حسین عفو عنہ

بالمقابل مسجد حیدریہ
جی، ٹی روڈ ساہیوال



سٹاکسٹ

رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر کراچی
حسن بک ڈپو کھارادر کراچی

مؤلّف کا تعارف

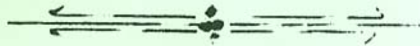
نعیم الواعظین سرکار نعیم الملت حضرت مولانا غلام حسین صاحب قبلہ نعیمی مدظلہ العالی سے شیعیان پاکستان کا تقریباً ہر فرد متعارف ہے کیوں کہ قبلہ موصوف فنِ بیان میں شہرتِ تامہ رکھتے ہیں۔ کراچی سے لے کر پشاور اور لاہور سے کوئٹہ تک ہر شہر ہر قریہ میں کثرت سے مجالس پڑھتے ہیں۔ میں قبلہ موصوف کی ابتدائی زندگی کے حالات قلمبند کرتا ہوں، تاکہ قارئین کرام کے لئے معلومات میں مزید اضافہ کا باعث ہو۔ نعیم الملۃ مولانا غلام حسین صاحب چودہ[14] دسمبر ۱۹۲۴ء بروز اتوار ضلع ملتان تحصیل خانیوال کے مشہور قصبہ جہانگیر آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی اہلسنّت والجماعت کے مسلک پر حاصل کی۔ نو[9] جون ۱۹۳۷ء بروز جمعہ کو ان کے والد ترکِ سکونت کر کے علاقہ وہاڑی چک نمبر ۶۲ W.B میں سکونت پذیر ہوئے چونکہ قبلہ موصوف قوم کمبوہ خاندان زمیندار کے فرد ہیں اس لئے کاشتکاری کے کام میں اپنے بھائیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ بارہ[12] جنوری ۱۹۴۳ء کو جب کہ آپ کی عمر انیس[19] برس کی تھی موضع سندیلیانوالی دربار سیّد قطب علی شاہ صاحب پہنچ کر سیّد اسرار حسین صاحب کے مرید بن گئے اور اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے پیر صاحب کے پاس ہی رہنے لگے جو ۱۹۴۹ء تک بسلسلہ ملازمت پیر صاحب کے پاس رہنے کے بعد گھر واپس چلے آئے اور پھر محکمہ کواپریٹو فارمنگ میں سب انسپکٹر مقرر ہو گئے ۱۹۵۱ء میں اس ملازمت کو بھی خیر باد کہہ کر محکمہ مال کی طرف رُخ کیا اور پٹوار مال کا کورس ساہیوال میں پڑھنے کے بعد دو سال محکمہ مال میں ملازم رہے۔ مذہبی لگاؤ چونکہ فطرت میں قدرت نے ودیعت کر دیا تھا۔ اور اچھا خاصا کتابوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ تقریر کرنے کا قبلہ موصوف کو ابتدا ہی سے شوق رہا ۱۹۵۴ء میں قبلہ موصوف نے کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی تحقیق ہی سے شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ بوقتِ اعلانِ شیعیت یہ رباعی فرمائی۔ ص۔

رہتا تھا میرا دین و ایماں ظلمات کے اندر
باطل پایا اپنے کو ہر بات کے اندر
صادقؑ کی فقہ کو کیا دل سے قبول
ملا نہ مجھے ایسا مذہب کائنات کے اندر
(نعیمی)

شیعہ ہونے کے بعد ملازمت چھوڑ کر دو برس قبلہ مولانا سید نذیر احمد صاحب خیر اللہ پوری کی غلامی میں رہے اور ۱۹۵۶ء میں جامع المنتظر لاہور مدرسہ عربیہ میں داخل ہوگئے۔ چونکہ قبلہ موصوف کثیر العیال تھے اس لئے زیادہ دیر تک اپنی تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے۔ ایک سال کے بعد ۱۹۵۶ء میں شہر ساہیوال میں پیش نماز مقرر ہوگئے جو پورے پانچ سال گزرنے کے بعد ۱۹۶۲ء میں عارف والا میں خطیب کی حیثیت سے تشریف لے گئے جب مجالس خوانی کا سلسلہ بڑھا تو عارف والا چھوڑ کر واپس ساہیوال اپنے مکان پر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ۱۹۶۶ء میں کربلا معلی نجف اشرف زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں بغرض تعلیم رہنے کا بندوبست ہوگیا مگر گھریلو حالات نے اجازت نہ دی اس لئے چھ ماہ سے زیادہ نجف اشرف میں ٹھہر سکے۔

آپکی عظیم دینی خدمات: مسجد حیدریہ ساہیوال کی تعمیر، مدرسہ نعیم الواعظین چک 94/6-R ساہیوال۔

مولانا غلام حسین نعیمی کو 6 نومبر ۱۹۹۱ء مسجد حیدریہ ساہیوال میں نماز فجر ادا کرتے ہوئے سپاہ یزید کے غنڈوں نے شہید کر دیا۔ آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق جامعہ علویہ نعیم الواعظین میں سپرد خاک کیا گیا۔



عناوینِ مجالس

پہلی مجلس

توحید باری تعالیٰ، ربطِ مصائب بلالؓ اور اس کی اذان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ ہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہ پارہ ۳۰ رکوع ۲۷۔

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ خدا ایک ہے۔ خدا برحق بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کو کسی نے جنا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں (ترجمہ حافظ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ)

اسم اللہ سے آغازِ بیاں کرتا ہوں — صفحۂ قرطاس پہ مقصد کو عیاں کرتا ہوں
حمد و تسبیحِ خداوندِ جہاں کرتا ہوں — کلمۂ توحید کو وردِ زباں کرتا ہوں

ذکرِ توحید عبادت ہے رقم ہوتا ہے
سرنگوں حمدِ الٰہی میں قلم ہوتا ہے (آغا سکندر مہدی)

کائنات کی ہر چیز کوئی نہ کوئی اپنی شکل و صورت رکھتی ہے کہ جس کے سبب سے دُنیا اُس شے سے متعارف ہوتی ہے۔ ہر شے کی قدر و منزلت۔ عزّت عظمت اُس کے تصور یا دیکھنے سے ہوا کرتی ہے۔ اگر کسی شے کا نقشہ و صورت ذہن میں نہ ہو تو اُس کا سمجھنا مشکل و دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن و محال ہے۔ اس کی نقاب کشائی میں اس مثال سے کرتا ہوں کہ معلّم و مدرّس نے ایک بچے کو ش شیر تو پڑھا دیا مگر شیر کی تصویر و صورت طالب علم کو نہیں دکھلائی کہ شیر ایسا ہوتا ہے۔ تو جس بچے نے شیر کا فوٹو ہی نہ دیکھا ہوگا اُسے کیا علم کہ شیر کیسا ہوتا ہے۔ اگر شیر کے پنجرے میں کسی نے گیدڑ شریف کو بند کر رکھا ہو اور تختی شیر والی پنجرے پر نگا دی

گئی ہو۔ تو جس نے شیر کو کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہ تختی کو پڑھ کر کہے گا کہ دیکھو پنجرے میں شیر ہے۔ اس کے برخلاف صاحبِ نظر کہے گا کہ بھائی یہ شیر نہیں کم بخت گیدڑ ہے۔ یہ کسی نے شیر کی جگہ پر گیدڑ کو بٹھا دیا ہے۔ شیر کی شکل و صورت، طور و طریقہ ایسا نہیں ہوا کرتا شیر کی جگہ پر بیٹھنے سے گیدڑ شیر نہیں بن جاتا اگر اعتبار نہیں آتا تو میدانِ وغا میں آزما کے دیکھ لو۔ شیر کا کام ہے بڑھ بڑھ کے حملے کرنا اور گیدڑ میاں کا کام ہے میدان سے بھاگ جانا۔

سنو! گیدڑ کی صحیح پہچان یہ ہے کہ یہ کم بخت بھاگتا بھی ہے اور پیچھے بھی مڑ مڑ کے دیکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تو نے بھاگنا ہی ہے تو پھر بھاگ جا پیچھے کیوں مڑ مڑ کے دیکھتا ہے۔ مگر گیدڑ بڑا سمجھدار جانور ہے یہ اس لئے پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تاکہ اگر حملہ آور رک گیا تو میں کیوں فضول بھاگتا پھروں۔ میں بھی کسی جھاڑی میں آرام کی خاطر بیٹھ جاؤں۔ صلواۃ

بے معرفت نگاہیں تو یہی کہیں گی کہ تختی پر لکھا ہوا شیر ہے لہذا یہ شیر ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ شیر کی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے لہٰذا یہ شیر ہی تو ہے۔ شکل و صورت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے یقیناً یہ شیر ہی تو ہے آئے جس کا جی چاہے میرے ساتھ مناظرہ کرے میں ثابت کروں گا کہ شیر ہے مگر اہلِ بصیرت مسکرا مسکرا کر کہیں گے میاں جی صرف لکھا ہوا کافی نہیں ہوا کرتا بلکہ اوصاف متعارفہ کا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ حضرت صاحب شیر کی جگہ پر بیٹھنے سے گیدڑ شیر نہیں بن جائے گا بلکہ شیر شیر رہے گا اور گیدڑ گیدڑ رہے گا۔ صلواۃ۔ ہاں اگر دیکھی ہوئی کسی چیز کا نام جب کبھی زباں پر آجائے تو فوراً اس کی شکل و صورت کا تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ مثلاً میں نے آپ کے سامنے کرسی کا ذکر کیا تو اسی وقت آپ کے ذہن میں کرسی کا نقشہ آگیا کہ اس شکل و صورت کی کرسی ہوا کرتی ہے۔ میں نے میز کہا آپ فوراً سمجھ گئے کہ میز یوں ہوتا ہے۔ اسی طرح اونٹ، گھوڑا، مکان، سمندر، پہاڑ، درخت تو میں عرض کرتا گیا آپ سمجھتے گئے۔ میں نے میاں جی کا ذکر کیا آپ کے ذہن میں اس کی بھولی بھالی صورت آگئی کہ ہاتھ میں تسبیح ہوگی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ ہوگا۔ پیشانی پر نشان یعنی گٹہ ہوگا۔ سر بالکل صاف ہوگا۔ ریش دراز ہوگی۔ کاندھے پہ پرنا ہوگا۔ سر پہ ململ کی ٹوپی ہوگی۔ نظر نیچی اور حلوے کھانے کا دھنی ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر انسان پر کفر کا فتوے لگانا اس کی طبع سلیم ہوگی۔ میں نے رحمت اللہ کہا۔ آپ کے اذہان نے

ستارہ

فیصلہ کر لیا کہ کسی برگزیدہ خدا کے بندے کا ذکر ہے۔ میں نے رضی اللہ کہا آپ کو مسرت ہوتی ہے کہ اصحاب رسول صلعم سلمانؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ عمار یاسرؓ۔ بلالؓ۔ مقدادؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مبارک تذکرہ ہے۔ میں نے لعنت اللہ کہا۔ آپ نے خیال فرمایا کہ کسی ابوجہل یا اس کے ہم فکر و ہم روش ملعون انسان کا بیان ہے۔ میں نے صلواۃ اللہ کہا آپ کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی انبساطِ مودت سے وجد میں آ گئے کہ کسی معصوم منصوص من اللہ کا ذکر ہے۔ یہ وہ مخلوق ہے کہ جن پر نماز میں درود و سلام بھیجنا ہر مسلمان پر واجب اور فرض ہے۔ صلواۃ۔ یہاں معصوم کے فرمان واجب اذعان کو مسدس کی صورت میں پیش کرتا ہوں ؎

مشہور ہیں جو صاحبِ توقیر وہ ہم ہیں — آئی جسے آیۂ تطہیر وہ ہم ہیں
بھیجی جسے اللہ نے شمشیر وہ ہم ہیں — ہے جن کا شرف عرش پہ تحریر وہ ہم ہیں
ناری ہے اس گھر کی جو الفت نہیں رکھتا
عالم میں کوئی ہم پہ فضیلت نہیں رکھتا — صلواۃ

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب کسی دیکھی پہچانی ہوئی شئے کا نام لیا جائے تو اس کی شکل و صورت کا نقشہ ذہن میں ہویدا ہوتا ہے۔ سنو اگر ایسا ہے ہاں یقیناً ایسا ہے تو اب میں ایک مبارک و مقدس نام لیتا ہوں جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے آپ اس پر غور و فکر کر کے فرمائیں کہ آپ کے ذہن نے کیا کچھ درک کیا ہے۔ وہ نام ہے اللہ تعالیٰ۔ بتاؤ اللہ کیسا ہے مسلمانو اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی شکل و صورت آپ کے اذہان نے محفوظ کی تو یہی تو شرک و کفر ہے۔ جناب حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو تشبیہ مخلوق سے دی وہ مشرک ہے اور جس نے اس کا وصف مکان سے کیا وہ کافر ہے۔ جامع الاخبار ص۶

ذہن میں جو گھر گیا وہ انتہا کیسے ہوا
آگیا جو سمجھ میں پھر وہ خدا کیسے ہوا

خدا وہ ہے جو اذہانِ مخلوقات سے بلند و بالا و ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی جمع ہو کر جناب ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ اے محمدؐ آپ اپنے پروردگار

کا نسب بیان کریں کہ وہ کیسا ہے اور کس سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے وسعتِ اذہان پر نگاہ کی اور خالقِ رحمٰن قادرِ مطلق کی وسعتِ قدرت کو ملاحظہ فرما کے خاموشی اختیار فرمائی مگر یہودیوں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا کہ آپ کا خدا کیسا ہے اور حضورِ پُر نور ہر بار سکوت فرما ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توحید کو نازل فرمایا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۵۰۳ میرے حبیب ان سے کہہ دو کہ خدا احد ہے۔ خدا برحق ہے بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کسی نے جنا۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ یہاں ایک اشتباہ کا ازالہ مقصود ہے وہ یہ کہ کلامِ مجید میں سورۂ برات کے ہر سورہ کے اول ابتدا میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مرقوم ہے۔ کیا یہ جزوِ قرآن مجید ہے یا کہ بطورِ تبرک کے تحریر ہوا کرتی ہے۔ سو مذہبِ شیعہ خیر البریہ کے نزدیک ہر جگہ کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جزوِ قرآنِ پاک ہے۔ اور حسبنا کتاب اللہ کے قاریوں کا فیصلہ ہے کہ ہر سورہ کے اوّل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بطورِ تبرک کے تحریر کی جاتی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو صرف ایک بار ہی نازل ہوئی ہے اور وہ مقام ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہزادیٔ سبا بلقیس کو خط لکھا تھا اور وہاں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تحریر کیا گیا ہے۔ یہی قرآن مجید کا جزو ہے باقی بطورِ تبرک کے تحریر کیا کرتے ہیں۔ مسلمانو! اگر ایسا ہی ہے تو کیا کہنا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی عزت وعظمت اور رفعت کا کہ قرآنِ مجید جیسی مقدس کتاب کے ہر سورہ (سوائے سورۂ برارت) کے اول تحریر ہو کر شوکتِ قرآن کو دوبالا کر دیا۔ صلواۃ۔ حسبنا کتاب اللہ کے قاری ماہِ رمضان مبارک میں پورا قرآنِ پاک تو تلاوت فرماتے ہیں مگر نمازِ تراویح میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے احتراز ہی فرماتے ہیں اور جواب یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کا جزو نہیں ہے۔ بہر حال شیعہ امامیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرآنِ پاک کا جزو ہی نہیں سمجھتے بلکہ حدیثِ نبوی سے ثابت کرتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں پورا قرآن مضمر و مستور ہے۔ روایت میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عبداللہ ابنِ عباس کے سامنے عشاء کی نماز کے بعد بسم اللہ کے ب کے نقطہ کی تفسیر بیان کرنا شروع کی اور اس قدر نقطۂ بائے بسم اللہ کو واضح فرمایا کہ مُرغِ مصلی اور مُرغانِ سحر نے اذانیں شروع کیں اور یہاں تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہوئی۔ فرمایا ابنِ عباس اس

بات کو جان لو کہ جتنے علوم اوّلین و آخرین کے ہیں وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے۔ وَ اَنَا النُّقْطَۃُ تَحْتَ الْبَاءِ اور میں وہ نقطہ ہوں جو بائے بسم اللہ کے نیچے ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مولائے امیر المومنینؑ تمام علوم اوّلین و آخرین سے واقف و آشنا ہیں۔ صلواۃ۔ لواعج الاحزان جلد ۱ صلا تفسیر اتقان اور ذخیرۃ المآل میں جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے لَوْ شِئْتُ لَاَ وْقَرْتُ سَبْعِیْنَ بَعِیْرً مِنْ تَفْسِیْرِ سُوْرَۃِ الْفَاتِحَۃِ اگر چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ کا بار کر سکتا ہوں۔ المجالس السنیہ ص۲۰۱۔ چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں باب علوم شہر محمد مصطفیٰ جناب علی مرتضیٰؑ کے بے شمار فضائل پائے جاتے تھے اس لئے یار لوگوں کی طرف سے یہ سعی ناکام کی گئی مگر شمسِ امامتؑ کی علمی شعاعیں اور ضیا پاشیاں اس معمولی تم کے گرد سے نہیں چھپ سکتیں صلواۃ رُباعی عرض ہے۔

علیؑ وہ بحر ہے جس کا کنارا نہ ہوا ۔۔۔ سوا علیؑ کے مشکل میں کوئی سہارا نہ ہوا
اُحد و خیبر و خندق پہ غور کر واعظ ۔۔۔ علیؑ کے بغیر نبیؐ کا بھی گزارا نہ ہوا

اب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فضائل عرض کرتا ہوں۔ حدیثِ نبویؐ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرٌ۔ ہر وہ کام جو کچھ وقعت رکھتا ہو اگر اُسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے تو وہ کام ابتر یعنی ناقص ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اسم اعظم اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہے کہ جیسا کہ آنکھ کی سفیدی سیاہی سے۔ جامع الاخبار ص۴۸

اس مقام پر ایک واقعہ عرض کئے دیتا ہوں تاکہ قلوبِ مومنین جلاء ایمان سے مزید منور ہو جائیں۔ منقول ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار صحابہ کرام کے ساتھ گورستان بقیع سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلدی جلدی گزر چلو کیوں کہ اس قبر پر عذاب الٰہی ہو رہا ہے۔ اس کے بعد جب حضورؐ واپس تشریف فرما ہوئے تو اسی مقام پر کسی صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہی مقام آگیا ہے ہمیں یہاں سے جلدی نکل جانا چاہیئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اس قبر پر ٹھہر جاؤ۔ صحابہ نے عرض کی مولا اس کی وجہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صاحب قبر واقعی گنہ گار تھا اور اس کے گناہوں

کی شامت کی وجہ سے اس پر عذاب مسلط کر دیا گیا۔ اب اس قبر پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرنے والے نے دنیا میں ایک لڑکا چھوڑا تھا آج اُسے مکتب میں بغرضِ تعلیم پہنچایا گیا تو معلّم نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تعلیم دی۔ ادھر اس بچے نے منہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اُدھر رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی اور اُس کے باپ کی زحمت کو رحمت سے بدل دیا۔ تاریِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے باپ کے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے صلوٰۃ

لوائح الاحزان جلد ۔۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے مصر کے بادشاہ ولید بن مصعب (جس کی فرعونیت کی وجہ سے اس کا فرعون نام پڑ گیا تھا)۔ کو نرمی سے سمجھانا شروع کیا مگر فرعون نے موسیٰؑ کی ایک نہ مانی۔ کلیمؑ نے اس کم بخت کو کئی معجزے بھی دکھلائے۔ مگر فرعونوں کا شک کہاں دور ہوتا ہے۔ فرعون ملعون کو تو ہمیشہ نبوت پر شک ہی رہا۔ آخر تنگ آکر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بددعا دی مگر کلیمؑ کی بددُعا کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ پالنے والے کیا وجہ ہے کہ میری بددعا کا فرعون پر کوئی اثر نہیں ہوا بارِ الٰہا فرعون میں کیا خوبی ہے کہ عذاب سے بچ گیا حکم ہوا کلیمؑ، فرعون نے اپنے صدر دروازہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے جس کی برکت کی وجہ سے میرے عذاب سے مامون ومحفوظ ہے۔ صلوٰۃ۔ خزینۃ المجالس صفحہ ۲۵ اس سے ثابت ہوا کہ اس دنیا میں دشمنانِ خدا کو بھی اس آیۂ کریمہ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اللہ اکبر۔ میں کہتا ہوں میرا اللہ کریم ہی نہیں بلکہ رحم وکرم کا بھی خالق ومالک ہے۔ مسلمانو! میرا خدا رحیم ورحمٰن ہی نہیں بلکہ ان صفاتِ جلیلہ وجمیلہ کو اسی نے خلق فرمایا ہے۔ کوئی انسان۔ ولی۔ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ قلندر۔ صحابی۔ خلیفہ۔ امام۔ نبی اگر رحیم وکریم ہوگا تو یہ اللہ تعالیٰ کا ہی تو انعام واکرام ہے کہ جس نے ایسی مخلوق کو اپنی رحمت وفضل سے پیدا فرمایا۔ حضرت محمد مصطفٰےؐ اگر رحمۃ للعالمین ہیں تو یہ اُس کریم کا ہی توفیض ہے کہ ایسے مقدس انسان کو خلق فرما کر اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ چشمِ بصیرت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ساری کائنات سے افضل واکمل حضرت جناب ختمی مرتبت ہیں مگر جہاں اس ذاتِ مقدس کی شفقت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے رحمتِ باری تعالیٰ کی ابتدا ہوتی ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ منقول ہے کہ ایک بار معاذ بن جبل روتے ہوئے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے پاس آئے تو آنحضرتؐ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو معاذ نے عرض کی، کہ یا رسولؐ اللہ دروازۂ انور پر ایک خوبصورت نوجوان زار وزار رو رہا ہے اور چاہتا ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بخشش کی دُعا کرائے۔ آنجنابؐ نے فرمایا کہ اے معاذ اُس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ اُس پر معاذ اس نوجوان کو حضورؐ کی خدمت میں لائے۔ اُس نے آنجنابؐ کو سلام عرض کیا۔ حضرتؐ نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ تیرے اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے اُس نوجوان نے کہ جس کا نام بہلول تھا روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے ایک ایسا سخت گناہ کیا ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑے کا بھی خدا مواخذہ کرے تو دوزخ میرے لئے واجب ولازم ہو جائے اور میں جانتا ہوں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے میری ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ نبیؐ اکرمؐ نے پوچھا کہ کیا تو نے شرک کیا ہے۔ عرض کی کہ معاذ اللہ شرک تو میں نے نہیں کیا۔ فرمایا کسی معصوم کو قتل کیا ہے۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ قتل بھی میں نے نہیں کیا تو حضورؐ نے فرمایا خدا تیرے گناہ بخشے گا اگرچہ مثل پہاڑوں کے ہوں۔ عرض کی کہ میرے گناہ پہاڑوں سے بھی زیادہ ہیں فرمایا خدا تیرے گناہ معاف کرے گا اگرچہ مثل ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور دریاؤں اور درختوں کے پتّوں کے بھی برابر کیوں نہ ہوں۔ بہلول نے روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے گناہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا خدا تیرے گناہ معاف فرمائے گا اگرچہ ریت کے ذرّات اور عرش وکرُسی اور ستاروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس نے رو کر عرض کی کہ مولا میرے گناہ اس سے بھی بڑے ہیں۔ حضرتؐ نے غصّہ کی نظر سے اس کو دیکھا اور فرمایا گناہ تیرا بڑا ہے یا پروردگار تیرا بڑا ہے۔ یہ کلمہ سُن کر بہلول سجدے میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ پاک ہے پروردگار میرا کہ اس سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ گناہ بڑے کو خدا بڑا ہی بخشتا ہے۔ بہلول نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا گناہ بہت بڑا ہے آپؐ نے فرمایا کہ بیان کر کہ تو نے کونسا گناہ کیا ہے۔ بہلول نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں گورکن تھا اور سات سال تک قبریں کھود کر مردوں کے کفن اتارنے کا کام کرتا رہا ہوں۔ چند روز ہوئے کہ انصار کی ایک حسینہ جمیلہ لڑکی نے انتقال کیا۔ حسبِ دستور رات کو جا کر میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن اتار لیا۔ اس کے بعد بہلول نے اپنی بڑی غلطی کو بیان کیا اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ

جب میں فعلِ شنیع کر کے چلا تو پیچھے سے آواز آئی کہ اے بدبخت تو نے اپنے اوپر جہنم واجب کر لیا۔ کل خدا کے دربار میں تجھے پیش ہونا ہے۔ دربارِ خداوندی میں کیا جواب دے گا۔ بس اتنا سننا تھا کہ رحمۃ للعالمینؐ نے غضب ناک ہو کر فرمایا او بدکار دور ہو میرے دربار سے نکل جا کہیں تیرے عذاب میں ہم بھی شامل نہ ہو جائیں یہ سُن کر بہلول روتا ہوا اٹھا اور کہتا تھا کہ پالنے والے تیرے رسولؐ نے مجھے اپنے دربار سے نکال دیا ہے مگر میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ اسی طرح فریاد و فغاں کرتا ہوا جنگل کو چلا گیا اور اپنے دونوں ہاتھ گردن میں باندھ لیئے اور رو رو کر عرض کرنے لگا خداوندا تیرا گنہ گار بندہ بہلول تیرے رسولؐ کے دربار سے محروم پلٹا ہے مگر تیری رحمت سے بہلول مایوس نہیں ہے۔ اسی طرح چالیس دن تک روتا اور آہ و بکا کرتا رہا۔ اس انداز سے بہلول نے توبہ خالص کی کہ خالقِ کائنات نے اپنے حبیب کو وحی فرمائی کہ میرے رسولؐ بہلول کے پاس جا کر اُس کے ہاتھ کھول دے اور اُسے میری طرف سے بہشتِ عنبر سرشت کی خوشخبری دے کہ میں نے اُس کی خالص توبہ قبول کر لی ہے اس پر جنابِ رسالت مآبؐ تبسم فرماتے ہوئے دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کو ساتھ لے کر بہلول کے پاس پہنچے۔ کیا دیکھا کہ اس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔ اور روتے روتے پلکیں آنکھوں سے جھڑ گئی ہیں۔ نبی اکرمؐ نے اس کے ہاتھ کھولے اور سر سے خاک جھاڑی۔ حضورؐ نے بہلول کو جنت کی خوشخبری دی اور صحابہ سے فرمایا کہ ایسی توبہ کرو جیسی بہلول نے کی ہے۔ صلوات۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ ص ۱۹۳ تفسیر انوار النجف جلد ۴ ص ۵۲۔ مگر میرا خدا اس سے بھی بلند و بالا ارفع اعلیٰ ہے۔

رحمتِ خداوندی کے متعلق رباعی عرض ہے ؎

رباعی

بے گناہوں میں چلا زاہد جو اُس کو ڈھونڈنے   مغفرت بولی اِدھر آ میں گنہ گاروں میں ہوں

وہ کرشمے شانِ رحمت کے دکھائے حشر میں   چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہ گاروں میں ہوں

اب میں سورۂ توحید کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ حکم ہوا میرے حبیب اُن سے کہہ دے جو تیرے رب کے بارے میں تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ کہہ میرا اللہ احد ہے۔ سنو احد اور ہے اور واحد اور ہے۔ واحد حسابِ اعداد میں داخل ہے۔ واحد کے واسطے ثانی

ہو سکتا ہے مگر احد کے واسطے ثانی نہیں ہے مثلاً دو آدھوں کے مجموعے کو واحد کہتے ہیں
یا واحد وہ ہے کہ جس کے دو آدھے ہو سکیں۔ اجزا کو جمع کر کے ترتیب دے کر واحد تو
بن سکتا ہے مگر احد نہیں کہلا سکتا۔ احد ایسا ایک ہے کہ نہ اس کے اجزا ہو سکتے ہیں اور نہ وہ
ترکیب سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔ بس خدا ایسا ہی احد ہے۔ سنو اگر کہیں لفظِ واحد خدا کی
ذات کے لئے استعمال ہوا ہے تو متصل لا شریک لہٗ لگا کر واحد کو احد کر دیا گیا ہے۔ صلوات
آگے ہے اللّٰہُ الصَّمَدُ۔ سنو جو کُن فرما کر کائنات کو پیدا کر دے اسے صمد کہتے ہیں۔ جناب
محمد حنفیہ نے ایک روز جناب امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ ابا جان صَمَد کے معنی تو سمجھا
دیں۔ فرمایا بیٹا صمد اُس ذات کو کہتے ہیں کہ جس کا نہ اسم ہے نہ جسم نہ مثل ہے نہ مثال نہ شبیہہ
ہے نہ صورت ہے نہ حد ہے نہ محدود۔ نہ موضع ہے نہ مکان نہ کیونکر ہے نہ کہاں۔ نہ یہاں
ہے نہ وہاں نہ خلا ہے نہ قیام و قعود۔ نہ سکون ہے نہ حرکت۔ نہ ظلمانی ہے نہ نورانی نہ جسمانی
ہے نہ نفسانی نہ اس سے کوئی جگہ خالی ہے نہ اس کو کوئی جگہ گھیرے ہوئے نہ وہ رنگ رکھتا
ہے نہ بُو۔ بیٹا اِن تمام چیزوں سے اس کی ذات بلند و بالا وارفع و اعلیٰ ہے۔ جامع الاخبار صہ

اے خدا جبروتی تجھے زیبندہ ہے ہر سر تیرے سجدے میں سرافگندہ ہے
توحید کا کلمہ تو یہی کہتا ہے دبیرؔ جو تیرے سوا ہے تیرا بندہ ہے

اب بتاؤ خدا کو کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔ پہچانے تو کیونکر اور کیسے۔ بس خدا وحدہٗ لاشریک
ہے۔ علمائے خاصہ اور عامہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر جناب امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب
علیہ السلام کے خطبات (جو نہج البلاغہ میں کتاب کی صورت میں جمع ہیں) نہ ہوتے تو دنیا کو
توحید کا پتہ ہی نہ چلتا۔ توحیدِ باری تعالیٰ کی طرف صحیح رہنمائی جناب امیر علیہ السلام کے فرمان
واجب الاذعان صحیفہ کاملہ ہوتی ہے اسی طرح اگر جناب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام
کی دعاؤں کا مجموعہ (جو صحیفۂ کاملہ کی صورت میں موجود ہے) نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے
کے طریقے ہی دنیا کو نہ آتے۔ صلوات

میں عرض کر رہا تھا کہ اللّٰہُ الصَّمَد ہے۔ چونکہ عظمتِ الٰہیہ اتنی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ
ہر بلندی اُس کی ذات کے سامنے پست اور ہر کمال کا وہ خالق و مالک ہے۔ یہی وجہ ہے

سورۂ توحید

کہ بحرِ توحید کے غواص حیران و ششدر رہیں اور فنِ بیان میں اس موضوعِ سخن کو خشک کہا جاتا ہے اس کے علل و اسباب کی تشریح اس طرح کئے دیتا ہوں کہ ایک برگزیدہ خدا کے بندے نے معجزے سے مردے کو زندہ کیا۔ میں نے اس کے اس معجزے کو بیان کیا تو آپ لوگوں نے نعرہ لگایا۔ جوشِ وِلا سے جھوم گئے۔ اس کے ساتھ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال کے بعد حضرت عزیرؑ کو اپنی قدرتِ کاملہ سے زندہ فرمایا اور کھانے کی گرمی اور پانی کی تازگی بھی باقی تھی تو اس پر آپ نعرہ نہیں لگائیں گے۔ کیوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ حضور دادِ تحسین وہاں ملا کرتی ہے جہاں فاعل نے حیرت انگیز کام کیا ہو۔ چار ماہ کا بچہ گھٹنوں کے بل چل کر تو داد لے سکتا ہے مگر یہی بچہ دو سال کے بعد اگر گھٹنوں کے بل چلے گا تو اس کی حماقت متصور ہوگی۔ دوسری جماعت کا طالب علم پانچویں جماعت کا سوال نکال کر وظیفہ حاصل کر سکتا ہے مگر پانچویں جماعت کا طالب علم دوسری جماعت کا سوال نکال کر سرفراز نہیں ہو سکتا۔ یہ قاعدہ ہے کہ داد ملتی ہے اپنے معیار سے بلند کام کرنے پر۔ اور جس کی بلندیٔ معیار کا انبیاء علیہم السلام کو بھی کماحقہٗ علم نہ ہو سکا تو اس کی قدرتِ کاملہ کا احاطہ کرے تو کون اور داد دے تو کس کس کرشمۂ توحید کی۔ پس اللہ الصمد ہے۔ صلوات۔ مسدس

مسدس

ربِّ وحید صاحبِ جبروت ذوالمنن — تحریکِ قیل و قال نہیں جرأتِ سخن

عاصی ہے احقر ہے یہ محرومِ فکر و فن — خامۂ بے زباں کو دے قوّتِ سخن

اسپِ قلم ہوا میں جب رفعت یگانہ ہو

سلمانؑ کو تلق ہو کہ شانہ بشانہ ہو — صلوات

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بزدل مرحب کو قتل کرتا تو واقعی اس کی کامل تعریف ہوتی۔ سورج کو پلٹا کر نمازِ عصر ادا کرنے والے نے اگر مرحب کو تہِ تیغ کر دیا تو کونسا تعجب کا مقام ہے۔ خیبر کی سرزمین شاہد و مشہود ہے کہ خیبر کا فتح کرنا حیدرِ کرّارؑ کا ایک معمولی اشارہ تھا۔ شعر

شعر

یوں در اکھاڑا تھا جو گراں سنگِ سخت سے

جیسے کہ توڑے کوئی پتا درخت سے — صلوات

آگے ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا۔

عبداللہ ابنِ عباس سے روایت ہے کہ لَمْ یَلِدْ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عزیر اُس سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ ملعون یہودی کہتے ہیں اور نہ مسیح اس سے پیدا ہوئے۔ جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ سورج چاند ستارے اس کی ذات سے نکلے جیسا کہ مجوسیوں کا قول ہے اور نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ مشرکین کہا کرتے ہیں اور وَلَمْ یُوْلَدْ کا مطلب یہ ہے کہ نہ اُس کا کوئی شبیہہ ہے اور نہ نظیر اور نہ برابر والا اور جو کچھ اُس نے اپنے فضل سے تم کو عطا کیا ہے اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ویسا نہیں دے سکتا۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ سے مراد یہ ہے کہ نہیں ہے واسطے اس کے بیوی کیونکہ یہ اوصاف تو مخلوق یعنی انسانوں کے ہیں کہ کسی طرح کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ کسی اور کو جنا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان چیزوں سے منزّا اور مبرّا ہے۔ کیوں کہ خود فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ پارہ ۲۵ رکوع ۲۔ نہیں ہے مثل اُس کے کوئی شے۔ مخلوق کی پہچان تو حواسِ خمسہ سے ہو جاتی ہے یعنی کسی چیز کی معرفت ان پانچوں میں سے کوئی علت ہی کرائے گی۔

(۱) آنکھ سے دیکھ کر کسی کو پہچانا جاتا ہے

(۲) ہاتھ سے ٹٹول کر معرفت حاصل کی جاتی ہے

(۳) زبان سے چکھ کر حقیقت کو معلوم کیا جاتا ہے

(۴) کان سے آواز سن کر اُس کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

(۵) اور ناک سے سونگھ کر اس کی شناخت کی جاتی ہے مگر باری تعالیٰ حواسِ خمسہ کا بھی خالق ہے۔ ان سے تو ہرگز ہرگز خدا کو نہیں پہچانا جا سکتا۔ بس عقل سے سمجھو کہ کوئی خدا ہے کہ جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے کہ نظامِ ارض و سما جاری و ساری ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مسلمان وزیر نے اپنے کافر بادشاہ کو توحید باری تعالیٰ اس طرح سمجھائی کہ جنگل بیابان میں ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا اور اس میں تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کر دیں اور محل کے ارد گرد باغ بوٹے لگوا کر بادشاہ کو سیر و شکار کے بہانے ادھر لایا۔ بادشاہ نے مکان و باغ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اس کو کس نے بنایا ہے۔ وزیر نے عرض کی کہ حضور خود بخود بن گیا ہے۔ بادشاہ نے حیرت سے کہا کہ کس طرح بنانے والے کے بغیر بن گیا ہے کیا کوئی چیز خود بخود اس حسن و خوبی سے بن سکتی

اثباتِ صانع کے متعلق واقعہ

ہے۔ وزیرِ باتدبیر نے عرض کی کہ جس طرح زمین و آسمان۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ بحر۔ بر۔ اشجار حیوان پرندے۔ انسان وغیرھم خود بخود بن گئے اور نظام بدستور چل رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی بن گیا ہوگا۔ ہاں اگر یہ معمولی سا مکان کوئی اپنا بنانے والا رکھتا ہے تو اس پوری کائنات کے نظام کو جاری رکھنے والا خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔

اسی طرح ایک مومنہ ضعیفہ سے توحیدِ باری تعالیٰ کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے اپنے چرخہ کی مثال پیش کی کہ میرے چلانے سے میرا چرخہ چلتا ہے جب یہ معمولی سا چرخہ چلانے والے کے بغیر نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا چرخِ کائنات بغیر چلانے والے کے کس طرح چل رہا ہے۔ بس ہے کوئی طاقتِ غیبی جو اسے چلا رہی ہے اور وہ ہے خدا واحد لاشریک۔ صلوات

جناب امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ تحفۃ الابرار ص۔ بس اپنے آپ کو پہچانو۔ خدا کی پہچان ہو جائے گی۔ مگر یاد رہے کہ اپنے آپ کو پہچاننا بڑا مشکل اور محال کام ہے تم چاند میں تو مسکن بنا سکتے ہو۔ ظلمات میں گھوڑے دوڑا سکتے ہو۔ آسمان تک سیڑھی لگا سکتے ہو۔ تم ہوا کو مسخر کر سکتے ہو۔ غرضیکہ کائنات کی ہر شے پر قبضہ جما سکتے ہو۔ مگر حقیقتِ نفس کو نہیں سمجھ سکتے۔ غور کر کے فرماؤ کہ میں کہاں ہوں۔ ہاتھ میرا ہے میں نہیں ہوں۔ زبان میری ہے میں نہیں ہوں۔ پاؤں میرے ہیں میں نہیں ہوں۔ آنکھ میری ہے میں نہیں۔ ناک میرا ہے میں نہیں۔ بتاؤ میں کہاں ہوں یہ میرے اعضاء ہیں۔ چلو اندر دیکھ لیں کہ کہیں میں نہ ہوں۔ سنو دلِ میرا ہے میں نہیں۔ دماغ میرا ہے میں نہیں۔ جگر میرا ہے میں نہیں۔ عقل میری ہے میں نہیں۔ سانس میرے ہیں میں نہیں۔ اندر بھی میرا باہر بھی میرا بتاؤ میں کہاں ہوں۔ بس میں کو پہچانو تاکہ خدا کی پہچان ہو جائے۔ دنیا کے سائنس دانوں سے گزارش ہے کہ جو شئی انسان کے جسم سے نکل جاتی ہے اور تمام عضو بے کار ہو جاتے ہیں اُسے قوتِ سائنس سے روکتے کیوں نہیں کہ قیمتی جانیں ضائع نہ ہوں۔ جس دن تم نے حقیقتِ انسانیہ کو سمجھ لیا اُسی روز حقیقتِ خداوندی کا ادراک ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا ہے کہ اُس خالقِ حقیقی کے انعاماتِ عطائیہ اور نعماتِ وافرہ میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر نہایت ہی

شفیق، کریم۔ رحیم اور مہربان ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے انعامات کا حساب لینے لگے تو ہم تو اس کی کسی ایک نعمت کا بھی حساب نہ دے سکیں۔

عابد کا واقعہ

منقول ہے کہ ایک زاہد عابد دن رات خدا کی عبادت میں مشغول منہمک رہتا تھا اور عبادت کشیدہ کی وجہ سے اُسے گمان تھا کہ میں نے اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیا جیسا کہ وہ چاہتا ہے اس زاہد نے دعا کرنا شروع کی کہ پالنے والے میں اس بات کا مستحق ہو گیا ہوں کہ بہشت عنبر سرشت میری ملکیت ہو کیوں کہ میں اُس کی قیمت سجدوں کی صورت میں تجھے ادا کر چکا ہوں یہ کلمات قدرت کی بارگاہ میں نہایت ہی نامناسب تھے۔ ایک روز یہی زاہد جنگل سے گذرا اور اُسے شدت کی پیاس لگی مگر پانی کہیں میسر نہ ہوا۔ آخر تنگ ہو کر مرنے کے لئے ریت کا بستر بنا کر لیٹ گیا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر زاہد کو اس شرط پر پانی کا پیالہ پیش کیا کہ وہ اپنی زندگی کی آدھی عبادت پانی کے پیالے کے عوض بخش دے اس پر زاہد نے سوچا کہ چلو جان تو بچے۔ میں اور عبادت کر لوں گا ایک پانی کے پیالے کے بدلے آدھی عبادت دے بیٹھا زاہد پانی پینے کے بعد چلا تھوڑی دور گیا کہ پھر پیاس کا غلبہ ہوا جب پھر مرنے کے قریب پہنچا تو اسی انسان کو دیکھا اور عرض کرنے لگا کہ میری آدھی بقایا بھی عبادت لے لو اور ایک پیالہ پانی کا مجھے اور دے دو لہٰذا دوسرے پانی کے پیالے کے عوض ساری عبادت سے فارغ ہو گیا۔ اس پر قدرت کی آواز آئی اے میرے بندے تو نے اپنی عبادت کی قیمت دیکھ لی ہے۔ اب حساب کر کے بتا کہ تو نے میرا کتنا پانی استعمال کیا ہے اس کی قیمت ادا کرنے کے لئے تیار ہو جا جب ہاتف کی آواز زاہد کے کان میں آئی کہ قدرت اپنے انعامات کی قیمت چاہتی ہے تو سجدے میں گر پڑا رو کر عرض کرنے لگا بارِ الٰہا تیری بخشش اور فضل کا امید وار ہوں لہٰذا اپنے کرم و شفقت سے مجھے سرفراز فرما۔ صلوات۔ خدا کی نعمتوں کا شکر تو انبیاء علیہم السلام بھی کثرت سے کرتے تھے۔

روایت میں ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے کسی حصہ میں اپنے بستر سے اٹھے اور جنگل کو نکل گئے۔ حضرت عائشہ کو گمان ہوا کہ حضور کسی اور بیوی کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ لہٰذا وہ اُٹھ کر حضور کے پیچھے چلی۔ نبیٔ اکرم ایک مقام پر پہنچ کر عبادت میں مشغول ہوئے اور اس قدر سجدے میں روئے کہ جس طرح کسی ضعیفہ کا

ایک ہی جوان لڑکا ہو اور انتقال کر جائے جب عبادت سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ واپس مراجعت فرما ہوئے تو عائشہ دوڑ کر پہلے واپس آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ حضور پُر نور نے آ کر عائشہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل کی دھڑکن پر فرمایا عائشہ تجھے کیا ہو گیا۔ عرض کی کہ حضورؐ کے پیچھے حالات دیکھنے گئی تھی۔ اس کے بعد حضرت عائشہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس قدر آپ سجدوں میں روتے ہیں کیا روزِ محشر کا خوف ہے آپ تو شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ نبیِ اکرمؐ نے فرمایا عائشہ جب اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ درجاتِ رفیعہ عطا فرمائے ہیں، کیا میں اس خالق کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے مجھے خاتم النبیین افضل المرسلین کے جلیلہ عہدے سے سرفراز فرمایا۔ ترمذی شریف ص۹۲ صلوات۔ بس میرا خدا وہ ہے کہ جس کی بارگاہ میں محمد مصطفٰےؐ علیؑ مرتضٰی سربسجود نظر آتے ہیں۔

سلیم ابنِ قیس ہلالی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر تحریر کیا ہے کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ذکر فرمایا کہ ایک روز رسولِ خدا نے مجھے ساتھ لیا اور مدینے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ہم چلے یہاں تک کہ ایک باغ میں پہنچے میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ باغ کتنا خوبصورت ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہے مگر تیرے لئے جنّت میں اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا۔ اس کے بعد آگے بڑھے تو ایک اور باغ آیا۔ میں نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ باغ کتنا خوبصورت ہے۔ فرمایا اے علیؑ جنّت میں تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا۔ اس کے بعد تیسرا باغ آیا اور میں نے اُسی طرح کہا اور حضورؐ نے وہی جواب مرحمت فرمایا۔ یہاں تک کہ سات باغوں سے ہم گزرے۔ میں یہی کہتا گیا کہ کتنا خوبصورت باغ ہے اور حضور پُرنور یہی فرماتے گئے کہ جنّت میں تیرے لئے اس سے بھی خوبصورت باغ ہوگا اس کے بعد ایک مقام پر پہنچ کر حضورؐ نے مجھے گلے لگا لیا اور زار زار رونے لگے اور اس قدر پھوٹ کر روئے کہ میں نے بھی رونا شروع کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یا علیؑ لوگوں کے دلوں میں تیرے لئے بدر کے کینے اور اُحد کی رنجشیں پوشیدہ ہیں جو میرے بعد ظاہر کریں گے اے علی تیرے لئے یہ وقتِ امتحان ہوگا۔ صبر سے کام لینا اور اسلام کو پارہ پارہ نہ ہونے دینا اے علیؑ قریش متحد ہو کر تجھے حق سے محروم کریں گے۔ ان مصیبتوں پر صبر

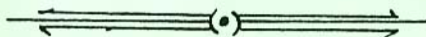
سے کام لینا۔ بے شک مجھ سے تیری وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسٰیؑ سے تھی۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میرا دین محفوظ ہوگا۔ فرمایا اے علیؑ تیرا دین ہمیشہ سے محفوظ ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گا حق تیرے ساتھ ہے اور تُو حق کے ساتھ ہے اس پر جناب حیدرِ کرارؑ نے عرض کی کہ میں انشاء اللہ تمام مصائب و شدائد پر صبر کروں گا۔ عزادارو وہ وقت آیا کہ رسولِ خدا نے اس فانی دنیا سے عالمِ جاودانی کی طرف مراجعت فرمائی اور حضرت امیرؑ پر جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مسلمان حضرت علیؑ سے پھر گئے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں چند آدمیوں نے حکومت کا معاملہ طے کر لیا۔ اس پر حضرتِ امیرؑ نے اس قدر صبر سے کام لیا کہ مولا علیؑ کے ساتھی مسلمانوں کی بے اعتنائی اور بے مروّتی دیکھ کر جنگلوں کو روتے ہوئے چلے گئے۔ روایت میں ہے کہ نبیؐ اکرم کے انتقال و وصال کے بعد حضرت بلال مدینہ میں نہ رہ سکے اور یمن کو چلے گئے۔ ڈیڑھ ماہ کے بعد جناب رسولِ خدا بلال کو خواب میں ملے اور فرمایا بلالؓ تو نے بھی میری اہلِ بیتؑ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلال نے روتے ہوئے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ جس دروازے پر فرشتے سائل اور غلام بن کر آتے تھے جس دروازے پر خود حضورؐ تعظیم کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اس دروازے کی بے حرمتی نہ دیکھ سکا یا رسولؐ اللہ اس دروازے پر لکڑیاں لائی گئیں اور آگ لگانے کی دھمکی دی گئی یا رسول اللہ مدینہ وہ مدینہ نہیں رہا۔ حضورؐ نے فرمایا بلال تجھے میرے بچے یاد کرتے ہیں۔ ایک بار ان کو تو مِل لو۔ عزادارو حضرت بلال بیدار ہوئے اور اُسی وقت روتے ہوئے مدینہ کو چلے۔ جب حضرت بلال مدینہ میں پہنچے تو سارے مدینہ میں خبر مشہور ہوئی کہ حضورؐ کا مؤذن بلال آگیا ہے۔ جب شہزادوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے نانے کا مؤذن بلال آگیا تو دوڑتے ہوئے ماں کے پاس آئے کہ مادرِ گرامی بلال آگیا ہے۔ جنابِ سیّدہ نے فرمایا شہزادو بلال کو دروازے پر بلا کر لے آؤ۔ حضرت بلال روتے ہوئے درِ بتولؑ پر آئے۔ سیّدہ نے بلالؓ کو سلام کہا تو بلال کی چیخیں نکل گئیں۔ وائے مصیبتا رسولِ خدا کی بیٹی ہم غلاموں کو سلام کہہ رہی ہیں۔ جنابِ سیّدہ نے فرمایا بلال تم نے بھی ہمیں چھوڑ دیا۔ بلال نے روتے ہوئے عرض کی بی بی جس دروازے پر کھڑے ہو کر رسول اللہ

سلام کہا کرتے تھے۔ اس دروازے کی بے حرمتی نہ دیکھ سکا۔ بی بی میرا جگر پھٹ گیا اس لئے حالات سے مجبور ہوکر مدینہ سے مایوس ہوکر نکل گیا فرمایا بلال صبر کرو اس کے بعد کہا بلال ایک مرتبہ اذان تو سنا دو۔ بلال نے عرض کی آپ کے حکم سے انکار تو نہیں ہے مگر آپ اذان سن نہیں سکیں گے۔ جنابِ سیدہؑ نے فرمایا بلال جاؤ اور گلدستۂ اذان پر کھڑے ہوکر اذان دو۔ عزادارو بلال نے جونہی اذان شروع کی تو بتولؑ کو باپ کا زمانہ یاد آگیا اور سیدہؑ نے رونا شروع کیا۔ جب بلال نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ تو شہزادے دوڑتے ہوئے آئے اور روکر فرمایا بلال اذان ختم کردو۔ ہماری ماں غش کھاکر گر پڑی ہے۔ اس پر بتولؑ کے گھر میں کہرام مچا۔ میں کہتا ہوں سیدہؑ بلال کی اذان سن کر تابِ ضبط نہ رہی ہائے صبحِ عاشور کو اکبرؑ کی اذان سیدانیوں نے کیسے سُنی۔

تبلیغی نصاب جز۔ حکایاتِ صحابہ ص۱۴۷

اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵



دوسری مجلس

نورِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ (پارہ ۶ رکوع ۷)

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ـــــ نور آیا اور روشن کتاب آئی۔

جب کوئی کسی کے پاس آئے تو چار پہلوؤں پر نگاہ کا پڑنا ضروری ہے۔

(۱) کون آیا (۲) کس کے پاس آیا (۳) کس کی طرف سے آیا اور (۴) کیوں آیا۔ ہر اعلیٰ و ادنیٰ جو بھی آئے گا ان چار رُخوں پر نگاہ ضرور پڑے گی۔ اسی اصول کی بناء پر محمد مصطفےٰ کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ اس آیتِ کریمہ میں قدرت نے چاروں رُخ بیان کر دیئے ہیں نمبر ۱ قَدۡ جَآءَکُمۡ یقیناً تمہارے پاس آیا نمبر ۲ مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے آیا نمبر ۳ نُوۡرٌ نور آیا نمبر ۴ اور کِتٰبٌ مُّبِیۡن لے کر آیا کہ دنیا کو ہدایت کرے۔ غایتِ رسول اللہ صاف اور کھلے لفظوں میں قدرت نے بیان فرما دی ہے۔ حضور نبی اکرمؐ کب آئے اس کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ہے بلکہ حدیثِ نبویؐ ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوۡرِیۡ ینابیع المودۃ صفہ سنو۔ محمدؐ ہے اوّل مخلوق تو خالق کی ہر خلق کردہ مخلوق محمدؐ کے بعد کی مخلوق ہوگی۔ تشریح انسان پیدا ہوا پانی۔ آگ۔ ہوا۔ مٹی سے یہ عناصرِ اربعہ بھی مخلوق اور محمدؐ ہے۔ اوّلِ مخلوق معلوم ہوا کہ پانی نہ تھا۔ محمد تھا۔ آگ نہ تھی محمدؐ تھا۔ ہوا نہ تھی محمدؐ تھا۔ مٹی نہ تھی محمدؐ تھا۔ ہم جیسا کس طرح ہو گیا۔ قرآن میں ہے اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ پارہ ۲۹ رکوع ۱ اللہ وہ ہے کہ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو۔ موت بھی مخلوق ہے اور زندگی بھی مخلوق ہے اور محمدؐ ہے اوّلِ مخلوق۔ معلوم ہوا کہ موت نہ تھی محمدؐ تھا۔ زندگی نہ تھی محمدؐ تھا۔ نہ وہ ہماری طرح کی موت رکھتا ہے اور نہ ہماری طرح کی زندگی رکھتا

اوّل مخلوق سرکار دوعالمؐ ہیں

ہے اس کی زندگی بھی کچھ اور ہے اور اس کی موت بھی کچھ اور ہے کیوں کہ یہ بعد کی مخلوق ہے اور محمدؐ اولِ مخلوق ہے اور سنو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ پارہ ۷ رکوع ۷۔ اُس اللہ کی حمد ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا فرمایا اور نور اور ظلمت کو پیدا کیا۔ پس ثابت ہوا کہ نور بھی مخلوق ہے اور ظلمت بھی مخلوق ہے اور محمدؐ ہے اوّل مخلوق نور نہ تھا وہ تھا۔ ظلمت نہ تھی محمدؐ تھا۔ ارے نور تو محمد مصطفیٰؐ کے صدقے سے بنا ہے۔ آج کل علمائے کرام نور اور بشر کی بحثیں کرتے ہیں اور اس کو خدمتِ دین تصور کیا جاتا ہے۔ میں اس سلسلہ میں پاکستان کے سب سے بڑے متقی و پرہیزگار استاذ العلماء جناب قبلہ مولانا السید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ میانوالی والے سے استفادہ کرتا ہوں۔ حضرت سلمانؓ سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسالت مآبؐ کو فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے خود سُنا ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے۔ عرش کے دائیں جانب ہم حضرت آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم مردوں کی پاکیزہ پشتوں اور پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ صُلبِ عبدالمطلبؑ میں پہنچے۔ پس اس نور کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصّہ صُلبِ عبداللہ کی طرف منتقل ہوا اور دوسرا حصّہ صُلبِ ابوطالبؑ کی طرف منتقل ہوا پس ایک نصف سے میں ور دوسرے نصف سے علیؑ ہے اور خدا نے اپنے ناموں سے ہمارے نام مشتق کئے۔ وہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں وہ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے۔ وہ فاطر السمٰوٰت والارض ہے۔ میری شہزادی فاطمہؑ ہے وہ محسن ہے میرا بیٹا حسنؑ ہے۔ وہ قدیم الاحسان ہے میرا دوسرا بیٹا حسینؑ ہے۔ میرے حصّہ میں رسالت اور نبوّت آئی اور علیؑ کے حصّہ میں خلافت اور امامت آئی۔ میں رسولؐ اللہ ہوں علیؑ سیف اللہ ہیں۔ المجالس المرضیہ ملاء آگے چل کر قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے ملائکہ کو حضرت علیؑ کے چہرے کے نور سے خلق فرمایا اور حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں اندھیری رات میں جنابِ فاطمہؑ زہراؑ کے چہرے کے نور سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی اور ابنِ عباس سے مروی ہے کہ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا پارہ ۲۸ رکوع ۱۵۔ پس

انا و علیؑ من نور واحد

نور علیؑ، نور فاطمہؑ

ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پہ اور اُس نور پر کہ جس کو ہم نے نازل کیا اس نور سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ المجالس المرضیہ ص۱۲۳ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں وَاللّٰہِ وَالنُّوْرِ الْاَئِمَّۃُ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ خدا کی قسم نور سے مراد آئمہ آلِ محمدؐ کا نور ہے چودہ ستارے ص۲۲۳ جب آلِ محمدؐ نور ہیں تو خود محمد مصطفیٰؐ کیا ہوں گے۔ صلوات مسدس

توصیفِ محمدؐ کی کروں تحریر کہاں تک — نا چیز کا ادراک تو پہنچا ہے یہاں تک

جبریلؑ کے پَر جلنے کا امکاں ہے جہاں تک — نعلینِ محمدؐ کی رسائی ہے وہاں تک

اب اس سے جو آگے ہیں وہ پردے میں نہاں ہے

بازو ہے محمدؐ کا تو خالق کی زباں ہے

حکایت۔ ہمارے گاؤں کے مولوی صاحب نام نور محمد تھا۔ میں ایک بار اپنے سابقہ گاؤں گیا تو مولوی صاحب نے میری چائے کی دعوت کی اُس کی بیٹھک پر کافی دیر تک بحث رہی کہ محمدؐ نوری نہیں بلکہ بشر ہے اور بشر بھی ہماری طرح کا بشر۔ اس کے بعد جب کمرے میں چائے پینے کے لئے گئے تو اندر مولانا عطا اللہ صاحب مرحوم کا فوٹو لگا ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ دیکھو کتنا نُور برس رہا ہے۔ میں نے کہا مولانا اگر آپ انکار کریں تو محمدؐ کو نوری کہنے سے کر جائیں اور اگر ماننے پر آجائیں تو عطا اللہ صاحب کے فوٹو کو نوری مان جائیں۔ مسلمانوں کی روش دورنگی پر نگاہ ڈالیں کہ حضرت عثمان کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہتے ہیں کہ رسولِ خدا کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ فیصلہ کرو کہ جن کے نکاح میں نبیؐ کی دو بیٹیاں چلی گئیں وہ ذوالنورین اور محمدؐ ایک نور والا بھی نہیں۔ خدا جانے ملّاں کو لفظ نور سے کیوں چڑ ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں خداوندِ قدوس نے بہت سی اشیاء کو نور فرمایا ہے میں اس سلسلہ میں چند قرآنی آیات پیش کرتا ہوں۔ سنو۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ پارہ ۳ رکوع ۲۔ اللہ مومنوں کا ولی ہے کہ ان کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور شیاطین کافروں کے اولیا ہیں کہ ان کو نُور سے نکال کر ظلمت گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں تو یہاں نُور سے مراد ہدایت رُشد اور ظلمت سے مراد گمراہی

مسدس

آیاتِ نور

اور ضلالت ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ پارہ ۶ رکوع ۱۱ تحقیق نازل کی ہم نے تورات کہ بیچ اس کے ہدایت ہے اور نور۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ پارہ ۶ رکوع ۱۱۔ دی ہم نے اُس کو انجیل بیچ اس کے ہدایت ہے اور نور۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا پارہ ۶ رکوع ۴ اے گروہ انسانوں کے یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آئی اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف نورِ مبین کو۔ اللہ تعالیٰ نے تورات انجیل۔ قرآن مجید کو بھی نور فرمایا ہے اور سنو هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا پارہ ۱۱ رکوع ۶ وہی اللہ ہے جس نے رواج دیا سورج کو درخشندہ اور چاند کو نور۔ تو یہاں اللہ نے چاند کو نور فرمایا ہے۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ پارہ ۱ رکوع ۲۔ لے گیا اللہ ان کی روشنی۔ اور اندھیرے میں ہیں اور نہیں دیکھتے یہاں نور سے ہدایت اور بینائی دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ پارہ ۹ رکوع ۹ انہوں نے پیروی کی اُس نور کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا۔

صافی میں بروایت عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس جگہ نور سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور بروایت کافی صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ نور سے مراد اس جگہ علیؑ اور باقی آئمہ ہیں۔ تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۱۰۸ اور سنو لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ پارہ ۲۷ رکوع ۱۸۔ واسطے ان کے ثواب انکا اور نور ان کا تو یہاں نور سے مراد جنت ہے۔ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا پارہ ۲۷ رکوع ۱۸ اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں کہ انتظار کرو ہم بھی روشنی لیں نور تمہارے سے کہا جائے گا۔ پھر جاؤ پیچھے اپنے پس ڈھونڈ لاؤ نور۔ تو یہاں نور سے مراد جزا اور روشنی ہے وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ پارہ ۱۸ رکوع ۱۱ پس جس کے لئے اللہ تعالیٰ نور کا سامان پیدا نہ کرے تو اس کو نور نہیں ملتا تو یہاں نور سے مراد بھلائی خیر ہے اور سنو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پارہ ۱۸ رکوع ۱۱۔ اللہ زمینوں اور آسمانوں

کا نور ہے۔ یہاں نور سے مراد خالقِ کائنات اور مالکِ موجودات و ممکنات ہے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ پارہ ۱۸ رکوع ۱۱۔ نور کے اوپر نور۔ یہاں نور سے مراد نبیؐ اور امام ہے تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰۔ ایک اور آیت سُن لیں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ پارہ ۲۷ رکوع ۲۰ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے پیغمبر کے دے گا تم کو دو حصے ثواب کے رحمت اپنی سے اور کر دے گا واسطے تمہارے نور کہ چلو گے ساتھ اس کے۔ تفسیر قمی ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ سے مراد جناب امیر المومنینؑ ہیں اور مِنْ رَّحْمَتِهٖ سے حسنؑ اور حسینؑ مراد ہیں۔ دیکھو ترجمہ قرآن مجید مقبول احمد صاحب حاشیہ ص۱۰۸۱ اور فرمایا کہ یہاں نور سے مراد امام زمانہ ہے اور ایک حدیث بھی ملاحظہ ہو اَلْعِلْمُ نُوْرٌ وَّیَقْذِفُهُ اللّٰهُ فِیْ قَلْبِ مَنْ یَّشَآءُ مواعظِ حسنہ ص۲۰۔ علم نور ہے اور اللہ جس دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے تو نتیجہ نکلا کہ فرشتے بھی نور۔ تورات انجیل۔ قرآن مجید بھی نور۔ جنت بھی نور۔ قمر بھی نور ہدایت بھی نور۔ آنکھ کی بینائی بھی نور علم بھی نور۔ نبی اکرمؐ بھی نور۔ امام بھی نور۔ خدا بھی نور۔ روشنی بھی نور یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ط وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ پارہ ۲۸ رکوع ۹ کافر چاہتے ہیں کہ بجھا دیں نُورِ خدا کو ساتھ مونہوں اپنے کے اور اللہ پورا کرنے والا ہے نور اپنے کو مسلمانو دین بھی نور ہے میں کہتا ہوں ہر بے عیب چیز نور ہے اور ہر عیب دار بُری چیز ظلمت ضلالت گمراہی ہے۔ نور کی کامل تعریف سنو۔ هُوَ الظَّاهِرُ بِذَاتِهٖ وَالْمُظْهِرُ لِغَیْرِهٖ۔ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کے ظہور کا موجب اور سبب ہو تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ ص۹۴۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کامل نور ہیں کیوں کہ یہ انوارِ مقدسہ ساری کائنات کے ظہور کا سبب موجب ہی تو ہیں۔ حدیثِ قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ ص۹۵۔ مسلمان ہر اچھی چیز کو تو نور تسلیم کرتا ہے صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ہی انکار ہے شام کو بچی ہوئی چھاچھ یعنی لسی باہر ڈالتے ہوئے کہا کہ کہیں کنارے پر ڈالنا نورِ خدا ہے توہین نہ ہو جائے۔ مُلّاں مانتے تو کھٹی لسی کو نور مان جائے اور اگر انکار کرے تو آمنہ کے لال سے کر دے۔ صلوات۔ مسلمانو! محمدؐ نوری

دیکھو نور

ہی نہیں بلکہ کامل نور ہے نوری تو حبیبِ خدا کے بطفیل پیدا ہوتے ہیں مثال سے واضح کرتا ہوں۔ لاہور اور ہے اور لاہوری اور ہے۔ ملتان اور ہے ملتانی اور ہے۔ پنجاب اور ہے پنجابی اور ہے۔ عرب اور ہے عربی اور ہے۔ ایران اور ہے ایرانی اور ہے۔ مصر اور ہے مصری اور ہے۔ اسی طرح نور اور ہے اور نوری اور ہے یعنی نور سے تعلق واسطہ رکھنے والا نوری ہوتا ہے صلوات۔ پس محمدؐ نوری ہی نہیں بلکہ نوریوں کے مولا و آقا ہیں۔ ایک رباعی عرض کرتا ہوں ؎

رباعی

کوئی پوچھے محمدؐ کون ہے تو واعظ میں کیا کہہ دُوں
میری تو عقل حیراں ہے خدا جانے میں کیا کہہ دُوں
خدا کہنے میں یہ ڈر ہے کہیں مشرک نہ بن جاؤں
اور اس میں کفر کا کھٹکا اگر حق سے جدا کہہ دُوں صلوات

بشر کی فضیلت

جہاں ملاں لوگ لفظ نوری کے متحمل نہیں ہو سکتے وہاں عوام الناس لفظ بشر سے گھبراتے ہیں حالانکہ لفظ بشر نہایت ہی مقدس اور باعظمت و با رفعت خطاب ہے۔ مسلمانو نوری کی ضد خاک نہیں ہے بلکہ نور کی ضد ظلمت ہے۔ میں چند قرآنی آیات لفظ بشر پر عرض کرتا ہوں۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ پارہ ۱۶ رکوع ۳ کہہ میرے حبیب کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، وحی کی جاتی ہے طرف میرے۔ اس مقام پر خدا نے اپنے حبیب کو وحی والا بشر فرمایا ہے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵ پس بھیجا ہم نے طرف اس کے روح اپنی کو پس صورت میں مثل بشر کی ہوا تھا۔ اس مقام پر فرشتہ یعنی جبرئیلؑ کو خدا نے بشر فرمایا ہے قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پارہ ۱۳ رکوع ۱۴ کہا واسطے ان کے پیغمبروں نے کہ نہیں ہم مگر بشر مانند تمہاری تو اس آیت میں انبیاءؑ علیہم السلام کا اپنا اقرار ہے کہ ہم بشر ہیں تمہاری طرح کے اس سے یہ خیال نہ کر لینا کہ جیسے تم گنہگار ہو ویسے ہم بھی گنہ گار ہیں بلکہ شکل و صورت میں تمہاری طرح کے ہیں ورنہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ پارہ ۱۳ رکوع ۱۴ و لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں پر جس طرح چاہتا ہے اس کی وضاحت اس آیت نے کر دی۔ سنو وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ پارہ ۱۴ رکوع ۳ اور جب کہا تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو مٹی سے جو کیچڑ کی گئی ہو خدا کا حکم ہے کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں خدا کی عظمت پہ نگاہ کرو اور اس آیت میں غور و خوض کرو کہ کہاں تک اس میں فصاحت ملحوظ ہے۔ اگر میں کہہ دوں کہ میں آٹے سے روٹی پکانے والا ہوں تو لوگ کہیں گے ارے روٹی پکتی ہی ہمیشہ آٹے سے ہے یوں کیوں نہیں کہتا کہ میں روٹی پکانے والا ہوں آٹے سے۔ روٹی پکانے والا ہوں کہہ کر اس سے فصاحت کا جنازہ نکال دیا خدا نے فرمایا کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں، دو باتوں سے ایک بات ماننی پڑے گی یا یہ مانو کہ قدرت نے خلافِ فصاحت بات کی ہے یا یہ تسلیم کرو کہ بشر مٹی سے بھی پیدا ہوتا ہے اور کسی اور شئے سے بھی پیدا ہوا کرتا ہے صلوات۔ اور سنو سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا پارہ ۱۵ رکوع ۱۰ میرے حبیب ان سے کہہ دے کہ پاک ہے پروردگار میرا نہیں ہوں میں مگر بشر پیغام پہنچانے والا سنو پیغام پہنچانے والا بشر اور ہے اور جن کو پیغام پہنچایا گیا وہ بشر اور ہیں تو یہاں بھی رسولِ خدا کو بشر فرمایا گیا ہے۔ ایک آیت اور بشر کے بارے میں سنو وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا پارہ ۱۹ رکوع ۳۔ تفسیر برہان اور صافی میں محمد ابن سرین سے منقول ہے کہ بشر سے مراد رسالتمآبؐ ہیں اور نسب سے مراد جنابِ فاطمہؑ ہیں اور صہر سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۲ تو نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک میں سنو کے لئے لفظ بشر اور جبرئیل یعنی فرشتہ بشر۔ انبیاء بشر۔ آدمؑ بشر علیؑ بشر۔ کون کہتا ہے کہ لفظ بشر قابلِ مدح اور تعریف نہیں ہے۔ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہی نہیں بلکہ ہے سید البشر۔ مسلمانو اگر حضرت امیر المومنینؑ ابوتراب کے خطاب پر فخر کر سکتے ہیں تو رسولِ خدا بھی لفظ بشر پر فخر کر سکتے ہیں۔ بس رسولِ خدا اس معنیٰ میں بشر ہیں جن معنی میں حضرت امیرؑ ابوتراب ہیں۔ صلوات۔ لفظ بشر کے معنی ہر مقام پر مختلف ہیں۔ مثلاً انگوٹھی لوہے کی بھی ہوا کرتی ہے۔ انگوٹھی عقیق اور فیروزے کی بھی ہوتی ہے اور انگوٹھی ہیرے اور لعل و جواہر کی بھی ہو سکتی ہے۔ حضور لوہے کی انگوٹھی اور ہے اور ہیرے کی انگوٹھی اور ہے اسی طرح گنہ گار بشر اور ہے اور وحی والا بشر اور ہے خاطی بشر اور ہے اور معصوم بشر اور

ہے   خاکی بشر اور ہے اور نوری بشر اور ہے

صلوات۔ رُباعی ؎

بعض کہتے ہیں کہ وہ کیسا ہوگا   سرپھروں کا عقیدہ ہے کہ ہم جیسا ہوگا
اے والیٔ "قل کفیٰ" تو ہی خدا را کہہ دے   جس محمدؐ کا تو وصی ہے وہ کیسا ہوگا

اللہ اکبر، صلوات

رباعی

اس وحی والے بشر کا ایک واقعہ سنو کہ جنگِ تبوک کے متعلق رسول اللہ صلعم اور بادشاہِ روم کے درمیان خط وکتابت نے طول پکڑا۔ اس وجہ سے رسد وسامانِ سفر ختم ہوگیا۔ صحابہ نے عرض کی کہ مولا کھانے پینے کی تمام اشیا ختم ہوگئی ہیں۔ آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس آٹا، کھجوریں اور ستو موجود ہوں وہ میرے پاس لائے ایک شخص مٹھی آٹے کی لایا۔ دوسرا کھجوریں اور تیسرا ستو۔ حضورؐ پُرنور نے ان چیزوں کو اپنی چادر کو پھیلاکر ڈال دیا اور ہر ایک چیز پر اپنا ہاتھ رکھا اور اعلان فرمایا کہ جس شخص کو جتنی ضرورت ہے آکر خوراک لے جائے۔ صحابہ حاضر ہوئے اور حضرت سے یہ چیزیں لینے لگے لیکن آٹا، کھجوریں، ستو ویسے کے ویسے تھے اور ان سے کوئی چیز کم نہ ہوئی اور لوگوں نے ذخیرہ کرلیا۔ اس کے بعد پانی کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ایک آدمی سے فرمایا کہ اسے زمین میں گاڑ دو۔ تیر کے گاڑتے ہی بارہ۱۲ چشمے پانی کے اُبل پڑے۔ تمام لشکر نے سیراب ہوکر مشکیزے پُر کرلئے۔ فرمایا میں بھی ایک بشر ہوں۔ کنوز المعجزات ص۴۲۔ کچھ واعظ فرمایا کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلعم کے لئے لفظِ بشر آیا ہے۔ انسان تو نہیں۔ انسان اسے کہتے ہیں کہ جس کے اندر بھی خاک ہو اور باہر بھی خاک ہو اور بشر کہتے ہیں اُسے جس کے اندر خاک نہ ہو بلکہ نور ہو اور باہر خاک یعنی مٹی ہو مگر یہ بالکل بے معنی اور لغو بات ہے۔ لفظِ انسان بھی کلامِ پاک میں ہے ملاحظہ ہو کہ کتنا مبارک بلند خطاب ہے قرآن سنو اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ پارہ ۲۷ رکوع ۱۱ رحمٰن وہ ہے کہ علم دیا قرآن کا۔ پیدا کیا انسان کو تو یہاں انسان سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔ اور سنو۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـٴًـا مَّذْكُوْرًا پارہ ۲۹ رکوع ۱۹

معجزہ در غزوۂ تبوک

کیا ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ الانسان کا ذکر نہ ہو بلکہ ہر زمانے میں الانسان کا ذکر ہوتا رہا ہے تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں لکھا ہے کہ مراد انسان سے علی ابن ابی طالبؑ ہے اور استفہام بمعنی نفی کے ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۴۷۴ تو یہاں انسان سے مراد علی علیہ السلام ہیں۔ اور سن لیں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا پارہ ۳۰ رکوع ۲۴ جس وقت ہلائی جائے گی زمین بھونچال اپنے سے اور نکال ڈالے گی زمین بوجھ اپنے اور کہے گا انسان کیا ہوا ہے۔ اس حدیث کے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا میں وہ انسان ہوں جس سے زمین باتیں کرے گی بصلوات۔ تو یہاں بھی انسان سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۵۳۵ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ پارہ ۱۴ ع ۳ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو کیچڑ والی مٹی سے تو یہاں سے انسان سے مراد مفسرین حضرت آدم علیہ السلام لیتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور پرنور بھی انسان حضرت علیؑ بھی انسان۔ جناب آدمؑ بھی انسان اور عام بھی انسان۔ اگر لفظ انسان معصوم کے لئے بولا جائے جیسا کہ کلام پاک میں موجود ہے تو کونسا عیب اور نقص ہے۔ مسلمانو محمد مصطفےٰؐ وہ انسان ہیں کہ جس کے وسیلہ سے نور ملتا ہے۔

واقعہ سردار انبیاء کی خاک پا

ایک واقعہ سنو۔ جناب سیدہ طاہرہ کی سہیلی تھی ـــــ اور اس کا باپ کافر مشرک تھا ایک مرتبہ اس بچی کے باپ کی آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ نور جاتا رہا۔ کافی علاج و معالجہ کیا گیا مگر آنکھیں بے نور ہی رہیں۔ اس لڑکی نے ایک روز حضرت سیدہ سے عرض کی کہ میرا باپ نابینا ہو گیا ہے آپ کوئی علاج تجویز فرمائیں کہ صحت یاب ہو جائے۔ جناب سیدہ نے فرمایا میرے بابا جب گھر تشریف لائیں تو ان کے نعلین مقدس کی مٹی باپ کی آنکھوں میں لے جا کر ڈالنا انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو گی۔ جب نبی اکرم صلعم گھر تشریف لائے تو اس بچی نے حضورؐ کے پائے اقدس کے نیچے سے مٹی لی اور باپ کی آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ ادھر بچی نے باپ کی آنکھ میں سلائی لگائی ادھر قدرت نے نور عطا کر دیا۔ جس انسان کی جوتی میں یہ برکت ہو وہ انسان خود کتنا بلند ہو گا۔ ایک جاہل ملاں نے اعتراض کر دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

دلیل

میں نے قرآن مجید پیش کر دیا۔ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پارہ ۱۳ رکوع ۱۵ پس جب آیا خوشخبری لانے والا اور ڈال دیا یعقوبؑ کے چہرے پہ کرتا پس

ہوگیا بینا۔ اگر یوسفؑ کے کرتے سے نور آسکتا ہے تو آمنہؑ کے لال کی برکت سے بھی نور آسکتا ہے۔ صلوات۔

انصاری کی بکری زندہ ہوگئی

روایت میں ہے کہ جنابِ فاطمۃ الزہرا صلواۃ اللہ علیہا کی شادی کے موقعہ پر حضرت ابوایوب انصاری نے ایک بکری پیش کی کہ یا رسولؐ اللہ اس کو ذبح کرکے دعوت کی جائے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اس کے پاس صرف یہی ایک بکری ہے اسے ذبح نہ کریں مگر یہ امر ابوایوب پر گراں گذرا۔ اس پر آنحضرتؐ نے حضرتِ زید بن جبیر انصاری کو حکم دیا کہ اسے ذبح کریں اور سارے مدینے کے لوگوں کو کھانا کھلایا اس کے بعد تمام ہڈیوں کو جمع فرما کر کچھ کہا اور بکری زندہ ہوگئی اور قدرت نے اس کے دودھ میں یہ تاثیر رکھی کہ بیماروں کے لئے دارالشفا بن گئی۔ اہلِ مدینہ نے اس بکری کا نام المبعوثہ رکھ دیا۔ صلوات۔

ابولہب اور اس کی بیوی

کتاب مجمع الفضائل جلد ۱ صفحہ ۵ یہ وہ بشر ہے اور انسان ہے جس کی زبان کا فقرہ خدا کی تحریر و تقدیر ہے۔ واقعہ۔ قریش نے جمع ہوکر ابولہب سے کہا کہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان ابوطالبؑ حائل ہیں اگر تو محمدؐ کو قتل کردے گا تو پھر ابوطالبؑ بُرا نہ مانیں گے اور دیت ہم ادا کریں گے۔ پس ابولہب اور اس کی بیوی رات کو ایک دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوگئے کہ جب نماز کے لئے یہاں سے گذرے گا تو قتل کردیں گے۔ جب حضورؐ پُر نور نمازِ شب کے لئے وہاں سے گذرے تو ابولہب نے کہا ٹھہر جاؤ۔ نبیؐ نے فرمایا تم ٹھہرے رہو پس دونوں دیوار سے چپک گئے اور دونوں حرکت کرنے پر قادر نہ رہ سکے۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ حرکت نہیں کرسکتے۔ جنابِ رسالتمآبؐ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر تشریف لائے تو انہوں نے دہائی دی کہ ہماری مشکل حل کریں۔ فرمایا وعدہ کرو کہ پھر ایسی نیت نہیں کریں گے۔ دونوں نے اقرار کیا۔ آپؐ نے فرمایا چلو، اور چلنے لگے۔ مجمع الفضائل جلد ۱ صفحہ ۵۔ جو دشمنوں کے لئے کریم تھا اُس کی اولاد کو مسلمانوں نے رُلا رُلا کر قتل کیا۔

روایت میں ہے پندرہ رجب ۶۰ھ کو معاویہ مرا تو یزید نے حاکمِ مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حسینؑ سے میری بیعت لے۔ اگر حسینؑ انکار کرے تو سر اُس کا کاٹ کر دمشق میں میرے پاس پہنچا دے۔ ولید نے اس سلسلہ میں مروانؑ سے مشورہ کیا اور امام حسینؑ

کو اپنے پاس رات کو بلوایا۔ امام علمِ امامت سے سب کچھ سمجھ گئے اور رات کے وقت بنی ہاشم کے کل تیس دلیروں کو ساتھ لے کر ولید کے دربار میں تشریف لے گئے۔ امام نے اپنے اعوانؑ انصار سے فرمایا کہ تم باہر دروازے پر کھڑے رہو۔ اگر میری آواز بلند ہو تو اندر چلے آنا ورنہ نہیں حضورؑ اندر تشریف لے گئے۔ اس پر ولید نے مولا کی تعظیم کی اور یزیدؑ کا خط حضرت کے حوالے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کبھی ہم جیسوں نے بھی اُس جیسے کی بیعت کی ہے۔ کل اس معاملہ میں عام مجمع میں اعلان کر دیا جائے گا۔ ولید نے کہا بہت بہتر۔ مگر مروان ملعون نے غصّے سے کہا ولید کیا دیکھتا ہے۔ اگر حسینؑ بیعت نہیں کرتے تو سر قلم کرلے اگر اب حسینؑ بچ کر نکل گئے تو پھر تیرے قابو میں نہیں آئیں گے۔ مروان کی حرکت دیکھ کر مولائے امام حسینؑ نے غصہ سے فرمایا یَا بْنَ الزَّرْقَاء۔ فاحشہ عورت کے بیٹے تجھیں کہاں مقدور ہے کہ مجھے قتل کرسکو عزادارو بس اتنا کہنا تھا کہ آہنی دروازے کو دھکا لگا کہ بنی ہاشم اندر آگئے۔ لہوف ابن طاؤسؒ ص۱۵ روایت میں ہے کہ سب سے آگے آگے حضرت عباسؑ اور علی اکبرؑ تھے اور عرض کرتے تھے کہ مولا کس ملعون نے آپ کے سر کا نام لیا ہے۔ مولا حسینؑ آگے بڑھے اور فرمایا ٹھہر جاؤ ہم اہلبیتؑ کا شیوہ نہیں کہ جنگ کی ابتدا اپنی طرف سے کریں۔ یہ کہہ کر آپ بنی ہاشم کو لے کر واپس ہوئے۔ راستہ میں جو پلٹ کر حسینؑ نے دیکھا تو عباسؑ روتے آرہے ہیں۔ مولا نے عباسؑ کو گلے لگالیا اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ عباسؑ نے عرض کی مولا میں رسولؐ اللہ کی بیٹی کو کیا جواب دوں گا کہ جب زینبؑ نے دریافت فرمایا عباسؑ تیرے ہوتے ہوتے میرے ویر کے سر کا نام لیا گیا عزادارو ایک وقت پھر ایسا آیا کہ حسینؑ بار بار فرماتے تھے عباس آؤ اور مجھے ان اشقیاء سے بچاؤ بھتیا عباس۔ بیٹا علی اکبرؑ میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم حسینؑ مظلوم کو جواب تک نہیں دیتے۔ ہائے شہدا کی لاشیں اٹھیں اور زبان حال سے عرض کی کہ مولا جیاتی لے دو۔ مصباح المجالس ص۸

لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ

تیسری مجلس

شانِ رسالتؐ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ پارہ ۴ ع ۸ بے شک مومنوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اُن میں اُنہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ انعاماتِ خداوندی کا احصاء کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ قدرت نے ابر جیسی نعمت عطا فرما کر اپنی مخلوقات کی آبرو قائم کر دی کائنات کو خلق فرما کر مخلوق کا خالق بن گیا۔ پوری دنیا کو رزق عطا فرما کر اپنی حقیقتِ رزاقیت کو اُجاگر کر دیا۔ پانی جیسی نعمتِ عظمیٰ اپنے کرم وفضل سے مفت اور آسان طریقے سے اپنی مخلوق کے پاس مہیا کی۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمات کو شمار کر سکے۔ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا پارہ ۱۳ رکوع ۱۷ اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کا تو ہرگز شمار نہ کر سکو گے۔ سنو اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے ذاتِ محمدی کہ اس قادرِ مطلق نے اپنے حبیب کو، ہم گنہ گاروں میں بھیج دیا اور فرمایا کہ یہ میرا سب سے بڑا احسان ہے کہ میں نے تمہاری نجس محفل میں الطاہر۔ الطیب کو بھیج دیا اور فرمایا کہ محمد مصطفےٰ میری قدرت کا کامل نمونہ ہے اس کی ادا میری ادا اس کی رضا میری رضا ہے۔ اسے دیکھو اور مجھے پہچانو اس کے کمالات کو دیکھو اور میں خالق کے کمالات کا اندازہ لگاؤ اس کے خلق کو دیکھو اور میرے کرم کا اندازہ کرو۔

اس کی عبادت کو دیکھو اور بیں معبود کی معرفت حاصل کرو اس کے حسن کو دیکھو اور احسن الخالقین کو سمجھو۔ اس کے دستِ سخاوت کو دیکھو اور میرے فضل کو پہچانو۔ لبس محمد مصطفیٰ توحید کی پہچان کا کامل واکمل نمونہ ہے۔ خالق ومخلوق کے درمیانی وسیلہ کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں کہ کسی شہنشاہ کی بیگم صاحبہ نے بادشاہ سے ذکر کیا کہ میں نے گلے کا ہار بنوانا ہے۔ بادشاہ نے سو پچاس سُنار بُلا لیے اور انہیں حکم دیا کہ ایک ایسا ہار بنا دو کہ بیگم صاحبہ خوش ہو جائے سناروں نے عرض کی کہ جناب ہار کیسا بنائیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جس کو راضی کرنا ہے وہ پردے سے باہر نہیں آسکتی اور تم پردے کے اندر نہیں جا سکتے۔ زرگروں نے عرض کی کہ حضور پھر اس کی رضا کا ہمیں کیونکر علم ہو سکے اس پر شہنشاہ نے فرمایا کہ غیر محرموں میں مستور کا کیا کام ہے اس دشواری و مجبوری کو دیکھ کر بیگم صاحبہ نے اپنے مخصوص بکس سے ایک ہار نکالا اور فرمایا کہ سناروں سے کہہ دو کہ اس کو دیکھ کر اس جیسا بنا دیں۔ میں راضی ہو جاؤں گی۔ لبس سنار اس ہار کو دیکھتے گئے اور بیگم صاحبہ کی رضا معلوم کرتے گئے۔ اسی طرح ہے کہ خدا ہماری نجس محفل میں ظاہر ہو تو کیونکر اور اگر آگیا تو کوئی شئے ہوگا۔ خالقِ کائنات تو پہلے اعلان کر چکا لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ پارہ ۲۵ رکوع ۳۔ نہیں ہے اس کی مثل کوئی شے۔ اس کے علاوہ ایک اور مقام پر فرمایا لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ پارہ ۷ رکوع ۱۹۔ نہیں دیکھتی اُس کو نظریں اور وہ دیکھتا ہے سب کو جب خالقِ کائنات نے توحید کی رفعت وعظمت کو دیکھا تو اپنی بجائے محمدؐ کو مومنوں میں بھیج کر مختارِ عام کر دیا اور فرمایا کہ اس کی اطاعت میری اطاعت ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ پارہ ۵ رکوع ۸۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی یقیناً اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ معلوم ہوا کہ نبیٔ اکرمؐ کی رضا، رضائے الٰہی ہے۔ پورے قرآن مجید میں حضورؐ کے پیدا ہونے کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ آپ کب پیدا ہوئے قرآن سنو هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا پارہ ۲۸ رکوع ۱۱۔ وہ اللہ ہے کہ جس نے مبعوث کیا رسولؐ کو، پیدا ہونا اور بات ہے۔ مبعوث ہونا اور بات ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ پارہ ۶ رکوع ۷ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ آنا اور بات ہے اور پیدا ہونا اور بات ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا پارہ ۲۹ رکوع ۱۳۔ تحقیق ہم نے تمہاری طرف رسولؐ بھیجا۔ پیدا ہونا

اور بات ہے اور سمجھنا اور بات ہے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ کب پیدا ہوئے فرمایا
خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اللّٰہُ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفَ
عامٍ مودۃ القربیٰ ص۸۔ المجالس المرضیہ ص۱۷۱۔ تذکرۃ الخواص ص۴۳۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی
نور سے مجھے اور علیؑ کو آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا فرمایا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے
کہ آدمؑ سے کونسا آدم مراد ہے۔ جابر بن یزید جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ
مولا کیا خالق نے اسی آدم کو پیدا کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے دس لاکھ آدم
پیدا کیئے ہیں۔ اور اسی طرح دس لاکھ عالم پیدا ہوئے اور تمہارے آدم کے بعد خالقِ کائنات
جنتیوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں بھیجنے کے بعد ایک اور مخلوق پیدا کرے گا اور اسی
طرح ایک نیا آسمان اور نئی زمین خلق فرمائے گا۔ اس عالم کے رہنے والے ماں باپ کے
بغیر پیدا ہوں گے اور خالص اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس فرمانِ معصوم سے حساب لگاکر
بتاؤ کہ پہلے آدم کو کتنے سال گذر چکے ہیں اور پہلا آدم مٹی اور پانی میں تھا کہ محمد مصطفےٰ تاجِ نبوت
پہن کر نبوت کر رہا تھا اور مولا علیؑ مسندِ ولایت پر جلوہ فگن تھے۔ لوامع الاحزان جلد۲ ص۳۶۷
جب پہلے آدم کا حساب کر لو تو نبی اکرمؐ کی حدیث ملاحظہ ہو۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ
ینابیع المودۃ ص۱۰۔ اور سب سے پہلے آدم سے بھی چودہ ہزار سال پہلے نورِ مصطفیٰ پیدا ہوا
اب حساب لگاکر بتاؤ کہ محمدؐ کب پیدا ہوا مگر یہ یاد رہے کہ یہ سال بھی عالمِ لاہوت کے سال
ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ پارہ ۲۹ رکوع ۷ یعنی
اس دن کے ہیں مقدار اس کی پچاس ہزار برس ہوگی تو وہاں کا ایک دن ہو تو یہاں کا پچاس
ہزار سال تو دس لاکھ سے اوّل آدم تو اس اوّل آدم سے پہلے چودہ ہزار سال عالمِ لاہوت کے
ہیں۔ میں نے ایک روز حساب لگایا کہ وہاں کا ایک سال ہو تو یہاں کے ایک کروڑ اسی لاکھ
سال ہوتے ہیں۔ محاسبو حساب لگاکر بتاؤ کہ محمدؐ کب پیدا ہوئے۔ سنو نہ کب تھا نہ جب تھا نہ
یہ تھا نہ وہ تھا نہ ستارے کی چمک تھی نہ سورج کی دمک تھی نہ سبزے کی لہک تھی نہ پھولوں
کی مہک تھی نہ کلیوں کی چٹک تھی نہ خاروں کی کھٹک تھی۔ نہ دریا کی روانی نہ سمندر کی وجدانی
نہ بادل کا شور تھا نہ ہوا کا زور تھا نہ رات کی خاموشی تھی نہ دن کی گرمجوشی تھی نہ گھڑی نہ گھڑیال

ولادت رسالتمآب

دس لاکھ آدم

ایک کروڑ اسی لاکھ

مسجع عبارت

تھا نہ ہفتے تھے نہ مہینے تھے نہ سال نہ صدیاں نہ رفتارِ آسماں تھی خدا جانے وہ ذات کہاں تھی جب محمدؐ پیدا ہوئے صلوات۔ میں کہا کرتا ہوں کہ حضور نبیِ اکرمؐ جس وقت پیدا ہوئے تعینِ وقت نہ تھا تو کیسے پتہ چلے کہ محمدؐ کب پیدا ہوئے۔ بس خدا تو تھا مگر خدا کا نام نہ تھا بس محمدؐ جب پیدا ہوئے (تشریح) نام کی اس وقت ضرورت ہوا کرتی ہے جب کوئی پکارنے والا ہو اگر کوئی بچہ جنگل میں پیدا ہو جائے اور اسے کوئی بلانے والا ہی نہ ہو۔ تو چاہے چالیس سال اسے جنگل میں گزر جائیں تو اسے نام کی کیا ضرورت ہے ارے نام کی تو ضرورت تب ہوا کرتی ہے کہ کوئی اُسے اس نام سے پکارے ورنہ نام کی ضرورت و احتیاج ہی نہیں بس نام کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی بلانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو تھا مگر کسی کو ابھی تک پیدا ہی نہیں فرمایا تو خالق کیسے کہلائے اور کس سے کہلائے رازق تو تھا مگر کسی نے ابھی تک اُس کا رزق ہی نہیں کھایا۔ کھاتا کون۔ ابھی تک تو رزق بھی پیدا نہیں ہوا تو رازق کیونکر کہلاتا۔ معبود تو تھا مگر ابھی تک کسی عبد نے عبادت ہی نہیں کی معبود کون کہتا۔ مسجود تو تھا مگر سجدہ کرنے والا کوئی نہیں تو مسجود کس طرح کہلاتا۔ بس اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدؐ کو پیدا فرمایا خالق بن گیا۔ محمدؐ نے سجدہ کیا وہ مسجود ہو گیا۔ اس نے رزق کھایا یہ رازق بن گیا۔ اس نے عبادت کی تو وہ معبود بن گیا۔ بس محمدؐ فعل کرتا گیا اللہ تعالیٰ کے نام پیدا ہوتے گئے۔ لوگو محمد مصطفٰے وہ ہے جس نے پیدا ہو کر اللہ کے نام پیدا کر دیئے۔ اسی لئے تو فرمایا كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُكَ يَا مُحَمَّدُ کتاب اسرار المعرفت صنہ۱۳ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے پیدا کر دیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان کا بھی محمدؐ وسیلہ ہے۔ وسیلہ سے انکار کرنے والو اللہ تعالیٰ پہ کفر کا فتویٰ لگاؤ کہ وہ اپنی پہچان کا وسیلہ بنا رہا ہے۔ اسے اس مثال سے سنو کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں اور اگر اپنا چہرہ اپنی آنکھیں دیکھنی ہوں تو وسیلہ کی ضرورت ہے جسے آئینہ کہتے ہیں۔ سنو جتنا آئینہ صاف ہو گا اتنا ہی چہرہ صاف ہو گا۔ چہرہ صاف دیکھنا ہے تو آئینہ صاف تلاش کرو۔ بس اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات دیکھنے تھے۔

آئینہ محمدی بے داغ پیدا کیا کہ اگر اس میں عیب ہوا تو مجھ میں عیب نظر آئے گا اور ایسا اصطفیٰ کیا آئینہ محمدی کا ایسا اصطفاء کیا کہ نام ہی مصطفیٰ ہو گیا ہر طرف سے نور ہی نور اب جو نظر کی تو نظر پار ہو گئی کیوں کہ دونوں طرف سے نور ہی نور تھا پھر کسی مقدس مقام کی سُرخ مٹی ایک طرف تھوڑی سی لگادی۔ نور والا رُخ اپنی طرف کر لیا اور خاک والا رُخ ملّاں کی طرف کر دیا۔ قدرت نے دیکھا تو فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ پارہ ۹ رکوع ۱۶ میرے حبیب یہ پتھر تو نے نہیں مارے جب تُو نے مارے ولکنّ اللہ رمیٰ لیکن اللہ نے مارے مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۞ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ پارہ ۲۷ رکوع ۵ میرے حبیب تُو نہیں بولتا جب تُو بولتا ہے بلکہ میری وحی سے بولتا ہے اور ملّاں نے دیکھا تو کہا میرے جیسا۔ ملّاں بچارے کا کیا قصُور ہے اس کو نور والا رُخ تو دکھلایا ہی نہیں گیا ارے محمدؐ اتنی پیاری شئے ہے کہ جس کی نگاہ محمدؐ پر پڑی۔ اُس نے کہہ دیا میرے جیسا ہی ہے۔ صلوات۔

میرے جیسے پر ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ ایک ذہین بچہ کامل تے ماں کی گود میں پنجابی سیکھی، کچھ عرصہ لکھنؤ میں رہا اُردو مکمل حاصل کر لی چند سال ایران میں گزارے۔ کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں رہا۔ واپسی پر لندن رہنا پڑا۔ اپنے ملک میں آکر کامل وکیل بن گیا۔ ایک دیہاتی آدمی مقدمہ لایا تو چونکہ کامل واکمل تھا۔ اُس نے غور کیا کہ اگر میں اپنی قابلیت جتلانے لگا تو یہ خاک سمجھے گا ذرا اس کے ساتھ پنجابی میں گفتگو شروع کر دی۔ پنجابی بھائی سمجھا کہ یہ تو میرے ورگا ہے تھوڑی دیر کے بعد لکھنوی بزرگ آگیا اُس کے ساتھ اُردو میں باتیں شروع کر دیں۔ لکھنوی سمجھا کہ میرے جیسا۔ پھر ایرانی آیا تو فارسی شروع کر دی وہ سمجھا کہ ہماری طرح کا ہے۔ انگریز تو انگریزی میں بولنا شروع کر دیا وہ سمجھا کہ میرے جیسا اس کے بعد عرب آیا تو عربی میں گفتگو شروع ہو گئی۔ عرب نے کہا کہ یہ تو بالکل میرے جیسا ہے۔ ہر ایک جھگڑ رہا ہے کہ ہمارے جیسا مگر چونکہ کامل اکمل تھا ہر ایک کو مسکرا کر جواب یہی دیتا ہے کہ نہ تیرے جیسا نہ تیرے جیسا نہ تیرے جیسا میں تو تم جیسا بن بیٹھا کہ میری بات تمہارے ذہن میں آجائے اگر میں اپنے کمالات دکھانے پر آجاتا تو تم خاک سمجھتے کہ میں کیا کہتا ہوں۔ بس محمدؐ کسی جیسا نہیں وہ خالق وحدہٗ لاشریک۔ محمدؐ مخلوق واحدہٗ لاشریک ہے۔ صلوات۔ رُباعی

آئینہ کی مثال

ایک مثال

ہمارے جیسا

آیا نہ پھر رسولؐ کوئی مصطفیٰؐ کے بعد — حاجت ہی کیا تھی حضرتِ خیرالوریٰ کے بعد
میں اس سے بڑھ کے اور تری شان کیا لکھوں — عظمت میں تو عظیم ہے ربِ العلیٰ کے بعد

صلوات۔ — تصدق شیرازی

نورِ مصطفیٰؐ اور حجابات

صحابہ نے عرض کی اَیْنَمَا کُنْتُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ یا رسولؐ اللہ آپ کا نور کس مقام پر رہا فرمایا کُنَّا اَشْبَاحًا مِّنْ نُّوْرٍ تَحْتَ عَرْشِ اللّٰہِ تَعَالیٰ نُسَبِّحُہٗ وَ نُقَدِّسُہٗ ہم سب اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے۔ محافل و مجالس ص۳۔ المجالس المرضیہ ص۱۷۔

لفظ کُنَّا قابلِ غور ہے۔ میں ایک نہیں بلکہ ہم جمع تھے فرمایا۔ ہمارا نور نو ہزار سال حجابِ عقل میں رہا اور حجابِ قدس میں بھی آٹھ ہزار سال رہا۔ حجابِ عفت میں سات ہزار سال پھر حجابِ توکل میں چھ ہزار سال پھر حجابِ زہد و تقویٰ میں پانچ ہزار سال پھر حجابِ حیا میں چار ہزار سال پھر حجابِ شکر میں تین ہزار سال۔ پھر حجابِ تواضع میں دو ہزار سال اور حجابِ خُلق میں ایک ہزار سال رہا۔ محافل و مجالس ص۵۔

اب آخری مقام کی فضیلت میں ہے اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ پارہ ۲۹ رکوع ۳ تو اُوپر کے درجات و مقامات کتنے بلند ہوں گے۔

واقعہ

مکہ میں قحط سالی

ایک دو واقعات خُلقِ مصطفیٰؐ پر عرض کرتا ہوں۔ سنو جب حضورِ پُرنور مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مکہ میں بارش بند ہوگئی۔ جب کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی تو قریشِ مکہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد رحمۃ للعالمین بارانِ رحمت کو اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ جب تک وہ دعا نہیں کرے گا بارش نہیں ہوگی۔ کسی آدمی کو والیِ کائنات کے پاس بھیجیں اور وہ درخواست کرے کہ یا محمدؐ مخلوقِ خدا قحط میں مبتلا ہے۔ دعا کریں جو بارش ہو چونکہ سارے مکی حضورؐ کے دشمن تھے۔ کسی کو جرات نہ ہوئی کہ دربارِ رسالتؐ میں عرض گزارنے کو آئے۔ آخر ابوسفیانؓ نے کہا کہ لوگو ہم اس کے دشمن ہیں مگر وہ تو ہمارا دشمن نہیں ہے۔ اگر تم سے کوئی نہیں جانا چاہتا تو میں جاکر بارش کی محمدؐ سے دعا کرواؤں گا۔ وہ ہماری طرح کا نہیں بلکہ خلقِ عظیم کا مالک ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوکر مدینہ آیا اور سب سے پہلے اُمّ المومنین زوجۂ رسولِ خدا صلعم جنابِ اُمِ حبیبہ کے پاس پہنچا کہ اپنی لڑکی اُمِ حبیبہ سے معلوم ہو جائے گا

کہ محمد مصطفےٰ ہمارے متعلق کیا ارادہ رکھتے ہیں پھر حقیقتِ حال کے تحت عمل کیا جائے گا۔ اُمِ حبیبہ کے گھر پہنچ کر ابوسفیان نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور نبیؐ کریم کا بستر بچھا ہوا تھا اُس پر بیٹھنے لگا۔ جناب اُمِ حبیبہ نے ہاتھ پکڑ کر کہا بابا ٹھہرو۔ یہ کہہ کر حضورؐ کا بستر لپیٹ کر فرمایا اب بیٹھو۔ ابوسفیان کو ناگوار گزرا اور غصہ سے کہا کہ بیٹی یہ کیا۔ امِ حبیبہ نے کہا بابا وہ بیٹی اچھی نہیں ہوتی جو رحمۃ للعالمینؐ کی جگہ پر باپ کو بٹھلائے۔ اس پر جھنجھلا کر ابوسفیان باہر نکل آیا اور سیدھا دربارِ رسالتؐ میں پہنچا اِدھر ابوسفیان آیا اُدھر سے جبریلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ دشمنِ خدا و رسولؐ قابو چڑھ گیا۔ مولا یہی آپ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کم بخت نے آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا تھا یا رسول اللہ دعا نہ کرنا بلکہ بد دعا کرنا تاکہ اسے عبرت حاصل ہو مگر رسولؐ خدا نے ابوسفیان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو ایک کریم انسان اپنے مہمان سے کرتا ہے اس دشمن کے لئے بھی حضورؐ نے دستِ نبوّت بلند کر کے دعا کی کہ بارِ الٰہا یہ تیری ہی تو مخلوق ہے اور تیری رحمت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ جبریلؑ کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ محمدؐ کتنا کریم اور صاحب خلق ہے۔ صلوات

اسی طرح عبداللہ ابن ابی منافق کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے گھر میں مشورہ کر کے رسولِ خدا صلعم کی معہ امیرالمومنین کے دعوت کی اور اُس کی لڑکی نے انتظام کیا کہ ایک گڑھا کھود لیا اُس میں زہر آلودہ سلاخیں گاڑ دیں اور چونا بھر دیا۔ کھانے میں زہر ملایا اور حضورؐ پُرنور جب تشریف لائے تو گڑھے پر معمولی خس و خاشاک ڈال کر فرش بنائے ہوئے پر حضورؐ کو بٹھلایا۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا اور فرش مکمل بن گیا۔ آپ صحابہ کرام اور حضرت علیؑ کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور کھانا تناول فرمانے لگے تو زہر نے عرض کی مولا میرے لئے ارشادِ گرامی کیا ہے آپ نے نظرِ رحمت سے زہر کی زحمت کو دور کر دیا اور اطمینان سے سب نے کھانا کھایا اور تشریف لے گئے۔ عبداللہ ابنِ ابی کی لڑکی فرش کا ملاحظہ کرنے آئی کہ ملازموں نے موٹی لکڑیاں رکھ کر فرش مضبوط بنا دیا تھا۔ اِدھر اس نے فرش پر قدم رکھا اُدھر جہنم میں سکونت پذیر ہوئی۔ ایسی چھوکریاں ایسے ہی مرا کرتی ہیں۔ گھر والوں نے سمجھا کہ کھانے میں زہر نہیں ڈالا گیا۔ انہوں نے بچا ہوا کھانا کھایا۔ سارے کے سارے ٹھکانے لگ گئے۔ اب پورے

ابوسفیان

امِ حبیبہ

واقعہ

دعوت

ابنِ ابی کا سلوک کی لڑکی

مدینے میں دوہائی مچ گئی کہ عبداللہ ابن ابی نے نبی کریم کی دعوت کی تھی پورے گھر کا صفایا ہوگیا۔ اگر اسی طرح پانچ چھ دعوتیں اور ہوجائیں تو تمام مدینہ کی صفائی ہوجائے گی۔ عبداللہ بن ابی حضورؐ کے پاس روتا ہوا آیا۔ آپ نے حالات دریافت کیئے تو عرض کی کہ مولا میری بچی آپ کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی جب آپ واپس تشریف فرما ہوئے تو مکان کی چھت پر بغرضِ زیارت چڑھ گئی اور عشق و محبت میں چلتی رہی۔ یہاں تک چھت ختم ہوگئی اور وہ گر کر شہید ہوگئی۔ فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پارہ نمبر۲ رکوع ۳۔ حضورؐ نے دریافت کیا کہ باقی افراد کیسے انتقال کر گئے۔ عرض کی کہ آپ کا تبرک بچا ہوا کھا کر شہادت کی موت مرے۔ اس پر بھی فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن عبداللہ ابن ابی ملعون کے جانے کے بعد کسی صحابی نے عرض کی کہ مولا اس ملعون کو کہہ دیتے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا اخلاق اور ہے اور محمدؐ کا اخلاق اور ہے۔ میں اپنے دشمن کو بھی شرمسار نہیں کرنا چاہتا۔ صلوات آثارِ حیدری ص۱۶۶۔ یہ آخری حجاب کی بلندی ہے تو غور کرو کہ اوپر والے مقامات کتنے بلند ہوں گے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ قدرت نے محمدؐ کے نور کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور بھیجا سب کے آخیر میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ افسر ہمیشہ انتظام کے بعد ہی آیا کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ آنے والا جتنا بلند ہوگا منتظم بھی اتنا ہی بلند ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر کسی گاؤں میں پٹواری نے آنا ہو تو انتظام چوکیدار کرے گا اور اگر اسی ہی گاؤں میں قانونگو نے آنا ہو تو انتظام پٹواری کرے گا اور اگر تحصیلدار ہی نے اسی گاؤں میں آنا ہو تو انتظام قانونگو کرے گا اگر اسی قصبہ میں ڈپٹی کمشنر نے آنا ہو تو منتظم تحصیلدار ہوگا۔ اگر گورنر صاحب نے آنا ہو تو انتظام ڈپٹی کمشنر کرے گا اور اگر صدر نے آنا ہو تو گورنر صاحب ایک دن پہلے پہنچ جائیں گے یعنی جتنا آنے والا بلند ہوگا اتنا ہی منتظم بلند ہوگا تو اب غور کرو دنیا میں آنا ہے صدرِ مملکتؐ۔ کائناتِ الٰہیہ نے منتظم کیسے ہونے چاہئیں تو قدرت نے آدم کو بلایا کہ صدرِ مملکت ممکنات نے دنیا میں جانا ہے۔ جاؤ انتظام کرو حضرت آدمؑ تشریف لائے۔ زمین کو ہموار کیا کہ آنے والا آئے تو خوش ہوجائے ابھی انتظام مکمل ہوا ہی تھا کہ آدمؑ کے دو لڑکے لڑ پڑے

ہابیل کے مقدس خون کے چھینٹوں کی وجہ سے زمین داغدار ہوگئی بس آدم کو واپس بلا لیا کہ پہلے زمین کو پاک صاف کیا جائے اور بعد میں اپنے حبیب کو بھیجنا ہوگا۔ زمین کی حالت کو دیکھ کر حضرت نوحؑ کو بلایا اور حکم کیا کہ جاؤ اور اچھی طرح سے زمین کو دھو کر پاک صاف کر دو تاکہ محمدؐ کو بھیجا جائے۔ حضرت نوح نے تشریف لاکر اس طرح زمین کو دھویا کہ نہ باغ چھوڑا نہ بوٹا بالکل صاف کر دی اور اس طرح پانی بہایا کہ زمین بالکل کھدر نکل آئی۔ قدرت نے مناسب نہ سمجھا کہ اس ویرانے میں محمد کو بھیجے اس کے بعد حضرت خلیلؑ کو بلایا کہ جاؤ باغ بوٹے لگاؤ کہ میرے حبیب کی سواری نے جانا ہے۔ مگر خلیلؑ خیال کرنا دنیا سے نرالا باغ ہو۔ بس خلیلؑ نے تشریف لاکر وہ کمال کیا کہ آگ کو گلزار کر دیا۔ عرض کی کہ پالنے والے قیامت تک ایسا باغ کوئی نہیں لگا سکے گا۔ قادرِ مطلق اس قدر راضی ہوا کہ امامت کا تاج عطا کر دیا اب جو رسولِ خدا نے تیاری کی تو فرمایا میرے حبیب ٹھہر جاؤ کوئی آپ کا دشمن نہ وہاں بیٹھا ہو ذرا پتہ کر لوں۔ موسیٰ کو بلایا کلیم نے عرض کی جی پالنے والے۔ فرمایا کہ تم دنیا میں جاکر ذرا دیکھو کہ کوئی میرے حبیبؐ کا دشمن تو وہاں موجود نہیں۔ کلیمؑ نے عرض کی کہ میں نے چوکیداری کرنی ہے۔ پہرے دار کے لئے روشنی اور ہتھیار کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ نے یدِ بیضا اور عصا دے کر روانہ کر دیا تو کلیم بھی انڈا ڈنڈا لے کر آ گئے۔ لگے محمدؐ کا دشمن تلاش کرنے۔ کبھی مدائن میں کبھی مصر میں کبھی جنگل میں۔ آخر مل گیا عرض کی پالنے والے چور مل گیا فرمایا کون ہے۔ عرض کیا کہ فرعون مصری ہے۔ فرمایا مصری ہے تو دریا میں ڈال دو گھل جائے گا۔ لو مصری گھل گیا۔ اب محمدؐ کے بھیجنے کی جلدی ہوئی تو عیسیٰ کو بلایا کہ تم مسیح ہو حساب مساحت سے معلوم کرو کہ اپنے حبیب کو کہاں بھیجا جائے اور جلدی اتنی کہ باپ کی بھی انتظار نہ کرنے دی۔ چلتے ہوئے حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ میرے اللہ میں بھی تیرے حبیب کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا حساب لگاکر چوتھے آسمان پر جاکر بیٹھ جانا۔ شبِ معراج میرے حبیب کی سواری جب گزرے تو تُو بھی جھک کر سلام کر لینا۔ صلوات۔

شعر

دیکھ کے اپنے صحیفوں میں تیرا اسمِ جلی

انبیاؑ رعب سے اللہ غنی کہتے ہیں

ایک عیسائی نے اعتراض کر دیا کہ ہمارا عیسیٰ چوتھے آسمان پر اور محمدؐ زمین پر ہے۔ فیصلہ کرو کہ بلند کون ہے۔ میں نے ایک شعر سے جواب دیا۔

نبی عیسیٰ فلک پر اور محمدؐ سا بشر نیچے
سمندر ہے رسالتؑ کا حباب اوپر گوہر نیچے — صلوات

اب جو محمدؐ کی سواری چلنے لگی تو آپ نے خزانۂ قدرت سے قانون کی کتاب اٹھائی خالق کی آواز آئی میرے حبیب یہ کیا عرض کی پالنے والے تیرے احکامات سے دنیا کو روشناس کراؤں گا۔ آواز آئی نہ حبیبؐ اگر آپ اپنی کتاب ساتھ لے گئے تو ہماری توہین و ہتک ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ افسر دفتر میں جاتے ہیں تو ان کے بستے غلام لایا کرتے ہیں اور چھوٹے ملازم اپنا بستہ خود لے جاتے ہیں۔ آپ ہیں پوری کائنات کے حاکمِ اعلیٰ آپ تشریف لے جائیں۔ آپ کا غلام جبرئیل پیچھے پیچھے قرآن مجید لے کر آئے گا۔ صلوات۔ بس رسولؐ تشریف لانے لگا تو انبیاء علیہم السلام نے دامن پکڑ کر عرض کی کہ حضور ہمارا انعام عنایت کرو۔ رسولِ اکرمؐ نے مختارِ کائنات ہونے کی حیثیت سے انعامات تقسیم فرمائے آدمؑ کو تمغۂ علم دیا۔ نوحؑ کو دستارِ حلم دی۔ خلیلؑ کو تاجِ خُلّت دیا۔ یوسفؑ کو شانِ حُسن عطا کی موسیٰ کو شانِ ہیبت دی۔ عیسیٰ کو فضیلتِ عبادت عطا کی۔ ایوب کو کمالِ صبر دیا اور یحییٰ کو رنگِ زہد عطا کرتے ہوئے چلے اور چلتے چلتے یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں جلوہ فگن ہو گیا اب خالق نے دیکھا کہ میں بھی بے مثال یہ بھی لازوال۔ میں احد یہ واحد۔ میں یکتا یہ اکیلا۔ کہیں دنیا کو دھوکا نہ لگ جائے۔ خدا تعالیٰ تو وحدہٗ لاشریک تھا ہی۔ اس نور کے دو حصے کر دیئے ایک حصہ حضرت عبداللہ کی طرف اور دوسرا حصہ حضرت ابوطالبؑ کی طرف منتقل کر دیا۔ اسی لئے تو فرمایا اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ اسرار المعرفت صہ ۲۵ یہ ہے آنے والے کا واقعہ۔ خدا جانے پیدا کب ہوئے سہ

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

اللہ اکبر! علمائے کرام بلندیٔ عظمت کو یوں ترتیب دیتے ہیں کہ مسلمان کی تعریف

نور نبیؐ و علیؑ

ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ يَدِهٖ وَلِسَانِهٖ مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے انسان کو تکلیف نہ پہنچے فرماتے ہیں کہ ایسے ہزار مسلمان ہوں تو ایک مومن بنتا ہے اور ہزار مومن ہوں تو ایک قطب بنتا ہے، ہزار قطب ہوں تو ایک غوث بنتا ہے ہزار غوث ہوں تو ایک تبع تابعی بنتا ہے ہزار تبع تابعی ہوں تو ایک تابعی بنتا ہے ہزار تابعی ہوں تو ایک صحابی بنتا ہے۔ ہزار صحابی ہوں تو ایک نبی بنتا ہے ہزار نبی ہوں تو ایک رسولؑ بنتا ہے۔ ہزار رسول ہوں تو ایک اولوالعزم رسول بنتا ہے اور ہزار اولوالعزم رسول ہوں تو ایک محمد بنتا ہے۔ فیصلہ کرو کہ محمدؐ کیسا ہوگا ہر نبی جزوی نبی اور رسول ہے حقیقی مطلق نبی صرف ذاتِ اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہے کوئی صفی اللہ کوئی نجی اللہ کوئی خلیل اللہ کوئی کلیم اللہ۔ کوئی روح اللہ اور آمنہ کا لال ہے محمدؐ رسول اللہ میں کہتا ہوں حقیقی بلندی جس کے ساتھ لفظ پستی نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ذاتِ انور حبیبِ خدا ہی ہے مثال سے واضح کرتا ہوں سنو زمین بلند ہے مگر کرسی اس سے بلند جس زمین کو میں ابھی بلند کہہ رہا تھا وہی زمین ایک فقرے میں پست ہوگئی کرسی بلند ہے مگر سپیکر کے مقابلے میں پست یہ کیا بلندی ہے جو ایک فقرے میں پست ہو جائے۔ سپیکر سے شامیانہ بلند شامیانہ سے درخت بلند۔ درخت سے آسمان بلند آسمان سے عرش بلند جو ایک لمحہ پہلے بلند کہہ رہا تھا۔ دوسرے لمحہ میں پست ہوگیا۔ اسی طرح انسانی کمالات پر نظر کریں ہر کامل انسان سے بلند انسان جب ذکر ہوگا تو وہ پست کہلائے گا حقیقی بلندی صرف اور صرف محمدؐ مصطفٰے کی شان ہے اس کی بلندی و عظمت کا کیا کہنا کہ جس کے بارے میں جناب امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ فخر سے فرمائے اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ میں محمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں ایک شعر سے تشریح کرتا ہوں۔ شعر ؎

تُو ہی بتا تیرے اُس بندے کو کیا کہتے ہیں
جس کے نائب کو زمانے میں خدا کہتے ہیں

شعر

اللہ اکبر صلوات۔ مسلمانو! جب نبی صلعم کی عظمت ذہن میں آجائے تو اب اس پیغمبر کا ارشاد سنو۔ اَلْحُسَيْنُ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ۔ فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں

ربطِ مصائب

دنیا کہتی ہے کہ محمدؐ ہمارے جیسا مگر آمنہؑ کا لال فرماتا ہے کہ میں کسی جیسا نہیں ہوں۔ میں تو بس حسینؑ جیسا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۶۔ اس ارشادِ مصطفیٰؐ کو پڑھ کر اور سمجھ کر مسلمانوں نے حسینؑ کا بھرا گھر اجاڑ دیا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ ولید کے دربار سے امام حسینؑ جب واپس تشریف لائے تو دروازے پر بہنوں کو دیکھا جو پریشانی کے عالم میں حسینؑ کی انتظار میں کھڑی تھیں حسینؑ نے بہنوں کو گلے لگالیا اور رو کر فرمایا ماں جائی زینبؑ تیاری کرو نانے کا کلمہ پڑھنے والے اب ہمیں مدینے میں نہیں رہنے دیتے۔

نقشۂ کربلا

عزادارو! جب امِ سلمہؓ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مدینہ سے مع اہل وعیال سکونت ترک کر کے مکّہ معظمہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو امام حسینؑ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا میرے نورِ نظر مجھے تیرے نانا نے مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی سُرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اُمِ سلمہؓ حسینؑ شہید ہو گیا۔ بیٹا آپ سفرِ عراق نہ کریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا نانی اماں میں جانتا ہوں کہ کس جگہ میں شہید ہوں گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کتنے اور کونسے آدمی اور بچّے میرے اعوان و انصار کے شہید ہوں گے۔ میں اپنے قاتلوں کے نام بھی جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ابوطالبؑ کے گھرانے کے کتنے افراد شہید ہوں گے نانی اماں اگر آپ چاہیں تو آپ کو میدانِ کربلا کا منظر دکھلایا جائے۔ اس پر جنابِ اُمِ سلمہؓ نے کربلا کی زمین دیکھنے کی خواہش ظاہر کر دی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میری دو انگلیوں کے درمیان سے دیکھو۔ جنابِ اُمِّ سلمہؓ نے دیکھا تو دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ پوچھا نانی اماں کیا منظر دیکھا ہے۔ کہا بیٹا، ایک چٹیل میدان ہے جس پر چند خیمے لگے ہوئے ہیں اور سکینہؑ کے ہاتھ میں خشک پیالہ ہے ان کے پیچھے پیچھے چالیسؑ کے قریب بچّے ہیں جو العطش العطش کی آوازیں بلند کر رہے ہیں کہا نانی اماں اور دیکھو۔ اب جو دیکھا تو چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئیں۔ ہوش میں آئیں تو عرض کی امامِ زمانہ میں نے آپ کے تمام اعوان و انصار کی لاشیں دیکھیں۔ علی اکبرؑ کے سینے میں نیزہ لگا ہوا دیکھا۔ میرے نورِ نظر تیرے ہاتھ پر اصغرؑ کی لاش دیکھی۔ فرمایا نانی اماں میری لاش کی کیفیت بھی دیکھو۔ اب جو نگاہ کی تو غش کھا گئیں اور غش سے افاقہ ہوا تو عرض کی حسینؑ بیٹا تیری لاش پر گھوڑے دوڑتے ہوئے دیکھے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھا کر

ایک مٹھی مٹی۔ کربلا کی جناب اُمِ سلمہ کے حوالے کی اور کہا جس روز یہ مٹی سُرخ ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا بیٹا مظلوم شہید ہو گیا۔

ابنِ عباس

ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ میں نے دسویں ماہِ محرم کو عصر کے وقت جناب اُمِ سلمہؓ کے گھر سے رونے کی آواز سنی تو میں نے اپنے غلام سے کہا کہ میرا عصا پکڑ کر مجھے اُمِ سلمہؓ کے پاس لے چلو۔ میرے غلام نے کہا کہ جناب اُمِ سلمہؓ کے سامنے ایک شیشی رکھی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے اُس خون کو دیکھ کر جناب اُمِ سلمہؓ رو رہی ہیں اور عبد المطلب کی تمام عورتوں کو بلا کر فرماتی ہیں کہ شہزادہ امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ المجالس المرضیہ ص۳ بحار الانوار جلد ۱ حصہ ۱ ص ۱۴۰۔

فاطمہ صغریٰؑ

منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکّہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ شدید تپ میں مبتلا تھیں جو نہایت ہی لاغر اور نحیف ہو چکی تھیں ان کی ناتوانی و کمزوری کو دیکھ کر امام مظلوم نے انہیں مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا۔ جنابِ فاطمہ صغریٰؑ نے جنابِ ربابؑ سے رو کر عرض کی کہ اماں جان مجھے بھی ساتھ لے چلیں یہ کیونکر ممکن ہے کہ سارا کنبہ تو حضرت کے ساتھ چلا جائے اور میں اکیلی اس سنسان گھر میں پڑی رہوں اس طرح تو میں نہ مرتی بھی مر جاؤں گی۔ کبھی فاطمہ صغریٰؑ حضرت علی اکبرؑ سے فرماتیں کہ بھائی

علی اکبرؑ

علی اکبرؑ اباجان تو اپنی بہنوں کو ساتھ لے جا رہے ہیں آپ بھی اباجان سے سفارش کریں کہ مجھے ساتھ لے چلیں۔ میں راستہ میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دوں گی۔ حضرت علی اکبرؑ نے رو کر حضرت امام حسینؑ سے عرض کی بابا ضرور مہربانی فرما کر حکم دیں تاکہ میں بھی اپنی بہن فاطمہ صغریٰ کو ساتھ لے چلوں۔ امامؑ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا بیٹا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تو نہیں دیکھ رہا۔ بیٹا میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میری ماں کی ہم شکل فاطمہؑ صغریٰ ہتھکڑیاں پہن کر یزیدِ لعین کے دربار میں کھڑی ہو۔ اس کے بعد مولا امام حسینؑ جنابِ فاطمہؑ صغریٰ کے پاس تشریف لے

جناب سیدہ کی بیٹی

گئے اور اسے گلے لگا کر پیار کیا اور فرمایا بیٹی میں نے تیرے بارے میں تیری دادی ام البنین اور نانی امِ سلمہ کو تاکید کر دی ہے کہ وہ تیری دیکھ بھال کریں گی۔ بیٹی فاطمہؑ صغریٰ آخر میں بھی ایک باپ ہوں۔ میرے سینے میں بھی دِل ہے اور میرے دِل میں بھی درد ہے مگر میں

مجبور ہوں بیٹی اگر حالات اچھے رہے تو میں بہت جلد تیرے بھائی علی اکبرؑ کو بھیج کر تجھے اپنے پاس بلوالوں گا۔

عزادارو! جب فاطمہ صغریٰؑ مایوس ہو گئیں تو کنبہ کی تمام عورتوں کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مولا امام حسین علیہ السلام کو فاطمہ صغریٰؑ کی جدائی کا غم علی اکبرؑ کی شہادت سے کم نہ تھا جب کہ امام مظلومؑ علمِ امامت سے جانتے بھی ہیں کہ اب کے بعد قیامت کو فاطمہ صغریٰؑ سے ملاقات ہوگی۔ عزادارو! جب قافلہ چلا تو لوگوں نے دیکھا کہ فاطمہ صغریٰؑ انتہا بے چینی کے ساتھ پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ امامؑ نے اونٹوں کو روکنے کا حکم دیا اور پوچھا بیٹی اب گھر میں جا کر بیٹھو اب تم ہمارے پیچھے کیوں آرہی ہو۔ عرض کی بابا جان دل چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ بی بیوں سے پھر مل لوں۔ اتنا سننا تھا کہ تمام بیبیاں اونٹوں سے اتر پڑیں اور فاطمہ صغریٰ کو گلے لگایا۔ راوی کہتا ہے کہ اس مرتبہ گریہ و بکا ہوا کہ امامؑ نے بڑھ کر سیدانیوں کو تسلّی دی۔

منقول ہے کہ آخر میں فاطمہؑ صغریٰ نے اپنے ننھے بھائی علی اصغرؑ کو گلے لگایا اور کچھ کان میں کہا۔ جنابِ ربابؑ نے فرمایا بیٹی اپنا بھائی علی اصغرؑ مجھے دو کہ ہم سفر کریں۔ عرض کی اماں جان مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی میرا ساتھ دے گا۔ مجھ سے جبراً نہ لینا۔ ہاتھ بڑھاؤ، اگر اصغرؑ آپ کی طرف آجائے تو لے لینا۔ اس پر حضرتِ ربابؑ نے ہاتھ پھیلائے اور کہا اصغرؑ آؤ چاہیں مگر علی اصغرؑ بہن کے گلے سے لپٹ گئے۔ علیؑ اکبر نے آگے بڑھ کر آواز دے کر ہاتھ پھیلائے مگر علی اصغرؑ نے توجہ نہ کی۔ جنابِ سکینہؑ نے ہاتھ پھیلائے اور اصغر کو اپنی طرف بلایا مگر علی اصغرؑ نے غور تک نہ کیا۔ فاطمہ کبریٰ نے بلایا مگر علی اصغرؑ نے بہن کی طرف آنے سے انکار کر دیا۔ جب تمام بیبیوں نے کوشش کی اور علی اصغرؑ نے فاطمہ صغریٰؑ کا ساتھ دیا تو آخر میں امام حسین علیہ السلام اصغرؑ کے قریب آئے اور جھک کر علی اصغرؑ کے کان میں کوئی بات کی۔ اس بات کا سننا تھا کہ علی اصغرؑ نے تڑپ کر بہن کی گود چھوڑ دی اور جلدی سے باپ کے ہاتھوں پر آگیا۔ ممکن ہے کہ امامؑ نے یہ فرمایا ہو کہ اصغر بیٹا حرملہؑ کا تیر کون لے گا۔ قیامت کو نانا کی امت کا شفیع کون بنے گا۔ اصغرؑ میری شہادت کی تکمیل تیرے بغیر نہیں ہو سکتی۔

عزادارو! قافلۂ حسینی مدینہ منورہ سے ۲۸ رجب المرجب ۶۰ھ ہجری بروز اتوار

سنہ ۶۱۰ عیسوی کو روانہ ہوا جو تین شعبان کو مکہ معظمہ میں پہنچا۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذلیقعد اور ذی الحجہ کے سات دن گزارنے کے بعد حسینی قافلہ تکمیلِ ذبحِ عظیم کی خاطر مکہ سے کربلا کو روانہ ہو گیا۔ سفینتہ البکا صـ۳ مصباح المجالس جلد ا صـ۱۷۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ پارہ ۱۹ رکوع ۱۵

(۴)

چوتھی مجلس

رحمتہ للعالمینؐ کا تذکرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ پارہ ۱۷ رکوع ۷۔ میرے حبیبؐ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے عالموں کے۔

چار چیزوں کے بغیر کوئی چیز معرضِ وجود میں آ ہی نہیں سکتی۔ ہر شئی کے قیام و ظہور کے لئے ان چار علتوں کی یقیناً عملاً ضرورت ہوا کرتی ہے۔

(۱) علتِ فاعلی:۔ کہ بنانے والا کوئی ہو ہر چیز اپنے وجود و قیام پر دلیل رکھتی ہے کہ کوئی اس کا بنانے والا ہے۔

(۲) علتِ صوری:۔ بنانے والے کے پاس یا ذہن میں بننے والے کی شکل و صورت ہیئت و خاکہ جیسا کہ وہ بنانا چاہتا ہے۔ محفوظ ہو تب وہ چیز بنے گی یعنی کس صورت پر بنانے والے نے اُسے بنایا۔

(۳) علتِ مادی:۔ کس مادے سے بنانے والے نے کس نقشہ و صورت پر بنایا ہر چیز

ایک ہی مادے سے نہیں بنتی کچھ چیزیں لکڑی سے بنتی ہیں، کچھ لوہے سے کچھ سونے اور چاندی سے کچھ کپڑے سے۔ کچھ آگ، ہوا، مٹی، پانی سے اور کچھ نور سے اسی لیے تو نبی نے فرمایا کہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے۔ سب ایک ہی مادے سے تو نہیں بنے۔

(۴) علتِ غائی:- یعنی کس غرض کے لئے بنانے والے نے اُسے بنایا۔ ہر شئے کے بننے کی غرض و غایت علیحدہ ہوا کرتی ہے مثلاً کرسی کی علتِ غائی اور ہے اور سپیکر کی علتِ غائی اور ہے۔ کتاب کی علتِ غائی اور ہے اور جناب کی علتِ غائی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں اپنے احسانات و انعامات کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا پارہ ۱ رکوع ۳ پیدا کیا گیا ہے ہر چیز کو تمہاری خاطر۔ کوئی مخلوق تو ہے کہ جس کی خاطر کائنات کی ہر شئے پیدا ہوئی۔ وہ نہ ہوتے تو کائنات کی کوئی چیز معرضِ وجود میں ہی نہ آتی۔ حدیثِ قدسی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ میرے حبیب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کی کوئی چیز ہی پیدا نہ کرتا۔ صلوات۔

معلوم ہوا کہ ہر شئے انسان کی خاطر اور انسان کی علتِ غائی کیا ہے۔ قرآن کی زبانی سنو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پارہ ۲۷ رکوع ۲۔ نہیں پیدا فرمایا میں نے جنّوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے۔ یعنی جن و انس کی غرضِ خلقت عبادت ہی ہے اور بس۔ اس کے بعد عرض کرنا مقصود ہے کہ غور کریں کہ جن چار علتوں کے بغیر کوئی چیز معرضِ وجود میں نہیں آیا کرتی تو نبی اکرم صلعم کی ہر چار علتیں کیا ہیں؛

(۱) علتِ فاعلی ہے۔ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ پارہ ۸ رکوع ۱۴ پاک ہے وہ ذات جو پروردگار ہے عالموں کا۔

(۲) علتِ صوری، کہ کس صورت پر محمدؐ کو بنایا گیا۔ قرآن گواہ ہے۔ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ پارہ ۲۲ رکوع ۳ پکارنے والا طرف اللہ کے اُس کے حکم سے اور محمدؐ تو چمکتا ہوا سراج ہے۔

(۳) علتِ مادی:- محمدؐ کو کس شئے سے بنایا گیا۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ پارہ ۶ رکوع ۷۔ تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور کتاب روشن، قرآن سے

سے ثابت ہوا کہ محمد کی علتِ مادی تو نور ہے۔

(۴) علتِ غائی، مصطفٰے کیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ پارہ ۱۷ رکوع ۷۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت واسطے عالمین کے۔ معلوم ہوا کہ جن اور انس کی غرضِ خلقت عبادت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرضِ خلقت رحمۃ للعالمین ہونا ہے دونوں جگہ لفظ اِلَّا برائے استثنٰے ہے۔ مگر ملاں رٹتے جا رہا ہے کہ محمدؐ میرے جیسا، چالیس سال کے بعد نبوت ملی۔ میں اس پر ایک عقلی دلیل بھی پیش کرتا ہوں۔ سنو۔ جب کوئی شخص بالغ ہوتا ہے تو تین حالتوں میں سے ایک حالت پر وہ ضرور ہوگا۔ نبیؐ یا کسی نبی کا اُمتیؐ یا پھر کافر مشرکؐ۔ چوتھی کوئی حالت ہو سکتی ہی نہیں۔ اسی اصول و قاعدے پر رسولخدا صلعم کو دیکھیں کہ حضور بالغ ہوتے۔ چودہ یا اٹھارہ سال کے اور بقول مولوی صاحب نبوت ملی چالیس سال کے بعد۔ اٹھارہ سال سے چالیس سال تک بتاؤ محمدؐ کیا رہا۔ نبوت تو ملی چالیس سال کے بعد۔ باقی رہ گئیں دو حالتیں۔ کسی نبی کا امتیؐ۔ دوسرا (نعوذُ باللہِ منہا)۔ کافر مشرکؐ بتاؤ مولوی رسولخدا صلعم بائیس سال کیا رہے۔ اگر کسی نبی کے بائیس سال اُمتی رہے تو اُس کے آقا و مولا کیونکر کہلائے اور قرآن شاھد ہے کہ آمنہ کا لال ہے عالمین کے لئے رحمت تو نبی اکرم صلعم جس کے اُمتی بائیس سال رہے۔ وہ تو محمدؐ کے لئے رحمت ثابت ہوا۔ ادھر وہ نبی بھی تو عالمین میں ہی ہوگا۔ میں کہتا ہوں حضرت عیسیٰؑ کو کیا جواب دوگے جو پیدا ہوتے ہی اعلان کرتا ہے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ خدا نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بھی بنایا ہے۔ فرماؤ مریم کا لال افضل یا آمنہ کا لال افضل ہوگا۔ مسلمانو! لوگ عیسائی۔ بنتے ہیں مسجدوں سے۔ گرجا سے نہیں بنا کرتے۔ سنو جب، ملاں منبر پر بیان کرتا ہے کہ رسولخدا صلعم کے پاس جبرئیل آیا اور کہا کہ پڑھ اور حضور نے فرمایا میں تو ان پڑھ ہوں جبرئیلؑ نے دو تین مرتبہ دبایا آخر پڑھا کے چھوڑا اس پر رسولِ خدا صلعم کو شدید بخار ہو گیا کانپتے ہوئے گھر تشریف لائے اور جناب خدیجۃ الکبریٰ سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو پھر ورقہ بن نوفل یہودی کو بلایا گیا۔ اس نے حالات دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم تو نبی ہونے والے ہو اور وہ جبرئیلؑ فرشتہ تھا اور سورۃ

عقلی دلیل

ورقہ بن نوفل

الم نشرح کی تفسیر کرتے ہوئے فخر سے بیان فرمایا کہ فرشتوں نے حضورؐ کا سینہ چاک کیا (نعوذ باللہ منہا) اس کدورت کو نکالا پھر نور بھر کر سجادیا اور الیاکئی بار ہوا۔ قصص الانبیاء ص۴۵۔ اور انتقال کے وقت شدت بیمار سے ہذیان ہو گیا۔ اس طرح کے ہزاروں فضائل بیان کئے اور تقویۃ الایمان جیسی کتاب کے ص۶۷ پر لکھ مارا کہ نبی بڑے بھائی کی مانند ہوا کرتا ہے اور اسی تقویۃ الایمان کے ص۱۱ پر فخر سے تحریر فرمایا گیا کہ بہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی۔ وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ ایسے ایسے بیان و خطبے آج کا نوجوان مسجد سے سن کر نکلا۔ آگے پادری نے قرآن ہی سے حضرت عیسیٰ کے فضائل کمالات دکھائے کہ پیدا ہوتے ہی نبی تھے۔ ان کی والدہ کی خاطر جنت سے کھانے آتے تھے۔ حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ روح اللہ اندھوں کو بینائی بخشتے تھے۔ قرآن میں عیسیٰ کا دعوےٰ ہے کہ میں بتا سکتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کھایا اور گھر میں خزانہ کر رکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر نوجوان مسلمان نے دونوں کا تطابق کیا اور پھر عیسائی ہو گیا۔ ہاں میں انسانوں کی شرعی تکلیف عرض کر رہا تھا کہ وہ خدا کی عبادت ہی تو ہے۔ مسلمانو قرآن مجید میں یہ اعلان بھی پڑھو اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پارہ ۲۱ رکوع ۷۔ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو۔ یہ ہمارا ہی جگر گردہ ہے کہ جس نماز کا حکم خدا تعالیٰ نے چھ سو مرتبہ کلام پاک میں دیا ہے ہم اُس کی پرواہ تک بھی نہ کریں اور بنے رہیں پکے مومن۔ کیوں مسلمانو، اگر نوری صحبت میں رہنے والا حضرت آدم کو ایک سجدہ نہ کر کے ملعون ہو سکتا ہے تو خالقِ کائنات کے ہزاروں سجدے ترک کرنے والا کیا ہو گا۔ غور کرو

رباعی ؎

شیطاں کہ راندہ بود بجز یک خطا نہ کرد — خود را برائے سجدۂ آدم رضا نہ کرد

شیطاں ہزار مرتبہ بہتر زِ بے نماز — اُو سجدہ را بر آدم ایں بر خدا نہ کرد

امام سجادؑ کو پرسہ دینے والو حضرت سجادؑ کا فرمان بھی سنو۔ حضورؑ نے فرمایا کہ کوفہ سے شام تک میں برابر دیکھتا گیا کہ مستورات آلِ محمدؐ کی یہ کیفیت رہی مَا تَرَکْتُ نَوَافِلَھَا اللَّیْلَۃَ فرمایا واجب نماز تو اپنے مقام پر رہی۔ میری پھپھیوں نے تو نمازِ شب بھی اس سفرِ شام کو نہیں قضا نہیں کی۔ اللہ اکبر۔ سعادۃ الدارین ص۱۵۹۔ یہی وجہ تھی کہ مظلوم کربلا آخر وقت میں

شرح صدر

نبی بڑا بھائی

کمالات مسیح

اہمیت نماز

رباعی

تاریخ زینبؑ اور نماز

فرماتے ہیں یا اُختِیْ زَیْنَبُ لَا تَنْسِیْنِیْ فِیْ نَافِلَۃِ اللَّیْلِ. بہن زینبؑ مجھے نمازِ شب میں نہ بھلانا. سعادۃ الدارین صفحہ ۴۹ اور ہم مومن پاک ہیں کہ ہمیں واجب نماز تک کی بھی پرواہ نہیں.

ایک اور واقعہ سن لو شاید کوئی مسلمان غور فرمائے. جنگِ تبوک کے موقعہ پر غلاموں کے علاوہ حضور نبی اکرمؐ صلعم کے ساتھ پچیس ہزار آدمی تھے. تمام لوگوں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ کی آخری بلندی سے پانی ٹپک رہا ہے. صحابہ کرام کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ یہ کیا ہے. حضورؐ نے فرمایا یہ پہاڑ رو رہا ہے. صحابہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ پہاڑ کیوں رو رہا ہے. اسے کونسی مصیبت آگئی ہے. جناب رسولِ خدا صلعم نے پہاڑ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے پہاڑ بتا تو کیوں گریہ کر رہا ہے. پہاڑ سے آواز آئی کہ یا رسول اللہ ایک روز حضرت عیسیٰؑ یہاں سے گزر رہے تھے اور انہوں نے فرمایا تھا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ پارہ ۱ رکوع ۳ پس ڈرو اس آگ سے کہ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے یا مولا اُسی دن سے میں غم میں مُبتلا ہوں کہ مجھے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا. آنجنابؐ نے فرمایا. اب پہاڑ تو غم نہ کر جہنم کا ایندھن تو کبریت کا پہاڑ ہوگا. کنز المعجزات صفحہ ۱۶۲. مگر انسان کتنا نڈر ہے کہ اسے کبھی خیال تک ہی نہیں آتا. ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ ہماری شرعی تکلیف یعنی غرضِ خلقت عبادتِ خدا اور محمد مصطفیٰ کی غرض خلقت ہے کائنات کو رحمت تقسیم کرنا. اس آیہ کریمہ پر غور فرماویں وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. میرے حبیب تو عالمین کے لئے رحمت ہے. معلوم ہوا کہ حضور قاسمِ رحمت ہیں. سنو قاسم کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے.

(۱) کہ تقسیم کرنے والا زندہ ہو. کیا مردہ کسی کو کوئی چیز عطا کر سکتا ہے. حضورؐ ہیں رحمۃ للعالمین ماننا پڑے گا کہ محمد مصطفیٰؐ زندہ ہے.

(۲) عطا کرنے والا عالم ہو اگر اسے میری حالت کا علم ہی نہیں تو تقسیم کیا کرے گا. مسلمانو! اگر حضورِ اکرمؐ کو ہماری حالت و حقیقت و کیفیت کا علم ہی نہیں تو شفاعت کیوں کر کرے گا اگر داڑھیاں دیکھ کر شفاعت کرنی ہے تو پھر سکھوں کی شفاعت ہوگی کیوں کہ ان کی داڑھیاں مسلمانوں سے بڑی ہیں. ہم مولویوں کے تو سر بھی منڈے ہوئے ہوں گے مگر ان کی سر پہ بھی لمبی لمبی زلفیں ہوں گی اگر اپنے بیگانے کی حضورؐ کو پہچان ہی نہیں تو شفاعت کیسی. آج کل علمِ غیب

جنگِ تبوک

پہاڑ کا رونا

رحمۃ للعالمین

علمِ غیب

پر خوب مناظرے ہوتے ہیں اور اسے خدمتِ دین سمجھا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا اگر نبی یعنی حضرت یعقوبؑ غیب جانتے تو چالیس سال تک یوسفؑ کے غم میں نہ روتے اپنے بیٹے کے پاس مصر تشریف لے جاتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی علمِ غائب سے واقف نہیں ہوا کرتے۔ میں نے عرض کی مولانا حضرت یوسفؑ جو جانتے تھے کہ میرا باپ یعقوب کنعان شہر میں موجود ہے۔ خود تشریف لے جاتے کہا کہ خدا کا حکم نہیں تھا انبیا امرِ ربّی کے تحت عمل کرتے ہیں۔ غرض کہ ادھر بھی امرِ الٰہی تھا کہ وہ مصر نہ جائیں۔

شیبہ کا واقعہ

رسالتمآب کو علم غیب

ایک واقعہ سنو۔ شیبہ ابنِ ابی عثمان بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلعم سے سخت عناد و دشمنی رکھتا تھا کیوں کہ محمدؐ نے ہمارے آٹھ ایسے جوان قتل کر دیئے جو اپنے مقام پر ہر ایک فوج کا سپہ سالار تھا اور علم اٹھایا کرتا تھا۔ مگر فتح مکّہ کے روز میری امید پر پانی پھر گیا کہ اب میں محمدؐ کو قتل نہیں کر سکتا اس طرح مایوسی کے عالم میں مجھے مسلمان ہونا پڑا۔ کہ اب بدلہ لینا میرے لئے ناممکن و محال ہے۔ اس کے بعد جنگِ حنین کے موقع پر جب ہوزان اکٹھے ہوئے تو میں ان سے جا کر مل گیا تاکہ دھوکا سے محمدؐ کو قتل کر لوں۔ اس جنگ میں جب مسلمان محمدؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو میں نے سوچا کہ اب موقع ہے تلوار لے کر محمدؐ کی پشت کی طرف سے آیا اور وار کرنا چاہا مگر غشی سی طاری ہو گئی اور وار کرنے کی طاقت نہ رہی نبیِ اکرم صلعم نے منہ پھیر کر فرمایا کہ شیبہ آ پھر میرے ساتھ لڑائی ہی کر لے پس حضورؐ نے بڑھ کر میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور دل کو نورِ ایمان سے منوّر کر دیا۔ اس پر میں نے فوراً توبہ کی اور کفار سے لڑنا شروع کر دیا۔ جنگ کے اختتام پر حضورؐ نے مجھے بلا کر میرے تمام پوشیدہ ارادوں سے آگاہ فرمایا۔ صلوات۔ کنوز المعجزات ص۲۴ ایسے ہزاروں واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں۔

(۳) تقسیم کرنے والا جس چیز کو تقسیم کرنا چاہتا ہے اِس پر اس کا مکمل قبضہ و اختیار بھی ہو۔ مثال کے طور پر تبرک تقسیم کرنے والا لاہور میں ہو اور تبرک اگرچہ وہاں ہی تقسیم کرتا ہوں مگر قبضہ غیر کا ہو تو جس کا اختیار و قبضہ ہی نہیں وہ کیا تقسیم کرے گا۔ تو رسول لہٰذا ہیں رحمتِ خدا تقسیم کرنے والے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ رحمتِ خدا پر آمنہ کے لال کا قبضہ بھی

مکمل ہے اور (۴) یہ کہ تقسیم کرنے والا قریب بھی ہو ورنہ تقسیم نہیں کر سکے گا۔ مثلاً تبرک لاہور میں ہے۔ قاسم کراچی میں اور جس کو عطا کرنا ہے وہ پشاور میں تو تقسیم کیا کرے گا۔ مسلمانو! ہم ہیں درِ مصطفےٰ کے بھکاری۔ اگر اس سے خیرات لینی ہے تو یا ہم وہاں جائیں یا وہ کریم فیضِ کرم سے تشریف لائے ظاہر ہے کہ ہم تو وہاں جا سکتے ہی نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضورؐ ہی ہمارے قریب ہے۔ مسلمانو یا قرآنِ مجید سے اس آیتِ رحمت کو نکال دو یا مانو کہ محمد مصطفےٰ زندہ بھی ہے۔ غیب بھی جانتا ہے۔ رحمتِ خدا پہ اس کا قبضہ بھی مکمل ہے اور ہمارے قریب بھی ہے۔ صلوات۔ بارگاہِ رسالتؐ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

محمد مصطفےٰ نورِ اللہ العالمین تم ہو — قرینِ کبریا ہو زینتِ عرشِ بریں تم ہو
ہوئے پیدا ہزاروں سال پہلے ابوالبشر سے بھی — یہ کیا رازِ الٰہی ہے کہ فرزندا میں تم ہو
بہت دیکھے مقالات و مضامیں اسمِ اعظم پر — مگر ناداں کیا جانیں کہ وہ دُرِ ثمیں تم ہو
نہ ہوتے تم نظامِ عالمِ امکاں کہاں ہوتا — مدارِ خلقتِ افلاک اے ماہِ مبیں تم ہو

قسم ہے تیری عصمت کی نہیں کچھ ہول محشر کا
اگر بندہ ہے مذنب تو شفیع المذنبیں تم ہو

یہ قاعدہ ہے کہ وکیل ہمیشہ مخالف کے دعویٰ کو ناقص و بیکار کرتا ہے گواہوں میں نقص پیدا کر کے جتنے گواہ کامل اتنا دعوےٰ مکمل اور جتنے گواہ ناقص اتنا دعوےٰ ناقص یقیناً دعوےٰ کی صداقت کی تعمیر گواہوں پر ہی ہوا کرتی ہے۔ ہر مدعی یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے گواہ مضبوط ہوں تاکہ میں رسوائی سے بچ جاؤں۔ اسی اصول کے تحت خالقِ کائنات نے دعوےٰ کیا کہ میں واحدہٗ لاشریک ہوں یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ دنیا نے دلیل طلب کی کہ پالنے والے تیرا اس دعوےٰ کا گواہ کون ہے تو فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی دعوئے توحید کا ایک گواہ ہے محمد مصطفےٰ اور دوسرا گواہ ہم نے دریافت کیا تو فرمایا عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ۔ مسلمانو! ہر دعوے میں کم از کم دو گواہوں کی شرعاً ضرورت ہے تو دعوئ توحید کے بتاؤ ان ذواتِ مقدسہ کے علاوہ کون دو گواہ ہو سکتے ہیں۔ یار لوگوں نے دعوئے توحید میں نقص ڈالنے کے لئے دُور کی سوچی کہ گواہوں میں کمزوری دکھلاؤ تاکہ دعوئے توحید

خود بخود کمزور ہو جائے گا۔ ایک بار کلمہ توحید توپڑھیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلِ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ
کے رسول ہیں۔ علیؑ اللہ کا ولی اور محمد مصطفےٰؐ کا وصی اور خلیفہ بلا فصل ہے آپ نے کلمہ پڑھا میں
گواہ ہو گیا میں پڑھتا ہوں آپ بھی میرے گواہ ہو جائیں تاکہ قیامت کو مجھے گواہ تلاش کرنے
کی ضرورت نہ پڑے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ عَلِیًّا
وَّلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا
کوئی عبادت کے لائق نہیں جو واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتا
ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین امام المتقین
علیؑ اللہ کا ولی ہے۔ رسولؐ اللہ کا وصی ہے اور خلیفہ بلا فصل ہے۔ ان دونوں کلموں میں محمدؐ
اللہ کا رسولؐ ہے اور علیؑ اللہ کا ولی ہے۔ سنو اللہ کا محمدؐ رسولؐ تھا نہیں بلکہ ہے۔ اسی طرح
علیؑ اللہ کا ولی تھا نہیں بلکہ ہے۔ مسلمانو ہے تو پھر ہے۔ یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے بلکہ جہاں
جہاں وہ اللہ ہے وہاں وہاں محمدؐ رسول اللہ ہے اور علیؑ ولی اللہ ہے۔ اب عربی میں تو مسلمان
اقرار کرتے ہیں کہ ہر جگہ پر ہے۔ محمدؐ رسولؐ اللہ ہر مقام پر ہے علیٌّ وَلِیُّ اللہ مگر اردو پنجابی سے
گھبراتے ہیں۔ یہ ہے دعوے توحید کے گواہوں میں۔ کمزوری دکھلانا۔ پس محمدؐ اپنے بیگانے
بلکہ ساری کائنات کے لئے رحمت ہے۔ جب تک قرآن ہے محمد رحمۃ للعالمین ہے۔ یہ
اور بات ہے کہ دنیا رحمت سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ یہ رحمت کا قصور نہیں ہے بلکہ جیسی ظرف
کی وسعت تھی ویسا اثر لیا۔ ظرف پاک تو اثر پاک ظرف نجس تو اثر بے فائدہ ہوا بلکہ کثافت
کی وجہ سے رحمت زحمت میں تبدیل ہو گئی۔ مثال سے واضح کرتا ہوں اگر بارش سبزے
پر برسے تو پھول کھلیں گے کونپلیں نکلیں گی۔ سبزہ لہلہائے گا دیکھنے والے کا دماغ معطر ہوگا
اور اگر یہی بارش نجاست پر برسے تو بدبو پھیلے گی۔ اگر بارش کا قطرہ صدف میں پڑا تو موتی بن
گیا اور اگر سانپ کے منہ میں گرا تو زہر بن گیا۔ یہ رحمت کا قصور نہیں ظرف کی تاثیر ہے جیسا
ظرف ویسا اثر ہو گیا۔ محمدؐ مصطفےٰ اگر قلب بلالؓ۔ عمارؓ۔ ابوذرؓ غفاریؓ۔ سلمانؓ۔ مقدادؓ پر برسا

تو مقام اوج پر پہنچ گئے۔ فرشتے ان کے غلام نظر آنے لگے۔ جنت ان کی مشتاق ہو گئی۔ محمدؐ نے نے منّا اھل البیت کا فخر سے خطاب عنایت فرمایا۔ علی مرتضیٰ نے بھائی کہہ کر پکارا۔ اور اگر محمدؐ رحمت بن کر ابوجہل، ابولہب۔ مروان حکم پر برسا تو کم بختوں کی ضلالت و گمراہی انہیں بحرِ عمیق میں لے ڈوبی۔ محمدؐ کا قصور نہیں یہ تخم کی تاثیر ہے۔ جیسا تخم ویسا اثر ہو گیا۔ صلوات۔ ایک اور مثال سن لیں تاکہ مکمل وضاحت ہو جائے آپ ایک مرلہ زمین میں گنا۔ اکڑا۔ آم۔ مرچ چار پودے لگا دیں۔ اکڑا آم کا صحابی ہو اور مرچ گنے کے دامن سے دامن جوڑ کے رہے۔ زمین ایک کھاد ایک مالی ایک۔ پانی ایک سورج کی کرنیں ایک طرح کی۔ میں کہتا ہوں عمریں بھی ایک کیوں۔ مسلمانو جب اکڑا بار آور ہو گا کیا آم کی صحبت کی وجہ سے آم ہو جائے گا۔ کیا مرچ گنے کے ساتھ رہ کر گنا بن جائے گی ہرگز ہرگز نہیں مرچ مرچ رہے گی گنا گنا رہے گا اور آم آم رہے گا اور اکڑا اکڑا رہے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس میں کیا پانی کا قصور ہے کہ زمین کا۔ کھاد کا قصور ہے کہ سورج کی کرنوں کا تو پھر صحبت کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ آپ فرمائیں گے۔

غلام حسین غلطی نہ کر کسی چیز کا قصور زیادتی نہیں بلکہ تخم کی تاثیر ہے جیسا تخم تھا ویسا اثر ہو گیا تو حضور اکرم صلعم ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں مگر محمدؐ ان کا کیا کرے جن کے تخم کی تاثیر ہی اچھی نہ ہو۔ شعر

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پہ یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے صلوات

مسلمانو ہر قریب بیٹھنے والا دوست نہیں ہوا کرتا ایک اور طریقے سے وضاحت کرتا ہوں درخت کے نیچے بیٹھنے والا ہر آدمی شجر کا صحابی نہیں ہوتا۔ سایہ میں بیٹھنے والا بھی درخت کے قریب اور درخت کو کاٹنے والا بھی درخت کے قریب بلکہ دشمن تو بہت ہی قریب بیٹھے گا صرف شجر کے سائے میں بیٹھے ہوئے کو دیکھ کر بے عقل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ درخت کے سائے سے فیض یاب ہو رہے ہیں مگر کیا تمیز کہ درخت کو کاٹنے والا بھی انہیں میں بیٹھا ہے۔ یہ تو درخت کی شفقت و مہربانی ہے کہ ہر ایک پہ یعنی دوست دشمن پر یکساں سایہ کرتا ہے۔ مسلمانو نزدیک رہ کر عبداللہ ابن ابی ابنِ سلول منافق بھی ہو سکتا ہے اور دور رہ کر بھی حضرت اویس بن سکتا ہے

حدیث کی عام مثال

دوسری مثال

محمد مصطفٰے رحمت تو ہیں مگر ظرفِ پاک کی ضرورت ہے۔ منقول ہے کہ ہجرت کے دوسرے روز قریشِ مکہ نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص آنحضرتؐ کو گرفتار کرے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس پر ابو بُریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کو لے کر حضورؐ کے تعاقب میں روانہ ہوا اور ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو کہا بریدہ ابنِ خضیب حضرتؐ نے فرمایا بَرَدَ اَمْرُنَا۔ یعنی ہمارا معاملہ خوشگوار ہو گیا۔ پھر پوچھا کس قبیلے سے ہو کہا کہ اسلم سے فرمایا سَلِمْنَا یعنی ہم نے سلامتی پائی۔ پھر دریافت فرمایا کس شاخ سے ہو، کہا کہ بنی سہم سے۔ فرمایا خَرَجَ سَهْمُكَ۔ تمہارا تیر نکل گیا۔ بریدہ اس اندازِ گفتگو اور حسنِ گفتار سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد بریدہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ محمد بن عبداللہ۔ یہ سن کر بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ نہج البلاغۃ جلد ۳ صفحہ ۳۰۷ ایسی گفتگو تو کئی مرتبہ ابو جہل، ابو سفیان، ابو لہب نے بھی سُنی تھی معلوم ہوا کہ بریدہ ابنِ خضیب کا ظرف اور تھا اور ان تینوں کا ظرف اور تھا بس جیسا ظرف ہوا ویسی ہی تاثیر اثر ظاہر ہوا۔ جنگِ خندق کی کھدائی کے موقعہ پر آنحضرتؐ کو کئی دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر چار پتھر بندھے ہوئے تھے۔ کیوں۔ مسلمانو آقا و مولا ہو رسولِ خدا اور فاقہ اتنا کہ بطنِ اقدس پر چار پتھر بندھے ہوں اور مرید غنی کہلائیں تو یہ مریدوں کی توہین ہے یا تعریف حضور تعریف یہ ہے کہ پیر چار دن سے فاقہ میں ہو تو مرید چھ دن کے فاقہ سے ہوں۔

منقول ہے کہ جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے اپنی بیوی سے مشورہ کر کے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا اور رسولِ خدا سے عرض کی کہ آپ اور حضرت امیرؑ۔ سلمانؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ عمارؓ۔ بلالؓ۔ مقدادؓ۔ شام کو میرے ہاں روزہ افطار فرما دیں مگر اس کے بعد نبی اکرم صلعم نے تمام صحابہ کو اعلان کرا دیا کہ شام کو جابرؓ کے ہاں دعوت ہے۔ جابر نے جب اعلان سُنا تو حیران ہو گیا کہ میرے مکان میں تو اتنی جگہ ہی نہیں کہ انہیں بٹھا سکوں اور اپنی بیوی سے آکر حال بیان کیا۔ بیوی نے کہا غم نہ کر جن کو ہم نے دعوت دی ہے ان کے ہم ذمہ دار ہیں اور جن کو حبیبِ خدا نے دعوت دی ہے۔ ان کا انتظام وہ خود فرمائیں گے۔ شام کو ایک ہزار آدمی نبی اکرم صلعم کے ساتھ جابر کے گھر آئے۔ حضور کے قدم مبارک کی برکت سے جابر کے گھر

کا معجزہ

کا صحن فراخ ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جابر جو خالق مومن کی قبر کو میلوں فراخ کرسکتا ہے، وہ
تیرے گھر کے صحن کو فراخ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ہانڈی میں لعابِ دہن
ڈالا جو لوگ کہتے ہیں کہ محمد مصطفٰےؐ بھی ہماری طرح کا بشر ہے۔ وہ آج رات کو آزما کر دیکھ
لے آج شام کو اپنی بیوی کو دکھلا کر ہانڈی میں تھوک دے۔ بغیر حجام کے بیگم صاحبہ حجامت
نہ بنادے تو بات ہوئی رات کو آزما کے دیکھ لو۔ بس حضور نے دستِ نبوت سے کھانا
تقسیم فرمایا ہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھالیا مگر کم نہ ہوا جب سب کے سب سیر ہوچکے
تو آنحضرتؐ نے فرمایا جابر اپنا سالن اور روٹیاں بھی سنبھال اور اپنے مہمان بھی سنبھال صلوات
مجمع الفضائل جلد ۱ ص ۳۹۔ خلاصۃ الانبیاء ص ۲۷۱ مسلمانو دوسرے انبیاء کو تو مخصوص معجزے ملے تھے
مگر ہمارے مولا کی ہر شان معجزہ ہے۔ ارے معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو انسان کے ذہن وعقل
میں نہ آسکے۔ کیوں حضرات یہ کیسے تم نے تسلیم کرلیا کہ ایک کشتی چھ ماہ تک زیرِ فلک تیرتی
رہی اور باقی ساری دنیا زیرِ آب ہوگئی کرو اس کا انکار کہا معجزہ ہے اس سے انکار کرنا کفر ہے
کیوں بھائی، یہ کیسے عقل میں آگیا کہ فلک بوس شعلوں میں خلیل نے قدم رکھا آگ گلزار ہوگئی۔ کرو
انکار۔ کہا خلیل کا معجزہ ہے انکار کرنا تو کفر ہے۔ ارے یہ کیسے تم نے مان لیا کہ حضرت موسیٰؑ
نے دریا پر عصا مارا تو بارہ راستے بن گئے اور درمیان میں دروازے بھی لگ گئے۔ اتنی قوت
عصا میں کہاں سے آگئی۔ کرو انکار تو کہا کہ معجزے سے انکار کرنا کفر ہے۔ ایک شخص مچھلی کے
پیٹ میں مدت تک تسبیح تہلیل کرتا رہا۔ پھر زندہ پیٹ سے نکل آیا یہ کیسے ہوگیا۔ کرو انکار
فرمایا کہ انکار کیسا معجزہ ہے اور معجزے سے انکار کرنا کفر ہے۔ عرض کی کہ مولوی صاحب مریم
کا لال کس طرح قبروں سے مردے زندہ کرلیتا ہے۔ اندھوں کو بینائی کس طرح مل جاتی تھی مٹی
سے کس طرح پرندے بنا لیتا تھا۔ مسلمانو کرو انکار کہا کہ عیسیٰؑ کے معجزے تو قرآن پاک میں قدرت
نے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ ان سے انکار کرنا کفر ہے۔ میں کہتا ہوں جتنے نبی اور رسولؑ
گذرے ہیں سارے کے سارے محمد مصطفٰےؐ کے غلام ہیں۔ جب غلاموں کے معجزے تیرے
ذہن میں نہیں آسکتے اور کفر ہے ان سے انکار کرنا تو آمنہ کے لال کے معجزات تیری عقل میں کس
طرح آجائیں گے۔ حضور معجزہ ہی وہ ہے جو انسانی عقل میں نہ آسکے۔ اگر عقل میں آگیا تو معجزہ

معجزاتِ انبیاء

کیسا ہوا۔ مگر مسلمانوں نے اپنے معجز نما رسولؐ کی اولاد کو کس طرح سے ستایا۔ منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے آٹھ ذی الحجہ ۵۹ھ کو حج کے احرام کو عمرہ سے بدل کر عراق جانے کی تیاری کی کیوں کہ یزید نے چالیس آدمی حاجیوں کے لباس میں روانہ کئے کہ زمرہ حجاج میں حسینؑ کو شہید کریں مگر میرے مولا امام حسینؑ نے حج کو عمرہ سے بدل کر سفرِ عراق اختیار فرمایا اور دو محرم کربلا وارد ہوئے۔ منتخب المجالس میں ہے کہ کربلا پہنچ کر مولا کا گھوڑا اڑ گیا ہر چند آپنے مہمیز کیا۔ مگر گھوڑا آگے نہ بڑھا۔ آپ نے دوسرا گھوڑا بدلا۔ بروایت ابو مخنف حضرت نے چھ گھوڑے بدلے مگر آگے کوئی بھی نہ بڑھا۔ آخر آپ نے سوال فرمایا کہ اس زمین کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا شطِ فرات فرمایا ــــــ کوئی اور بھی نام ہے کہا کہ غاضریہ فرمایا کوئی اور بھی نام ہے کہا کہ نینوا پوچھا اس کا کوئی اور بھی نام ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اسے کربلا بھی کہتے ہیں بس اتنا سننا تھا کہ آپ نے فرمایا عباسؑ ہماری منزل آگئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہی ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ خدا کی قسم یہی ہمارے خون گرنے کی جگہ ہے۔ خدا کی قسم یہی ہمارے پردے داروں کے قید کئے جانے کا مقام ہے۔ خدا کی قسم یہی ہماری قبروں کا مقام ہے۔ اور یہاں سے ہم قیامت کو اٹھیں گے اور اسی جگہ کا میرے نانا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا المجالس المرضیہ ص۳۵۔

روایت میں ہے کہ مولا حسینؑ نے کربلا پہنچ کر مٹی کو اٹھایا اور سونگھا پھر جناب زینبؑ نے خاک سونگھی تو مٹی کو پھینک کر فرمایا ماں جائے یہاں سے نکل چلو اس خاک سے تو آپ کے خون کی بو آتی ہے۔ حضرت نے رو کر فرمایا ماں جائی حسینؑ کا سفر ختم ہو گیا ہے اس کے بعد آپنے خیام کربلا کی زمین پر نصب کر دیئے اور مولا حسینؑ نے بروایت کشکول عاملی قبیلہ بنی اسد کے چند سرداروں کو جو کربلا کے زمیندار تھے بلایا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ زمین تم سے خرید کر لوں۔ انہوں نے عرض کی کہ حکم امام سے عذر تو نہیں ہے مگر ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ جو بھی نبی یا وصی اس زمین پر آیا اس نے تکلیف ہی اٹھائی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مشیت الٰہی یہی ہے کہ یہ زمین قیامت تک ہماری خواب گاہ رہے۔ الغرض ساٹھ ہزار درہم میں حضرت نے چار میل زمین خرید کر لی اور ساری زمین انہیں لوگوں کو ہبہ کر دی

اور ان سے تین شرطیں طے فرمائیں۔

(۱) جس جگہ ہماری قبریں بنائی جائیں وہاں زراعت نہ کرنا

(۲) ہمارے زائروں کو ہماری قبروں کے نشان بتلانا۔ تین دن مہمان رکھنا۔

(۳) گیارہ محرم کو اشقیا اپنے نجس لاشے دفن کرکے چلے جائیں گے۔ مہربانی کرکے ہماری لاشوں کو دفن کر دینا۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مردوں کو تاکید کرلی تو قبیلہ بنی اسد کی عورتوں کو بلا کر ایک قطار میں کھڑا کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ بیبیو میں بی بی زینبؑ کا بھائی ہوں۔ فاطمہؑ زہرا کا بیٹا ہوں۔ میں تمہارے رسولؐ کا نواسہ ہوں۔ میں علیؑ المرتضیٰ کا فرزند ہوں۔ بی بیو اگر تمہارے مرد حکومت کے خوف سے ہمیں دفن نہ کریں تو تم پانی بھرنے کے بہانے آجانا اور ہماری لاشوں پر مٹی ڈال دینا۔ عزادارو اس کے بعد امام مظلوم نے قبیلہ بنی اسد کے بچوں کو بلایا اور ایک قطار میں کھڑا کرکے اپنا تعارف کرایا۔ بچو! میں بھی تمہاری عمر کے بچے رکھتا ہوں جو روزِ عاشور سب شہید ہو جائیں گے۔ بیٹو میں ساقیٔ کوثر کا فرزند ہوں اگر تمہارے ماں باپ ہمیں دفن نہ کرسکیں تو تم کھیل کے بہانے آجانا اور ہماری لاشوں پر مٹی ڈال دینا۔

عزادارو! آج تک قبیلہ بنی اسد مولا کی وصیت پر عمل کرتا چلا آرہا ہے کہ روزِ عاشورہ عورتیں سر پا برہنہ اور بچے بیلچے لیئے ہوئے کربلا وارد ہوتے ہیں اور ضریحِ اقدس کے قریب آکر آواز بلند کرتے ہیں ابن الحسینؑ ابن الحسینؑ مولا ہم دفن کرنے آئے ہیں۔ مصباح المجالس جلد ۴ ص۲۰

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

پانچویں مجلس

سردارِ انبیاء کی معراجِ جسمانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ پارہ ۱۵ رکوع ۱

پاک ہے وہ ذات کہ لے گیا اپنے عبد کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے طرف مسجدِ اقصیٰ کے کہ برکت دی ہے ہم نے گرد اس کے تاکہ دکھلا دیں ہم اس کو نشانیاں اپنی سے تحقیق وہ ہے سننے والا اور دیکھنے والا۔

خداوندِ قدوس نے اپنے کلام پاک میں ہر خشک وتر کا ذکر کیا ہے۔ کوئی اعلیٰ ہے تو اس کی بلندی کا ذکر ہے۔ اگر کوئی ادنیٰ ہے تو اس کی پستی کا تذکرہ ہے۔ کوئی نیک ہے تو اس کی نیکی کا ذکر ہے کوئی بُرا ہے تو اس کی برائی کا ذکر ہے۔ کوئی جاگا ہے تو جاگنے والے کا ذکر ہے۔ کوئی بھاگا ہے تو بھاگنے والے کا ذکر ہے۔ کوئی سویا ہے تو سونے والے کا ذکر ہے کوئی رویا ہے تو رونے والے کا ذکر ہے۔ کوئی ڈرا ہے تو ڈرنے والے کا ذکر ہے کوئی جم کے لڑا ہے تو لڑنے والے کا ذکر ہے۔ سنو! اگر کسی کُتے نے نبی سے وفا کی ہے تو اس کی وفا کا ذکر ہے اور اگر کسی بندے نے اپنے مولا سے دغا کی ہے تو اس کی دغا کا ذکر ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ پارہ ۷ رکوع ۱۳۔ جب قرآن مجید میں ہر شئے کا ذکر ہے تو سب سے بڑے معجزے معراج النبیؐ کا ذکر نہ ہوگا کیوں کہ کہنا جو ہے کہ میری کتاب میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے۔ حضورؐ معراج سے تو وہی لوگ انکار کرتے ہیں جن کی عقل معراج پر نہ ہو۔ وقت بھی رات کا قصہ بھی رات کا۔ خیال کرنا ہے کہ

کہیں براق کی خوشبو آپ کے دماغوں کو ایسا معطر نہ کر دے کہ نیند غالب آ جائے اور سواری رسولؐ گزر جائے اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ پھر معاویہ۔ حضرت عائشہ۔ اور حسن بصری کی طرح جسمانی معراج کا انکار نہ کرنے لگ جاؤ۔ کتاب رحمۃ للعالمین جلد ا ص۸۶ پر تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے کہ ان تینوں بزرگوں نے متفقہ طور سے فیصلہ دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں ہوا۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو معراج مکہ معظمہ میں ہجرت سے اڑھائی سال پہلے ہوا ہے تو اس وقت تینوں میں سے کوئی تختۂ ارض پر ہی نہیں تھا اور اگر کوئی دنیا میں موجود تھا بھی تو ابوجہل کے مریدوں کی فہرست میں سرفہرست اُس کا نام تحریر تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گیا تو ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ محمدؐ خود بخود نہیں گیا۔ خالقِ کائنات لے گیا۔ جانا اور بات ہے اور لے جانا اور بات ہے مثال کے طور پر اگر میں دعوٰے کردں کہ میں آج کراچی گیا اور تین گھنٹہ کے اندر اندر پھر ساہیوال واپس آ گیا تو آپ ہرگز نہیں مانیں گے کہ کس طرح قلیل وقت میں اتنے طویل سفر سے ہو کر آ گیا۔ اور اگر حکومت اعلان کر دے کہ مولوی غلام حسین کو ہم نے کراچی بلایا اور اسی روز واپس ساہیوال پہنچا دیا تو کوئی بھی انکار نہیں کرے گا کیوں کہ میرا جانا اور بات ہے اور حکومت کا لے جانا اور بات ہے۔ حضور حکومت کے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ جلدی سے جلدی بُلا کر واپس پہنچا دے۔ تو یہاں قدرت نے اعلان کیا ہے کہ وہ ذات پاک ہے جو اپنے عبد کو لے گیا منکرینِ معراج کہتے ہیں کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے اس لئے ناممکن و محال ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر عقل کے خلاف کوئی شے نہیں تسلیم کی جا سکتی تو بتاؤ بغیر ستونوں کے آسمان کس طرح کھڑا ہے۔ رہوارِ عقل کو دوڑا کے بتاؤ کہ آسمان کس سہارے پہ کھڑا ہے۔ اگر یہ نہیں تو اتنا ہی بتا دو کہ زمین کس طرح پانی پر کھڑی ہے چلو اتنا ہی بتا دو کہ پانی کس طرح ہوا پر اس زمین کو لے کر قرار پکڑے ہوئے ہے۔ کیوں مسلمان چاند سورج اور رات۔ دن کی حقیقت تیری عقل میں آ گئی ہاں اگر کوئی چیز عقل میں نہ آئے تو اس سے انکار کرنا تیری عقل مندی ہی ہے تو بتاؤ خدا کیسا ہے۔ اس احوال سے تو تجھے توحید کا بھی انکار کرنا چاہیئے ارے تیری عقل میں تو تیرے جیسے انسانوں کی مصنوعات بھی نہیں آ سکتیں

چڑھ جائے کہ تو قدرت کے عجائبات کا اندازہ کرنے کی فکر کرے۔ کیوں مسلمانو حضرت عیسےٰ
چڑھتے آسمان پر کس طرح چلا گیا اگر حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر جا سکتا ہے۔ تو محمد مصطفےٰ حضرت
عیسیٰ کے بھی مولا و آقا ہیں۔ وہ عرش پر کیوں نہیں جا سکتے۔ کتاب ولی کے صفحہ ۱۴۱ پہ ایک واقعہ

مفتی شمس الدین کی میت

تحریر کیا گیا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے جدِ اعلیٰ مفتی شمس الدین صاحب نے اپنے
انتقال کے وقت وصیت کی کہ مجھے غسل کفن دینے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھ کر میری میت کو
مسجد میں رکھ دینا۔ اور مسجد کا دروازہ تھوڑی دیر کے لئے بند کر دینا۔ اس کے بعد دیکھنا اگر میری
میت موجود ہو تو دفن کر دینا ورنہ سمجھ لینا کہ میری میت فرشتے اٹھا کر اعلیٰ علیین کی طرف لے
گئے ہیں تو جیسا کہ مولانا نے وصیت کی تھی ایسا ہی کیا گیا مگر لاش کو چار پائی پر نہ پایا۔ کیوں بھائی
مولانا کی میت کس طرح بند دروازوں سے فرشتے لیکر نکل گئے۔ دیکھنے والے دیکھتے رہے اور دو
اڑھائی من کی لاش بند دروازوں سے نکل کر غائب ہو گئی۔ کس طرح تیری عقل میں آ گیا اور
تو نے اسے کس طرح فضیلت قرار دے کر مولانا شمس الدین کی کرامات میں شمار کیا ملاں
مانے تو علماء کی کرامتوں کا قائل ہو جائے اور اگر انکار کرے تو قوتِ خدا سے کر دے۔ مجھے

لطیفہ

ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ مولوی صاحب کے گھر میں اکڑے کا پودا اُگا بیگم صاحبہ نے دیکھا تو حیران
رہ گئی کہ کوئی نورانی درخت ہے سارا دن اُس پر سایہ کئے رکھا کہ حضرت صاحب جب تشریف
لائیں گے تو استفسار کروں گی۔ جب مولانا گھر تشریف لائے تو بیگم صاحبہ نے نئے پودے
کا ذکر کیا مولانا نے پودہ ملاحظہ فرما کر فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ کہیں جنت میں فرشتوں نے طوبیٰ
کا میوہ کھایا ہے اور گٹھلی پھینکی جو سیدھی ہمارے گھر آ کر گری۔ یہ درخت ہے طوبیٰ ایک
زمیندار نے دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہ طوبیٰ ہے تو میرے مربعہ میں ایسے ہزاروں طوبیٰ کھڑے ہیں

ملاں کے گھر میں اکڑے کا پودا

میاں جی کا اکڑا بھی طوبیٰ ہے اور محمدؐ کا طوبیٰ بھی نظر نہیں آتا۔ لوگو مذہبِ شیعہ رکھنے والے بھی
اس بات کے قائل ہیں کہ کچھ ملائکہ قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں کہ جو میتوں کو تبدیل کرنے کا کام
انجام دیتے ہیں۔ اگر کوئی مومن کافروں میں دفن کر دیا جائے تو فرشتے اسے مقدس مقام پر
پہنچا دیتے ہیں اور اگر کوئی منافق کسی مقدس مقام پر دفن کر دیا جائے تو ملائکہ اُسے اُس کے
اصلی مقام پر فوراً پہنچا دیتے ہیں۔ حق دار کو حق مل ہی جاتا ہے جہاں کہیں بھی کیوں نہ ہو۔

خواب میں معراج

اصل موضوع پر ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا نماز مومنین کی معراج ہے۔ فرماویں یہ معراج صرف روح سے ہی ہو سکتا ہے یا کہ جسم کی بھی ضرورت ہے۔ ہاں اگر جسم اور روح دونوں سے معراجِ نماز ہوتی ہے تو معراج النبی بھی جسم اور روح دونوں سے ہوا ہے۔ حضور خواب میں تو ہر شخص معراج کر سکتا ہے اگر آپ نے خواب میں معراج کرنی ہے تو ترکیب میں عرض کرتا ہوں۔ شوق سے کئی بار معراج کریں۔ سنو گرمیوں میں دو چنے کی روٹیاں کھالیں اوپر سے دو گلاس گاڑھی لسی کے پی کر بیری کے نیچے سو جائیں بس معراج پہ معراج شروع ہو جائے گا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ہارون رشید کے دربار میں معراج النبی پر علمائے کرام گفتگو کر رہے تھے کہ جسمانی معراج آنحضرتؐ کو ہوئی کہ روحانی۔ آخری رائے معاویہ۔ حضرت عائشہ اور حسن بصری کے مسلک پر ٹھہری کہ روحانی معراج ہوئی ہے۔ اِدھر کہیں سے علیؑ کا دیوانہ

بہلول کا واقعہ

جناب بہلول بھی تشریف لے آئے اور علماء کا فیصلہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اب نمازِ مغرب کا وقت ہوا تو بہلول نے فرمایا کہ آج میں با جماعت نماز پڑھاؤں گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو محبّ حیدرِ کرار ہیں۔ ضرور پڑھائیں۔ ہماری نماز تو ہر فاسق فاجر کے پیچھے ہو جایا کرتی ہے حضرت بہلول نے سورہ الحمد کے بعد تلاوت شروع کی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی فِی الرُّوْیَا لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پیچھے سے لقمہ ملا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بہلول نے پھر فِی الرُّوْیَا پڑھا۔ پیچھے سے لقمہ ملا بِعَبْدِہٖ جب تیسری بار سب نے لقمہ دیا تو بہلول نے منہ پھیر کر فرمایا پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ عبد تو جسم اور روح دونوں سے بنتا ہے اور تم صرف رُوح کو عبد کس اصول سے کہتے ہو۔ صلوات۔ کہا کہ یہ علیؑ کا دیوانہ ہے اگر کسی دانا سے واسطہ پڑتا تو خدا جانے کیا حال تمہارا ہوتا۔

واقعہ ادریس

معراجِ مصطفیٰ پر اعتراض کرنے والوں کی خدمت میں ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ تاکہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ قرآن سنو۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا پارہ ١٦ رکوع ٧ یاد کرو واقعہ ادریس کو کہ وہ صدیق نبی تھا اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھا لیا۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت ادریسؑ بہت [illegible] گزار تھے۔ ایک روز ملک الموت

خدا تعالیٰ سے اجازت لے کر حضرت ادریس کی زیارت کو آیا تین دن تک آپ کا ملک الموت مہمان رہا اور کھانے پینے سے احتراز کیا۔ حضرت ادریس نے اُسے قسم دے کر دریافت کیا کہ بتا تو ہے کون۔ عرض کی کہ میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بار میری روح قبض کر تاکہ تلخیٔ موت سے ڈر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اضافہ کر سکوں۔ ملک الموت نے خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس کی روح کو قبض فرمایا۔ جب روح کو پھر جسم میں واپس کیا تو حضرت ادریس نے ملک الموت سے رشتہ برادری قائم کر لیا۔ ایک روز فرمایا کہ ملک الموت مجھے دوزخ اور جنت دکھلا تاکہ خوفِ خدا اور شوقِ بہشت سے عبادت میں اضافہ ہو۔ ملک الموت نے خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس کو دوزخ دکھلائی اس کے بعد آپ نے جنت کو دیکھا اور وہیں بیٹھ گئے اس پر ملک الموت نے عرض کی کہ آؤ چلیں۔ حضرت ادریس نے فرمایا ملک الموت تُو جا میں ہرگز نہیں آؤں گا۔ میں موت کا مزہ بھی چکھ چکا اور دوزخ بھی دیکھ چکا ہوں تو قدرت کی آواز آئی۔ ملک الموت میرے بندے ادریس کو چھوڑ دے ہم نے ایسا ہی مقدر کیا ہے۔

قصص الانبیاء ص۳۹ اور لوامع الاحزان جلد ۲ ص۱۳۱ پس جس طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریس آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اسی طرح خدا کا حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عرش پر تشریف لے گئے تھے۔ ایک اور اعتراض ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ پارہ ۲۶ رکوع ۱۶ ہم تمہاری شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے تو پھر عرش پر بلا کر ملاقات و معراج کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ محمدؐ مصطفےٰ خدا کو دیکھنے گیا تھا بالکل غلط ہے اور محض غلط۔ خدا وہ ہے جو ہرگز دیکھنے میں نہیں آتا۔ اسی آیت میں صاف اعلان ہے لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ہم تو اُسے اپنی نشانیاں دکھلانے کے لئے لے گئے ہیں تاکہ ہمارے کمالات دیکھ کر میرا محبوب خوش ہو جائے۔ خدا کو ملنے نہیں گیا تھا بلکہ اللہ کی آیتیں دیکھنے گئے تھے۔

اعتراض

اعتراض

دوسرا سوال ہے مسجدِ اقصیٰ کا۔ اقصیٰ کا ترجمہ ہے کنارا یعنی مسجد کنارے والی تک رسول خداؐ تشریف لے گئے تھے۔ اس کے اردگرد خدا کی آیتیں ہیں۔ مسلمانو اگر مسجدِ اقصیٰ بیت المقدس والی ہی ہے تو یہ تو کوئی فضیلت کا مقام نہیں کیوں کہ اس مسجد کو تو لاکھوں دنیا نے دیکھا اور

آیتیں کونسی ہیں جو اپنے حبیب کو دکھلانا چاہتا ہے ماننا پڑے گا کہ کنارے والی مسجد ہے بیت المعمور قابلِ غور بات ہے کہ مسجد اُسے کہتے ہیں جہاں سجدہ کیا جائے یعنی مسجد مقام ظرف ہے ساجد اسمِ فاعل اور مسجود جس کو سجدہ کیا جائے اور مسجد جہاں سجدہ کیا جائے اب بتاؤ کنارے والی مسجد میں کونسی مخلوق ہے جو خدا کو سجدہ کرتی تھی۔ وہاں تو فرشتے تک جا نہیں سکتے جبرئیلؑ عرض کر رہا ہے وَلَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَۃً لَاحْتَرَقْتُ اگر ذرہ برابر آگے بڑھوں تو جل کے راکھ ہو جاؤں۔ شعر

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

شعر

جہاں پر فرشتوں کے پر جل رہے تھے وہ نعلین پہنے وہاں چل رہے تھے

غور کرو کہ ملائکہ اور انبیاء تو وہاں جا نہیں سکتے اور خدا کی ذات سجدہ کرے تو کس کو کرے اور جسے کرے وہ خدا ہوگا۔ بس جو مخلوق وہاں موجود تھی نبی اسے ملنے گئے تھے اور یہی آیاتِ الٰہی تھیں اور انہیں کے سجدوں کی وجہ سے مسجد کنارے والی کہلائی گئی صلوات اللہ اکبر۔ ایک وجہ عرش پہ جانے کی علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ نے جلاء العیون جلد ا صفحہ ۱۸۴ پر یہ بھی تحریر کی ہے کہ چونکہ بیٹا خدا کے گھر پیدا ہوا تھا اور نبیؐ کے گھر کی بیٹی سے عقد کرنا مقصود تھا لہٰذا رسولؐ کو بلا کر بیٹے کی جائیداد دکھلائی گئی اور رسولِ خداؐ نے فخر سے فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ صواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۴ اور بچوں کی جائیداد کے متعلق فرمایا ہے اَلْحَسَنُؑ وَالْحُسَیْنُؑ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِّنْھُمَا ابن ماجہ صفحہ ۱۲۔ فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے یہ ہے ان کی جائیداد۔ صلوات

جنابِ رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ میں نے شبِ معراج زیرِ عرش ایک اونٹوں کی بڑی قطار دیکھی جس کی ابتداء اور انتہا کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ آپؐ نے جبرئیل سے اس کی حقیقت دریافت کی تو جبرئیلؑ نے عرض کی جنابِ بتولؑ عذرا کا جہیز اونٹوں پر بار ہے حضورؐ نے دریافت کیا کہ ان میں کیا چیز بند ہے تو جبرئیل نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پس حضورؐ

کے حکم سے ایک اونٹ کو بٹھایا گیا جب بھار کو کھولا تو اس میں ایک ہزار کتابیں تھیں اور ہر کتاب میں حضرت علیؑ کے ہزار فضائل لکھے ہوئے تھے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۳ صـ ۲۷۴

نظر

اس کے علاوہ یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اتنا طویل سفر ایک لمحہ میں کیوں کر ہو گیا۔ مسلمانو واقعی ایسا ہی ہوا ہے کہ دروازے کی کنڈی ہلتی رہی بستر حضورؐ کا گرم رہا اور ابھی پانی وضو کا بہہ ہی رہا تھا کر وہ ہو کے آبھی گیا۔ حضور محمد مصطفٰیؐ تو مرکزِ نور ہیں جن کے وسیلہ سے نوری پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی سنو۔ بتاؤ جبرئیل جو ان کے بچوں کا غلام ہے اس کی رفتار کتنی ہے۔ ملک الموت کس طرح ساری کائنات کا چکر کئی بار ایک لمحہ میں لگا لیتا ہے۔ جب غلام ایسے تو آقا کیسا ہوگا۔

رفتار اشیاء

اب میں مادی اشیاء کی رفتار عرض کر دیتا ہوں پھر نور کا خود اندازہ کر لینا سنو توپ کے گولے کی رفتار فی سیکنڈ دو ہزار فٹ ہے آواز کی رفتار فی سیکنڈ گیارہ سو بیالیس میل ہے۔ تیز رفتار ہوائی گھنٹہ ایک صد چھیاسی میل کرتی ہے۔ روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ایک لاکھ نوے ہزار میل ہے۔ کتاب لوائح الاحزان جلد ۲ صـ ۲۶ ۔ ہمارے نور کی کیفیت ذرا آنکھ اٹھا کر آسمان کو تو دیکھیں۔ دیکھو نظر آسمان تک پہنچ کر لوٹ بھی آئی ہے۔ یہ ہے ہمارے نور کی رفتار تو محمد مصطفٰیؐ جو کُلِ نور ہیں ان کی رفتار کتنی ہونی چاہیئے۔ میں کہتا ہوں اگر حضور ادھر اٹھارہ سال بھی گزار کر تشریف لاویں تو بھی بستر کی گرمی باقی رہے۔ دروازے کی کنڈی کو حرکت ہوتی رہے اور وضو کا پانی جاری رہ سکتا ہے۔

ہر شئے کی گردش رک گئی

کل کی بات ہے ساہیوال میں صدر پاکستان کی آمد تھی جب ان کے آنے کا وقت قریب ہوا تو ہر انسان تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تمام کاروبار ٹھہرائے گئے۔ حکم ہوا کہ رُک جاؤ صدر کی سواری آرہی ہے۔ جس جس چیز کو حکومت روک سکتی تھی وہ روک گئی۔ سواری گزر گئی تو چلنے کا حکم دیا گیا ادھر صدرِ مملکتِ کائنات کی سواری چلی ادھر قدرت نے کائنات کی ہر چیز کو تعظیم محمدیؐ کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دے دیا پس سورج کی چمک رکی۔ قمر کی دمک رکی۔ سبزے کی لہک رُکی۔ پھولوں کی مہک رُکی۔ بادل کا شور رکا ہوا کا زور رُکا۔ گھڑی گھڑیال رُکے دریا کی روانی رُکی سمندر کی وجدانی رُکی۔ رفتارِ آسمان رکی۔ جو چیز جہاں تھی وہاں رُکی۔ کنڈی کا ہلنا رُکا۔ وضو کے پانی کا چلنا رُکا۔ بستر کی گرمی رُکی۔ کائنات میں سناٹا تھا کہ صدرِ مملکتِ کائنات الٰہیہ تشریف لا رہے ہیں۔ بس وہ ہو کے آ گیا تو ہر چیز کو چلنے کا حکم ملا۔ صلوات

نکتہ

واقعۂ معراج

مسلمانو! سُبحٰن اللہ کلمہ تعجب ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں سبحان اللہ کیسی عمارت ہے۔ سبحان اللہ کیا اندازِ بیان ہے۔ سبحان اللہ کتنا پھل میٹھا ہے۔ متکلم سبحان اللہ وہاں کہتا ہے جہاں وہ حیرت میں آجاتے تو یہاں قدرت فرما رہی ہے سبحان اللہ اگر ہم خاکی انسان قدرت کے سبحان اللہ کو سمجھ گئے تو اُس خالق سبحان اللہ کا بھی سبحان اللہ۔ اب چند فقرے معراج سے سنو۔ ہجرت سے اڑھائی سال قبل رسولِ خدا مکہ معظمہ میں جناب اُمِ ہانی خواہر امیر المومنین کے گھر استراحت فرما تھے کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتے لے کر آیا اور باری تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ خدا کا حکم ہے۔ مسدس ؎

مسدس

یا نبیؐ عرش پہ آ عرشِ معلیٰ کر جا
پردے پردے میں مرے پردے کا تجلی کر جا
پردہ دری نہ رہے آج کی شب خلوت میں
میرے پردے کا بلند اور بھی پلّہ کر جا
میں تجھے دونوں سراؤں کا محمدؐ کر دوں
تُو مجھے میرے حبیب آج اللہ کر جا

براق

حضورؐ نے نظر کی تو جبرئیل نے براق پیش کیا جس کا چہرہ انسان جیسا۔ قد گائے جتنا پر فرشتوں جیسے دُم گھوڑے جیسا۔ جسم مخمل سے زیادہ نرم۔ مزین ایسا کہ نگاہِ مصطفیٰ خوش ہو گئی ایسا پیارا لگا کہ ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ پالنے والے اپنے فضل کرم سے قیامت کو بھی میری امت کی ہر قبر پر ایک ایک براق کھڑا کرنا۔ دُعا قبول ہوئی کہ حبیب تیری امت کو بھی سرفراز کروں گا۔ بس محمدؐ کی سواری چلی شعر ؎

محمدؐ جس طرف سے ہو کے گزرے تھے شبِ اسریٰ
وہ رستہ ضو دکھاتا ہے ابھی تک کہکشاں ہو کے

بس عرش کی قسمت جاگی۔ طوبیٰ مسرت سے جھومنے لگا۔ آسماں کے دریچے کھلے حورانِ جنت نے بڑھ بڑھ کے حضورؐ کا طواف کیا اور اس انداز سے قصیدہ پڑھا۔

قصیدہ

بہاریں چمن اپنی دکھلا رہے ہیں
ہواؤں کے دامن کو لہکا رہے ہیں
فرش سے عرش تک سبھی گا رہے ہیں
مرے شوق کو وجد میں لا رہے ہیں
نبیؐ آ رہے ہیں، نبیؐ آ رہے ہیں

زمینِ چمن گُل کھلانے لگی ہے   بہارِ طرب رنگ لانے لگی ہے
مسرت اثر یہ جمانے لگی ہے   کدورت کو دلِ سے مٹانے لگی ہے

نبیؐ آرہے ہیں، نبیؐ آرہے ہیں

لرز اُٹھے اصنام کعبہ کے اندر   ہے توحید کا بول بالا سراسر
اٹھا شور کعبہ میں اللہ اکبر   فلک پر سلامی کو ہیں سب پیمبر

نبیؐ آرہے ہیں نبیؐ آرہے ہیں

ملائکہ نے حضورؐ کے قدموں کے بوسے لیے. غلمانِ جنت نے نعرۂ صلوات بلند کیا تو جنت نے وجد میں آکر اپنی آغوش کو پھیلایا. دوزخ نے رحمتِ کل کو دیکھا تو چہرے پر نقاب ڈال لی. ساتویں آسمان سے سواری گزرنے لگی تو شاعرِ قدسی نے کہا. شعر

اللہ رے ایسے رُتبۂ عالی کو دیکھنا
جو سارے آسماں ہوئے زینہ رسولؐ کا

اس پر منادی نے ندا کی

بشر کیا کرے گا ثنائے محمدؐ   خدا جب ہو مدحت سرائے محمدؐ
بنے عرش کرسی برائے محمدؐ   مہہ و مہر ہیں نقشِ پائے محمدؐ

دو عالم میں پھیلی ضیائے محمد
وہ آئے محمدؐ وہ آئے محمد

جب انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تو وحی ہوئی کہ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا پارہ ۲۵ رکوع ۱۰. میرے رسولؐ ان سے سوال کرو جو تم سے پہلے رسولؑ ہم نے بھیجے ہیں. حضورؐ نے دریافت کیا یَا اَیُّهَا الْاَنْبِيُوْنَ لِمَا بُعِثْتُمْ اے انبیاء کس شرط پر تم نبی بنائے گئے. سب نے یک زبان ہو کر عرض کی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ. یا رسولؐ اللہ خدا تعالیٰ نے ہم سے اپنی توحید اور آپ کی نبوّت حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کا اقرار لے کر نبوّت عطا کی ہے. تفسیر عمدۃ البیان ج ۲ ص ۲۲۱.

قصیدہ
شعر
قصیدہ

کوکب دُرّی ص۱۷۔ مسلمانو حب علیؑ کی ولاء کے بغیر انبیاء کو نبوت نہ مِل سکی تو ولایت علیؑ کے بغیر تجھے جنت کس طرح مِل جائے گی صلوات۔ پس رسولؐ گئے بھی اور آ بھی گئے۔ شعر عرض ہے ؎

چشم زدن میں کیوں کر نہ جائے عرش پر
جن کی رضا بلائے ماہتاب فرش پر

نعلین جس کی زینتِ عرشِ عُلیٰ بنے — اس کی نگاہِ فیض ہر اک معجزہ بنے

قصص الانبیاء کے ص۴۹۶ پر تفصیل سے درج ہے کہ جب نبی اکرم صلعم معراج سے واپس تشریف لائے اور صحابہ کرام کو ذکرِ معراج فرمایا کہ میں آج رات کو معراج کے لئے عرش پر گیا تو ایک یہودی نے انکار کر دیا اور انکار ہی کی حالت میں بازار سے مچھلی خرید کر گھر لایا اور خود غسل کرنے کو ایک تالاب پر گیا غوطہ سے باہر نکلا تو عورت تھی اور ملک بھی غیر تھا وہاں سات سال عقد کر کے گزارے اور چار بچے بھی پیدا ہوئے اور پھر اُسی تالاب پر غسل کرنے کو آئی۔ غوطہ سے سر نکلا تو پہلی حالت اور لباس موجود تھا جب گھر آیا تو ابھی تک مچھلی تڑپ رہی تھی۔ عورت نے کہا اتنی جلدی کہا اٹھو اور رسولِ خداؐ سے معافی مانگ لیں میں تو چار بچوں کی ماں بھی بن گیا ہوں۔ اس کے بعد وہ خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔ صلوات۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّد۔

معجزہ نبیؐ

اس معجزہ نما رسولؐ کو بھی زہر دیا گیا المجالس المرضیہ ص۲۶۶۔ روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کو شدت کا بخار ہوا تو جناب سیدہ طاہرہ کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ سلمان روایت کرتے ہیں کہ مرض الموت میں حضورؐ مبتلا تھے کہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جانا چاہا اور فرمایا کہ آخری نماز تو مسجد میں ہو جائے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح خطبہ فرمایا یا اَیُّھَا النَّاس وہ وقت قریب ہے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کسی کا کوئی حق مجھ پر نہ رہے میں ہر ایک کا حق اپنی طرف سے ادا کر چکا اگر کسی کو کوئی یاد ہو تو آج اپنا حق مجھ سے وصول کر لے۔ کل قیامت کو شرمسار نہ کرنا یہ سن کر تمام صحابہ رونے لگے۔ اس کے بعد سوہدہ ابن قیس انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا ایک حق آپ کے سر پہ ہے۔ وہ ایک بار آپ اپنی ناقہ غضباء کو تازیانہ

مرض الموت

سویدہ انصاری اور تازیانہ

مارنا چاہتے تھے کہ وہ تازیانہ اچٹ کر مجھے آلگا تھا۔ اس کا قصاص بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے سلمان سے فرمایا کہ سیدہ سے جاکر میرا تازیانہ لے آؤ۔ جناب سلمان روتے ہوئے درِ بتولؑ پر گئے اور تازیانہ طلب کیا جنابِ سیدہ نے فرمایا سلمان میرے بابا تو سخت بیمار ہیں۔ اس وقت تازیانہ کی کیا ضرورت ہے۔ کیا میرے بابا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں سلمان نے روکر سویدہ ابنِ قیس انصاری کی کہانی سنائی۔ سیدہ نے روکر فرمایا میرے بابا میں تازیانہ کھانے کی طاقت نہیں ہے اس کے بعد حسنین علیہما السلام کو بلاکر تاکید کی تھی کہ تم دونوں بھائی جاؤ اور قصاص کے تازیانے تم اپنی پیٹھ پر لینا بیٹو تمہارے نانا سخت بیمار ہیں۔ الغرض حسنینؑ

حسنینؑ شریفین

نانے کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سلمان نے تازیانہ پیش کیا رسولِ خداؐ نے سویدہ سے فرمایا اب تو شوق سے اپنا بدلہ اتارلے۔ اب جو سویدہ تازیانہ لے کر اٹھا تو دونوں شہزادوں نے روکر کہا۔ سویدہ ہمارے نانا بیمار ہیں۔ ہم دونوں کی پشتیں حاضر ہیں جتنے جی چاہے ہمیں تازیانے مارلے۔ شہزادوں سے سویدہ نے کہا کہ میں تو قصاص رسولِ خدا ہی سے لوں گا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے فرزندو تم الگ ہوجاؤ میں چاہتا ہوں کہ قصاص خود ہی پورا کردوں اس کے بعد سویدہ

مہرِ نبوت پر بوسہ دیا

نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ اس روز میری پشت برہنہ تھی چاہتا یہی ہوں کہ حضورؐ بھی اپنی پشت کو برہنہ کردیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے اپنا لباس اتار دیا جونہی مہرِ نبوت نظر آئی سویدہ نے بڑھ کر اسے بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کی یارسولؐ اللہ میری کیا مجال ہے کہ ایسی گستاخی کروں۔ محض مہرِ نبوت کو بوسہ دینے کے شوق میں ایسا کیا گیا خداتعالیٰ ان ہونٹوں کو عذابِ جہنم نہیں چکھائے گا جنہوں نے مہرِ نبوت کے بوسے لئے ہیں۔ اس کے بعد حضورِ پُرنور بیت الشرف میں تشریف لائے۔

خانۂ جنابِ سیدہ

منقول ہے کہ حالتِ مرض میں حضورؐ نے سوائے خانۂ سیدہؑ کہیں جانا پسند نہیں کیا۔ جوں جوں حضورؐ کی حالت نازک ہوتی جاتی تھی جنابِ سیدہ کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی اور حضرتؐ کا بھی یہ عالم تھا کہ بار بار بیٹی کو گلے سے لگاتے اور تسلی دیتے تھے۔ جنابِ امیرالمومنینؑ ہر وقت حضورؐ کی خدمت میں رہتے اور آپ کا سرِ اقدس اکثر اوقات جنابِ امیرؑ کی گود میں رہتا۔ محافل و مجالس صہ۲۳ صاحب محرق القلوب لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ

کا وقتِ وفات قریب آیا تو جنابِ امیرؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھے خواب آیا ہے کہ میں زرہ پہنے ہوئے ہوں جو میرے جسم سے اُتر کر گر گئی فرمایا علیؑ وہ زرہ میں ہوں کہ عنقریب تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ جنابِ سیدہؑ نے عرض کی بابا مجھے خواب آیا ہے کہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید کا ورق ہے جیسے میں تلاوت کرتی ہوں۔ وہ ورق میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ فرمایا بیٹی فاطمہؑ وہ ورقِ قرآن میں ہوں جو تجھ سے غائب ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد حسنینؑ نے روتے ہوئے عرض کی کہ ہم دونوں بھائیوں کو خواب آیا ہے کہ ایک تخت ہوا پر چلا جاتا ہے اور ہم اس کے نیچے نیچے سر اور پاؤں سے ننگے جا رہے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے شہزادوں کو گلے لگا کر فرمایا کہ وہ تخت میں ہوں۔ جو تم سے جلدی جدا ہونے والا ہوں

عزادارو! وہ وقت آگیا کہ رسولخداؐ جدا ہونے لگے۔ بس دروازۂ سیدہؑ پہ ایک عرب نے آواز دی کہ گھر والو پردہ کرو میں رسولخداؐ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جنابِ سیدہؑ نے فرمایا اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ میرے بابا کو شدت کا بخار ہے تھوڑی دیر کے بعد اُس نے اجازت طلب کی۔ جنابِ سیدہؑ نے رو کر فرمایا کہ یہ وقت ملاقات کا نہیں پھر کبھی مل لینا۔ اس کے بعد اس نے ذرہ تیز آواز سے اجازت طلب کی۔ جنابِ سیدہؑ نے شدت سے رونا شروع کیا۔ رسولخداؐ کے چہرۂ انور پر آنسو گرے آپؐ نے آنکھ کھولی تو فرمایا بیٹی یہ وہ ہے جو عورتوں کو بیوہ کرتا ہے۔ اطفال کو یتیم بناتا ہے۔ بیٹی اگر یہ اندر آنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ تیرے ہی دروازے کی عظمت ہے کہ ملک الموت جیسا فرشتہ بھی کھڑا ہو کر اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یا رسولؐ اللہ جس دروازے پر ملک الموت اجازت کے لئے کھڑا تھا ہائے! اُسی دروازے پر چند روز کے بعد مسلمانوں نے لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانے کی دھمکی دی۔ لوائج الاحزان جلد ۱ ص ۲۱۔

عزادارو! سیدہؑ کبھی باپ کی میت پہ روتی ہے کبھی محسنؑ کی شہادت پر آہ و فغاں کرتی ہے۔ کبھی حسنؑ کے جنازے کے ساتھ روتی ہے۔ مسلمانوں نے بتولؑ کو قبر میں بھی چین نہ لینے دیا۔ منقول ہے کہ کربلا کے میدان میں جب اشقیاء اپنے نجس لاشے دفنا کر اور ... کی لاش پامال کر کے کربلا کی گرم ریت پر چھوڑ کر چلے گئے تو قبیلہ بنی اسد کی عورتیں مرد اور

نیچے پیچھے سے کر لاشوں کو دفن کرنے کے لئے آئے لاشوں میں پتہ نہ چلتا تھا کہ امام حسینؑ کی لاش کونسی ہے۔ کیوں کہ پامالی لاشوں سے کوئی پتہ نہ چلتا تھا کہ مظلومِ کربلا کی کونسی لاش ہے۔ ناگاہ ایک عورت کی نگاہ پڑی کہ ایک لاش بے سر کے سرہانے ایک بی بی سیاہ برقعہ پہنے رو رہی ہے، اُس عورت نے دریافت کیا کہ بی بی تو کون ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔

عزادارو! اس بی بی نے رو کر فرمایا میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ ہوں اور یہ میرے مظلوم فرزند حسینؑ کی لاش ہے۔ ہائے مسلمانوں نے مجھے قبر میں بھی چین نہ کرنے دیا بمصباح المجالس جلد ۳ صـ۱۹ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

چھٹی مجلس

حاکمِ روحانی کا تعارف اور شہادت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا قف وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. پارہ ۳ رکوع

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر بھول گئے ہم یا خطا کی ہم نے اے رب ہمارے نہ رکھ اوپر ہمارے بوجھ جیسا کہ رکھا تو نے اوپر ان لوگوں کے جو ہم سے پہلے تھے اے رب ہمارے نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت رکھتے ہم اُس کی اور معاف کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہے مولا ہمارا پس مدد کر ہماری، کافر لوگوں پر۔

دنیا میں حفاظتِ نسلِ انسانی کے لئے دو طرح کے حاکم ہوا کرتے ہیں۔ ایک حاکمِ مادی

اور دوسرا حاکمِ روحانی۔ یعنی ایک حاکم جس کی سر دل پر حکومت ہوتی ہے اور ایک وہ حاکم
جس کی دلوں پر حکومت ہوتی ہے۔ حاکمِ مادی کی بقاء اسی میں ہوا کرتی ہے کہ مخلوقِ خدا اپنے
حقوق حاصل کرنے میں مجبور و معذور رہے۔ حاکمِ مادی دنیا کو جاہل اور انہیں اپنے حقوق سے
تاریکی میں رکھنے کی ہمیشہ فکر میں رہتا ہے۔ حاکمِ مادی کی وفورِ خواہش ہوا کرتی ہے کہ لوگ
جاہل رہیں۔ ضمیریں مردہ رہیں۔ انسان مثل حیوانوں کے ہوں۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر دنیا کو علم
نصیب ہو گیا۔ لوگ اپنے حقوق سے واقف ہو گئے۔ ان میں انسانیت اور شعور پیدا ہو
گیا تو میری خیر نہیں۔ لہٰذا عوام کی جہالت و کمزوری مادی حاکم کے بقا کا سبب ہوا کرتی ہے۔
اس کے علاوہ مادی حاکم قانونِ ملک کو تجویز و ترتیب دیتے ہوئے اپنے اختیارات کو
وسیع پیمانہ پر محفوظ کرتا ہے۔ یہ سارے ہتھکنڈے اپنے آپ کو محفوظ و مامون رکھنے کے
لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ دوسری طرف حاکمِ روحانی اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ حاکمِ
روحانی کی انتہائی کوشش ہوا کرتی ہے کہ مخلوقِ خدا میں عقل و شعور پیدا ہو اچھے بُرے کا امتیاز
کرنے کی صلاحیت ان میں اجاگر ہو اپنے حقوق سے انہیں شناسائی ہو دوست دشمن کی
پہچان کرنے کا شعور انہیں نصیب ہو حق و باطل میں لوگ امتیاز کر سکیں۔ جھوٹ و کذب سے
انہیں نفرت پیدا ہو۔ مکر و دغا سے لوگ احتراز کریں غرضیکہ حاکمِ روحانی مخلوقِ خدا کو تاجِ علم سے
مزین کرنا چاہتا ہے تاکہ لوگ اسے اپنے علم و عقل سے اپنا رہنما تسلیم کریں۔ حاکمِ روحانی کے
قلب میں مخلوقِ خدا کی بھلائی ودیعت ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا
ہے اور مخلوقِ خدا کو راحت پہنچاتا ہے۔ حاکمِ روحانی خود فاقے کرتا ہے مگر لوگوں کو وافر
رزق مہیا کرنے کی فکر میں ہوتا ہے۔ حاکمِ مادی اور حاکمِ روحانی کی ایک اور صرف ایک
ہی پہچان یہ ہے کہ حاکمِ مادی اپنے کو مخلوقِ خدا سے بلند و برتر دیکھنا چاہتا ہے اور حاکمِ
روحانی اپنے آپ کو مخلوقِ خدا کی ایک ہی صف و قطار میں شمار کرتا ہے۔ بس حاکمِ روحانی
کی غرضِ خلقت یہ ہے کائنات میں امن اور حق قائم کرنا ہمارے مولا و آقا جنابِ ختمی مرتبت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جاہلوں میں نہیں بلکہ ابو جہلوں میں تشریف لائے اذہانِ نسلِ
انسانی کی تعمیر اس طرح فرماتے ہیں کہ لعنتُ اللہ علیہ رضی اللہ بن گئے قرآن پاک سے

ان لوگوں کی سابقہ روش اور طور طریقہ سنو۔ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ پارہ ۱۴ رکوع ۱۲ ترجمہ جب انہیں لڑکی پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو رنج کے مارے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور اُسے زندہ درگور کرنے کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ خبردار رہو کہ یہ کتنا بُرا فعل ہے۔ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ غور کرو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو درس انسانیت دے کر بامِ عروج تک پہنچا دیا۔ قبیلہ بنی تمیم کے رئیس قیس بن عاصم نے دس لڑکیاں زندہ درگور کی تھیں اور اس پر فخر کرتا تھا۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ پُرنور نے نمازِ عصر کے بعد صحابہ سے جہالت کے زمانہ کے واقعات سُنے جس میں ایک شخص نے فخر سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں لڑکی کو بہت بڑا عیب سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ میں بغرض تجارت سفر میں گیا اور کافی مدت کے بعد جب سفرِ تجارت سے فارغ ہو کر گھر آیا تو اپنے گھر میں ایک بھولی بھالی تین چار سال کی بچی کو دیکھا۔ میں نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ کس کی لڑکی ہے اس نے کہا کہ تیرے جانے کے بعد پیدا ہوئی ہے اور یہ تیری ہی نور لڑکی ہے۔ بس میں غیرت سے زمین میں گڑ گیا۔ اس کے بعد میں نے بچی کو ساتھ لیا اور ایک بیلچا بھی سنبھالا۔ جنگل میں جا کر میں نے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ میں جب تھک گیا تو میری لڑکی میری داڑھی سے کنکریاں نکالتی تھی۔ کافی دیر کے بعد جب میں گڑھا کھود چکا تو بچی کو اٹھا کر اُس میں پھینک دیا اور مٹی ڈالنا شروع کی۔ میری بچی نے ابا ابا کر کے رونا شروع کیا مگر میں نے اُسے زندہ درگور کر کے ہی دم لیا۔ اس واقعہ کو سُن کر حضورؐ پُرنور نے رونا شروع کیا۔ میں کہا کرتا ہوں یا رسول اللہ جن لوگوں نے اپنی بچیوں کو زندہ درگور کرنا فخر سمجھا وہ آپ کی بچیوں کی کیا قدر و احترام کریں گے۔ تاریخ اسلام جلد ا صـ۷۵ - اللہ اکبر

ان لوگوں کی نماز کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً پارہ ۹ رکوع ۱۸ تھی نماز ان کی کعبہ میں سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا۔ یہ لوگ برہنہ ہو کر تالیاں بجا بجا کر نماز ادا کرتے تھے۔ شاید اُسی زمانہ میں گھر ملے میں

لڑکی کو زندہ درگور کرنا

مشرکین کی نماز

منہ ڈال کر اذان پڑھا کرتے ہوں جو بعد میں مسلمانوں کی طرف منسوب کر دی گئی آج بھی اکثر ملاں اپنے وعظ میں فخر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے ایمان لانے سے پہلے گھڑے میں منہ ڈال کر اذان دی جاتی تھی اور حضرت عمر کے ایمان لانے کے بعد اذان باآواز بلند شروع کی گئی۔ جواب عرض ہے کہ حکم اذان مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ مکہ میں تو اذان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسرا اذان دینے کی غرض ہے نمازیوں کو نماز کے لئے جمع کرنا تو گھڑے میں منہ ڈال کر اذان دینے کے کیا معنی۔ اور تیسرا اذان دینا کوئی واجب و فرض نہیں ہے۔ کیا اذان کے بغیر نماز باطل ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے تو یہ گھڑے والی بات تو یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے کہ اپنے پیر و مرشد کے فضائل بیان کرنا مقصود تھے۔

اخلاقِ مصطفےٰ پر ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ جناب رسولخدا نے حاجب بیت اللہ عثمان بن طلحہ سے چابی طلب کی تو اُس نے ازراہِ تمسخر کہا کہ ابھی تو قریش کی حکومت ہے جب آپ بادشاہ بن جائیں گے تو آپ کو اختیار ہوگا کہ مجھ سے چابی لے کر جس کو جی چاہے دے دینا۔ حضورؐ نے فرمایا ہم اُس وقت تجھ سے چابی ضرور لیں گے۔ اس پر عثمان بن طلحہ نے آپ کا مذاق اڑایا کہ ایسا تو تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ قریش کا ایک فرد بھی دنیا میں باقی نہ رہے۔ آنحضورؐ خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ فتح مکہ کے روز اِس سے حضورؐ نے بیت اللہ کی چابی طلب فرمائی تو وہ ڈر کے مارے بھاگ گیا۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اس سے چابی چھین لو۔ جنابِ امیرؑ نے اسے پکڑ کر اُس سے چابی چھین لی۔ آنحضرتؐ نے بیت اللہ کا دروازہ کھولا اور بیت اللہ سے بُت نکال کر طواف کر کے اسے ہی چابی واپس کر دی اور فرمایا کہ قیامت تک چابی بیت اللہ کی تیری ہی نسل میں رہے گی۔ صلوات۔ اس مقام پر ایک مسدس عرض کرتا ہوں۔

ہو وصف جب بیاں نبیٔ جلیلؐ کا	آئے قلم کے واسطے پَر جبرئیلؑ کا
بحرِ دوات دل ہو جنابِ خلیلؑ کا	پانی بھی اس دوات میں ہو سلسبیل کا
دستِ خدا کا زور ہو کاتب کے ہاتھ میں	تب لطف آئے مدح مولا کی ذات میں

میں مانتا ہوں کہ ہر نبی نے اپنی امت کی بہتری اور بھلائی کی ازحد کوشش کی مگر ہمارے نبی محمدؐ مصطفیٰ ساری کائنات سے زیادہ کریم و خلیق شفیق ثابت ہوئے۔ اس دعوے کے لئے قرآن پاک کو بطور شاہد پیش کرتا ہوں۔ سنو۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی دعائیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ حضرت آدمؑ کی دعا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پارہ ۸ رکوع ۹ اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے جانوں اپنی پر اگر نہ بخشے گا تو ہم کو اور نہ رحم کرے گا ہم پر تو ہو جائیں گے ہم خسارہ پانے والوں سے حضرت آدمؑ نے اپنے ہی لئے دعا مانگی تھی اور حضرت نوحؑ نے یوں خدا سے دعا کی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا پارہ ۲۹ رکوع ۱۰۔ اے پروردگار میرے بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور اس شخص کو کہ داخل ہو گھر میرے میں ایمان لے کر اور مومنین اور مومنات کو اور نہ زیادہ کرے ظالموں کو مگر ہلاک کرنا۔ تو اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے بھی مخصوص لوگوں کے لئے خالق سے دعا کی تھی۔ اس کے بعد حضرت خلیلؑ کی دعا سنو۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ پارہ ۱۳ رکوع ۱۸۔ اے رب میرے کر مجھ کو قائم رکھنے والا نماز کا اور اولاد میری سے اے رب میرے قبول کر دعا میری اے رب ہمارے بخش مجھ کو اور ماں باپ میرے کو اور سب ایمان والوں کو کہ جس دن قائم ہووے حساب تو حضرت خلیلؑ نے بھی محدود سی دعا مانگی ہے اب حضرت موسیٰؑ کی دعا بھی سنو رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِيْ پارہ ۱۶ رکوع ۱۱ اے رب میرے کھول دے واسطے میرے سینہ میرا اور آسان کر دے واسطے میرے کام میرا اور کھول دے گرہ زبان میری کی کہ سمجھیں بات میری کو اور کر واسطے میرے وزیر میرا میرے اہل سے ہارون بھائی میرا۔ معلوم ہوا کہ حضرت کلیمؑ کی دعا بھی مخصوص ہی ہے۔ ایک اور نبیؑ کی دعا بھی سن لو۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

حضرت آدمؑ کی دعا

حضرت نوحؑ کی دعا

دعا خلیل اللہ

دعا کلیم اللہ

دعا ذوالنونؑ

نہیں ہے کوئی معبود مگر تیری ذات پاک ہے۔ تحقیق میں تھا ظالموں سے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا تو صرف اور صرف اپنے ہی لئے ہے۔ اب آمنہؓ کے لال کی دعا سنو کہ شبِ معراج عرض کرتے ہیں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ تمام مفسرین کا متفقہ بیان ہے کہ یہ دعا آنحضرتؐ نے شبِ معراج خدا تعالیٰ سے اپنی اُمت کے لئے مانگی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی دعا کو قبول فرمایا۔

میں اب اس دعا کے نتائج عرض کرتا ہوں کہ قدرت نے اپنے حبیب کو کیا انعام عطا فرمایا (۱) گذشتہ امتیں اگر یاد دلانے پر بھول جائیں تو ان پر عذاب کے دروازے کھل جاتے تھے یعنی بھول کر اگر وہ روزے میں کھا لیتے تو انہیں سزا ملا کرتی تھی مگر اس امت کو بطفیلِ محمد مصطفےٰ بھول چوک معاف کر دی گئی ہے اسی لئے تو روزے میں اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اسے سزا نہ ہوگی بلکہ روزہ بھی درست وصحیح مقصود ہوگا (۲) گذشتہ اُمتیں مخصوص مقامات پر نماز پڑھ سکتی تھیں یا پھر نمازی مسجدیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مگر اس اُمت کے لئے انعام واکرام ہے وَقَدْ جُعِلَتِ الْاَرْضُ كُلُّهَا لِاُمَّتِكَ مَسْجِدًا وَّ تُرَابُهَا طَهُوْرًا۔ میرے حبیب تمام زمین تیری اُمت کے لئے مسجد ہے اور تمام مٹی تیری اُمت کے لئے پاک ہے (۳) گذشتہ اُمتیں پچاس نمازیں پڑھا کرتی ہیں یعنی ان پر پانچ وقت میں پچاس نمازیں واجب تھیں مگر اس اُمت کو پینتالیس نمازیں معاف کر دی اور صرف پانچ نمازیں واجب کی گئی ہیں۔ ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہوا کرتا ہے (۴) گذشتہ امتوں کے اگر کپڑوں پر نجاست لگ جاتی تو دھونے سے پاک نہ ہوتے تھے۔ بلکہ لباس کو قطع کرنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ مذہب شیعہ پاک ہے۔ شیعہ تو کپڑے پر نجاست لگ جائے تو کپڑا کاٹ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مذہب تو پاک ہے مگر رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اس اُمت کو خدا نے حکم دیا کہ نجاست کو دھونے سے لباس کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (۵) گذشتہ امتیں اپنی قربانیاں کاندھے پر اٹھا کر گئے تو

سرورِ انبیاءؐ کی دعا

انعاماتِ الٰہی بطفیلِ مصطفےٰ

امتِ محمدیہ کے لئے خصوصیتیں

لے جاتے تھے اور قربانی کو اگر آگ نے آکر قبول کر لیا یعنی جلا گئی تو ٹھیک ورنہ قربانی دینے والا شرمسار ہوتا تھا۔ قدرت نے اس اُمت سے یہ ندامت و ذلت بھی اٹھالی اور حکم ہے جہاں جی چاہے دنبہ ذبح کرو اور فقراء مساکین کے پیٹ مقبولیت کا مرکز قرار دے دیئے گئے ہیں بس حقدار تک گوشت پہنچا دو قربانیاں قبول ہیں۔ اب ہم نے روش بنا رکھی ہے کہ فقیروں کو دھکے ملتے ہیں اور دوستوں کے گھر گوشت پہنچایا جاتا ہے (۶) گذشتہ امتیں اگر نیکی کا ارادہ کرتیں اور نیکی نہ کر سکتیں تو کچھ نہ ملتا تھا مگر اس اُمت کو حکم ہے کہ صرف ارادے پر ایک نیکی مل جاتی ہے یعنی ثواب ایک کا مل ہی جاتا ہے اگرچہ وہ نیکی نہ کر سکے اور اگر نیکی کر لی جائے تو ایک کا دس گنا ثواب ہوگا۔ قرآن مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا پارہ ۸ رکوع ۷۔ اگر ایک نیکی کرو تو اجر دس گنا پاؤ گے اور اگر ایک گناہ کرو تو ایک ہی گناہ شمار ہوگا (۷) گذشتہ اُمتیں اگر بدی کا ارادہ کرتیں اور نہ کر سکتیں تو کچھ نہ ملتا تھا اور یہ اُمت اگر بدی کا ارادہ کر کے اگر بدی نہ کرے تو پھر ان کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی درج کی جائے گی۔ اللہ اکبر۔ (۸) گذشتہ اُمتیں اگر کسی گناہ سے توبہ کرتیں تو چالیس چالیس پچاس پچاس سال بلکہ اسّی اسّی اور سو سو سال تک توبہ قبول نہ ہوتی اور اگر کبھی توبہ قبول ہو بھی جاتی تو ایک نعمتِ خدا ان پر حرام کی جاتی وہی رسم آج کے اکثر پیر ادا کرتے ہیں آپ نے کئی بار سُنا ہوگا کہ تعویذ دیتے ہوئے پیر مرید سے کہا کرتے ہیں کہ ایک نعمتِ خدا جو تجھے پیاری ہے اُسے چھوڑ دے یہ سابقہ اُمتوں کا طریقہ ہے۔

مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا کہ ایک پیر سے مرید نے تعویذ لیا پیر نے ایک نعمت کے چھوڑنے کا حکم کیا مرید نے عرض کی کہ میں نے ایک نعمتِ خدا چھوڑ دی ہے چند روز کے بعد مرید نے پیر سے عرض کی کہ حضور تعویذ سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پیر صاحب نے دریافت کیا کہ میں نے کہا تھا کہ ایک نعمت چھوڑ دے کہا تو نے کونسی نعمت چھوڑی ہے۔ مرید نے عرض کی کہ میں نے جناب نماز چھوڑ دی ہے مگر تعویذ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا یہ ہے آج کا پیر اور اس اُمت کے گناہگاروں کی توبہ طرفۃ العین میں قبول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے کی توفیق عطا کرے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ صلوات۔

مروجہ قربانی

موجودہ پیر

لطیفہ

(۹) گذشتہ لوگ جو رات کو گناہ کرتے تھے صبح کو ان کے دروازے پر لکھا ہوا ہوتا تھا اور آسانی سے چور پکڑا جاتا تھا۔ وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار کر دیئے جاتے تھے مگر اس اُمت کو شرمسار نہیں کیا جائے گا (۱۰) گذشتہ اُمتیں اگر حد سے تجاوز کر جاتیں تو ان پر عذاب کے دروازے کھل جاتے تھے اور مسخ کردی جاتی تھیں۔ بندر۔ چوہے۔ سور۔ ریچھ۔ مَلی مچھلیاں۔ خرگوش وغیرھم۔ یہ مسخ شدہ جانوروں کے نمونے ہیں۔ خرگوش ایک ڈاکو تھا جو لوگوں کو لوٹتا تھا۔ خالق نے اسے مسخ کر کے بھگوڑا بنا دیا۔ تحفہ نصائح۔ اسی طرح مَلی مچھلی ایک متکبّر انسان تھا جو مونچھوں کو تاؤ دیا کرتا تھا۔ قدرت کو جلال آگیا اور اس کو مَلی مچھلی کی صورت میں مسخ کر دیا۔ تحفہ نصائح۔ یہ یاد رہے کہ قدرت نے جس کو بھی مسخ کیا وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا یعنی تین دن کے اندر اندر ٹھکانے لگا دیا گیا۔ مگر اس اُمت کو قدرت نے مہلت دے دی ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْ هِمْ۔ پارہ ۹ رکوع ۱۸۔ میرے حبیب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرتا کیوں کہ تُو ان میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر اس اُمت پر عذاب نہ ہو تو سمجھو کہ محمد ان میں موجود ہے۔ اگر محمدؐ نہ ہوتا تو عذاب ضرور ہو جاتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۱۴۰۔ تفسیر انوار النجف جلد ۳ صفحہ ۱۸۴۔ گذشتہ لوگوں پر قدرت کے جلال کا نمونہ ملاحظہ فرمادیں۔

جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حلیۃ المتقین میں حضرت رضا علیہ السلام سے روایت تحریر فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر بنی اسرائیل کے تین مومن بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ باہر سے ایک چوتھے مومن نے آکر آواز دی تو ملازم نے کہا کہ مالک گھر پر موجود نہیں ہے۔ اس پر وہ آنے والا واپس چلا گیا۔ دوسرے روز آکر ان تین مومنوں سے اُس نے ملاقات کی مگر ان میں سے کسی نے بھی کل اُس کے خالی واپس جانے پر معذرت نہ کی حالانکہ ان تینوں کو علم ہو چکا تھا کہ کل اسے ملازم نے جھوٹ بول کر واپس کر دیا تھا۔ اب یہ چاروں مل کر کھیت کو چلے۔ راستہ میں بجلی گری اور تینوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ یہ چوتھا آدمی حضرت یوشع علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تین آدمی مومن ہی تھے جو تیری وجہ سے ان پر عذاب ہوا کہ انہوں نے اپنے مومن برادر کی عزت نہیں کی۔ تہذیب الاسلام صفحہ ۳۶۷

مسخ شدہ جانور

مَلی مچھلی

مومن بھائی کی عزت نہ کرنے پر عذاب

اب اس اُمت کو بطفیلِ محمدؐ مصطفٰےؐ عذاب نہیں کیا جائے گا۔ (۱۱) گذشتہ امتوں کے اعمال لکھنے والے دو ہی فرشتے ہوتے تھے اور مرتے دم تک ان کو انہی کے ساتھ رہنے کا حکم تھا مگر اس امت کے دن کے فرشتے اور ہیں اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے اور ہوا کرتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ جو فرشتے ایک مرتبہ آتے ہیں انہیں قیامت تک پھر اس آدمی کے پاس آنے کا حکم نہیں ہوتا کیوں کہ قدرت نہیں چاہتی کہ میرے حبیب کے گنہگار امیتوں کے گناہ سے کوئی دوسرا بھی واقف ہو۔ کتاب احسن الفوائد ص ۲۹۲۔ یہ ہے محمدؐ مصطفٰےؐ حاکمِ روحانی کا فیضِ عام۔ صلوات۔

علی ابن صالح طالقانی

اب میں اپنے آقا و مولا جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فیضِ کرم عرض کرتا ہوں۔ کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن صالح طالقانی کو بلا بھیجا۔ جب علی آیا تو ہارون نے کہا کہ کیا تو کہتا ہے کہ ابر نے مجھے چین سے اٹھا کر طالقان پہنچا دیا تھا۔ علی نے کہا کہ واقعی مجھے ابر نے چین سے طالقان پہنچایا ہے۔ ہارون نے کہا کہ وہ واقعہ بیان کر۔ علی نے یوں واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ میری کشتی اتفاق سے تباہ ہو گئی اور میں ایک تختہ پر بچ گیا۔ میرا تختہ تین دن تک سمندر کی لہروں میں بہتا رہا یہاں تک کہ میں ایک جزیرہ میں پہنچا۔ وہاں کئی درخت لگے ہوئے تھے۔ میں نکل کر ایک درخت کے نیچے سو رہا۔ اتنے میں ایک خوفناک آواز آئی۔ میں جاگ اٹھا۔ کیا دیکھا کہ دو گھوڑے نہایت حسین آپس میں لڑ رہے ہیں جو مجھے دیکھ کر دریا میں کود گئے۔ اس کے بعد میں نے ایک بہت بڑے طائر کو دیکھا جو ایک غار پر اترا ہے۔ میں اُس کے قریب پہنچا تو وہ اُڑ گیا۔ اس کے بعد میں اس غار کے قریب گیا تو مجھے تسبیح و تہلیل تکبیر و تلاوت قرآن پاک کی آواز سنائی دی۔ اتنے میں اس غار میں سے آواز آئی اُدْخُلْ يَا عَلِيُّ بْنَ صَالِحِ الطَّالِقَانِيُّ رَحِمَكَ اللّٰهُ اے علی ابنِ صالح طالقانی چلے آؤ خدا تم پر رحم کرے۔ اس آواز پر میں اندر آگیا کہ ایک بزرگ کو دیکھا اور اس کو سلام عرض کیا اس نے جواب ارشاد فرمایا اور کہا اے علی تم مقامِ امتحان میں تھے جو حالتیں تم پہ گزری ہیں وہ ساری میں جانتا ہوں جیسا کہ تم کشتی پر سوار ہوئے اور تیری کشتی غرق ہوئی اور تم تختے پر بچ گئے اور اس جزیرے میں طائر اور گھوڑوں کے لڑنے کے

واقعات سے بھی واقف ہوں۔ میں نے قسم دے کر پوچھا کہ ان باتوں کی آپ کو کس نے خبر دی ہے۔ فرمایا خداوند تعالیٰ عالم الغیب نے مجھے تیرے حالات سے آگاہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد اس نے دعا کی فوراً ایک خوان جس پہ رومال پڑا ہوا تھا نازل ہوا اور مجھ سے فرمایا تو بھوکا ہے اسے کھالے۔ جب میں نے کھایا تو بہت ہی لذیذ تھا۔ اس کے بعد اس بزرگ نے مجھے پانی پلایا جو نہایت شیریں اور خوشگوار تھا۔ نہ میں نے ایسا کھانا کبھی کھایا اور نہ ایسا پانی کبھی پیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے شہر جانا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں مگر یہاں سے میرا ملک بہت دُور ہے کس طرح ممکن ہے کہ میں اپنے شہر میں پہنچ جاؤں۔ اس پر انہوں نے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی اَلسَّاعَۃُ اَلسَّاعَۃُ یعنی ابھی ابھی چلا آ اس پر ایک ابر کا ٹکڑا آ پہنچا اور آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ وَحُجَّتَہٗ۔ اے اللہ کے ولی، اے حُجّتِ خدا میرا سلام قبول ہو۔ جواب ارشاد فرمایا عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ تجھ پر بھی میرا سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ فرمایا اے ابر کہاں کا قصد ہے۔ عرض کی کہ مولا فلاں ملک کو جاتا ہوں۔ فرمایا تجھ سے میرا کام نہیں تُو چلا جا۔ اسی طرح ابر کے ٹکڑے آتے تھے اور آپ دریافت فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ایک ابر آیا۔ جب آپؑ نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا مولا میں طالقان کو جاتا ہوں۔ اُس بزرگ نے کہا کہ اس شخص کو طالقان اس کے گھر پہنچا دینا۔ آواز آئی سَمْعًا وَطَاعَۃً۔ پس اس بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ابر پر مجھے بٹھا دیا۔ اس پر میں نے اس کو قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تعارف تو کرائیں۔ فرمایا اے علی بن صالح طالقانی تو نہیں جانتا کہ حُجّتِ خدا سے زمین خالی نہیں ہوا کرتی۔ میں تیرا امام موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ ہوں۔ اس کے بعد ابر اُڑا اور مجھے میرے گھر پہنچا دیا۔ یہ سن کر ہارون ملعون نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو کہ اس حدیث کو کوئی دوسرا نہ سُننے پائے۔ لوائج الاحزان جلد ۱ صفحہ ۴۶۵

علی بن یقطین

محمد بن فضل کہتا ہے کہ ایک بار ہمیں وضو میں پاؤں کے مسئلہ پر اختلاف ہوا کہ انگلیوں سے کعبین تک کرنا چاہیئے یا کعبین سے انگلیوں تک اس بارے میں علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا۔ حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ آئندہ وضو اہلسنت کے طریقہ پر کرنا ہرگز ہرگز اس کے خلاف نہ کرنا ابھی حکم کو دیکھ کر علی بن یقطین نے فرمانِ معصوم پر عمل شروع کر دیا۔ چند دنوں کے بعد کسی نے ہارون رشید سے علی بن یقطین کی شکایت کی کہ وہ رافضی ہو گیا ہے۔ ہارون نے کہا میں خود اس کا امتحان کروں گا۔ اس کے بعد ہارون نے علی بن یقطین کو چھپ کر وضو کرتے دیکھا علی بن یقطین حکمِ امامؑ پر اہلسنت کے طریق پر وضو کر رہا تھا۔ ہارون یہ دیکھ کر سامنے آگیا اور کہا کہ لوگ بکواس کرتے ہیں کہ علی بن یقطین شیعہ ہو گیا ہے آج میں نے چھپ کر بھی تسلی کر لی ہے کہ تیرا وضو ہماری ہی طرح کا ہے۔ اس کے بعد معصوم کا فرمان پہنچا کہ جس چیز کا خطرہ تھا ٹل گیا ہے۔ آئندہ وضو طریقِ اہلِ بیتؑ پر کرنا اور حضورؑ نے اہلبیتؑ کے طریقۂ وضو کی تفصیل بھی لکھ بھیجی۔ صلوات۔ لوائج الاحزان جلد ۱ ص ۴۴۹۔

پیراہن کا واقعہ

ایک بار ہارون نے علی بن یقطین کو کسی خوشی میں خلعت ہائے فاخرہ عطا کیے جس میں ایک پیراہن بھی تھا جو بہت ہی قیمتی زرکار بادشاہوں کے لباس سے تھا۔ ابنِ یقطین نے اسے بہت سے سامان کے ساتھ امامِ عالیمقامؑ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ روانہ کر دیا۔ امام نے باقی سامان تو رکھ لیا اور قمیص کے بارے میں تحریر فرمایا کہ اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھو۔ کسی وقت بہت کام آئے گی۔ علی بن یقطین نے حکمِ امام کے مطابق قمیص سنبھال کر حفاظت سے رکھ چھوڑی۔ تھوڑے دنوں کے بعد علی بن یقطین اپنے کسی غلام پر کسی وجہ سے ناراض ہوئے اور اس کو گھر سے نکال دیا۔ اس غلام نے ہارون سے جا کر شکایت کی کہ علی بن یقطین موسیٰؑ ابن جعفرؑ کی امامت کا قائل ہے اور ہر سال ان کے پاس خمس کا مال بھیجتا ہے اور وہ پیراہن جو آپنے اسے عنایت کیا تھا وہ بھی اس نے موسیٰ کاظمؑ کے پاس بھیج دیا ہے اس واقعہ پر ہارون غضبناک ہوا اور کہا کہ اگر واقعی ابنِ یقطین نے وہ پیراہن موسیٰ ابن جعفر کے پاس بھیج دیا تو میں آج اُسے قتل کر دوں گا اس کے بعد علی بن یقطین کو بلوایا اور کہا کہ وہ پیراہن جو میں نے تجھے دیا تھا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ کہا کہ اسے فوراً منگواؤ علی بن یقطین نے اپنے ایک ملازم سے کہا کہ میرے گھر سے فلاں صندوق اٹھالا۔ جب صندوق آیا اور اس کو کھولا تو اس میں خوشبو کیا ہوا پیراہن حفاظت سے رکھا ہوا پایا

اس پر ہارون بہت خوش ہوا اور علی بن یقطین کو بہت سا انعام اکرام دیا اور غلام کو اس قدر پٹوایا کہ وہ مرگیا۔ صلوات محافل مجالس ص۲۱۵۔

جس زمانہ میں آپ قید خانہ میں تھے اس وقت ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ابویوسف اور محمد بن حسن ایک شب قید خانہ میں اس لئے گئے کہ آپ کے علم کی حد معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ کتنے علوم کے مالک ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان دونوں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔ ابھی کلام کی ابتدا نہ ہوئی تھی کہ ایک غلام جو ڈیوٹی ختم کرکے گھر جارہا تھا امامؑ کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو حکم کریں تاکہ میں صبح لیتا آؤں۔ حضور نے فرمایا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جب غلام چلا گیا تو آپ نے ان دونوں سے کہا کہ یہ بے چارہ رات کو مرجائے گا اور مجھے کہتا ہے کہ حکم کریں کہ کل حسب ضرورت اشیاء لیتا آؤں۔ یہ کلام سن کر دونوں حیران ہوگئے اور بغیر کسی کلام کئے واپس آگئے کہ کل دیکھیں کہ یہ غلام رات کو مرتا ہے یا کہ نہیں۔ مگر دوسرے روز معلوم ہوا کہ رات کو ہی وہ غلام فوت ہوگیا ہے۔ چودہ ستارے ص۲۱۵۔

اس پر دونوں نے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ کیا آپ غائب بھی جانتے ہیں۔ فرمایا یہ علم ہمارے لئے مخصوص ہے۔ اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفےٰ نے حضرت علیؑ کو دی اور انہوں نے اس علم کو ہم تک پہنچایا ہے۔ صلوات۔ مگر مسلمانوں نے میرے مولا کو چودہ سال تک قید رکھا۔ دبیر شاعر کا شعر عرض ہے ؎

شعر

مولا پہ انتہائے اسیری گزر گئی
زندان میں جوانی و پیری گزر گئی

زندان بان

امامؑ کی اکثر زندگی قید میں گزری۔ پہلے زندان بان عیسیٰ بن جعفر تھا جو مولا کی عبادت کا حال دیکھ کر حضور کا معتقد ہوگیا۔ جب ہارون کو پتہ چلا کہ عیسیٰ بن جعفر تو موسیٰ کاظمؑ پر تشدد ظلم نہیں کرتا تو اس نے آپ کو بصرہ سے بغداد بلوا لیا اور فضل بن ربیع کے سپرد کیا کہ انہیں قید میں رکھ کر کسی طرح قتل کردے مگر فضل بن ربیع نے آنحضور کو قتل کرنے سے انکار کیا تو ہارون نے امامؑ کو فضل بن یحییٰ کے حوالے کیا مگر اس سے بھی ہارون

کا کام نہ نکلا۔ آخر سندی بن شاہک کے حوالے کیا گیا۔ اس ملعون نے حضور کو طرح طرح سے اذیتیں دیں مگر امامؑ نے صبر و تحمل سے کام لیا اور کسی وقت بھی بددعا کے لئے ہاتھ بلند نہ کئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں فضل بن ربیع کے پاس گیا۔ فضل مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے بھی اپنے پاس بلا لیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھ سے کہا کہ جھک کر دیکھو اس گھر میں کیا چیز ہے۔ میں نے نظر کی تو کہا کہ کوئی سفید کپڑا معلوم ہوتا ہے۔ کہا غور سے دیکھو۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی انسان سجدے میں پڑا ہے۔ فضل نے کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔ تمام شب و روز اسی حالت میں انہیں پاتا ہوں یہ نمازِ فجر پڑھ کر وظیفہ میں مشغول ہوتے ہیں کہ آفتاب طلوع کرتا ہے۔ بعد اس کے سجدے میں جاتے ہیں۔ دوپہر تک سجدے میں رہتے ہیں اس کے بعد اٹھ کر بغیر تجدید وضو کے نماز پڑھتے ہیں اسی طرح عشاء کی نماز کے بعد افطار کرتے ہیں اور پھر تجدید وضو کرتے ہیں اور سجدے میں پڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ نمازِ شب میں مشغول ہوتے ہیں اور اسی طرح نمازِ فجر ادا کرتے ہیں۔

عزادارو! اس مظلوم و معصوم مقدس انسان کو ہارون نے کئی بار زہر دلوایا اور طرح طرح سے حضور کے قتل کرنے کے منصوبے بنائے۔

روایت میں ہے کہ اس ملعون نے حضرت کی تصویر لکڑی کی بنوائی اور دس ترکی غلاموں کو مقرر کیا کہ جب اشارہ کروں تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ اسی طرح اس نے غلاموں کو خوب مشق کرائی۔ ایک مرتبہ غلام نشہ میں تھے کہ ہارون نے امامؑ کو اس طرف سے نکالا اور اشارہ کیا کہ ان کو قتل کر دو۔ غلام تلواریں لے کر دوڑے۔ حضرت نے ان کی زبان میں ان سے گفتگو کی وہ تلواریں پھینک کر قدموں میں گر پڑے اور بوسے دینے لگے اور حضرت کے ساتھ ہو لئے۔ جب ہارون نے ان سے دریافت کیا تو کہا کہ یہ تو ہمارے مولا و آقا ہیں۔ ان کے وسیلہ سے تو ہم خالق سے بارش مانگتے ہیں۔ یہی بزرگ تو ہمارے مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو انہیں کے طفیل سے ہم نجات پاتے ہیں۔

غلام ترکی

منقول ہے کہ جب آپ کی شہادت کا زمانہ قریب آیا تو آپ نے اپنی وفات سے تین روز پہلے مُسیّب بن زہیر جو قید خانہ کا موکل تھا اس سے فرمایا کہ اے مسیّب میں آج کی شب مدینہ جاتا ہوں تاکہ اسرارِ امامت اپنے فرزند علیؑ رضا کے سپرد کر آؤں مُسیّب نے عرض کی کہ مولا زندان کے دروازے بند ہیں. قفل لگے ہوئے ہیں. نگاہبانوں کا پہرہ ہے آپ کس طرح مدینہ تشریف لے جا سکتے ہیں. فرمایا کیا تم ہمیں مجبور سمجھتے ہو. اس کے بعد امامؑ نے چند کلمات ارشاد فرمائے کہ زنجیر خود بخود پاؤں سے علیحدہ ہوگئے اور آپ نظروں سے غائب ہوگئے. تھوڑی دیر کے بعد تشریف لاکر پاؤں میں زنجیر پہن لی. اور کہا مسیّب تین دن کے بعد میں شہید ہو جاؤں گا. تم میرے بعد علیؑ رضا کو اپنا امام سمجھنا.

عزادارو! بس تین دن نہ گزرے تھے کہ ہارون ملعون نے سندی بن شاہک کے ذریعہ سے خرموں میں زہر ملاکر امام کو دے دی جس کی وجہ سے امامؑ نے انتقال فرمایا. سندی بن شاہک نے اسی طرح آپ کا جنازہ اٹھواکر پلِ بغداد پر رکھوا دیا اور پکارا کہ دیکھو یہ موسیٰ بن جعفرؑ رافضیوں کے امام ہیں. یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کا گھوڑا دبکا اور اُسے دریا میں غرق کر دیا اور وہ ملعون ڈوب کر واصلِ جہنم ہوگیا. لکھا ہے کہ ہارون کا چچازاد بھائی سلیمان بن جعفر وہاں سے گزرا تو اس کو معلوم ہوا کہ پل پر جنازہ موسیٰ ابنِ جعفرؑ کا پڑا ہے اور مسلمانوں نے اس کے دفن و کفن سے بھی احتراز کیا. سلیمان نے حضور کی لاشِ مقدس رکھوائی اور غسل و کفن کیا. یہ کفن دو ہزار پانچصد دینار کی قیمت کا تھا جو امام کو پہنایا گیا جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا اس کے بعد اپنا گریبان چاک کیا اور ننگے پاؤں حضورؑ کی میّت کو لے کر چلا اور مقابرِ قریش میں حضورؑ کو دفن کیا.

لوائج الاحزان صفحہ ۴۵۲.

عزادارو! میرے ساتویں امام کو غسل بھی دیا گیا اور قیمتی کفن بھی مِل گیا. مگر ہائے میرے مظلوم امام کربلا میں مسلمانوں نے تو آپ کی لاش بھی پامال کر دی. اشقیاء کے نجس لاشے دفن ہوئے اور زینبؑ کا بھائی جلتی ریتی پر پڑا رہا.

روایت میں ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت کا اکلوتا بیٹا تھا جو انتقال کر گیا اُس نے سرزمین کربلا میں کسی جگہ اس کو دفن کر دیا. اس عورت نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے کی قبر پختہ بنوائے

تاکہ مدت تک نشان باقی رہے اس عورت نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت اس کے گھر میں اُترا جس پر ایک مستورہ سیاہ برقعہ پہنے بیٹھی رو رہی ہے اس عورت نے پوچھا بی بی تو کون ہے فرمایا میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ ہوں تو نے اپنے لڑکے کی پختہ قبر بنوانے کا ارادہ کیا ہے مگر میرے بیٹے حسینؑ کی قبر کون بنائے گا۔ یہ عورت بیدار ہوئی اور خاوند کو کہا کیا سو رہا ہے۔ غضب ہے زہراؑ ہمارے گھر روتی ہوئی دکھائی دی ہے۔ مجھے مولا حسینؑ کی قبر پر پہنچا دے۔ میں مولا کی قبر پختہ بنواؤں گی۔ اس کے شوہر نے کہا صبح جائیں گے۔ اس مومنہ نے کہا وائے ہو تجھ پر زہراؑ جنگلوں میں روتی پھر رہی ہے اور تو صبح کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ مومنہ رات کو ہی مولا کی قبر پر آئی اور تربت سے لپٹ کر حضورؑ سے معافی مانگی اور امام مظلوم کی قبر پختہ بنوائی جو بعد میں مختار نے احاطہ بھی کرا دیا تھا۔ مصباح المجالس جلد ۳ ص۱۹ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

ساتویں مجلس

عیسائیت کی تردید اور ربطِ مصائب شہادت سفیرِ آلِ محمدؐ وکیلِ مظلومِ کربلا حضرت مسلم بن عقیل علیہ التحیۃ والثناء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ پارہ ۱ رکوع ۱۳۔ لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو تو دنیا میں ہر شے کی ضد موجود ہے۔ ہر اصل کے ساتھ نقل ضرور آئے گی اگر دن ہے تو اس کے ساتھ رات بھی ہے علم ہے تو اُس کے ساتھ جہالت بھی کارفرما ہے اگر دنیا میں

نور ہے تو اس کے ساتھ ظلمت بھی ہے۔ حق ہے تو ساتھ باطل بھی۔ صداقت ہے تو کذب بھی۔ پانی ہے تو مقابلہ کو آگ بھی۔ اسلام ہے تو ساتھ کفر بھی۔ غرضیکہ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں کہ جس کی مخالفت و مقابلہ کے لئے دوسری چیز موجود نہ ہو۔ میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے مقابلہ میں بھی خدا بن گئے۔ اِدھر اگر آمنہ کے لال نے فاران کی چوٹیوں سے حق کا آوازہ بلند کیا تو مسیلمہ کذاب بھی دعوئے نبوت کرنے کو اُٹھ کھڑا ہوا تو معلوم ہوا کہ اصل کے ساتھ نقل ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ پس اصل اور نقل کو امتیاز کرنے کے لئے انسان کے پاس میزانِ عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور عقل کا پہلا مطالبہ ہے کہ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔ مسلمانو ہر دعویٰ دلیل کا محتاج ہے اور ہر عقلمند ہمیشہ دلیل سے بات کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کہ یہ بات فلاں بزرگ نے فرمائی ہے لہٰذا درست ہے کہ یہ بات فلاں کتاب میں ہے۔ لہٰذا صحیح ہے بلکہ صحیح تب ہوگی جب ان کے ساتھ اپنے صحیح ہونے کی قوی دلیل ہوگی۔ یعنی کہ اس بات کے صحیح ہونے کی یہ دلیل موجود ہے میں نے عرض کیا ہے کہ ہر شئے کی ضد دنیا میں چلی آرہی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کتاب کسی کتاب حق کی ضد ہو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ بزرگ کسی بزرگِ حق کا مخالف ہو اس پر کلامِ پاک کا اعلان پیش کرتا ہوں وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ پارہ ۲۰ رکوع ۷ ہیں وہ ایسے پیشوا کہ بلاتے ہیں لوگوں کو طرف آگ کے پس دیانت و شرافت یہی ہے کہ اپنے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کیا جائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت ابوبکر کو سقیفہ بنی ساعدہ میں چند آدمیوں نے اپنا خلیفہ منتخب کر لیا تو کسی نے ابو قحافہ کو جا کر مبارک دی کہ مبارک ہو کہ آپ کا لڑکا ابوبکر خلیفہ بن گئے۔ اُس نے سُن کر دلیل طلب کی کہ کس دلیل سے وہ خلیفہ بن گئے کہا کہ وہ سب سے عمر میں بڑے تھے اس پر ابو قحافہ نے کہا کہ اگر یہ دلیل خلافت ہے تو میں اس کا باپ موجود ہوں مجھے خلیفہ ہونا چاہیئے یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا ہر دعوے کے ساتھ دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ صلوات۔

مجھے آج ایک پادری کے دلائل پیش کرنا ہے جو اس نے آیت هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کو تلاوت کرنے کے بعد مسلمانوں کے سامنے پیش کئے تھے اور اپنے دعوے کو مضبوط کرنے کے لئے قرآنِ پاک ہی سے اپنے مذہب عیسائیت کو مذہبِ اسلام سے افضل و اعلیٰ و برتر ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی اور مسلمانوں سے قرآنِ مجید ہی سے دلیل طلب کرتا تھا۔ سنو اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک پادری جو مذہبِ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہوگیا۔ اس کا سابقہ نام حافظ مولوی عبدالکریم تھا جو سیالکوٹ کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے جس کا اب نام عبدالمسیح ہے جو شہر عارف والا ضلع ساہیوال ۱۹۶۲ء دسمبر میں رات کو تقریر کرتے ہوئے ایک ہاتھ میں قرآنِ پاک اور دوسرے ہاتھ میں مسلمانوں کی کتابیں لے کر اہلِ اسلام سے دلیل یوں طلب کرنے لگا۔

(۱) پادری نے قرآنِ پاک سے آیت پیش کی يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ پارہ ۳ رکوع ۱۲ اے مریم تحقیق اللہ نے چن لیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور اصطفآ رکیا تیرا تمام عالمین کی عورتوں پر۔ پادری نے کہا مسلمانوں یہ حضرت عیسیٰؑ کی ماں کی فضیلت قرآن مجید میں موجود ہے جس سے انکار کرنا کفر ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ مسلمانوں میں تم سے انجیل سے دلیل طلب کر سکتا ہوں مگر حق ہر جگہ حق ہے۔ تم اپنے قرآن سے ہی اپنے نبیؐ کی ماں کی شان میں اس طرح کی کوئی آیت پیش کرو جس سے عیسیٰؑ کی ماں سے محمدؐ کی ماں افضل ثابت ہو جائے هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اس کے بعد قرآن کی دوسری آیت پیش کی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ پارہ ۳ رکوع ۱۲ وہ اللہ کی طرف سے ہے جس کو چاہے اللہ تعالیٰ رزق بے حساب عطا فرمائے۔ پادری نے کہا کیوں مسلمانوں حضرت مریمؑ کے لئے بغیر موسم کے پھل میوے جنت سے نہیں آیا کرتے تھے۔ کوئی مسلمان اس سے انکار تو کرے۔ انکار کرنے والا تو منکرِ قرآن ہو کر کفر کی موت مرے گا۔ اگر مریمؑ عیسیٰؑ کی ماں سے تم اپنے نبی محمد صلعم کی ماں کی اپنے قرآن سے شان زیادہ دکھلا دو تو میں آج مسلمان ہونے کو تیار ہوں پھر کہا کہ چلو زیادہ نہ سہی اتنی ہی شان دکھلا دو جتنی حضرت مریمؑ کی شان تمہارے قرآن نے بیان کی ہے۔ اس کے

بعد طنزاً کہا کہ قرآن مجید سے کیا مسلمان دکھلائیں گے۔ لومیں ان کی کتابوں سے پیش کرتا ہوں وَ وَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ شرح فقہ اکبر صہ۱۲۸ معارج النبوت رکن سوئم باب۴ صہ۱۷۹ معراج نامہ قادریار صہ۳ ارے تمہارا تو ایمان ہے کہ رسول اللہ کے ماں باپ کفر کی موت مرے تو فیصلہ دو کہ عیسیٰؑ افضل ہے یا محمدؐ افضل ہے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ لوگوں سے دلائل مانگنے والو دلیلیں تم بھی تو پیش کرو۔

(۲) پادری نے پھر قرآن پڑھا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵۔ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بھی بنایا ہے مسلمانوں ہمارے عیسیٰؑ نے تو پیدا ہوتے ہی اعلانِ نبوت کیا تھا اور کتابِ خدا کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ تم اپنے ہی گھر سے اپنے نبیؐ کی ایسی فضیلت دکھلاؤ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ دلیلیں مانگنے والو تم بھی دلائل سے بات کرو۔ صرف کفر کے فتوے کافی نہیں ہیں۔ پھر طنز کرتے ہوئے پادری نے بسم اللہ کر کے تفسیر ابنِ کثیر جلد ۶ پارہ ۳۰ صہ۷۹ سے پڑھا کہ رسول خداؐ کا تین چار بار سینہ چاک کیا گیا اور چالیس سال کے بعد نبوت ملی۔ جبرئیلؑ نے آکر پڑھانا چاہا تو ان پڑھ ہونے کا اقرار کرتے رہے۔ تین چار مرتبہ جبرئیل نے دبایا اور غائب ہو گیا۔ محمدؐ ڈر گئے۔ بخار ہو گیا اور گھر کانپتے ہوئے آئے تو خدیجۃ الکبریٰؓ سے ذکر کیا۔ اس پر خدیجہ نے کچھ تسلی دی اور پھر یہودی ورقہ بن نوفل کو بلایا اور اس نے واقعات سن کر اطمینان دلایا کہ گھبراؤ نہیں تم نبی ہونے والے ہو اور آنے والا جبرئیلؑ فرشتہ تھا۔ بخاری شریف جلد ۱ صہ۸۔ پادری نے زورِ بیان اونچا کر کے کہا کہ کیوں مسلمانوں چالیس سال کے بعد تو دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ اس عمر میں تو کوئی چوکیدار بھی نہیں رکھتا۔ تم محمد صلعم کو رحمۃ للعالمین بیان کرتے ہو۔ پھر کہا کہ جس بزرگ نے محمدؐ کو ہذیان کہا تھا وہ عیسائی تو نہیں۔ وہ تو مسلمانوں کے اسلام کے مہر و ماہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اگر اس بزرگ نے غلط کہا ہے تو اُسے سمجھاؤ اگر واقعی تمہارے رسولؐ کو ہذیان ہو گیا تھا تو پھر نہ کہا کرو کہ ساری کائنات سے افضل اکمل ہے هَاتُوا برهانکم ان کنتم صٰدِقین۔ مسلمانوں دلیل سے بات کرو جب پادری یہاں تک پہنچا تو علمائے کرام کو جلال آگیا اور سارے تڑپ

حضرت علیؑ یا عثمان

شرح صہ

تہمت ہذیان

گئے کہ کل ڈپٹی کمشنر سے ملیں اور اس کے منہ میں لگام ڈلوائیں۔ سپیکر کو بند کروانا چاہیئے۔ ہمارے ملک پاکستان میں ایسے دشمنِ رسولؐ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کل اس خبیث کی زبان بندی ہونی چاہیئے مگر پادری کہتا ہے کہ ھَاتُوا بُرْھَانکم ان کنتم صٰدِقین مسلمانوں دلیل سے فیصلہ صادر کرو۔

(۳) پھر پادری نے پھر قرآن مجید پڑھا وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْراً بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ پارہ ۷ رکوع ۵۔ اور جس وقت بناتا تھا تو مٹی سے صورت پرندے کی ساتھ حکم میرے کے پس پھونکتا تھا بیچ اُس کے۔ پس ہو جاتا تھا پرندہ ساتھ حکم میرے کے اور تندرست کرتا تھا مادرزاد اندھوں کو اور سفید داغ والوں کو ساتھ حکم میرے کے اور جس وقت نکالتا تھا تو مردوں کو ساتھ حکم میرے کے۔ پادری نے زوردار الفاظ میں کہا کہ مسلمانوں یہ ہے کمال ہمارے عیسیٰؑ کا تم قرآن مجید سے اپنے نبیؐ کا ایسا کمال پیش کرو اگر نہ کر سکو تو پھر مان جاؤ کہ عیسیٰؑ تمہارے رسولؐ سے افضل و اعلیٰ ہے ھَاتُوا بُرْھَانکم ان کنتم صٰدِقِیْنَ۔ اس کے ساتھ اس نے کہا کہ مہذب فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے دامنِ شرافت کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا ورنہ مجھے رنگیلا رسولؐ کی ساری عبارتیں یاد ہیں۔

تہذیب پر ایک مثال سنو کہ ایک بادشاہ کو خواب آیا کہ میرے سارے دانت گر گئے ہیں۔ بادشاہ نے ملاں سے تعبیر دریافت کی تو اُس نے کہا کہ تیرے سامنے تیرے تمام افراد مر جائیں گے اور تو سب کا جنازہ اٹھائے گا۔ اس پر بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد کسی عقلمند سے بادشاہ نے خواب کی تعبیر دریافت فرمائی تو اس نے عرض کی حضور خواب نہایت ہی مبارک ہے کہ قدرت نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو طویل عمر عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ سارے خاندان سے آپ کی عمر زیادہ ہوگی۔ پادری نے کہا کہ میں ملاں نہیں ورنہ میں بھی بہت کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ تمہارے رسولؐ نے ایک آدمی کے سر کو دم کیا مگر دم کرنے پر سر کا درد کم نہ ہوا جو سر کا درد نہ ہٹا سکے وہ عیسیٰؑ کا کیا مقابلہ کرے گا۔

اس کے بعد پھر قرآن اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔ (۴) وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

فضیلت حضرت عیسیٰ

اِلَیْہِ پارہ ۶ رکوع ۲۔ عیسیٰ یقیناً قتل نہیں ہوا بلکہ اس کو مقام رفعت پر اٹھا لیا گیا ہے۔ مسلمانوں بقول تمہارے حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر نوری محفلوں میں زندہ ہے اور تم ایمان رکھتے ہو کہ تمہارے نبی نے چودہ سو سال گزر گئے انتقال کیا بتاؤ زندہ کی نبوت یا مردہ کی نبوت جاری رہ سکتی ہے فرماؤ کسی کی روحانی حکومت تسلیم کرنی چاہیئے ھَاتُوا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

اُمّی

(۵) مسلمانوں تم فخر سے پڑھتے ہو کہ تمہارا نبی اَن پڑھ تھا۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا پارہ ۲۸ رکوع ۱۱۔ وہ ذات پاک ہے جس نے اُمّی رسول بھیجا۔ ثابت ہوا کہ محمدؐ بے علم اَن پڑھ ہے جیسا کہ خود محمدؐ نے جبرئیلؑ کے سامنے اقرار کیا کہ میں اَن پڑھ ہوں۔ دیکھو بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۸ اور ہمارے عیسیٰ کے بارے میں قرآن ہی سے سن لو وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ پارہ ۳ رکوع ۱۳۔ اور خبر دیتا ہوں میں تم کو جو کچھ تم نے کھایا ہے اور اپنے گھروں میں جو کچھ ذخیرہ کیا ہوا ہے۔ اے

عیسیٰ عالم الغیب

عیسیٰ عالم ہی نہیں تھا بلکہ عالم الغیب تمہارے قرآن سے ثابت ہو رہا ہے۔ فرماؤ دونوں میں سے کون بلند ہے۔

اس کے بعد اُس نے ایک واقعہ یوں بیان کیا کہ فتح خیبر کے بعد واپسی پر ایک مقام پر فوج کو ایسی نیند غالب ہوئی کہ کسی کی آنکھ نہ کھلی حتیٰ کہ حضرت محمد صلعم کی نماز بھی قضا ہو گئی اور سورج کی دھوپ نے آکر بیدار کیا۔ سب سے پہلے حضرت محمد صلعم ہی بیدار ہوئے اور آگے نکل کر کہیں نماز ادا کی۔ تاریخ اسلام جلد ۱ صفحہ ۲۰۵۔ صحابہ کی عرض پر فرمایا کہ شیطان

غلبۂ شیطان

ہم پر غالب ہو گیا۔ کیوں مسلمانوں آج جبرئیلؑ نے آکر کیوں نہ بیدار کیا۔ ارے جس کی اپنی نماز قضا ہو جائے وہ دوسروں کو کیا تبلیغ کرے گا۔ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ دلائل مانگنے والو خود بھی دلائل دیا کرو۔ اس کے بعد پادری نے کہا کہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ دنیا بے علم کو تو چوکیدار اور چپڑاسی بھی نہیں رکھتی مگر مسلمان بے علم اَن پڑھ انسان کو رحمۃ للعالمین بیان کرتے ہیں۔ کیوں مسلمانوں بے علم ہونا نقص نہیں ہے اور نقص خلاف عصمت نہیں ہے۔ محمدؐ کو معصوم ماننے والو بے علم انسان بھی معصوم ہو سکتا ہے۔ غور

کرکے فیصلہ کرنا

معراج عیسٰیؑ

(۶) پھر پادری نے کہا کہ تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر زندہ ہے جس کو دو ہزار سال گزر چکے ہیں مسلمانو تم سارے کے سارے مسلمان معراجِ عیسٰی کے قائل ہو۔ اب محمد مصطفٰے کا معراج ثابت کرو کہ اس نے بھی ہمارے عیسٰیؑ کی طرح یا اس سے بلند درجہ کا معراج کیا ہو۔ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکو گے۔ تمہارے مذہب کے تو تین بزرگ مع گھر والیؓ کے جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ اور تینوں کہتے ہیں کہ محمد صلعم کو معراج خواب میں ہوتی ہے۔

منکرین معراج

(۱) حضرت عائشہ اُم المومنین جو نصف دین کی راوی ہیں اور خطاب صدیقہ کی مالکہ ہیں اس کی بات کو ٹھکرانا گویا دین سے خارج ہونا ہے۔

(۲) خال المومنین حضرات معاویہ ابوسفیان کا لختِ جگر۔

(۳) حسن بصری جس کو رسولِ خدا نے لعابِ دہن چسایا تھا۔ یہ لعابِ رسولؐ کی برکت ہے کہ اس نے سچی بات کی ہے۔ ان تینوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ محمدؐ کو معراجِ جسمانی نہیں ہوئی بلکہ روحانی ہوئی ہے۔ کتاب رحمتہ للعالمین جلد ۱ صفحہ ۸۶۔ بس اتنا سننا تھا کہ علمائے کرام بھڑک گئے کہ خداوندا کوئی غازی علم الدین پیدا کر دے۔ یہ گستاخ کتنا زبان دراز ہے۔

غازی علم الدین

کوئی مومن ہوتا جو اس کی زبان گُدی سے کھینچ لیتا۔ اس پر میں نے عرض کی کہ مولانا یہ کیا انصاف ہے کہ وہ اپنے گھر سے دلائل پیش کر رہا ہے۔ قرآن پاک کی آیات ہیں۔ یہ تو ہماری کتاب وحی ہے اور کتابیں ہیں تو ہماری مستند۔ مخالف کہتا ہے ھَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اور تم اسے گالیاں دیتے ہو کیا ان کنتم صٰدقین کا ترجمہ گالیاں ہیں۔ اس کے بعد پادری نے طنزاً کہا کہ اگر خواب میں معراج کرنا کوئی فضیلت ہے تو میں سب کو معراج کرا سکتا ہوں۔ میری رائے پر عمل کرو اور جتنے جی چاہے معراج کر لو۔ سامعین سے

طریقۂ معراج

کسی نے کہا کہ پادری صاحب طریقۂ معراج ارشاد فرمائیں تاکہ ہم لوگ بھی معراج کر سکیں۔ پادری نے کہا کہ خواب میں معراج کرنے کا طریقہ بالکل آسان ہے۔ وہ یہ کہ چنے کی روٹیاں کھالو اوپر سے گھاٹی چھاچھ یعنی لسی کے دو گلاس پی کر کسی بیری کے درخت

کسے نیچے سوجاؤ معراج پہ معراج ہوگی۔ اسی طرح پادری ہر بار کہتا رہا کہ ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدِقین اور علمائے کرام ناک بھوں چڑھاتے رہے۔ بس ان چھ سوالوں پر اس نے اپنی تقریر کو ختم کردیا اس تقریر کو سننے کے بعد عام مسلمان حیران تھے کہ عیسائی مذہب میں کتنی صداقت ہے۔ ہمیں تو مولویوں نے دھوکا ہی میں رکھا ہے واقعی ان سوالوں کا جواب دنیا کا کوئی مسلمان نہیں دے سکتا۔

دوسرے روز میں نے مولوی محمد ابراہیم صاحب خطیب اہلِ سنت عارف والا کو ساتھ لیا اور پادری کے پاس جاکر ان چھ سوالوں کا جواب بالتفصیل یوں دیا۔

(۱) پادری صاحب! تیرا سوال واعتراض ہے حضرت مریمؑ کا اصطفاء ہوا ہے مسلمانو تم اپنے نبی کی ماں کا اسی طرح سے اصطفیٰ دکھلاؤ۔ سنو ہم صرف ایک ہی کا نہیں بلکہ پورے خاندان کا اصطفاء قرآن سے پیش کرتے ہیں۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ اے اہلِ بیتِ محمدؐ تم سے نجاست کو دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔ پادری صاحب۔ مریمؑ کے لئے طَھَّرَ صیغہ ماضی ہے اور اہلبیتؑ کے لئے تطہیر مصدر ہے مریمؑ کا صرف ایک مسیح ہے اور محمدؐ کے بارہ فخر مسیح ہیں۔ صلوات۔ مسدس۔

زہراؑ وہ طاہرہ ہے طہارت کو ناز ہے — زہراؑ وہ عابدہ ہے کہ عبادت کو ناز ہے
زہراؑ کے ہر قیام پہ قدرت کو ناز ہے — گو خود نہیں امام امامت کو ناز ہے

شوہر خلیلِ عصر تو بیٹے ذبیح ہیں
مریمؑ کا ایک آپ کے گیارہ مسیح ہیں

پادری صاحب حضرت آدمؑ سے لے کر جناب آمنہؑ تک قرآنِ پاک سے میں سارے مومن و موحد ثابت کرتا ہوں۔ قرآن سن جس سے آپ دلیل طلب کرتے ہیں۔ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۵ منتقل کرتا رہا تجھ کو سجدے والوں میں تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۹۶ پر امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک صلبوں اور طاہر رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت آمنہؑ تک پہنچا

ہے. پادری صاحب آپ نے کتاب شرح فقہ اکبر پیش کی تھی اب ہماری کتاب کی بھی سنو. حدیث عَنِ الصَّادِقِ قَالَ هَبِطَ جِبْرِئِيلُ عَلىٰ جَدِّي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ اللهَ يُقْرِءُكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ اِنِّي حَرَّمْتُ النَّارَ عَلىٰ صُلْبٍ اَنْزَلَكَ وَعَلىٰ بَطْنٍ حَمَلَكَ وَعَلىٰ حِجْرٍ كَفَلَكَ اصول کافی جلد ا صنہ سورۃ القربیٰ ۱۰۲. حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ میرے جد حضرت محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کو خدا تعالیٰ نے سلام فرمایا ہے اور کہا ہے کہ میں نے اس صلب اور رحم اور گود پر جہنم کی آگ کو حرام کیا ہے جن میں نور رہا ہے. ارے نبی کے ماں باپ تو کیا جس گود میں حضرت محمد مصطفیٰؐ پلے ہیں اُس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے. صلوات.

پادری صاحب آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ مریمؑ کے لئے جنت سے پھل آیا کرتے تھے تو اس سے کون مسلمان ایمان دار انکار کرتا ہے مگر ہمارے رسولؐ کے تو غلام بھی فرشتوں سے کام لیتے تھے. واقعہ سُن ایک عورت زائدہ نامی کا بیان ہے کہ میں نبی اکرمؐ کی کنیز تھی. آٹا گوندھ کر باہر لکڑیاں اُٹھانے کو گئی تو لکڑیوں کا بوجھ زیادہ محسوس ہوا. ایک فرشتہ آیا اور اس نے ایک پتھر کو کچھ کہا پھر لکڑیاں اٹھا کر اس پر رکھ دیں اور مجھے بھی کہا کہ تم بھی اس پر بیٹھ جاؤ. زائدہ کہتی ہے کہ اس کے بعد پتھر اُڑا اور مجھے میرے گھر میں لکڑیوں سمیت پہنچا گیا. بتاؤ غلام ایسے تو آقا کیسا ہوگا. صلوات. کنوز المعجزات صنہ. پادری صاحب آپ کو حضرت آمنہؑ کے عقد کا واقعہ یاد ہے کہ جس کے راوی خود ہمارے نبی کے نانا وہب ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک روز عبداللہ ابن عبد المطلب شکار کو تشریف لے گئے اور میں بھی جنگل میں شکار کرنے کو گیا ہوا تھا. میں نے کیا دیکھا کہ بطحا کے یہودی تلواریں لے کر حضرت عبداللہ کو قتل کرنے کے لئے بڑھے اور سارے یہودی حضرت عبداللہ پر ٹوٹ پڑے میں حیران تھا کہ شہزادہ قتل کر دیا گیا. اسی اثنا میں میں نے کیا دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت نازل ہوئی جس نے سارے یہودیوں کو قتل کر دیا. میں نے آگے بڑھ کر حضرت عبداللہ سے دریافت کیا کہ یہ نورانی شکلیں جو آپ کی مدد کو آئی تھیں وہ کون تھے. فرمایا یہ ملائکہ تھے جو قدرت

معجزہ

عقد جناب آمنہؑ

نے ہمارے غلام بنا دیئے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت وہب نے اپنی بیٹی آمنہ کا عقد حضرت عبداللہ سے کیا۔ صلوات۔ کنوز المعجزات صفحہ ۲۶

دوسرا جواب

پادری صاحب ۲ تیرا یہ دعوےٰ درست ہے واقعی حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی دعوئے نبوت کیا تھا۔ اس کو ہم تمام مسلمان فخر سے تسلیم کرتے ہیں مگر حضرت محمد مصطفٰے کے بارے میں بھی قرآن پاک سے اعلان سن لے۔ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ پارہ ۲۵ رکوع ۱۲ میرے حبیب ان عیسائیوں سے کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں نہ جانتا کہ میں تو سب سے پہلا عابد ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ سب عباد سے پہلا عبد حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ جو چالیس سال والی روایت آپ کو بخاری شریف میں نظر آئی ہے یہ کسی چالیس سالے کی حمایت میں ترتیب دی گئی ہے۔ بخاری شریف پیش کرنے والے نبی اکرمؐ کا فرمان سن كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ مودۃ القربیٰ صفحہ ۳۶ ینابیع المودۃ صفحہ ۱ فرمایا میں اس وقت بھی نبیؐ تھا جب کہ آدمؑ مٹی اور پانی میں تھے۔ پادری نے حیران ہو کر کہا کہ کیا تم بخاری شریف کو نہیں مانتے۔ میں نے عرض کی کہ ہم تو مسلم شریف کو بھی نہیں مانتے۔

تیسرا جواب

(۳) تیرا سوال ہے کہ مسلمانوں کا نبی محمد مصطفٰے اَن پڑھ تھا۔ کیوں حضور اُمّی کا ترجمہ اَن پڑھ ہی نہیں بلکہ جس قرآن سے آپ دلیل مانگتے ہیں اُسی سے مَیں پیش کرتا ہوں۔ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى پارہ ۷ رکوع ۱۷۔ اور تاکہ ڈرائے اور مکہ کے رہنے والوں کو پادری صاحب اُم کہتے ہیں ماں کو اور اُم القریٰ یعنی قریوں کی ماں اور یہ خطاب قدرت نے دیا ہے شہر مکہ کو یعنی مکہ کے رہنے والے سارے اُمّی کہلاتے تھے جیسا کہ آگے چل کر قرآن پاک نے ہی معاملہ صاف کر دیا ہے سنو۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا پارہ ۲۸ رکوع ۱۱ پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اُمیوں میں رسولؐ کو بھیجا۔ یعنی مکہ والوں میں رسولؐ کو بھیجا۔ یہ تو اسی طرح ہے جس طرح ملتان کے رہنے والے ملتانی اور لاہور کے رہنے والے لاہوری۔ ایران کے رہنے والے ایرانی۔ عرب کے رہنے والے عربی اور اُم القریٰ کے رہنے والے اُمی کہلاتے ہیں۔ پادری صاحب اگر ہمارا رسولؐ کسی مکتب میں دُنیا کے معلم سے تعلیم حا

کرتے تو تم ہی لوگ کہتے کہ معلّم نے یہ سب باتیں محمدؐ کو سمجھا دیں ہیں۔ اس لئے تو دنیا میں آپ نے کبھی تعلیم کسی سے حاصل نہیں کی بلکہ قرآنِ مجید کا ارشاد ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ہ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پارہ ۲۷ رکوع ۸۔ رحمٰن وہ ہے کہ جس نے علم دیا قرآن کا اور پیدا کیا انسان کو اور فنِ بیان سے آگاہ فرمایا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۳۴ پادری صاحب ہمارے رسولؐ اِدھر سے نہیں پڑھائے گئے بلکہ اُدھر سے پڑھ کر آئے ہیں۔ صلوات۔ رباعی عرض ہے۔

اللہ نے احمد کو جو شاہی دے دی مختار تھا جو شئے جسے چاہی دے دی
شک لائے جو اعجازِ نبیؐ میں کافر مہتاب نے دو ہو کے گواہی دے دی

صلوات۔ اور سنو۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ پارہ ۱۶، ۱۵۔ اور نہ جلدی کیا کرو قرآن کے سُنانے میں بلکہ وحی کو تو ختم ہو لینے دیا کرو۔ تفسیر حسینی قادری۔ جلد ۲ صفحہ ۴۵ پر درج ہے کہ رسولِ خدا بغیر وحی کے قرآن مجید سنا دیا کرتے تھے۔ پادری صاحب اِرشن کے بعد نبی بننے والے ہمارے رسولؐ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے وسیلہ سے تو ساری کائنات بنی ہے اور نہ وہ ہماری کتابیں ہیں جن کے حوالے آپ نے دکھلائے ہیں اس پر پادری نے کہا کہ مولانا آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میرا مذہب تو شیعہ خیر البریہ اثنا عشریہ ہے اس پر پادری نے مایوس ہو کر کہا کہ میں تو اہلسنت والجماعت سے علیحدہ ہوا ہوں۔ مجھے آپ کے مذہب سے واقفیت ہی نہیں ہے۔ میں تو صرف انہیں لوگوں سے خطاب کرتا ہوں جن کی طرف سے میں آیا ہوں میں نے کہا کہ رات کو تو آپ تمام اہلِ اسلام سے خطاب کر رہے تھے۔ کہا کہ یہ غلطی ہو گئی ہے۔ آج رات کو اعلان کر دوں گا کہ میرا بیان صرف اہلسنت کے لئے ہوتا ہے۔ شیعہ فرقے اپنے دامن میں دلائل رکھتا ہے۔

(۴) پادری صاحب حضرت عیسٰیؑ کے معجزات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ قرآن پاک نے حضرت مسیح کے معجزات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مگر کیا کوئی آج بھی حضرت عیسٰیؑ کا معجزہ دکھلا سکتے ہو۔ پادری نے کہا کہ اس وقت صاحبِ معجزہ ہی نہیں تو معجزہ

چوتھا جواب

کس طرح دکھلائیں میں نے عرض کی کہ ہمارے آقا و مولا کا ایک نہیں بلکہ کئی معجزے آج بھی دکھلائے جا سکتے ہیں۔ جن میں سے ایک قرآن مجید ہے جس کا چودہ سو سال سے اعلان ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ پارہ ۱۱ رکوع ۹۔ میرے حبیب ان سے کہہ دو جو کہتے ہیں کہ قرآن افترا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ایک سورہ ہی خدا کے سوا جس کو چاہو بلا کر بنا لاؤ۔ پادری صاحب آج تک قرآن میں یہ چیلنج موجود ہے۔ آپ ہی کوشش کر کے دیکھ لیں چلو ساری دنیا کے پادری اکٹھے ہو کر قرآن کے مقابلہ کی کوئی کتاب بنا لائیں۔ ہاں اگر آپ قرآن کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے تو ہم پھر عیسائی ہو جائیں گے۔ هَاتُوا برهانكم ان كنتم صٰدِقين۔

دوسرا معجزہ ہمارے نبیؐ کا مدینے جا کر دیکھ لیں کہ جناب جابر بن عبداللہ انصاری کا ایک کنواں تھا جس کا پانی سخت کڑوا تھا۔ اس نے حضور نبی اکرمؐ سے عرض کی آپ نے اپنے پائے اقدس دھو کر دھوون کنوئیں میں ڈال دیا۔ بس کنواں قیامت تک شیریں بن گیا۔ کنوز المعجزات ص ۱۹۶۔ شعر ؎

عیسٰیؑ کے معجزوں نے مُردے جلا دیئے
میرے مولا کے معجزوں نے کئی عیسٰی بنا دیئے

پادری صاحب ذکرِ حسینؑ بھی محمدؐ مصطفٰے کا زندہ معجزہ ہے۔ یہ سن کر مولوی محمد ابراہیم نے مہرِ سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا کہ بالکل غلط ہے۔ ذکرِ حسینؑ کس طرح معجزہ بن گیا۔ میں نے عرض کی مولانا آپ کی گھبراہٹ بتلا رہی ہے کہ ذکرِ حسینؑ معجزہ ہے۔ مولانا پہلے تو کسی بات پر بھی آپ نے نوکِ زبان کو جنبش نہیں دی۔ ؏

مائی کو کاں۔ مہتے اپنے تے دلیں لو کاں

سنو مولانا! مجلس ہم کرائیں۔ زنجیر ہم ماریں۔ روئیں ہم۔ سینہ ہمارا۔ خرچ ہمارا۔ خون ہمارا اور تکلیف آپ کو۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور میں نے پادری صاحب سے عرض کیا کہ پادری صاحب! کسی تحریک کو جب یہ تین طاقتیں مل کر مٹانا شروع کریں تو ہر تحریک ختم ہو جاتی ہے۔

شعر

عزاداری

(۱) پاور آف ویلتھ یعنی دولت کی طاقت۔

(۲) پاور آف سٹیٹ یعنی حکومت کی طاقت

(۳) پاور آف پریس۔ نشر و اشاعت یعنی پروپیگنڈہ کی طاقت۔ ان طاقتوں کے سامنے کوئی تحریک نہیں ٹھہر سکتی۔ جس تحریک کو ان تین طاقتوں نے سر جوڑ کر مٹانا چاہا وہ تحریک خاک میں مل گئی۔ مگر پادری صاحب چودہ سو سال سے ان تین طاقتوں نے بار بار اپنے کو آزمایا اور ہر بار ذکرِ حسینؑ ترقی کی راہ پر گامزن رواں دواں دنیا کو نظر آیا۔ صلوات۔ مسدس

مسدس

پھیلے نہ حق کی بات یہ مہمل سوال ہے — نکلے نہ آفتاب جنوں ہے خیال ہے
روکے سحر کے نور کو کس کی مجال ہے — تقدیسِ اہلبیتؑ کا چھپنا محال ہے
قدرت کی داستاں ہے کوئی کیا چھپائے گا
دنیا اگر چھپائے گی قرآں بتائے گا — صلوات

پانچواں جواب — امام مہدیؑ

(۵) پادری صاحب ہمیں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی سے کوئی انکار نہیں ہے مگر فرمائیے کہ محمدؐ کب مر چکا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی غائب ہے اور ہمارا بارھواں (م۔ح۔م د) بھی غائب ہے۔ جب عیسیٰؑ آئے گا تو مقتدی ہوگا اور ہمارا مولا امام ہوگا پادری صاحب ہمارے پہلے محمدؐ کا یہ فرمان موجود ہے۔ اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَّ اٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَّ كُلُّنَا مُحَمَّدٌ ارے بوقت ولادت عیسیٰؑ کی ماں کو بیت المقدس سے نکالا گیا اور محمدؐ کے وزیر کی ماں کو بوقت ولادت حیدرِ کرار دعوت دے کر بلایا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے تو خود ہمارے مولا کی آمد کی بشارت دی ہے۔ قرآن سن وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ پارہ ۲۸ رکوع ۹۔ اور خوشخبری دینے والا ساتھ اس پیغمبر کے آوے گا۔ پیچھے مجھ سے نام اس کا محمدؐ ہے۔

چھٹا جواب

(۶) معراج سے جن حضرات نے انکار کیا ہے۔ یہ بزرگ تو معراج کے زمانہ میں تختۃ الارض پر بھی موجود نہ تھے اور اگر کوئی دنیا میں ظہور فرما تھا تو ابوجہلؔ کے مشیروں کی فہرست میں اس کا نام سرِ فہرست تحریر تھا۔ پادری جی معراج پر تو قرآن گواہ ہے۔ سن فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ پس تھا قدر دو کمان کے یا زیادہ نزدیک میرے مولا کی یہ منزل

ہے۔ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے کیوں صاحب سدرۃ المنتہیٰ کہاں ہے اگر آسمانوں سے بھی بلند ہے تو مان جاؤ کہ معراج ہوئی ہے اور سُن مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی پارہ ۲۷ رکوع ۵۔ نہ کجی کی اس کی نظر نے اور نہ بڑھ گئی تھی۔ پادری صاحب لفظ بصر پہ غور فرماؤ بصر اور ہے۔ بصیرت اور ہے۔ لفظ بصر اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ نے معراج جسمانی کیا ہے نہ کہ روحانی۔ بس ان چھ سوالوں کا شیعہ مذہب کے اصول کے مطابق جواب پاکر پادری صاحب نے وعدہ کیا کہ میں آج رات کو اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ وہ یہ کہ شیعہ واعظ نے مجھے میرے سوالوں کا مکمل جواب پہنچا دیا ہے لہٰذا اہلسنّت والجماعت سے جواب کا طالب ہوں۔ بس اس وعدے کو پادری صاحب نے رات کو پورا کردیا جس پر چھ آدمیوں نے مجھ سے تفصیل سے جواب سن کر مذہبِ حقہ قبول فرمایا۔ صلوات۔ یہاں ایک رباعی ملاحظہ فرماویں۔

رباعی

وہ جلس کیا ہے جو کہ منور کبھی نہ ہو وہ ہیچ عاقبت ہے جو غم سے بری نہ ہو

ہے وقت ابھی کرلے ولائے علیؑ قبول شاید یہ تیری سانس کہیں آخری نہ ہو

لہوف صفحہ ۲۳

مگر جن لوگوں نے توحید و رسالتؐ کا تعارف کرایا مسلمانوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ لہوف کے صفحہ ۲۳ پر ابن طاؤس علیہ رحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ کے لوگوں کی طرف سے بارہ ہزار خط حضرت امام حسینؑ کے پاس آئے جن میں شدت سے مطالبہ تھا کہ ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ کوفہ تشریف لاکر ہماری راہنمائی فرمائیں۔ حضرت امام حسینؑ کوفہ کی حقیقت و کیفیت سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے امامؑ نے کوئی اقدام نہ فرمایا۔ آخر میں ایک خط جس کا مفہوم یہ تھا کہ اے ہمارے مولا اگر آپ تشریف لاکر ہماری دنیوی دینی رہنمائی نہیں کریں گے تو ہم قیامت کے دن آپ کے نانا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی شکایت کریں گے۔ اس خط کو پڑھ کر امامؑ نے فرمایا تم میری کیا شکایت کروگے۔ قیامت کو تو تم منہ دکھلانے کے قابل بھی نہ رہوگے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے چچا زاد بھائی جناب

ابن عقیل کو خط

مسلم بن عقیلؑ کو خط دے کر کوفہ روانہ فرمایا اور ساتھ تاکید کردی کہ کوفہ کے حالات سے مجھے آگاہ کرنا۔ اگر حالات سازگار ہوئے تو میں بھی کوفہ پہنچ جاؤں گا۔ جو خط امام نے اہلِ کوفہ کو تحریر فرمایا اس میں یہ رقم تھا کہ تمہارے بے شمار خطوط اور بے حد تقاضوں نے مجھ پر تمہاری

ہدایت کے لئے آنا ضروری کر دیا ہے۔ مگر میں پہلے اپنے بھائی مسلم بن عقیلؑ کو تمہاری طرف روانہ کرتا ہوں تاکہ وہ تمہاری حسن عقیدت ذاتی طور پر مجھ پر روشن کر دیں۔ اس فرمانِ امامؑ کو لے کر مسلم بن عقیل مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی رئیسِ کوفہ کے گھر قیام فرمایا۔ جب اہلِ کوفہ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے جناب مسلم بن عقیل سفیر ہو کر کوفہ تشریف لا چکے ہیں تو اہلِ کوفہ نے نہایت گرمجوشی سے جناب مسلم کا استقبال کیا اور چند روز میں اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جناب مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس سرگرمی اور وفورِ شوق کو دیکھ کر جناب مسلمؑ نے امام عالیمقامؑ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا کہ کوفہ کے اٹھارہ ہزار افراد نے آپ کی نصرت کی بیعت میرے ہاتھ پر کر لی ہے۔ میں اہلِ کوفہ کی طرف سے مطمئن ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر جلد کوفہ تشریف لے آئیں۔ دوسری طرف یزید کے ہواخواہوں میں سے عمر بن سعد، عمارہ بن ولید وغیرہم نے ایک خط یزید کو تحریر کیا کہ حاکمِ کوفہ نعمان بن بشیر نہایت ہی سست آدمی ہیں۔ اس کی موجودگی میں مسلم بن عقیلؑ کوفہ والوں سے امام حسین علیہ السلام کی بیعت لے رہے ہیں اگر نعمان بن بشیر کو معزول کر کے کسی سخت گیر حاکم کو کوفہ کی گورنری پر متعین نہ کیا گیا تو یقین رکھ کہ کوفہ تیری حکومت سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس خط کو پڑھ کر یزید عنید نے حاکمِ بصرہ ابنِ زیاد کو خط لکھا کہ تو فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم کو قتل کر دے۔ اگر امام حسینؑ اس طرف مراجعت فرما ہوں اور میری بیعت سے انکار کریں بھی تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ یہ حکم پا کر ابن زیاد ملعون بصرہ سے کوفہ پہنچا اور نعمان بن بشیر کو معزولی کا حکم دکھلا کر حاکمِ کوفہ بن گیا اور اس کے بعد منبر کوفہ پر جا کر اہلِ کوفہ کو یزیدؒ کا حکم سنایا۔ جس سے لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ جب اس بات کا علم مسلم کو ہوا تو وہ مختار کے گھر سے نکل کر ہانی بن عروہ کے ہاں پناہ گزیں ہوئے ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کو دربار میں بلا کر اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے۔ ہانی کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ اتنے خوف زدہ ہوئے کہ جنابِ مسلمؑ کا ساتھ چھوڑ دیا نماز مغرب کے لئے جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو کل دس آدمیوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی مگر نماز کے بعد وہ بھی غائب ہو گئے۔ اب مسلم بن عقیل اکیلے حیران و پریشان تھے کہ کیا

مسلم ابن عقیل

کروں کس کے پاس جاؤں ایک دروازے پر ایک عورت کو دیکھا اور اس سے پانی طلب
فرمایا اس ضعیفہ نے آپ کو پانی پلایا۔ آپ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ ضعیفہ نے کہا کہ
مردِ خدا زمانہ پُرآشوب ہے تو اپنے گھر چلا جا جناب مسلم خاموش رہے اس نے جب
تیسری مرتبہ کہا کہ میں تمہیں اپنے دروازے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتی تو جنابِ مسلم
اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا کہاں گھر ہے کہ چلا جاؤں۔ ضعیفہ نے پوچھا آپ کا نام
کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو تو فرمایا کہ مدینے کا مسافر ہوں۔ مسلم بن عقیلؑ میرا نام
ہے۔ یہ سُن کر طوعہ قدموں پہ گر پڑی اور آپ کو اپنے گھر لائی۔ رات کو طوعہ کا لڑکا بلیل نامی
گھر آیا اور اُسے مسلم بن عقیل کا علم ہو گیا اور اس ملعون نے ابنِ زیاد کو اطلاع کر دی۔ ابنِ زیاد
مسلم کی خبر پاتے ہی محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ ایک فوج کا دستہ لے جاؤ اور مسلم کو گرفتار کر کے
لے آؤ۔ ادھر جب مسلم بن عقیل کو معلوم ہوا کہ میری گرفتاری کو فوج آگئی ہے تو آپ نے مقابلہ
کی تیاری کی اور باہر آکر مقابلہ شروع کیا محمد بن اشعث نے ابنِ زیاد سے کمک طلب کی
ابنِ زیاد نے کہا کہ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کو ایک ہزار سوار اور پانچصد پیادے کافی نہ ہوئے
محمد بن اشعث نے کہلا بھیجا کہ کوفے کے کسی بقال سے تو لڑائی نہیں یہ ہاشمی جوان ہے آخر دھوکے
سے گرفتار کیا کہ ایک گڑھا کھود کر اس کے اوپر خس و خاشاک ڈال کر ادھر سے لڑائی کا رُخ
کیا اور جنابِ مسلمؑ اس گڑھے میں گر گئے۔ اوپر سے اشقیاء نے پتھر برسائے اور گرفتار
کر کے ابنِ زیاد کے پاس لائے۔ آپ نے ابنِ زیاد کو سلام نہ کیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا
کہ میرا امیر حسینؑ ابنِ علیؑ ہے یزید بھی ملعون ہے اور یزید کا مقرر کردہ حاکم بھی ملعون و مردود
ہے۔ عزادارو! جب ابنِ زیاد نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ نے کہا کہ مجھے کچھ
وصیتیں کرنی ہیں اور عمر بن سعد کو وصیت کرنا چاہی۔ مگر اس ملعون نے وصیت سننے سے
انکار کر دیا ابن زیاد نے کہا کہ وصیت سننے میں کیا حرج ہے۔ جنابِ مسلمؑ نے کہا ایک تو میری
وصیت یہ ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرضہ ادا کر دینا۔ دوسرا امام حسینؑ کو خط لکھ کر میری موت
کی خبر دینا کہ وہ ادھر تشریف نہ لائیں تیسرا میری لاش کو دفن کر دینا۔ مگر اس ملعون نے کوئی وصیت
پوری نہ کی۔ اس کے بعد آپ کو مکان کی چھت پر لے گئے۔ ادھر آپ کے سر پہ تلوار تھی کہ

سر قلم ہوا چاہتا ہے۔ اِدھر امام حسینؑ کی گود میں حضرت مسلمؑ کی بچی آئی امام نے اس طرح سے بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا کہ بچی گھبرا گئی اور ماں کے پاس جا کر عرض کی اماں میں یتیم ہوگئی جناب رقیہؑ حضرت زینبؑ کے پاس جا کر عرض کرنے لگی کہ بی بی کیا میں بیوہ ہوگئی۔ جناب زینبؑ نے مولا حسینؑ کے پاس آکر کہا کہ بھتیا مسلمؑ کی خبر تو منگا دو۔ مولا حسینؑ نے جناب عباسؑ کو فرمایا کہ میری دو انگلیوں سے دیکھو جب دیکھا تو تڑپ کر فرمایا۔ مولا مجھے کوفہ پہنچاؤ فرمایا عباسؑ صبر کرو عرض کی مولا لڑنے کو نہیں جاتا بلکہ بھائی مسلمؑ کا سر گود میں لوں گا فرمایا عباسؑ مکان کی چھت کے نیچے دیکھو۔ اب جو دیکھا تو عرض کی مولا میں نہیں جاتا۔ کہا عباسؑ کیا دیکھا۔ عرض کی کہ جناب زہراؑ دامن کو پھیلائے کھڑی ہے کہ مسلمؑ تیری لاش میں سنبھالنے آئی ہوں۔

عزادارو! جب یہی یتیم بچی قافلۂ آلِ محمدؐ کے ساتھ قید ہو کر کوفہ کے دروازے پر آئی تو عرض کی اماں بابے کی خوشبو آ رہی ہے۔ کیا دیکھا کہ حضرت مسلمؑ کا سر صدر دروازے پر لٹکا ہوا ہے۔ یونہی مسلمؑ کی نگاہ جناب زینبؑ پر پڑی آواز آئی۔ عباسؑ کو کیا ہوگیا۔ عباسؑ کے سر سے آواز آئی حسینؑ گلے دلوائے ہیں۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہ علی القوم الظالمین لہوف صـ۲۷ فاطمہ کالال صـ۱۲۳ اشرعتہ المصائب صـ۳۶ مصباح المجالس جلد ۴ صـ۲۵۱ اصحاب الیمین صـ۱۶۳

—(٥)—

آٹھویں مجلس

مرزائیت کی تردید اوصافِ نبوت ربطِ مصائب فرزندانِ امیر مسلمؑ کی شہادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔ پارہ ۲۲ رکوع ۵ اور ہرگز نہ پائے گا تو قاعدہ الٰہی میں تبدیلی۔ کمالاتِ انسانیہ دو طرح سے نصیب ہوتے ہیں۔ ایک طریقہ ہے کسب یعنی محنت کرکے انسان کمال حاصل کرتا ہے۔ جاہل سے عالم ہونا۔ عالم سے مفتی ہونا۔ گنوار سے منطقی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ جس شخص نے جو بھی محنت کی اُس نے اپنی مراد کو پالیا اور دوسرا طریقہ کمالِ انسانی کا ہے۔ وہبی یعنی قدرت کی طرف سے عطا کیا ہوا ملکہ کچھ لوگ درسِ الٰہی سے کمال ودلیعت کی صورت میں حاصل کرکے آتے ہیں۔ اس پر قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب اور نبوت عطا کی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ دو تین روز کے تھے کہ یہ اعلانِ نبوت فرمارہے ہیں کیوں کہ علمِ وہبی کے مالک ہیں۔ حضرت یحیٰؑ کے بارے میں خدا کا ارشاد سنو یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ پارہ ۱۶ رکوع ۴۔ اے یحییٰ پکڑ کتاب کو ساتھ قوت کے تو حضرت یحییٰ بچپنے میں ہی اعلانِ نبوت فرمارہے ہیں۔ جو لوگ درسِ الٰہی سے تعلیم حاصل کرکے آتے ہیں، انہیں معصوم منصوص من اللہ کہا جاتا ہے اور یہی لوگ نبی امام کے لقب سے دنیا میں پکارے جاتے ہیں، اور جو دنیا میں کسب سے کمال حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ غیر معصوم کہلاتے ہیں۔ ہمیشہ غیر معصوم ہدایت کے سلسلہ میں معصوم

کا محتاج رہا ہے اور ہمیشہ محتاج رہے گا۔ یہ طریقہ و روش، عادت و سنت، قدرت نے ابتدا سے جاری کی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جاری و ساری رہے گی۔ اسی لئے فرمایا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ تم اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو ہرگز بدلتا ہوا نہ دیکھو گے۔ کتنے افسوس و حیرت کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے انسان زیادہ بے باک، نڈر اور بے خوف نکلا کہ شوقِ ترقی میں اتنا پرواز کیا کہ انسان نے خدائی دعوے کر دیا۔ یہ حضرتِ انسان کی بے پروائی اور بے حیائی کی انتہا ہے کہ انسان سے رحمٰن بن بیٹھا۔ نمرودؔ۔ فرعونؔ۔ ہامانؔ۔ شدادؔ۔ قارونؔ۔ دقیانوسؔ۔ بخت نصرؔ وغیرہ صفِ اوّل میں نظر آتے ہیں۔ سینکڑوں برس تک یہ لوگ خدا بنے رہے اور اکثر نے یہ اعلان کیا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى پارہ ۳۰ رکوع ۲۔ میں سب سے بڑا رب ہوں۔ لاکھوں انسانوں نے ان ظالموں کو خدا مانا اور ان کے دعویٰ خدائی کی تصدیق بھی کی۔ زمانۂ جہالت میں ان جاہلوں کی خدائی خوب چلی، مگر جب زمانہ نے ذرہ قدم آگے بڑھایا تو ان لوگوں کی خدائی تو نہ چل سکی۔ یہ لوگ سمجھ گئے کہ اب اذہانِ انسانیہ کچھ بیدار ہو گئے ہیں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے نمرود کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا۔ اس کی رُوداد بھی دنیا کے سامنے تھی اس وجہ سے اب خدا بننے کی جراءت تو نہ کر سکے۔ لہٰذا اکثرت سے لوگوں نے نبوت کے دعوے شروع کر دیئے۔ نبیِ اکرم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلیمہ کذاب نے دعوئے نبوت کیا اور رسول خدا سے بھی ملاقات کی اور کہا کہ اگر آپ وعدہ کریں کہ میرے انتقال کے بعد مسلیمہ کذاب نبی ہوگا تو میں فی الحال دعویٰ نبوت واپس لے لیتا ہوں اور آپ پر ایمان لے آتا ہوں۔ حضور نبی کریمؐ کے دستِ حق پرست میں ایک چھڑی تھی آپ نے فرمایا کہ میں تو اس چھڑی کا بھی تجھ سے وعدہ نہیں کرتا چہ جائے کہ تیری نبوت کا اعلان کیا جائے۔ رسولِ مقبول ص۱۸۷ اس ملعون سے جب کہا گیا کہ نبی اکرمؐ کی حدیث ہے سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ترمذی شریف جلد ۲ ص۱۱۲ مناظرہ نصرت اسلام ص۱۲ فرمایا میری امت میں تیس کذاب و دجال ہوں گے جو دعوئے نبوت کریں گے اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو مسلیمہ کذاب نے کہا کہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ حکم ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ میں

تو محمدؐ کے زمانہ میں ہوا ہوں۔ میں تو بعد میں نہیں ہوا۔ حضورؐ کے زمانۂ حیات میں ہی یمن
سے اسود کذاب نے نبوّت کا دعوے کیا جس کو فروز نامی ایک انسان نے واصلِ جہنّم
کر دیا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ صہ ۲۴۳ طلحہ اسدی ایک مرد کاہن تھا پہلے اسلام میں داخل ہوا
بعد میں مرتد ہو گیا اور دعوے نبوّت کر دیا۔ ہزاروں انسانوں نے اسے بھی نبی تسلیم کیا مگر
یہ اسلام کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر آخیر زمانۂ زندگی میں پھر مسلمان ہو گیا تاریخ اسلام جلد ۱
صہ ۲۹۰۔ حد یہ ہے کہ عورتوں نے نبوّت کے دعوے کئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بنی تغلب
کی ایک عورت سجاح بنت الحارث بن سوید نے نبوّت کا دعوے کیا اور اپنے ماننے
والے ہزاروں پیدا کر لئے۔ تاریخ اسلام جلد ۱ صہ ۲۹۲ جب اس کو رسولِ خدا کی حدیث
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سنائی گئی تو اس نے کہا کہ حدیثِ مصطفےٰ بالکل صحیح و درست ہے محمد مصطفےٰ
کے بعد واقعی کوئی مرد نبی نہیں بن سکتا مگر نبیہ یعنی عورت تو ہو سکتی ہے۔ سجاح نے
اپنے اُمتیوں پر پانچ وقت کی نماز تو واجب کر رکھی تھی مگر شراب پینا سور کا گوشت کھانا
اور زنا کرنا جائز قرار دیا تھا۔ اس وجہ سے بہت سے عیسائیوں نے بھی اس مذہب کو
قبول کر لیا تھا تاریخ اسلام جلد ۱ صہ ۲۹۳ آخر نتیجہ یہ نکلا کہ سجاح نے مسیلمہ کذاب سے نکاح کر لیا
اور دو رکعت نماز عشاء اور فجر کی نماز حق مہر قرار پائی لہٰذا سجاح کی اُمت صرف دو رکعت
نماز پڑھا کرتی تھی۔ تاریخ اسلام جلد ۱ صہ ۲۹۴۔ دوسرے ممالک کو چھوڑیئے ملک پاکستان
میں کئی لوگوں نے نبوّت کی دکان کھولی مگر کسی کی چل نکلی اور کسی نے چار دن سودا نبوّت بیچ
کر گھاٹا کھا کر دکان بند کر دی۔ سنو۔ قادیان میں مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ولد عطا محمد
ولد گل محمد نے نبوت کا دعوے کیا اور ضلع گجرات موضع منگووال متصل کنجاہ میں بشیر احمد ولد
عبداللہ ایم۔ اے بی۔ ٹی نے نبوّت کی آڑھت رچائی۔ مگر کوئی خاص کامیابی نہ ہو سکی۔ سیالکوٹ
میں ماسٹر عبدالحمید صاحب نے ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد قسمت آزمائی کی مگر
بار آور نہ ہو سکا۔ موضع فقیر والی ضلع بہاول نگر میں مولوی نور محمد صاحب نے نبوّت کا دعویٰ
کیا اور دستور العمل بھی شائع فرمائے جو چند دنوں کے بعد سپردِ خاک کر دیئے گئے۔
۲؍ فروری ۱۹۶۹ء اخبار امروز میں شائع ہوا تھا کہ نواب شاہ سندھ میں مولوی محمد حسین

نامی نے اعلانِ نبوّت کیا مگر پولیس سے مقابلہ کرتا ہوا گرفتار ہو کر جیل میں سکونت پذیر ہو گیا۔ اس کے علاوہ خواجہ محمد اسماعیل صاحب جو جماعت احمدی کی طرف سے لندن میں مبلّغ کی حیثیت سے مقیم تھا اس نے وہاں اپنا نبوّت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کی نبوّت نے ابھی تک کتنی دولت جمع کی ہے۔ غرضیکہ آئے دن نبوّت کے دعوے ہوتے ہیں اور ہر مدّعی کچھ نہ کچھ حواری بھی پیدا کر لیتا ہے۔ میں آج میزانِ نبوّت قرآن کی رُو سے عرض کرتا ہوں۔ ہر مدّعی نبوّت کو اس پر جانچو اگر پورا اُترے تو غور کرو ورنہ یقیناً کذّاب ہوگا۔ مسلمانو جناب رسولِ خدا کا فرمان۔ واجب اِذعان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کی رُو سے تو صرف دعویٰ کرنا ہی کذّاب ہونے کی دلیل ہے مگر میں وہ اصول بیان کرتا ہوں جن پر سابقہ انبیاء علیہم السلام پورے اُترے اور یہ مدعی نبوّت کو اُنہی پر وزن کرکے دیکھ لو حقیقت کھل جائے گی۔

(۱) ہر آنے والا نبی وہ اصول درسِ الٰہیہ سے پڑھ کر آتا ہے جس پر کلام پاک کی آیات شاہد ہیں۔ سنو وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا پارہ ۱ رکوع ۴۔ اور آدم کو تمام اسماء کا علم عطا کیا حضرت آدمؑ نے آکر دنیا میں تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ قدرت نے حضرت کو یہ منصب ودلیعت فرمایا ہے اور سنو وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا ثابت ہوا کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا اور کسی ملّاں سے تعلیم حاصل نہیں کی اور سنو وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پارہ ۵ رکوع ۱۴ اور عطا کیا تجھ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے ہم نے آپ کو سکھا دیا اور سنیئے وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ پ ۱۳ رکوع ۱۲ اور وہ شخص کہ پاس اس کے ہے علم کتاب کا۔ ہے اگر کوئی انسان تو ہے کہ اس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ ابھی تک تو پوری کتاب نازل بھی نہیں ہوئی تو پوری کتاب کا عالم کیونکر ہو گیا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی انسان کائنات میں ہے کہ کتاب کے نازل ہونے سے پہلے عالمِ کتاب ہے اور عالمِ کتاب تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ علم وہبی اُسے عطا ہوا ہو۔ یہاں لوگ جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے خضر سے علم حاصل کیا تھا لہٰذا دنیا میں معصوم علم حاصل کرتا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ معصوم سے معصوم کا علم حاصل کرنا یہ تو ادائیگیٔ امانت ہے آپ کسی غیر معصوم کے سامنے کسی معصوم کو زانوے تہہ کرتے ہوئے دکھلائیں۔ دنیا میں کسی

معصوم نے غیر معصوم سے ہرگز ہرگز تعلیم حاصل نہیں کی۔ اگر کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے تو صرف بناوٹی نبیوں کی جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولوی فضل الٰہی، اس کے بعد فضل احمد اور آخر میں مولوی گل علی شاہ صاحب سے تعلیم حاصل کی قرآن کا حکم ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ فیصلہ کرو کہ یہ کس معیار کا نبی ہے اس کے بعد ۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ کچہری میں اہلمد متفرقات رہا۔ مجدد اعظم ص۴۲ سیالکوٹ کی ملازمت کے دوران مختاری کا امتحان بھی دیا جس میں مرزا صاحب فیل ہو گئے مجدد اعظم ص۴۹۔ مسلمانو! نبی وہ ہوتا ہے جس کی زبان کا فقرہ خدا کی تقدیر بنے۔ قرآن مجید وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ پارہ ۲۹۔ رکوع ۲۰۔ تم کچھ نہیں چاہتے۔ وہی چاہتے ہو جو اللہ چاہتا ہے۔ مگر یہاں مرزا صاحب کی چاہت پہ قدرت نے پانی پھیر دیا۔ شعر عرض ہے ؎

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

میں ان کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات اُن کی

مختاری کے امتحان سے فیل ہونے والے نبی کا اپنا دعویٰ تو سنو شعر ؎

زندہ شُد ہر نبی بآمدنم

ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

دُرِّ ثمین فارسی ص۱۴۵ قادیانیت ص۱۰۶ اخبار الفضل قادیاں جلد ۱۴ اور ۱۵ میں ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے سب سے بڑے ہوں مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء قادیانیت ص۱۰۹ مسلمان غور فرما دیں کہ جس بزرگ کو تمام اولوالعزم نبیوں سے بلند کہا جا رہا ہے۔ وہ بچارا امتحان مختاری سے ناکام ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ یہ بندوں کا پڑھایا ہوا ہے لہٰذا بندوں کا بنایا ہوا نبی ہے اور درسِ الٰہی سے پڑھ کر آنے والا خدا کا بھیجا ہوا نبی ہوتا ہے۔ اوّل حضرت آدمؑ سے لے کر جناب ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہر نبی نے نہ خود کفار و مشرکین سے دوستی قائم کی اور نہ ہی اپنی امت کو ایسا کرنے کا حکم دیا بلکہ

کافروں اور مشرکوں سے دوستی کرنے سے تو منع فرماتے رہے۔ قرآن مجید سنو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰیٓ اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ۔ پارہ ۶ رکوع ۱۲ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ مت پکڑو یہود اور نصاریٰ کو دوست بعض ان کے دوست ہیں بعض کے اور جو کوئی دوست پکڑے ان کو تم میں سے۔ پس تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اب اس آیت کریمہ کی رُو سے کسی مومن کو حق حاصل نہیں کہ یہود اور نصاریٰ سے دوستی قائم کرے اور اگر کسی نے دوستی قائم کر لی تو فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اب مرزا صاحب کی اپنی زبانی نصاریٰ کی مؤدّت والی محبت کی داستانیں سنو اور فیصلہ کرو کہ یہ کس فیکٹری کی نبوّت ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں میری عمر کا اکثر حصّہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ تریاق القلوب تحتی خورد۔ قادیانیت صہ ۱۳۱ دو خط صہ ۳۔ آگے فرماتے ہیں میں بیس برس تک یہی تعلیم اطاعت گورنمنٹ انگریزی کی دیتا رہا اور اپنے مریدوں میں یہی ہدایتیں جاری کرتا رہا۔ تریاق القلوب صہ ۲۶ اور انگریزی نبی صہ ۱۱ پر دیکھیں۔ اور فرمایا کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ قادیانیت صہ ۱۳۶ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو جو درخواست دی گئی تھی۔ اس میں خود کاشتہ پودے کا ذکر وا ذکار و اقرار ہے۔ مرزا صاحب کا شعر ؎

تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
ان کی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہ روزگار

دُرِ ثمین صہ ۱۳۹۔ مرزا صاحب انگریز کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا سو اگر ہم اس محسن گورنمنٹ (برطانیہ) کا شکر ادا نہ کریں۔ یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کیا کیوں کہ خدا تعالیٰ کا شکر اور کسی محسن گورنمنٹ کا شکر جس کو خدا تعالیٰ اپنے بندوں

نصاریٰ سے محبت

کو بطور نعمت کے عطا کردے۔ درحقیقت یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک کو چھوڑنے سے دوسری چیز پر چھوڑنا لازم آتا ہے۔ شہادت القرآن ص۸۶ اور ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔ ازالہ اوہام ص۵۸ انگریزی نبی ص۱۱ ۔ ان چند سطور سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی حقیقت نبوت کیا ہے۔

(۴) ہر آنے والے نبی نے سابقہ انبیاء کی تصدیق کی ہے اور ہر ممکن امت کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کا احترام سکھایا۔ ہمارے رسول صلعم کے بارے میں بھی نص موجود ہے۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ پارہ ۳ رکوع ۱۷۔ پھر ہمارا رسول تشریف لائے گا اور تمہاری تصدیق کرے گا۔ اور اسی طرح حضور پُرنور نے تشریف لاکر سابقہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرمائی۔ مرزا صاحب کی سنو فرمایا عیسیٰ کی تین دادیاں اور نانیاں زناکار تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کنجریوں سے عطر لگوایا کرتے تھے۔ ایک نوجوان آدمی کے لئے شرم کی بات ہے۔ وہ عطر زناکاری کا ہوتا تھا ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷ میرا باپ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔ حقیقت نبوت ص۲۵۷ قادیانیت ص۱۰۹۔ مرزا صاحب کا شعر ؎

ابن مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

دُرِ ثمین ص۱۵۔ مرزا صاحب کی شان میں ایک رُباعی ایک نوجوان کے ایک خاص مرید اکمل نامی نے ترتیب دے کر مرزا صاحب کے لڑکے مرزا البشیر الدین محمود کے پیش کی جس کو اخبار الفضل میں ۲۳ اگست ۱۹۲۲ء کو شائع کیا گیا اور چوکھٹوں میں اسے جڑا گیا۔

محمدؐ اُتر آئے پھر جہاں میں	پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمدؐ دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں،

اس بناء پر نبی نے اپنی دیدہ دلیری کی حد کر دی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کہتا ہے۔ شعر ؎

حکومت برطانیہ کا شکریہ

انبیاء

توہین حضرت عیسیٰ

انبیاء اعلیٰ ناموں

کربلا است سیر ہر آنم
صد حسینؓ ہست در گریبانم

نزول المسیح ص ۹۹ ۔ پس قارئین عظام اور ناظرین حضرات اسے ہی کافی سمجھیں ورنہ اس دشت میں تو انگریزی نبی کا رہوارِ قلم بے لگام چکر کاٹتا رہا ہے ۔ اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی۔

(۴) ہر آنے والا نبی یا خود صاحبِ شریعت ہوگا یا کسی نبی کی شریعت کو زندہ رکھنے والا ہوگا اگر اس کا دعویٰ صاحبِ شریعت ہونے کا بھی نہ ہو اور کسی پیغمبر کی شریعت پر اس کا اعتبار و یقین بھی نہ ہو تو اہلِ بصیرت اُسے کیا سمجھیں ۔ شعر ؏

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی بات زوق انکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

مرزا صاحب کوئی نئی کتاب و شریعت تو پیش کرتے نہیں اور نہ ہی انکار ایسا کہیں دعویٰ ہے ۔ رہا شریعتِ محمدیؐ پر اپنی جماعت کو چلانا تو یہ بھی بالکل خلافِ واقع ہے ۔ بطور دلائل کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں ۔ سنو قرآن مجید یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ پارہ ۲۸ رکوع ۲۰ ۔ اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور سختی کر اُوپر ان کے اور ان کے رہنے کا مقام دوزخ ہے اور جگہ ان کی بُری ہے ۔ تو اسلام میں جہاد کرنا فرض واجب ہے اور ہر مسلمان کا اعتقاد و ایمان ہمیشہ سے جہاد پر چلا آرہا ہے ۔ مگر مرزا صاحب کا اعلان و بیان قرآن کے صریحًا خلاف ہے سنو ۔ فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آگیا اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہوگیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لئے لڑنا حرام قرار دیا جائے گا ۔ سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا ۔ اب اس کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسولؐ کا نافرمان ہے ۔ اربعین ص ۱۲۴ ۔ اور فرماتے ہیں کہ بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں سو یاد رہے یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے کیوں کہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین

فرض ہے اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا۔ شہادت القرآن ص۸۹ انگریزی نبی ص۱۶ اور ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے ص۲۹ پر نظم تحریر کرتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد ۔ انگریزی نبی ص۱۶

نظم

مرزا بشیر الدین محمود ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء کو ایک بیان میں فرماتے ہیں ہمارا مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ مسلمانوں کا اسلام اور ہمارا اسلام اور ان کا خدا اور ہمارا خدا اور ہمارا حج اور ان کا اور غرض اسی طرح ہمارا اختلاف ہر بات میں ہے۔ پانچ سوال ص۲۷ اور اخبار الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ میں ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے فضل احمد صاحب مرحوم کا جنازہ اس لئے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھے۔ قادیانیت ص۱۰۱۔ اسی لئے بانیٔ پاکستان حضرت قائدِ اعظم جناب محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کے جنازہ میں موجود ہونے کے باوجود چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے شرکت نہیں کی اور بشیر الدین محمود صاحب نے فرمایا کہ غیر احمدی بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جا سکتا۔ قادیانیت ص۱۰۲۔ کمال یہ ہے کہ جو شریعت محمدی کو زندہ کرنے آئے تھے وہ خود بھی حجِ بیت اللہ نہ کر سکے۔ مسلمانو! ذرا غور تو کرو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر صاحبِ حیثیت حج نہ کرے تو اس کے اسلام میں اشکال ہے اور ایسا آدمی قیامت کو اندھا اور دینِ یہود و نصاریٰ پر محشور ہوگا۔ توضیح المسائل اردو ص۲۴۵۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ مرزا صاحب کس کے ساتھ محشور ہوں گے۔

بیٹے کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی

حج نہ کیا

روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے جناب حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے آکر عرض کی کہ یا حضرت میرا بھائی مر چکا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ ایک بار وہ زندہ ہو جائے میں اس سے ملنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضرت امیر علیہ السلام نے رسالتمآب کی چادر زیبِ دوش فرمائی اور اس کی قبر پر پہنچ کر چند کلمات پڑھ کر ٹھوکر ماری اور وہ مردہ زندہ

حیدر کرار کا مردوں کو زندہ کرنا

ہو گیا مگر اس کی زبان عربی سے بگڑ چکی تھی۔ جنابِ حیدرِ کرارؑ نے فرمایا کہ ان ہی کی محبت پر مرا ہے جن کی زبان میں گفتگو کر رہا ہے اور قرآنِ پاک بھی اعلان کر رہا ہے کہ جس کی محبت میں مر گئے اُسی کے ساتھ محشور ہو گئے۔ الجامع الرشیبہ ص۱۹ حقائق الوسائط ص۱۳۱ کافی فرماؤ۔ مرزا صاحب تو خود فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں۔ کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دُور کروں۔ جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ تبلیغِ رسالت جلد، ص۱ انگریزی نبی ص۱۱ اللہ ہر آدمی کا حشر اس کے محسن کے ساتھ کرے۔ آمین۔

معجزات انبیاء

(۵) ہر نبی معجزہ لے کر آیا۔ قرآن لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ پارہ ۲۷۔ خدا نے ہر نبی کو معجزے عطا کئے۔ خلیلؑ کلیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضور پر نور کے معجزات غرضیکہ انبیاء کے معجزات سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ رکوع ۱۹۔ یقیناً ہم نے رسولوں کو معجزات کے ساتھ بھیجا اور کتاب اور میزان عطا کی تو ضروری ہے کہ یہ نبی جو خود کہتے ہیں شعر ؎

میں کبھی آدمؑ کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیمؑ ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ان کے معجزات تو بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ میں ان کے دو معجزے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حقیقت کی تہ تک پہنچنے کے لئے کافی ہیں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مباہلہ

(۱) مرزا صاحب نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے نام شائع کیا۔ فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک سال کے اندر شدید بیماری میں مبتلا ہو کر مر جائے گا اور ساتھ ہی اپنی حقیقت و کیفیت کو اجاگر کرنے کے لئے شائع فرما دیا کہ اگر میں کاذب ہوں تو میں مر جاؤں گا۔ یہ ایک اٹل فیصلہ تھا جس کو خود مرزا صاحب نے تجویز فرمایا اور دنیا کے سامنے بذریعہ اشتہار پہنچا دیا مگر نتیجہ مرزا صاحب کے برخلاف نکلا کہ مولوی ثناء اللہ

امرتسری صاحب نے تو ۱۹۴۸ء ۱۵ مارچ کو انتقال کیا اور مرزا صاحب خود ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز سوموار لاہور میں کسی مشہور مخصوص مقام میں انتقال فرما گئے۔ قادیانیت ص۲۵۔ اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے سسر میر ناصر نواب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اُس رات کو میں اپنے مقام پر جاکر سو چکا تھا جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا جب میں حضرت صاحب کے پاس آیا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ حیات ناصر بہ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قادیانیت ص۲۶ اس مقام پر سوائے اس کے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ شعر

مرزا صاحب کی موت

چلو اچھا ہوا کام آ گئی دیوانگی اپنی

وگرنہ ہم زمانہ بھر کو سمجھانے کہاں جاتے

خود غور کرو۔ اور دوسرا معجزہ مرزا صاحب کا بھی سُن لو۔ وہ یہ کہ آپ کا عقد محمدی بیگم بنت احمد بیگ کے ساتھ خالقِ اکبر نے عرش پر بھی رچایا تھا۔ جس کا اعلان مرزا صاحب نے اخباروں میں اشتہاروں میں بازاروں میں بیانات دھواں دھار روں میں اپنے کذب و صداقت کے معیاروں میں اُسے قرار دیا تھا وہ پورا نہ ہو سکا اور ۸ اپریل ۱۸۹۲ء کو اس محمدی بیگم کا عقد مرزا سلطان محمد سے ہو گیا اور حق و باطل کا فیصلہ تمام ہندوؤں مسلمانوں نے سُن لیا۔ مگر مرزا صاحب نے ایک دھمکی اور ارشاد فرمائی کہ مرزا سلطان محمد جس نے محمدی بیگم سے عقد کیا ہے، اڑھائی سال کے اندر اندر مر جائے گا مگر اس سلسلہ میں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی، مجددِ اعظم ص۹۱ قادیانیت ص۱۵۱ و ۱۶۳۔ اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کرنا اس مقام پہ نہایت دشوار ہے کیوں کہ مرزا صاحب نے ہر طرح سے کوشش کی، خدا کا حکم سُنا کر، ڈرا کر۔ لالچ دیکر اور اپنے لڑکے فضل احمد سے اسکی بیوی کو طلاق دلوا کر غرضیکہ ہر طرح کی کوشش کی مگر بار آور نہ ہو سکی آپنے مرزا احمد بیگ کے نام خط میں یہ بھی لکھا کہ آپ کو شاید یہ معلوم ہوگا کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ قادیانیت ص۱۶۱ مرزا علی شیر بیگ کے

محمدی بیگم

نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو بھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی قادیانیت ص۱۶۰ مرزا احمد بیگ کے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اگر آپ نے میرا قول اور بیان مان لیا تو مجھ پر مہربانی اور احسان اور میرے ساتھ نیکی ہوگی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ کی درازئ عمر کے لئے ارحم الراحمین کے جناب میں دعا کروں گا اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی حصہ دوں گا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا۔ قادیانیت ص۱۵۹ اس طرح کے کافی خطوط وغیرہ میری نگاہ میں ہیں ؎

اگر در خانہ کس است   یک حرف بس است

(۶) ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں وحی بیان کرتا ہے جیسا کہ قرآن الحکیم کا فرمان ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲۔ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے تاکہ ان میں بیان کرے۔ معلوم ہوا کہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ہمارے نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کے لئے مبعوث ہوئے مگر گفتگو اور عبادت ان کی بھی زبان عربی میں ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عربی نہ جاننے والے بھی نماز۔ اذان۔ اقامت۔ کلمہ عربی میں ادا کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی وحی عربی فارسی سنسکرت۔ انگریزی وغیرہ میں ہوئی۔ باقی انبیاء کے پاس تو جبرئیلؑ آیا کرتے تھے مگر مرزا صاحب کے فرشتے ٹیچی ٹیچی خیراتی۔ مٹھن لال اور کاتب وحی سندر لال تھے۔ پانچ سوال ص۳۶ ایک وحی کا فقرہ سنو۔ مرزا غلام احمد کی جے تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا ص۴۲ اس کے علاوہ درشنی اور شیر علی بھی مرزا صاحب کے فرشتے تھے۔ بناسپتی نبی ص۷۔ میں احمدی حضرات سے عرض کروں گا کہ ٹیچی ٹیچی اور مٹھن لال درشنی اور خیراتی وغیرہ سے کس طرح کی وحی کی امید کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کو ان فرشتوں نے محمدی بیگم اور مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ ایسے معجزوں میں بدنام کرا دیا۔ ورنہ مرزا صاحب جھوٹ بولنے والے انسان نہ تھے۔ مرزا صاحب کی انکساری تو قابلِ داد ہے۔ شعر ؎

کرمِ خاکی ہوں پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انساں کی عار ہوں — دُرِّ ثمین اُردو

اس پر شعر عرض ہے ؎

فقیہہِ مصلحت بیں سے وہ رندِ بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

جناب مرزا صاحب نے یہ بالکل سچ فرمایا ہے۔

(۷) حضرت ابوبکر نے رسول زادی سے کہا کہ میں نے رسولِ خدا سے سُنا ہے کہ فرمایا آنجناب نے نَحْنُ مُعَاشِرُ الْاَنْبِیَآءُ لَا نَارِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃً" بخاری شریف جلد ا صفحہ ۱۲۱ ہم گروہِ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کا بخاری شریف اور ابوبکر پر ایمان ہے کہ وہ صدیق تھا۔ کیوں احمدیو! اگر مرزا صاحب نبی ہے تو فیصلہ تمہارے ہاتھ میں رہا۔ تمہاری بخاری کہتی ہے کہ نبی کسی کا وارث نہیں ہوا کرتا اور مرزا صاحب مرزا غلام مرتضیٰ کی جائداد کے وارث ہوئے۔ بخاری بیچاری کہتی ہے کہ نبی کے کوئی وارث نہیں ہوا کرتے۔

مگر مرزا صاحب کی جائداد کے وارث مرزا بشیر الدین محمود بن گئے۔ ان دونوں سے باطل پر کون ہے۔ مرزا صاحب کو جواب دو کہ مرزا جی آپ نبی نہیں ہیں۔ نبی کسی کے جائداد کے وارث نہیں ہوا کرتے۔ آپ تو مرزا غلام المرتضیٰ کی جائداد کے وارث بنے لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں۔ یا مانو کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ کی اکلوتی بیٹی سیدۃ النسآءِ العالمین کے سامنے اپنی غرض کے لئے جھوٹی حدیث بیان فرمائی تھی۔ ہر حال میں مرزا کی نبوت باطل ثابت ہوگی۔ صلوات۔ مرزا صاحب تو فرما چکے ہیں کہ میں نے تو موقع سے فائدہ اٹھایا ہے

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(۸) قرآن مجید کا اعلان و بیان ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" پارہ ۲۶ رکوع ۱۳۔ سوا

اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ خدا رسولؐ تو مومنین کو آپس میں میل جول اور بھائی بھائی بیان کر رہے ہیں مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا۔ مگر کنجریوں اور بدکار عورتوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۴۷۔ آگے فرماتے ہیں کہ جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی۔ یہودی۔ مشرک اور جہنمی ہے۔ نزول المسیح ص۴۔ تذکرہ ص۲۲۷۔ پھر فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ حرام زادے کی نشانی یہی ہے۔ انوار الاسلام ص۳۰۔ پھر فرماتے ہیں بلاشک ہمارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتوں سے بڑھ گئیں۔ نجم الہدیٰ ص۱۰۔ پانچ سوال کا جواب ص۳۹ و ص۴۰۔

اب مرزا بشیر الدین محمود کی بھی سنو کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ آئینہ صداقت ص۳۵ قادیانیت ص۹۹ مرزا سلطان احمد اور اس کی والدہ یعنی بیٹا اور بیوی نے مرزا صاحب کو نہیں مانا۔ مرزا صاحب نے بیٹے کو محروم الارث اور بیوی کو طلاق دے دی قادیانیت ص۱۶۲ تبلیغِ رسالت جلد ۲ ص۹۔ مجدد اعظم ص۱۹۴ یہ طلاق مئی ۱۸۹۱ء کو ہوئی تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا لڑکا اور اس کی بیوی حلال زادے ہیں۔ یا کہ بقول مرزا صاحب کچھ اور ہیں۔ بشیر الدین محمود اپنی جماعت اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ان کا بیان واضح اعلان اخبار الفضل ۱۵ جون ۱۹۲۶ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا محمد ابو سعید سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ایک سکھ نے قتل کر دیا تھا۔ اس پر گلفشانی یہ کی کہ قاتل نے اس تحریک کا اثر لیا جو سکھوں اور مسلمانوں کے خلاف پیدا کی جا رہی ہے اور سمجھا کہ جس پر حملہ کرنے لگا ہوں وہ ابو سعید ہے یہ نہ سمجھا کہ احمدی ہے۔ اس نے مسلمان سمجھ کر قتل کیا اگر سکھ کو یہ معلوم ہوتا کہ احمدی ہے مسلمان نہیں تو پھر قتل نہ کرتا۔ پانچ سوال کا جواب ص۳۶ اس سے بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مرزائی مسلمانوں کو کافر اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں بلکہ کافر کہلاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں اقلیتی فرقہ قرار نہ دیا جائے۔ حکومت پاکستان کے ایک جج کے فیصلہ کی رُو سے مرزائیوں

کو سمجھئے وہ یہ ہے کہ مسمّی کرم الٰہی مرزائی نے اپنی لڑکی امۃ الکریم کا عقد لیفٹیننٹ نذیر الدین سے بالعوض مبلغ دو ہزار مہر کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اختلافِ عقائد کی وجہ سے زوجین کے تعلقات خراب ہو گئے۔ نذیر الدین نے مرزائی لڑکی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ لڑکی والوں نے حق مہر کے لئے عدالت کی طرف رجوع کیا۔ یہ مقدمہ ایک مدت تک چلتا رہا۔ بالآخر جناب محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی نے فیصلہ دیا کہ مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا نذیر الدین حق مہر کی ادائیگی کا پابند نہیں رہا۔ پانچ سوال کا جواب صلا حکومت کے اس فیصلہ کو ہم تمام مسلمان صحیح اور واجب العمل تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت جناب علامہ اقبال نے بھی حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریقۂ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرلے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے۔ حرفِ اقبال صـ۱۲۹ مرزائیت صـ۱۳۔

آخر میں احمدیوں سے عرض ہے کہ تم خود کہتے ہو کہ ہمارے نبی کی نبوّت کے لئے قرآن شاہد ہے تو میں اپنے رسولؐ کی شان کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔ مرزائی اس طرح اپنے نبی کی شان میں آیات دکھلائیں۔ (۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پارہ ۲۶ رکوع ۱۲ محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے (۲) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ پارہ ۴ رکوع ۶ نہیں محمدؐ مگر رسول ہے (۳) مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پارہ ۲۲ رکوع ۲ نہیں ہے محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کا باپ ولیکن اللہ کا رسول ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا (۴) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ پارہ ۲۶ رکوع ۵۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کئے اچھے اور ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا اوپر محمدؐ کے اور وہ حق ہے رب کی طرف سے۔

مرزائیو! قرآن کی تو ایک سورہ کا نام بھی محمدؐ ہے۔ اب مرزائی ایسی آیتیں پیش کریں جس سے

فتویٰ

آیاتِ قرآن

مرزا صاحب نبی ثابت ہو جائے۔ میں کہتا ہوں محمدؐ کے بچوں کا مقابلہ کر کے دکھلا دے مرزا تو ڈر کے مارے حج کو بھی نہیں جا سکا۔ ادھر محمدؐ کے معصوم بچے تلواروں کے سایہ میں خدا کی نماز ادا کر رہے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت مسلمؑ کے شہزادے ایک سال قید رہے۔ قید کا داروغہ انہیں صرف دو روٹیاں جَو کی اور ایک کوزہ پانی کا آٹھ پہر کے بعد دیا کرتا تھا۔ سال کی طویل مدت کے بعد آپس میں دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یونہی قید میں مر جائیں گے۔ زندان بان کو اپنی حقیقت سے آگاہ تو کریں ممکن ہے کہ زندان بان ہم پر رحم کھائے۔ حسبِ دستور جب شام کو زندان بان آیا تو بچوں نے کہا یا شیخ ھَلْ تَعْرِفُ مُحَمَّدَ ن المصطفیٰ۔ داروغہ نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں۔ پھر کہا یا شیخ ھَلْ تَعْرِفُ جعفرؓ ابنِ ابی طالبؑ۔ زندان بان نے کہا بچو میں جانتا ہوں کہ قدرت نے انہیں جنت میں دو پر عطا کئے ہیں۔ اس پر بچوں کو کچھ تسلی ہوئی اور کہا اے شیخ کیا تو علی ابنِ ابی طالب کو بھی جانتا ہے۔ زندان بان نے کہا بچو علیؑ تو رسولؐ خدا کا بھائی ہے۔ تم آج ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو۔ کہا کہ اے مردِ خدا ایک سال ہو گیا ہے کہ ہم تیری قید میں ہیں۔ ہمارے اوپر رحم کر۔ ہم مسلم بن عقیلؑ کے بیٹے ہیں۔ اس پر زندان بان نے کہا شہزادو میں نے ایک سال تمہیں نہایت تکلیف میں رکھا ہے مجھے علم نہیں تھا کہ تم اولادِ رسولؐ ہو۔ اس کے بعد رات کو زندان کا دروازہ کھول دیا اور کہا کہ آپ مدینہ کو روانہ ہو جائیں۔ مگر یاد رہے کہ زمانہ آپ کا دشمن ہے۔ رات کو سفر کرنا۔

عزادارو! بچے رات بھر چلتے رہے۔ مگر دن چڑھتے تک کوفہ سے باہر نہ جا سکے۔ کون تھا جو راستہ دکھلاتا۔ آخر سوچ کر ایک درخت جو تالاب کے کنارے تھا اس پر چڑھ کر چھپ کر بیٹھ گئے۔ سورج نکلنے کے بعد زنِ حارث کی خادمہ تالاب پر پانی لینے کو آئی تو اس کی نگاہ پانی میں پڑی تو شہزادوں کے عکس پانی میں نظر آئے۔ اس عورت نے بچوں سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہا کہ ہم یتیم ہیں اور ہمارا باپ مسلم شہید کر دیا گیا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ شہزادو۔ تم میرے ساتھ چلو میری مالکہ حبدارِ آلِ محمدؐ ہے۔ وہ تمہیں مدینہ پہنچا دے گی۔ دونوں شہزادوں کو وہ گھر لائی اور اپنی مالکہ سے ذکر کیا۔ زنِ حارث نے بچوں کے قدموں کے بوسے

لئے اور نہلا کر کھانا کھلایا اور کہا کہ میرا خاوند دشمنِ آلِ رسولؐ ہے۔ اُسے خبر نہ ہونے پائے میں کوشش کرکے تمہیں مدینے پہنچاؤں گی۔

سارا دن یہ اس مومنہ کے پاس رہے۔ رات کو ایک علیحدہ مکان کے اندر دونوں کو اس عورت نے بستر کر دیئے۔ دونو بھائی آپس میں گلے میں باہیں ڈال کر مدت کے مصیبت زدہ سو گئے ادھر کافی رات گزرنے کے بعد اس عورت کا خاوند حارث ملعون آیا اور سلاح جنگ اتار کر کھانا طلب کیا۔ عورت نے دریافت کیا کہ آج کہاں گیا تھا اس نے کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمؑ کے دونوں فرزند قید خانہ سے بھاگ گئے ہیں اور حاکم نے ان کی گرفتاری پر دو ہزار دینار انعام مقرر کیا ہے۔ آج سارا دن تلاش کرتا رہا ہوں مگر کہیں پتہ نہ چلا پھر صبح قسمت آزمائی کروں گا۔ اس کی عورت نے کہا۔ خدا کا خوف کر کیوں اپنے لئے عذابِ خدا کو واجب بناتا ہے۔ کوشش کرنا اگر مل جائیں تو مدینے پہنچا کر روحِ رسولؐ کو خوش کرنا۔ مگر ملعون نے کہا کہ مجھے انعام کی ضرورت ہے۔

عزادارو! یہ کم بخت سو گیا کہ اچانک بڑا بھائی روتا ہوا بیدار ہوا۔ اس پر چھوٹا بھی رونے لگا۔ بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ مجھے خواب آیا ہے کہ جناب رسولِ خدا حضرت امیرالمومنینؑ دونوں ہمارے باپ مسلمؑ سے فرما رہے ہیں کہ مسلمؑ تم چلے آئے اور بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ انہیں جلدی بلاؤ تاکہ ہم سے ملاقات کریں۔ چھوٹے نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے۔ بس دونوں بھائی آپس میں گلے میں باہیں ڈال کر مدینے کو یاد کرکے رونے لگے تو حارث کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ کس کی آواز ہے عورت نے کہا کوئی پڑوس میں بچہ روتا ہے۔ اس ملعون نے کہا نہیں میرے گھر میں رونے کی آواز ہے۔ آخر اس ملعون نے تالا توڑا اور بچوں کے پاس پہنچ کر دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ بچے ڈر گئے اور کہا کہ ہم تیرے مہمان ہیں۔ مسلم بن عقیلؑ کے یتیم بچے ہیں ہم پر رحم کر بس اتنا سننا تھا کہ ملعون نے دستِ ظلم بڑھا کر بچوں کو مارنا شروع کیا۔

مخزن البکا بروایت منتخب منقول ہے کہ اس قدر مارا کہ بڑے بھائی کے دانت ٹوٹ گئے اور منہ سے خون جاری ہو گیا۔ اس کے بعد اس ملعون نے بچوں کو باندھ دیا۔ دن چڑھے

فرزندان مسلمؑ

حارث ملعون

تلوار سنبھالی اور بچوں کو دریا کی طرف قتل کرنے کو لے چلا۔ اس کی عورت روتی ہوئی پیچھے دوڑی دریا کے کنارے پہنچ کر اس نے غلام سے کہا کہ ان کو قتل کردو۔ غلام نے تلوار سنبھالی تو بچوں نے کہا اے مردِ خدا اپنے اوپر رحم کر۔ تو ہمارے نانا کے مؤذن بلالؓ سے مشابہت رکھتا ہے جب غلام کو معلوم ہوا تو کہا کہ میں ان بچوں کو قتل نہیں کرتا۔ حارث ملعون کو غصہ آیا اور غلام کو قتل کردیا۔ اس کے بعد اپنے لڑکے سے کہا تو انہیں قتل کر۔ اس نے بھی انکار کیا کہ میں رُوحِ رسولؐ و بتولؑ کو نہیں تڑپاتا۔ حارث ملعون نے اپنے لڑکے پر وار کرکے اسے بھی قتل کردیا۔ اس کے بعد خود آگے بڑھا تو اس کی عورت مانع ہوئی تو اُس نے اُس کو بھی تلوار کا وار کرکے زخمی کردیا۔ ملعون نے اب بچوں سے کہا کہ کپڑے اتاردو۔

عزادارو! جب بچوں کو یقین ہوگیا کہ یہ ملعون ہمیں ضرور قتل کرے گا تو فرمایا کہ ہمیں زندہ ابنِ زیادؑ کے پاس لے چل۔ اس ملعون نے انکار کیا تو فرمایا کہ ہمیں بیچ لے۔ اس نے بیچنے سے بھی انکار کیا۔ کہا کہ ہمیں مدینے لے چل۔ ہم ماموں جان سے آخرت کو اور دنیا میں بے شمار دولت دلوائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں مدینہ میں بھی نہیں لے جانا چاہتا۔ مایوس ہوکر بچوں نے کہا کہ دو رکعت نماز تو پڑھنے دے۔ پس دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد بچوں نے دعا مانگی کہ پالنے والے اس کے اور ہمارے درمیان آج ہی فیصلہ کردے۔ اس کے بعد اس ملعون نے بڑے شہزادے محمد کے سر پر تلوار ماری تو ابراہیم بھائی کے اُوپر گر گیا اور بھائی کے خون سے اپنے چہرے کو خضاب کر ہی رہا تھا کہ حارث ملعون نے اسے بھی شہید کردیا۔

عزادارو! جب اس ملعون نے بڑے بھائی کی لاش کو دریا میں پھینکا تو وہ بہنے لگی، چھوٹے بھائی نے آواز دے کر کہا۔ ماں جائے ساتھ نہ چھوڑنا۔ پس لاش رُک گئی اور بھائی کا انتظار کرنے لگی۔ اس کے بعد ملعون نے دوسری لاش دریا میں پھینکی تو دونوں بھائیوں نے آپس میں اپنے کٹے ہوئے گلے میں باہیں ڈال لیں اور دونوں مل کر دریا کی تہ میں بیٹھ گئے۔

روایت میں ہے کہ حارث ملعون دونوں سروں کو تھیلے میں ڈال کر ابنِ زیادؑ کے پاس لایا اور سلام عرض کرکے دونوں سروں کو ابنِ زیاد کے سامنے رکھا۔ ان معصوموں کے سروں کو دیکھ کر ابنِ زیاد جیسا ملعون شخص سنبھل نہ سکا۔ تین بار اٹھا اور بیٹھا۔ ابن زیادہؑ نے اس سے

دریافت کیا کہ حارث ملعون تو ان کو زندہ کیوں نہ لایا۔ میں تجھے دو چند انعام دیتا۔ اس نے عرض کی کہ میرا خیال تھا کہ آپ انہیں زندہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ ابنِ زیادؔ نے کہا کہ جب تو نے ان کو قتل کیا تو اس وقت انہوں نے کوئی بات بھی کی تھی۔ کہا کہ ان دونوں شہزادوں نے مجھے کہا کہ ہمیں مدینے پہنچا کر خدا و رسولؐ کی خوشنودی حاصل کر۔ میں نے جواب دیا کہ خدا و رسولؐ کی خوشنودی سے مجھے حاکمِ وقت کی خوشنودی زیادہ محبوب ہے۔ پھر بچوں نے کہا کہ ہمیں بیچ لے۔ تجھے کافی دولت مِل جائے گی۔ میں نے کہا کہ مجھے حاکمِ وقت سے انعامات حاصل کرنا ہے۔ پھر شہزادوں نے کہا کہ ہمیں ابنِ زیادؔ کے پاس زندہ لے چل جو اس کی منشا ہوگی ہمارے بارے میں حکم کرے گا۔ میں نے کہا کہ وہ تمہیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ آخر میں بچوں نے کہا کہ اگر تو نے واقعی ہمیں قتل کرنا ہے تو ہمیں دو رکعت نماز تو پڑھنے دے میں نے کہا کہ اگر تمہیں نماز فائدہ دے سکتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ لو۔ بس شہزادوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور دُعا مانگی۔ یَا حَیُّ یَا حَلِیْمُ یَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهٗ بِالْحَقِّ اے زندہ اے حلیم اے حکم کرنے والے حاکموں پر، ہمارے اور اس کے درمیان حق کے ساتھ آج ہی فیصلہ کر دے۔ اس پر ابنِ زیادؔ نے فرمایا کہ احکم الحاکمین نے فیصلہ کر دیا اور اپنے ایک غلام نادر نامی کو حکم دیا کہ اس کو وہیں جا کر قتل کر دو جہاں اس نے شہزادوں کو قتل کیا ہے۔ مگر خیال کرنا اس کا نجس خون ان کے خون سے نہ ملنے پائے۔

روایت میں ہے کہ ابنِ زیاد کا غلام نادر محبِ اہلِ بیتؑ تھا وہ حارث ملعون کے ہاتھ باندھ کر دریا کی طرف لے چلا۔ راستہ میں حارث ملعون نے کہا کہ مجھ سے دس ہزار درہم لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ نادر نے کہا ملعون اگر مجھے ساری کائنات کی بادشاہی بھی مل جائے تو بھی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بس نادر اسے فرات کے کنارے لایا اور تلوار سے اس کا سر تن سے جُدا کر کے لاش کو دریا میں پھینکا مگر دریا نے اس کے نجس لاشے کو قبول نہ کیا۔ اس کے بعد پھر پھینکا۔ دریا نے پھر نکال دیا۔ آخر اس کے نجس لاشے کو آگ میں جلا دیا گیا۔ اور اس کے سر کو نوکِ نیزہ پہ نصب کر کے بازارِ کوفہ میں پھرایا گیا۔ لڑکے۔ جوان۔ بوڑھے۔ عورتیں اس کے سر پہ پتھر مارتے تھے اور مظلوموں پردیسیوں یتیموں کی بے کسی کو یاد کر کے روتے تھے۔

اصحاب الیمین ص۱۲۶۔ سعادۃ الدارین ص۵۳۲۔ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۲ ص۱
منقول ہے کہ دریا کے کنارے ایک مستور کے رونے کی آواز آئی۔ ایک کسان نے دیکھا تو عرض کی کہ بی بی تو کون ہے۔ آواز آئی میں محمدؐ کی بیٹی ہوں۔ یہ دونوں میرے بچوں کی لاشیں ہیں۔ ہائے ظالموں نے انہیں دفن تک بھی نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کسان نے بچوں کی لاشوں کو نکال کر دفن کر دیا۔

میں نے اپنے ایک مشہور واعظ سے یہ بھی سنا ہے کہ جب حارثؑ کی زخمی بیوی تندرست ہوگئی تو شہزادوں کے لباس لے کر مدینے روانہ ہوگئی اور مدینہ میں پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ مسلمؑ بن عقیل کا گھر کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا بی بی مسلمؑ بن عقیل کا گھر کہاں رہا ہے عقیلؑ کی تو ساری اولاد ذبح ہوگئی۔ صرف دو بچے باقی ہیں جو ابن زیادؑ کی قید میں ہیں۔ کہا کہ لوگو میں ان شہزادوں کی سنانی ہی تو لائی ہوں۔ اس کے بعد وہ مومنہ حضرت زینبؑ کے پاس حاضر ہوئی اور سر پیٹ کر کہنے لگی۔ سیدانیو حضرت مسلمؑ کے شہزادے دریائے فرات کے کنارے بے دردی سے ذبح کر دیئے گئے۔ لو یہ ان کے لباس ہیں جو میں نشانی کے طور پر لائی ہوں۔

عزادارو! اتنا سننا تھا کہ سیدانیوں میں کہرام برپا ہوگیا۔ اور شہزادوں کی بہن حضرت مسلمؑ کی بچی بھائیوں کا لباس دیکھ کر غش کھا گئی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

(٥)

نویں مجلس

عزاداری سیّد الشہداء کے متعلق اعتراضات کے جوابات اور ربطِ مصائب شہادت حضرت حُر علیہ آلاف التحیۃ والثناء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ۔
پارہ ۶ رکوع ۱۔ نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر کہنا بُری بات کو مگر جو کوئی ظلم کیا جائے اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا۔

تمام مسلمانوں کی کُل مذہبی رسومات تقریباً ایک ہی ہیں۔ نماز روزہ۔ حج۔ زکواۃ۔ جہاد۔ کعبہ قرآن۔ جمعہ۔ جماعت۔ جنازہ۔ قبر وغیرہ تمام قواعد اسلامیہ تقریباً مشترکہ ہی ہیں۔ ان تمام احکاماتِ الٰہیہ کے کل مسلمان قائل ہیں۔ صرف ان کی ادائیگی میں تدرے اختلافات ہیں۔ مگر ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ صرف رسمِ عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام ہی ایک ایسا مشن ہے کہ جس کو صرف اور صرف شیعہ حضرات ہی ادا کرتے ہیں۔ رسمِ عزاداری صرف ایک ہی فرقہ ادا کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اس پر چھ اعتراض ہیں یعنی بہتّر فرقے ایک طرف اور ایک شیعہ فرقہ ایک طرف ہے۔ آج مجھے ان چھ اعتراضوں کے جوابات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنا ہے۔ بہتّر فرقوں کے چھ اعتراض سنو۔

(۱) رونا جائز نہیں (۲) ماتم کرنا فعلِ حرام ہے (۳) شبیہہ بنانا خلافِ شریعت ہے۔ (۴) امام حسین علیہ السلام کا درجہ شہید ہونے سے بڑھ گیا۔ اس پر خوشی کرنی چاہیئے نہ کہ غمی کریں (۵) شہید زندہ ہوتا ہے۔ زندہ کا ماتم کیوں کر کیا جائے اور چھٹا اعتراض ہے کہ

کہ دیگر انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام مثلاً جناب یحییٰ۔ جناب زکریا۔ حضرت رسولِ خدا وغیرھم کا ماتم اس طرح کا ماتم کیوں نہیں کرتے جس طرح حضرت امام حسینؑ کا ماتم کیا جاتا ہے جبکہ تمہارے نزدیک شہید کا ماتم جائز ہے۔ ان چھ اعتراضوں کے جوابات غور سے سنو تاکہ رسمِ عزاداری کی حقیقت واضح ہو جائے اور دوسرے بہتر فرقوں کے شکوک ختم ہو جائیں۔

(۱) ہر وہ چیز جائز ہے جس کو قرآن وحدیث نے جائز قرار دیا ہے اور ہر وہ شے ناجائز وحرام ہے جس کو قرآن وحدیث نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ دینِ اسلام ملّاں کی کاوشِ ذہنی کا نتیجہ نہیں ہے۔ دین اجماع اور مولوی صاحب کے فتوے کا نام نہیں ہے۔ دین ووٹوں اور حکومت کی طاقت کا نام نہیں ہے۔ دین ہے فرمانِ خدا اور ارشادِ محمدؐ مصطفےٰ ہر وہ فعل جائز ہے جس کو محمدؐ مصطفےٰ نے جائز قرار دیا ہو اور ہر وہ فعل حرام ہے جس کو آمنہؑ کے لال نے حرام قرار دیا ہو۔ سنو! مولوی کا فتویٰ ہے کہ رونا جائز نہیں مگر قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے رونے کا ذکر بکثرت سے موجود ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔ قَالَ یَاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ پارہ ۱۳ رکوع ۴۔ اور کہا ہائے افسوس اُوپر یوسف کے اور سفید ہوگئیں غم سے آنکھیں یعقوبؑ کی اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کیوں مسلمانو اگر رونا جائز نہیں تو حضرت یعقوبؑ پر فتوے لگاؤ کہ اتنا رویا کہ بینائی دے بیٹھا اور سنو فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّ لْیَبْکُوْا کَثِیْرًا پارہ ۱۰ رکوع ۱۷۔ پس چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں بہت۔ مسلمانو رونے کا حکم تو زیادہ دیا گیا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ رونا حرام ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا رونا

اگر حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو رو کر نبی رہ سکتا ہے تو ہم بھی غمِ حسینؑ میں رو کر مسلمان رہ سکتے ہیں۔ اور بے حسینؑ کو ہم ہی تو نہیں رونے قرآن سنو فَمَا بَکَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ پارہ ۲۵ رکوع ۱۴۔ پس نہ روئے اوپر اس کے آسمان و زمین۔ تفسیر حسینی قادری کی جلد ۲ صفحہ ۱۴۶ پر بحوالہ معالم مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان و زمین غمِ حسینؑ میں روئے اور آسمان سے خون برسا۔ شعر

مومنین کا رونا

ایں سُرخیٔ شفق کہ بریں چرخ مینا ست
ہر شام عکس خون شہیدان کربلا ست

مولانا حافظ فرمان علی صاحب نے قرآن مجید کے حاشیہ ص ۷۹۲ پر بحوالہ مسلم شریف تحریر فرمایا ہے کہ زمین و آسمان حضرت امام حسینؑ کی شہادت پر روئے ہیں۔ رُباعی

نکلیں جو غم شہؑ میں وہ آنسو اچھے ۔ بکھریں جو غم شہؑ میں وہ گیسو اچھے
جو قتل کریں آلِ نبیؐ کو مُلّا! ۔ ایسے تو مسلمانوں سے ہندو اچھے

صلوات۔ اور سنو۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ پارہ ۷، رکوع ۱۔ جب یہ سُنتے ہیں اُس کو جو رسولؐ پر نازل کیا گیا ہے تو اُن کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیوں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ حق کو پہچاننے والے ہی رویا کرتے ہیں اور بس حق سنو کیا ہے۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ مَا دَارَ عَلِیٌّ البلاغ ۲ ص ۳۷ اشرف علی تھانوی اور المجالس السنیہ ص ۱۶۹۔ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اللہ میرے حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ پھرے۔ معلوم ہوا کہ علیؑ والے ہی تو رویا کرتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید سے چار آیتیں پیش کر دیں کہ رونا انبیاء علیہم السلام اور مومنین کا کام رہا۔ کوئی دنیا کا مولوی قرآن پاک سے رونا حرام ہے کی ایک آیت پیش کر دے اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں۔ مسدس۔

تیرہ سو برس گزرے اب تک شبیرؑ کو دنیا روتی ہے ۔ اشکوں کا سمندر بہتا ہے آنکھوں کی طہارت ہوتی ہے
دل میں ہے تو نقطۂ غم ہے لب پہ آئے فریاد بنے ۔ آنکھوں میں رہے تو آنسو ہے آنکھوں سے گرے تو موتی ہے

شبیرؑ تمہارا کیا کہنا راضی برضائے حق رہنا
گردن پہ چھری سجدے میں جبیں تکمیل اطاعت ہوتی ہے

سیرت النبی ص ۱۲۵ پر ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے تو مدینہ میں ان پر کوئی رونے والا نہ تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اَمَّا حَمْزَةُ فَلَا بَوَاكِيَ لَهٗ ہائے حمزہ پر رونے والا ہی کوئی نہیں سعد بن معاذ نے اپنی عورتوں کو حضرت حمزہ کے گھر بھیجا ان کے رونے کی آواز سن کر

نبی نے دُعا دی۔

(۲) مولوی صاحب نے فرمایا رونا تو جائز ہے صرف ماتم کرنا حرام ہے۔ ماتم اور خون بہانے کی سند قرآن میں کوئی نہیں ہے۔ سنو۔ اگر قرآن و حدیث میں ماتم کرنا خون نکالنا حرام ہے تو واقعی حرام ہے اور اگر ثابت ہو جائے تو فتویٰ صادر کرو کہ کس کی مانیں۔ مُلّاں کی یا قرآن و حدیث کی۔ سنو

(۱) فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَکَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔ پارہ ۲۶ ع ۱۹۔ پس آئی بی بی اس کی بیچ حیرت کے پس پٹیا منہ اپنے کو اور کہا کہ میں بوڑھی ہوں۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۵ پارہ ۲۶ ص۱۱۱ ۔ پھر تحریر کیا گیا ہے کہ حضرت سارہ نے دوہتڑ اپنے منہ کو پیٹا تھا۔ ایک نبی کی ماں اور ایک نبی کی بیوی دوہتڑ منہ پہ پیٹ رہی ہے۔ لگاؤ حضرت سارہ پر کفر کا فتوے دوسرا حضرت موسیٰؑ کو جب ماں نے تنور میں ڈال دیا اور سپاہی تلاشی لینے لگے تو خادمہ نے غلطی سے تنور میں لکڑیاں ڈال کر آگ لگا دی۔ سپاہی تلاشی لے کر چلے گئے تو موسیٰؑ کی ماں نے دروازے کو بند کر کے دوہتڑ پیٹنا شروع کیا کہ ہائے ظالمہ تو نے میرا بچہ جلا دیا قصص الانبیاء ص۲۲۳ لگاؤ مسلمانو کفر کا فتویٰ۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا واقعی موسیٰؑ کی اور حضرت اسحٰقؑ کی ماں نے پیٹا تھا مگر ہائے وائے تو نہیں کیا تھا۔ سنو قرآن سے لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ پارہ ۶ ع ۱ سرائے مظلوم کے ہائے وائے کرنے والے کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ معلوم ہوا کہ مظلوم کو حق دیا گیا ہے کہ وہ باآوازِ بلند ہائے وائے کر سکتا ہے اور قرآن سنو۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا پارہ ۱۲ ع ۷، وائے مجھ کو کیا جنوں گی میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔ مسلمانو ہائے وائے جائز ہے یا کہ نہیں۔

اب حدیث سے ھم سنو وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیْ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ ذَاتَ یَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِیَدِهٖ قَارُوْرَةٌ فِیْهَا دَمٌ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالَ دَمُ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاَصْحَابِهٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُهٗ مُنْذُ الْیَوْمِ فَاُحْصِیَ ذٰلِكَ الْوَقْتَ فَوَجَدْتُ قَدْ قُتِلَ ذٰلِكَ الْیَوْمَ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۲۸۰

سر الشہادتین ص۱۳۱ احمد اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک دن دوپہر کے وقت آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلودہ ہیں۔ ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اس کو اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت کو یاد رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام اسی دن شہید ہوئے تھے۔ جس دن یہ خواب دیکھا گیا تھا اور سنو۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ شَھِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۱۶۵

سر الشہادتین ص۱۴۱۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ آپ کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا مقتلِ حسینؑ میں ابھی میں موجود تھا۔ کیوں مسلمانو نبی اکرمؐ کا گریبان کس طرح چاک ہو گیا۔ سر اور ریشِ مقدس میں کس نے خاک ڈال دی۔

اہلسنت کے مشہور پیشوا حضرت عبدالقادر بغدادی فرماتے ہیں کہ جس روز امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی روز ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ میری عبادت چھوڑ کر قبرِ حسین علیہ السلام پر قیامت تک نوحے پڑھتے رہو۔ غنیۃ الطالبین اردو ص۴۳۵۔ اس کے علاوہ حمزہ بن زیاتؒ کہتا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خلیل اللہؑ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کا دونوں بزرگوار طواف کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ بھی کربلا میں آ گئے۔ فرمایا جس روز سے میرا بیٹا حسینؑ شہید ہوا ہے میں نے مدینہ چھوڑ دیا ہے اور خلیل اللہؑ نے بیت المقدس سے ہجرت کر لی ہے۔ اردو غنیۃ الطالبین ص۴۳۵۔ لگاؤ کفر کا فتویٰ۔ اور سنو اگر کفر کا فتویٰ لگانا ہی ہے تو لگاؤ روایت۔ آں است طلاقش داد و چوں امیر المومنینؑ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایں معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت و فغاں بر آورد معارج النبوۃ رکن چہارم ص۹۶۔ اگر حضرت عمر اپنی ایک بچی کے اجڑنے پر سر میں خاک ڈال کر آہ و فغاں کر سکتے ہیں تو ہم بھی بتولؑ کے سارے گھر کے اجڑنے پر ماتم و فغاں کر سکتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں قتلِ حسین علیہ السلام کے روز سے سات دن تک دنیا سیاہ رہی دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی رہا۔ اور ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے رہے۔ اسی روز سورج کو گہن لگ گیا چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سُرخ رہے پھر وہ سُرخی تو جاتی رہی مگر افق کی سُرخی اب تک برابر موجود ہے جو اس واقعہ سے پہلے کبھی نہیں دکھلائی دی تھی اور بیت المقدس کا پتھر جو اس روز اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا۔

تاریخ الخلفاء صـ۲۲۳ بیہقی اور ابو نعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جب حسینؓ شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا جب صبح ہوئی تو ہمارے مٹکے گھڑے برتن وغیرہ خون سے بھرے ہوئے تھے۔ سرّ الشہادتین صـ۲۴ کیوں مسلمانو کیا آسمان پر کوئی خون کی نہر بہتی ہے کہ خون برسا اگر نہیں تو بتاؤ تو سہی کس مخلوق نے اپنا خون غمِ حسینؓ میں نکالا ہے۔ خون نکالنے پر کفر کا فتویٰ دینے والو خدا کے لئے غور تو کرو۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔ مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صـ۳۰۳۔ عمر بن خطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تابعین میں سے ایک بہترین شخص ہوگا جس کو اویس کہا جائے گا۔ اس کی ایک ماں ہوگی اور اویس کے ہاتھ پر سفیدی ہوگی۔ تم اس سے اپنے لئے دُعائے مغفرت کی درخواست کرنا۔ میں اہلسنت کے علماء سے عرض کرتا ہوں کہ تمہارے نزدیک تو یہ ہے کہ اگر رسولِ خداؐ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا تو اس بندے کو محمدؐ مصطفےٰ فرما رہے ہیں کہ اویسؓ سے اپنی بخشش کی دُعا کرنا۔ بتاؤ اویسؓ نگاہ رسولؐ میں کیا ہے اور جب اویسؓ کی سربلندی کا پتہ چل جائے تو کیا اس سے بھی انکار کرو گے کہ اویسؓ نے سُنا کہ جنگِ اُحد میں رسولِ خداؐ کا ایک دانت مبارک شہید ہوا تو اس نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے کہ خدا جانے کہ حضورؐ کا کونسا دانت اقدس شہید ہوا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء صـ۲ اس واقعہ کو نبی اکرمؐ نے سُنا۔ مگر اویس کی اس تدبیر سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ یمن کی طرف سے نسیمِ رحمت آتی ہے۔

تذکرۃ الاولیاء ص۱۰۱ ۔ اگر اویسؓ عشقِ رسولؐ میں اپنے دانت توڑ کر درجات رفیعہ حاصل کرسکتا ہے۔ تو ہم بھی عشقِ حسینؑ میں خون بہا کر خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں مولانا مصر کی عورتوں نے جولیموں کی بجائے ہاتھ کاٹے تھے وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَا حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ پارہ ۱۲ رکوع ۱۴ اور کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے اور کہا پاکی ہے واسطے اللہ کے نہیں ہے۔ یہ آدمی بلکہ فرشتہ بزرگ ہے۔ قرآنِ پاک نے تو ان پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ آپ کیوں عشقِ حسینؑ میں خون نکالنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں رسولخداؐ کے گھر سے ماتم کی آواز نکلتی دکھلا سکتا ہوں۔ سنو مدارج النبوۃ رکن ۲ ص۴۹ پر تحریر ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو معلوم ہوا کہ رسولخداؐ کو مشرکین نے سخت ایذا دی ہے تو خدیجہؑ گھر سے پیٹتی ہوئی باہر تشریف لے آئیں۔ اور سنو آوازِ شیطان بقتلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبر دادہ ندا میکرد ان آواز شوم ادر مدینہ رسید تا در خانہ ہائے مدینہ شنیدند فاطمہ رضی اللہ عنہا چوں آواز شنید دست برسر زنان از خانہ بیرون آمد وزار زار میگریست مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۳ معارج النبوۃ رکن چہارم ص۱۰۱ ۔ جنگِ اُحد میں جب شیطان ملعون نے قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ کی آواز بلند کی تو آنجنابؐ کے قتل کی خبر سن کر مدینہ سے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سر پیٹتی ہوئی گھر سے باہر آئیں اور میدانِ اُحد میں پہنچی اور زار و زار روتی تھیں اور سنو۔ سارا مدینہ تمہیں پیٹتا دکھاؤں۔ حضرت ابوبکر کی وفات پر کوہوش۔ اس دن مدینہ میں عام بیقراری تھی۔ ہر سمت سے رونے پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ تاریخ اعثم کوفی ص۷۹ ۔ جب مولوی صاحب کفر کا فتویٰ ماتم کرنے والوں پر لگائیں تو مندرجہ بالا حضرات کو صفِ اوّل میں شمار فرمادیں۔

(۳) تیسرا مولوی صاحب کا اعتراض ہے کہ شبیہ بنانا جائز نہیں ہے لہٰذا شبیہ بنانے والے خدا اور رسولؐ کے نافرمان بندے ہیں۔ قرآن سنو يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ پارہ ۲۲ ع ۹۔ بناتے تھے واسطے اس کے جو کچھ چاہتا تھا وہ محرابوں والے مکان اور تصویریں تفسیر قادری جلد ۲ ص۲۷۹ پر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر نے تحریر فرمایا ہے کہ جنات حضرت سلیمانؑ کی منشاء کے مطابق انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں

شبیہ بنانے کا جواز

بنا۔ تے تھے اور دو شیروں کی تصویریں بھی بنا کر تخت کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ کیوں مسلمانو ہم تو غیر ذی روح کی شبیہہ بناتے ہیں مثلاً تعزیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ کی نقل ہی تو ہے اور حضرت سلیمانؑ تو ذی روح کی شبیہہ بنوا رہا ہے۔ لگاؤ کفر کا فتویٰ اور سنو فتویٰ عالمگیری مطالب المومنین میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے منت مانی تھی کہ جنت کی چوکھٹ اور پیشانی حورالعین کا بوسہ لوں گا اب میں کس طرح اپنی منت کو ادا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا ماں کے قدموں کے اور باپ کی پیشانی کا بوسہ لے لو۔ منت پوری ہو جائے گی۔ عرض کی مولا میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ فرمایا ماں باپ کی قبروں کا بوسہ لے لو۔ عرض کی کہ ان کی قبروں کا بھی مجھے علم نہیں۔ فرمایا میرے سامنے دو مٹی کی ڈھیریاں بنا۔ ایک کو ماں کی قبر اور دوسری کو باپ کی قبر تصور کر اور ان کے بوسے لے کر اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو جا۔ نقل از نجات الدارین ص۹۸۔ کیوں مسلمانو خود رسولؐ خدا اپنے سامنے کیا شبیہہ نہیں بنوا رہے اور تعظیم نہیں کروا رہے۔ اب جناب مولوی محمد نعیم اللہ صاحب گورکھپوری قادری حنفی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

[illegible] | والدین کی قبروں کا بوسہ | اشعار

تعزیہ فی الاصل نقلِ روضۂ شبیرؑ ہے	یہ نہ بُت ہے نہ کسی ذی روح کی تصویر ہے
بلکہ اس میں خیر و خوبی کی بھری تاثیر ہے	منکر اس کا بے گماں شیطان کا نخچیر ہے
تعزیہ داروں سے راضی ہیں جناب فاطمہؑ	پنجتنؑ کے ہاتھ پر ہوتا ہے اس کا خاتمہ
بت اسے کہتے ہیں جس کی شکل ہو ذی جان کی	شیر کی ہاتھی کی۔ طائر کی۔ کسی انسان کی
تعزیہ یہ شکل کس کی ہے کہو ایمان کی	مولوی ہو کر کے باتیں مت کرو ہذیان کی

تعزیہ داری ثبوتِ قتلِ معصومان ہے
جو منع اس سے کرے جانو اُسے شیطان ہے

نجات الدارین ص۹۹۔ اس کے بعد شبیہہ کے ثبوت میں رسولِ خدا کا اپنا ارشاد مزید پیش کرتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرمؐ جنگِ حنین سے واپس تشریف لائے آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے میں دیکھا کہ طاق میں گڈیاں پڑی ہیں جن میں ایک گھوڑا بھی تھا اور اس کو دو پر لگے ہوئے تھے۔ حضور پُرنور نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا قَالَ دَمَا

بی بی عائشہ کا گھوڑا

هٰذَا الَّذِیْ عَلَیْہِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَہٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ سُلَیْمَانَ خَیْلًا لَہَا اَجْنِحَۃٌ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص۲۸۱۔ فرمایا یہ کیا ہے حضرت عائشہ نے کہا کہ گھوڑے کے پر ہیں۔ فرمایا کبھی گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا ہوا کہ سلیمان کے گھوڑے کے دو پر تھے۔ یہ میں نے اس کی شبیہہ بنائی ہے۔ مولویو! اب کیا فتویٰ لگاؤ گے۔ شبیہہ تو حضرت عائشہ نے بنائی محمد مصطفیٰ کو دکھلائی۔ نبی اکرمؐ نے صحابہ کو بتلائی اور مشکوٰۃ شریف میں راویوں نے درج کرائی اور میں نے پڑھ کر سنائی۔ صلوات۔ اور سنو عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ جَاءَ بِصُوْرَتِہَا فِیْ خِرْقَۃِ حَرِیْرٍ خَضْرَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھٰذِہٖ زَوْجَتُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۲۸۳ جناب عائشہ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ میری صورت کو ایک سبز ریشمی رومال میں لپیٹ کر رسولِ خداؐ کے پاس لائے اور فرمایا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے دنیا و آخرت میں۔ نہ راوی کمزور نہ کتاب بے زور صرف ملّاں کا جھوٹا شور۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جناب عائشہ کی شبیہہ بنائی اور جبرئیلؑ کو پکڑائی اور اس نے رسولِ خدا تک پہنچائی۔ نبیؐ اکرم نے صحابہ کرام کو دکھلائی یا بتلائی اور صحابہ نے اس کی تحریر تصویر مشکوٰۃ شریف میں درج کرائی اور بندہ نے وہی عبارت آپ کو سنائی۔ صلوات۔

ایک مولوی صاحب اپنے مقتدیوں کو وعظ فرما رہے تھے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی جھوٹا خون کرتے پر لگا کر لائے۔ وَجَاءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ پارہ ۱۲ رکوع ۱۲۔ اور لے آئے کرتے کو جھوٹا خون لگا کر۔ یعنی جھوٹا خون لگانے والے ہی دشمن ہوا کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں فرماؤ اس کرتے کو جس پر جھوٹا خون لگا ہوا تھا حضرت یعقوبؑ نے وہ کرتا پھینک دیا تھا کہ نقلی خون ہے۔ اس سے کیا واسطہ۔ چلو دھو دیا ہوتا۔ مسلمانو حضرت یعقوبؑ نے نہ کرتا پھینکا اور نہ خون دھویا بلکہ اپنے پاس رکھا اور ثابت کر دیا کہ میرے محبوب سے اس خون کی نسبت ہو گئی ہے۔ لہٰذا اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ جب تک یوسفؑ یعقوب کو نہیں مل گیا۔ اس وقت کرتا زیارت گاہ

یعقوبیؑ رہا۔ لگاؤ کفر کا فتوے۔ ارے شبیہہ ہوتی ہے وہ جو اصل نہ ہو بلکہ محبوب کی طرف منسوب کی گئی ہو۔ ایک اور دلیل سنو۔ میں نے بازار سے کپڑا خرید کیا۔ ایک حصّہ سے میں نے قمیص بنوائی۔ دوسرے گز کو قرآن مجید کا غلاف قرار دیا۔ بتاؤ کیا دونوں کی ایک جیسی عزّت ہوگی۔ اور سنو۔ میں نے بازار سے چمڑا خرید کیا اسی سے جوتی بنوائی۔ اسی سے بوکا بنوایا اُسی چمڑے قرآن مجید کی جلد بندھوائی۔ فیصلہ دو کیا ایک جیسی عزّت ہوگی۔ ارے بوکے سے تو پانی پیا جائے گا کیا کوئی ملّاں جوتی میں پانی پینا پسند فرمائے گا ہرگز ہرگز نہیں۔ چمڑا ایک ہے نسبت سے عزّت ومقام علیحدہ علیحدہ ہوگیا۔ قرآن مجید کی جلد کو بوسے دیئے جائیں گے اور جوتی نجاست آلود رہے گی۔ کیوں مسلمانو! لکڑی سے قرآن مجید کا رحل بنوایا گیا تھا۔ ابھی تک قرآن مجید اس پر رکھا ہی نہیں گیا کیا اس رحل کی توہین کی جاسکتی ہے۔ کسی وقت کوئی ملّاں کسی دیندار مسلمان کے سامنے رحل پر قدم رکھ کر دکھلائے انشاء اللہ نقد سزا ملے گی۔ ہر آدمی نسبت کی تعظیم کرنا واجب جانتا ہے۔ صرف بتولؑ کے لال کی طرف جو شئے منسوب ہوجائے اس کا ملّاں ویری ہے۔

امام حسینؑ کی شبیہہ پر کفر کا فتویٰ لگانے والو تم نے چند سال پہلے بیت اللہ کا غلاف اپنے ملک پاکستان میں بنوایا تھا اور مولانا مودودی صاحب کی قیادت میں سارے مُلک میں پھرایا گیا۔ تین اپریل ۱۹۶۳ء کی اخبار کوہستان میں لکھا گیا تھا کہ اس غلاف کعبہ کی زیارت ایک کروڑ بائیس لاکھ انسانوں نے کی اور شوقِ زیارت میں کئی انسان کثرتِ ہجوم میں دب کر انتقال کر گئے جنہیں شہید کا لقب دیا گیا۔ ارے ابھی تو یہ غلاف کراچی بھی نہیں پہنچا تھا چہ جائے کہ بیت اللہ پر چڑھایا گیا ہو۔ مولویو اس غلاف کی زیارت و تعظیم کیسی۔ بس یہی جواب ہی تو دوگے کہ کعبہ سے جو نسبت ہوگئی۔ اگر کعبہ سے نسبت حاصل کرکے کوئی چیز واجبِ تعظیم ہوسکتی ہے تو وارثانِ کعبہ سے بھی نسبت دے کر تعظیم کی جاسکتی ہے۔ جس نسبت وشبیہہ کا ملّاں ویری ہے۔ اُس نسبت وشبیہہ کی قرآن مجید سے قدر ومنزلت سنو۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا

خَیرٌ پارہ ۱۷ ع ۱۲۔ اور اونٹ قربانی کے کیا ہم نے ان کو واسطے تمہارے شعائر اللہ اور واسطے تمہارے ان میں خوبی ہے۔ مسلمانو کس مذہب میں قربانی کے جانور کی توہین جائز ہے۔ ارے جانور تو درکنار اس کیلی اور رسی کی بھی توہین حرام ہے۔ جس سے اس جانور کا واسطہ رہا ہو۔ صلوات۔ شبیہ اور نسبت پر اتنا ہی کافی ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا درجہ شہید ہونے سے بڑھ گیا تھا تو بلندی درجہ پر خوشی ہونی چاہیئے نہ کہ ماتم و غمی اس کا جواب بھی غور سے سماعت فرمائیں مسلمانو حسینؑ کا درجہ کم کب تھا جو شہید ہونے سے بڑھ گیا۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب جنت سے لباس منگوایا کرتے تھے۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب جبرئیل بہشت عنبر سرشت سے ان کے کھانے لایا کرتا تھا۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب کہ نانا کے دوش پہ حالت نماز میں سوار ہو کر مصطفٰے کے سجدے کو طول دلوایا کرتے تھے۔ کیا اس وقت درجہ کم تھا جب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِنْھُمَا ابن ماجہ صـ۱۲ کی سند بچپنے میں حاصل کر رہے تھے۔ ہاں اگر شہید ہونے سے درجہ بڑھ گیا ہے تو ایک اور بزرگ کا ماتم کرنا ہوگا۔ کیوں کہ حضرت اسماعیلؑ ذبح ہونے سے بچ گیا۔ اگر چھری چل جاتی اور ذبح ہو جاتے تو شان و درجہ بڑھ جاتا۔ اب اسماعیلؑ نبی بچ گیا، درجہ جو بڑھنا تھا نہ بڑھ سکا۔ اس پر غمی و ماتم کریں کہ ہائے نبیؑ شہید نہ ہو سکا اور درجۂ رفیعہ نہ مل سکا۔ آؤ مل کر ماتم کرو کہ اسماعیلؑ شہید ہونے سے بچ گیا۔ درجہ کم ہو گیا۔ مولوی صاحب ہم نے اپنا ملک چھوڑا۔ بزرگوں کی قبریں چھوڑیں جائیدادیں چھوڑیں۔ بچے قتل ہوئے۔ جوان مارے گئے۔ عزیز تباہ ہوئیں۔ سب کچھ چھوڑ دیا مگر حضرت اسماعیلؑ کی خوشی نہیں چھوڑی کہ ہمارا نبی ذبح ہونے سے بچ گیا۔ سنو جس نے حضرت اسماعیلؑ کی خوشی و عید چھوڑ دی وہ ملت خلیلؑ سے خارج اور جس نے امام حسینؑ کا غم چھوڑا وہ ملتِ مصطفٰے سے خارج ہوگا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بچ جانے والے کی بھی خوشی منائیں اور ذبح ہونے والے کی بھی خوشی کریں۔ تم حضرت اسماعیلؑ کا ماتم شروع کر دو تو ہم امام حسینؑ کے بارے میں غور کریں گے رُباعی سنو۔

دستور تیرا اُسوۂ شبیرؑ نہیں ہے　　بیاں تیرا تخریب ہے تعمیر نہیں ہے
ہراک پہ لگا دیتا ہے تو کفر کا فتویٰ　　اسلام تیرے باپ کی جاگیر نہیں ہے

پانچواں اعتراض ہے کہ شہید زندہ ہوا کرتا ہے۔ زندوں کا ماتم کیسا اور غم اور حزن تو مردوں پر کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب بھی انصاف کے ترازو پر وزن کرو۔ مسلمانو امام حسین علیہ السلام شہید ہی نہیں بلکہ سید الشہداؑ ہیں مگر مولوی صاحب بھی تو مانے کیا شہید کو دفن نہیں کرتے یا شہید کی بیوہ عدت گزرنے کے بعد نکاح ثانی نہیں کرسکتی۔ کیا شہید کا مال بازگشتوں میں تقسیم نہیں ہوتا کیا شہید کے بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ کیا شہید کا جنازہ نہیں ہوا کرتا۔ سنو شہید ہے تو زندہ مگر کام سارے مردوں والے۔ اس کے ساتھ کرتے ہو۔ یہ ملّاں کی منطق ہے کہ اگر امام حسین علیہ السلام کا ماتم کریں تو شہید زندہ ہوگیا اور اگر یا علیؑ مدد کہیں تو فتویٰ صادر ہوتا ہے کہ مردوں سے مدد مانگتے ہیں۔ مفتیو! ہم تو حسینؑ کا ماتم کرتے ہیں کہ حسینؑ نانے کی محفل میں جنت میں زندہ وسلامت ہے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام تو اسی جسم اطہر کے ساتھ مصر میں زندہ تھے۔ اور حضرت یعقوبؑ چالیس سال روتے رہے اور دشمن کہتے تھے قَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْهٰلِکِیْنَ پارہ ۱۳ ع ۴۔ کہا اُنہوں نے خدا کی قسم ہمیشہ رہے گا تو یاد کرتا یوسفؑ کو یہاں تک کہ ہو جائے تو مضمحل یا ہو جائے تو ہلاک ہونے والوں سے۔ اسی طرح حضرت آدمؑ جناب حواؑ کو تین صد سال روتے رہے اور حضرت حواؑ جناب آدمؑ کو روتی رہیں اور یہ اتنے روئے کہ آبِ چشم سے گھاس پیدا ہوئے۔ حالانکہ دونوں اسی جسم اطہر سے دنیا میں زندہ تھے۔

قصص الانبیاء صہ ۲۵۔ حاکم اور بیہقی نے اُم الفضل بنت حارث سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام حسینؑ کو آنحضرتؐ کے پاس لے گئی اور آپ کی گود میں رکھ کر دوسری طرف متوجہ ہوگئی پھر جو نظر پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے میرے پاس آکر خبر دی ہے کہ میری امت اس فرزند کو شہید کرے گی اور اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی مجھے آکر دی ہے۔ سر الشہادتین صہ ۱۹ مولوی صاحب اگر زندوں کا ماتم اور رونا ہی ناجائز ہے تو حضرت یعقوبؑ حضرت آدمؑ

حضرت حوّا اور حضور پُرنور وغیرہم علیہم السلام پر ذرا فتوے تو صادر کرو۔
چھٹا اعتراض ہے کہ دیگر انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کا غم اس طرح کیوں غم نہیں مناتے جس طرح امام حسینؑ کا منایا جاتا ہے تو اس کے متعلق مختصراً جواب یہ ہے کہ ہمارا دین ملاّں کے تابع نہیں بلکہ رسولِ خدا کے تابع ہے۔ یہ سوال رسولِ خدا سے کرو۔ حضورؐ نے حسینؑ کی خاطر گریبان چاک کیا، سر اور ریشِ مقدس میں خاک ڈالی۔ مدینہ چھوڑ کر کربلا تشریف فرما ہوئے۔ حضرت اُمِ سلمہؓ کو چھپن برس پہلے مٹی دی کہ جس روز سُرخ ہو جائے یقین کرنا کہ بتولؑ کا لال شہید ہو گیا۔ ستر ہزار فرشتے حسینؑ پر نوحہ پڑھنے کے لئے خدا نے مقرر فرمائے۔ آسمان سے خون برسا۔ آندھیاں چلیں۔ سورج کو گہن لگا۔ تین دن تک اندھیرا رہا۔ آسمان پر صبح و شام سُرخی نمودار ہوئی جو قیامت تک قائم ہے۔ جنات نے نوحے پڑھے ایسا انتظام کسی اور بزرگ کے لئے دکھلا دو۔ ہم تیار۔ ہمارے سینے تیار ہمارا دین پادریوں کا دین نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کا دین رکھتے ہیں۔ رباعی۔

رباعی

اے کلمہ گو بتا کہ ہوا کارساز کون؛ گزرا ہے برچھیوں میں عبادت نواز کون
مسجد کے سامنے تجھے ماتم ہے ناگوار دیتے نہ سر حسینؑ تو پڑھتا نماز کون

صلوات۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ شیعہ پیسے دے کر ماتم کرواتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ پاکستان میں ہندو سکھ تو ہیں نہیں۔ اور شیعہ پیسے دے کر ماتم کرواتے ہیں تو وہ کون سا مذہب رکھنے والے ہیں جو ہم سے پیسے لے کر ماتم کرتے ہیں۔ ہاں اگر پیسے دینے والے بھی شیعہ اور پیسے لینے والے بھی شیعہ تو پھر مولوی صاحب کو کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک ماتم عبادت۔ تمہارے نزدیک تراویح عبادت۔ کسی کا ذکر کیوں کریں۔ ہم نے خود چار چار آنے پر تراویحیاں پڑھائی ہیں۔ اِدھر کس طرح جائز ہو گئیں۔ یہ صرف حکومت بنی اُمیّہ کی کاسہ لیسی کی جا رہی ہے کہ کسی طرح ہمارے چھٹے کا بھرم نہ کھلے۔ مگر یاد رکھو مشنِ حسینؑ سے تو عقیدت ہندوؤں تک کو ہے۔ رباعی۔

رباعی

ایماں کے طرف دار ہوا کرتے ہیں باطل سے وہ بیزار ہوا کرتے ہیں
شبیرؑ بہتے ہوئے اشکوں کی قسم ہندو بھی عزادار ہوا کرتے ہیں

آج ایک دشمن کی بھی سنو۔ جو دوست ہوگیا۔ روایت میں ہے کہ بارھویں منزلِ اشراف سے امام حسینؑ آگے نکلے تو ایک مقام پر ایک آدمی نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ امامؑ نے فرمایا بیشک اللہ اکبر ہے۔ مگر اس وقت تکبیر کہنے سے تیری کیا مراد ہے۔ اس نے عرض کی کہ مولا کھجوروں کا باغ نظر آیا ہے۔ دوسرے نے کہا خدا کی قسم یہاں کوئی باغ نہیں ہے۔ جب غور سے دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ گھوڑوں کی کنوتیاں اور نیزوں کے پھل نظر آتے ہیں، اس پر امامؑ نے فرمایا واقعی کوئی لشکر کوفہ سے آرہا ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے ذی حسم جگہ جس کے تین طرف پہاڑ تھا اُدھر کا رُخ کیا اور پہلے پہنچ کر اپنے خیمے نصب کرلیے۔ اس کے بعد ایک ہزار کا لشکر جو سلاحِ جنگ فولادی میں تھا آپہنچا اور امام حسینؑ کے سامنے حُر نے بھی اپنا خیمہ نصب کرادیا۔ فرزندِ ساقیِ کوثر کی حُر کے لشکر پر نگاہ پڑی تو فوراً حکم دیا عباسؑ، علی اکبرؑ ان تمام لشکریوں کو پانی پلاؤ۔ بس مشکوں کے دہانے کھل گئے اور حاکمِ روحانی نے اپنے فعل سے ثابت کردیا کہ میرے نزدیک قاتل کو بھی پیاسہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ خود مولائے کائنات دشمنوں کو پانی پلانے میں مشغول ہوئے اور جب تمام آدمی سیراب ہوچکے تو فرمایا اب ان کی سواریوں کو سیراب کرو۔ بنی اُمیّہ کے ہوا خواہوں میں اگر ذرہ بھر بھی دیانت ہوتی تو حضرت امام حسینؑ کے کردار کی یہ ایک ہی جھلک صراطِ مستقیم تک پہنچانے کو کافی روانی ہے۔ جب تمام لشکر اور سواریاں سیراب ہو چکیں تو امامؑ نے حُر سے دریافت کیا کہ تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔ حُر نے عرض کی کہ مجھے حاکمِ کوفہ ابنِ زیاد کا حکم ہے کہ آپ کو جہاں بھی پاؤں حکمِ حاکم کے مطابق کوفہ لے چلوں۔ اس پر امامؑ نے فرمایا کہ میں کسی دنیاوی غرض کے لئے تو یہاں نہیں آیا۔ تم لوگوں نے ہزاروں خط لکھ کر مجھے بلایا کہ ہم بغیر امامؑ کے ہیں۔ اگر تم میرے آنے پر راضی نہیں ہو تو میں واپس پلٹ جاتا ہوں۔ حُر نے خطوط سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ خطوط لے آیا۔ غلام نے دو تھیلے خطوں کے پیش کردیئے جس میں ہزاروں خط تھے۔ امامؑ نے وہ تمام خطوط حُر کے سامنے ڈال دیئے۔ حُر نے خطوں کو دیکھ کر کہا کہ میں ان لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں مجھے تو ہر حالت میں حاکم کے حکم کو بجالانا ہے۔ اس کے بعد نماز کا وقت ہوا تو حُر کے لشکر نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام

کے پیچھے نمازادا کی نمازِ عصر کے بعد امام نے حکم دیا کہ تیاری کرو اور امام گھوڑے پر سوار ہوئے
تو حُر نے بڑھ کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ امامؑ نے فرمایا پیچھے ہٹ جا۔ تیری ماں تیرے ماتم
میں روئے۔ اس پر حُر نے عرض کی حسینؑ اگر عرب کا کوئی اور شخص مجھے یہ کہتا تو جواب اسے
بڑھ کر دیا جاتا۔ مگر میں سوائے درود و سلام کے تیری والدہ کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس
کے بعد لشکر دو محرم کو کربلا پہنچا۔ ساتویں کو پانی بند ہو گیا۔ محرم کی دسویں شب کو قتلِ حسینؑ کی
تیاریاں شروع ہو گئیں اور خیامِ حسینیؑ سے العطش العطش کی آوازیں بلند ہوئیں تو حُر کی غیرت
نے کروٹ بدلی اور بدحواس ہو گیا کہ اولادِ رسولؐ کو مصیبت میں ڈالنے کی ذمہ داری مجھ پر
عائد ہوتی ہے۔ اب دوزخ کے کنارے میں پہنچ گیا۔ اسی فکر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا
تھا کہ غلام کی نگاہ پڑی کہ آقا کا رنگ اُترا ہوا ہے۔ سرد آہیں لب پہ ہیں۔ سیدھے منہ
بات نہیں کر سکتا۔ حُرؓ کا غلام گھبرا گیا اور حُرؓ کے بھائی سے جا کر ذکر کیا کہ ذرا حُرؓ کا حال تو دیکھو
لڑائی کا خوف اس درجہ غالب ہے کہ ہوش و حواس درست نہیں۔ یہ سُن کر حُر کا بھائی دوڑا
ہوا آیا اور حُر کی حالت دیکھ کر حیران ہو گیا اور کہنے لگا حُرؓ تُو تو کوفہ کا نامور شہسوار، شہرہ آفاق
بہادر ہے۔ یہ بزدلی کیسی۔ ان چند بھوکے پیاسوں سے گھبرا گیا یہ تو ایک ہی حملے میں کچل دیئے
جائیں گے۔ حُرؓ نے ایک آہ سرد کھینچی اور بھائی سے کہا کہ کچھ دُور میرے ساتھ چلیے تو میں اپنی
پریشانی کی وجہ بتاؤں۔ اس کے بعد دونوں بھائی لشکرِ یزید سے دُور نکل گئے تو ایک مقام
پر حُرؓ نے کھڑے ہو کر بھائی سے کہا کہ اس آواز پر غور کرو کہ کیا کچھ آواز ہے بھائی نے تھوڑے
سے سکوت کے بعد کہا کہ یہ حسینؑ کے خیام سے العطش العطش کی آواز آ رہی ہے۔ معلوم
ہوتا ہے کہ نواسۂ رسولؐ کے بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ حُرؓ نے اپنے سینہ پر ہاتھ
مارا اور رو کر کہا ہائے قسمت ہائے قسمت اور روتے ہوئے بھائی سے ذکر کیا کہ فرزندِ رسولؐ
کو اس مصیبت میں ڈالنے کا میں ہی موجب ہوا ہوں۔ بتا اس کے بعد بھی میری نجات و
بخشش کی کوئی امید ہے۔ بھائی میں تو دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں جس کی آگ کو برداشت
کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ حُرؓ کے بھائی نے کہا پھر کیا ارادہ ہے۔ حُرؓ نے کہا کہ میں
تو مصمم ارادہ کر چکا ہوں کہ ساقیِ کوثر کے فرزند کے پاس جا کر معافی مانگ کر ان کی نصرت میں

جان فدا کروں۔ حُرؓ کے بھائی نے کہا جزاک اللہ میں بھی تیرا ہی ساتھ دوں گا۔

روایت میں ہے کہ جناب حُرؓ نے جب فوج کی تیاری دیکھی تو عمر بن سعد کے پاس جاکر دریافت کیا کہ واقعی ہی حسینؑ سے جنگ ہوگی۔ عمر بن سعد نے کہا کہ ہاں ایسی جنگ ہوگی کہ سر ہوا میں اڑتے ہوئے نظر آئیں گے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑیں گے۔ جب حرؓ کو یقین ہوگیا تو اپنے بھائی۔ غلام اور بیٹے کو ساتھ لے کر ابلیسی لشکر سے نکل کر رحمۃ للعالمین کے نواسہ کی طرف روانہ ہوا۔ اِدھر سے حُرؓ چلا اُدھر فرزندِ رسولؐ کی نگاہ پڑی آواز دے کر فرمایا بھائی عباسؑ۔ بیٹا علی اکبرؑ تم دونوں میرے معزز مہمان کے استقبال کو بڑھو۔ امامؑ کا حکم پاتے ہی شہزادہ علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ حُرؓ کی طرف بڑھے۔ جب حُرؓ نے حضرت عباسؑ اور علی اکبرؑ کو دیکھا تو گھبرا گیا۔ میں تو معافی لینے آرہا ہوں۔ کہیں شیرِ خدا کا بیٹا میری گذارشات سے پہلے ہی نہ مجھے قتل کردے۔ یہ سوچ کر حُرؓ گھوڑے سے اُتر پڑے اور اپنے عمامہ سے اپنے دونوں ہاتھ باندھ لئے کہ ساقیٔ کوثر کا فرزند قیدی کو قتل نہیں کرے گا۔

عزادارو! حُرؓ کے بندھے ہاتھوں کو دیکھ کر فرزندِ رسولؐ سے نہ رہا گیا۔ امام حسین علیہ السلام بھی گھوڑے پر سوار ہو کر حُرؓ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مولا کو انصار نے دیکھا تو تمام انصارِ حسینؑ بھی حُرؓ کی طرف روانہ ہوئے۔ عباسؑ۔ علی اکبرؑ۔ امام حسینؑ اور حبیبؓ۔ زہیرؓ عابسؓ شاکری وغیرہم گھوڑوں پہ سوار تھے اور حُرؓ پیدل ہو چکے تھے۔ حضرت نے قریب پہنچ کر فرمایا کہو بھائی حُر خیریت ہے۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت عباسؑ۔ جناب علی اکبرؑ حبیبؓ ابن مظاہر۔ زہیر ابن قینؓ۔ بریر ابن خضیرؓ نے گھوڑے چھوڑ دیئے اور پیدل ہوگئے مولا امام حسینؑ نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیدل ہوگئے۔ عرض کی آپ کا بھائی حر پیدل کھڑا ہے۔ یہ خلافِ ادب ہے کہ آپ کا بھائی حرؓ پیدل ہو اور ہم گھوڑوں پر سوار ہوں۔ اس کے بعد مولا نے بڑھ کر حُرؓ کو سینے سے لگایا۔ حُرؓ نے امامؑ کے قدموں کے بوسے لئے۔ امامؑ نے فرمایا حُرؓ ذرا سر کو تو بلند کرو۔ حُرؓ نے رو کر عرض کی مولا میں نہایت شرمسار ہوں۔ میں ہی وہ گنہ گار ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا تھا۔ میں ہی وہ گنہ گار ہوں جس نے اولادِ رسولؐ کا پانی بند کرایا تھا مولا میں ہی وہ گنہ گار ہوں جس نے بتولؑ کی شہزادیوں کو پریشان کیا تھا۔ اب عفوِ تقصیر کے لئے

حاضر ہوا ہوں کیا میری خطا معاف ہوگی۔ شعر

معافی ملی، جنت ملی کوثر بھی پیا حُر نے
کیا لوٹ میں پڑ گیا شبیرؑ کا مہماں ہو کر

امامؑ نے فرمایا حُرؓ میں نے تجھے معاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی تجھے معاف کیا ہے۔ اصحاب الیمین صفحہ ۲۸ پر منقول ہے کہ حرؓ نے عرض کی کہ یا مولا جب میں کوفہ سے روانہ ہوا تھا تو مجھے پیچھے سے آواز آئی کہ حرؓ تجھے جنت کی بشارت ہو۔ میں حیران تھا کہ میں تو فرزندِ رسولؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں تو یہ جنت کی بشارت کیسی اب مجھے معلوم ہوا کہ واقعی وہ بشارت درست تھی۔ امامؑ نے فرمایا وہ بشارت دینے والے خضرؑ پیغمبر تھے۔ اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر مرقوم ہے کہ حُر نے یہ بھی عرض کی کہ مولا آج رات کو میں نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا ہے جس نے مجھ سے دریافت کیا کہ حُر آج کل تُو کیا کر رہا ہے۔ کہا کہ فرزندِ رسولؐ کا راستہ روکنے پر مامور ہوں۔ فرزندِ ساقیِ کوثرؑ کے بچوں کا پانی بند کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ تو میرے باپ نے کہا کہ اس کے بعد سوچ کہ تیرا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ اگر تجھے بخشش کی ضرورت ہے تو حسینؑ ابنِ علیؑ کی نصرت میں جان فدا کر۔ قسیم النار والجنۃ کا فرزند تجھے جنت عطا فرمائے گا۔ اس پر امامؑ نے فرمایا بیشک تو نے اپنی نجات کا سامان کر لیا۔

عزادارو! جب خیامِ اہلبیتؑ میں یہ خبر پہنچی کہ حرؓ نے خدمتِ امام میں حاضر ہو کر معافی طلب کی ہے تو چھوٹے چھوٹے بچے خیامِ اہلبیتؑ سے نکل آئے۔ کوئی بچہ کہتا تھا کہ چچا حُرؓ میرا اسلام قبول ہو۔ کوئی کہتا تھا ماموں حُر میرا اسلام قبول ہو۔ کوئی بچہ کہتا تھا ہم پیاسوں کے مہمان ہمارا اسلام قبول ہو۔ یہ سن کر حُرؓ دھاڑیں مار کر رونے لگا اور خدمتِ امامؑ میں دست بستہ عرض کی کہ مولا مجھے میدانِ قتال کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ حُرؓ امامؑ سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ او بے غیرتو تم نے عرب کی غیرت کو مٹی میں ملا دیا کیا کسی نے کبھی مہمان کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا ہے۔ کیا تم نے امامِ حسینؑ کو دعوت دے کر نہیں بلایا۔ تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں روئیں۔ دریا سے

ہر انسان تو پانی پی رہا ہے بلکہ جانور سگ و خوک تک پانی سے سیراب ہو رہے ہیں اور تم نے فرزندِ رسولؐ اور اس کے بچوں کا پانی بند رکھا ہے۔ خدا تم کو بروزِ قیامت سیراب نہ کرے حضرت حُرؓ کی اس تقریر کا جواب اشقیاء نے تیروں سے دیا۔ اس کے بعد حُرؓ نے واپس آکر امام سے عرض کی کہ مولا اشقیاء نے جنگ کی ابتدا کر دی ہے اور عمر سعد ملعون نے ہماری طرف تیر چلا کر ساری دنیا کو گواہ کیا ہے کہ گواہ رہنا کہ میں نے سب سے پہلے لشکرِ حسینؑ کو تیر مارا ہے۔ پس حُرؓ نے میدان کارزار میں دادِ شجاعت دی کہ آزمودہ کارانِ حرب و ضرب کے حوصلے پست کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حصینؑ بن نمیر نے یزید بن سفیان نامی ایک شخص کو پکار کر کہا کہ آج تیری تمنا پوری ہونے کا وقت ہے آگے بڑھ کر حُرؓ کو قتل کر دے۔ یہ آگے بڑھا اور حُر نے اسے واصلِ جہنم کر دیا اس کے بعد عمر بن سعد نے صفوان ابنِ حنظلہ کو بلایا جو تمام لشکر میں شہرت رکھتا تھا اور حرؓ کے مقابلے کو بھیجا جناب حُر نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے ایک ایسا وار کیا کہ وہ راہی جہنم ہوا۔ صفوان کو مقتول دیکھ کر اس کے تین بھائی جو دادِ شجاعت میں برابر تھے حُرؓ کے مقابلے کو نکلے۔ حُرؓ نے ایک کو کمر میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور واصلِ جہنم ہوا۔ دوسرے کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ تیسرا بدحواس ہو کر بھاگا۔ مگر حرؓ نے سبقت کر کے اسے بھی ٹھکانے لگا ہی دیا۔ اس کے بعد تمام فوج ٹوٹ پڑی مگر حضرت حُرؓ نے اشقیاء پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ایک ملعون نے حُرؓ کے گھوڑے کو تیر مار کر بے کار کر دیا۔ پس حُرؓ نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے آواز بلند کی۔ یا مولا! ادرکنی۔

عزادارو! مولا حسینؑ حُرؓ کی لاش پر پہنچے اور حرؓ کے سر کو گود میں لیا اور رو کر فرمایا حرؓ واقعی تیری ماں نے تیرا نام حُرؓ ٹھیک رکھا تھا۔ بے شک تو دنیا و آخرت میں حُرؓ ہی ہے۔ ایک مرتبہ حُرؓ نے آنکھ کھولی اور اپنے سر کو حسینؑ کی گود میں دیکھ کر الحمد للہ کہا اور راہیٔ جنت الفردوس ہو گیا۔

انوار النعمانیہ و دیگر کتب میں منقول ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی نے بغداد کو فتح کیا اور عتبات عالیات کی زیارت سے مشرف ہوا تو حُرؓ کی قبر پر پہنچا اور اسے خیال تھا کہ حرؓ

کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ شاہ اسماعیل نے حکم دیا کہ حُرؑ کی قبر کھودی جائے تاکہ تحقیق ہو جائے کہ توبہ حُرؑ کی قبول ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ جب قبر کھودی گئی تو کیا دیکھا کہ حُرؑ کا جسمِ اقدس اپنی قبر میں تر و تازہ ہے۔ اس طرح محوِ خواب تھا کہ جس طرح تازہ شہید ہوا ہو۔ اس کی لاش خون آلود تھی اور پیشانی پر رومال بندھا ہوا تھا۔ شاہ نے وہ رومال کھول لیا تو پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ پھر رومال باندھا۔ خون رُک گیا پھر کھولا تو خون جاری ہو گیا۔ شاہ اسماعیل نے ایک قیمتی رومال اور باندھ دیا تو حُرؑ کا خون نہ رُکا۔ زبانِ حال سے فرمایا اے اسماعیل سرد ے کر یہی رومال تو بتولؑ کے لال سے انعام میں پایا ہے اور تُو اسے بھی چھیننا چاہتا ہے۔ پس تمام شکوک دور ہو گئے اور قبر کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد شاہ اسماعیل صفوی ہی نے حرؑ کا روضہ تعمیر کرایا تھا۔ اصحاب الیمین ص۴۷ لواعج الاحزان جلد ۲ ص۱۶۷۔ جو آج تک موجود ہے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

دسویں مجلس

یزید پلید کا تعارف، اور فرزندِ رسولؐ کے فضائل و مناقب

ربطِ مصائب راہِ کوفہ و شام اور شیریں کا واقعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

پارہ ۲ رکوع ۳۔ جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کا شعور نہیں ہے۔

آئے دن آپ اخباروں میں پڑھتے ہیں اور لوگوں سے سُنا کرتے ہیں اور کبھی کبھار آنکھوں سے دیکھتے بھی ہوں گے کہ فلاں جگہ ایک قتل ہوا۔ ایک حادثہ ہوا۔ کوئی مارا گیا۔ جب کسی کے قتل کی واردات سنیں تو فوراً ذہن میں تین سوال پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) کون مارا گیا (۲) کس نے مارا (۳) اور کیوں مارا۔ اگر ثابت ہو جائے کہ مقتول مظلوم مارا گیا تو اس سے ہمدردی کا ہونا فطری جوہر ہے۔ مظلوم سے ہر انسان محبت و انس کرتا ہے۔ مسلمانو جس اصول پر تم دنیا کے حادثات پر غور و فکر کرتے ہو اسی اصول پر کربلا کے واقعات و حادثات پر غور و فکر کرو۔ سنو کربلا میں ایک حادثہ ہوا۔ وہی تین سوال (۱) کون مارا گیا (۲) کس نے مارا (۳) کیوں مارا گیا۔ ان تینوں پر ... رہے بحث کرنا ضروری ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مظلوم کون تھا اور ظالم کون تھا۔ (۱) کربلا میں کون مارا گیا۔ مسلمانو کربلا میں حسینؑ مارا گیا (۲) کس نے مارا۔ یزید لعین نے مارا۔ سنو! حسینؑ کون ہے اور یزید کون تھا۔ حسینؑ ہجری چار۔ تین شعبان بروز جمعہ مدینہ منورہ میں بتولؑ کے گھر پیدا ہوئے اور یزید لعین ہجری ۲۵ یا ۲۶ کو شام اور حمص کے درمیانی علاقہ شہر تدمر میں معاویہ کے گھر پیدا ہوا تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲ ضیاء العینین صفحہ ۳۶۳۔ یزید کو گھٹی شراب کی دی گئی اور حسینؑ کو لعاب دہن محمدؐ مصطفٰے ہی نصیب ہوا۔

مولانا قبلہ محمد حسین صاحب ڈھکو نے سعادۃ الدارین کے صفحہ ۳۹ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ماں کا دودھ تک نہیں پیا بلکہ لعابِ دہن مصطفٰے سے پرورش پائی یزید لعین کا نانا بجدل بن انیف کلابی عیسائی خاندان سے تھا اور حسینؑ کے نانا رحمۃ للعالمین افضل المرسلین شفیع المذنبین سید الاولین والآخرین ہاشمی خاندان سے ہیں۔ یزید لعین کی ماں میسون جو اپنے باپ کے غلام سفاح سے حاملہ ہوئیں جو بدوؤں سے مل کر مواشی چرایا کرتی تھیں۔ جس کے رقص کو معاویہ نے پسند کر کے عقد کیا۔ ضیاء العینین صفحہ ۳۶۴ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۱ صفحہ ۱۲۳ ناسخ التواریخ میں کتاب تجارب السلف ہندو شاہ سے نقل کیا ہے کہ میسون کے باپ بجدل کا ایک غلام تھا جس کا نام سفاح تھا۔ میسون کو اس سے محبت تھی تا آنکہ سفاح سے میسون حاملہ ہوئیں۔ اس کے بعد ابتدائے حمل میں امیر شام کے گھر آئی چونکہ حمل ظاہر نہ تھا اس لئے یہ بات پوشیدہ رہی تا آنکہ لڑکا پیدا ہوا۔ امیر شام نے لڑکے کا نام یزید رکھا پھر

میسون نے امیر شام سے ملول ہو کر طلاق لی اور اپنے اہل سے ملحق ہو کر حوارین میں رہنا اختیار کیا، یزید اکثر شکار کے لیئے حوارین جاتا تھا اور اپنی ماں کے دیدار سے مسرور ہوتا تھا۔ چنانچہ بوقتِ انتقال امیر شام یزید حوارین ہی کو شکار کے لیئے گیا ہوا تھا اور وہیں یزید کو معاویہ کی موت کی خبر ملی تھی ماخوذ ضیاء العینین ص۲۶۴ اور حسینؑ کی ماں بتولؑ تھیں جس کی طہارت و شرافت عصمت و عفت پر اسلام کو ناز ہے جس کی شان میں اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ پارہ ۲۲ رکوع ۱ قدرت نے بطور سند کے نازل فرمایا۔ مسدس۔

اسلام ایک جود عطائے بتولؑ ہے ‏ ‏ کردارِ فاطمہؑ ہی تو دینِ رسولؑ ہے
ساری رسالتوں کا نتیجہ ہے فاطمہؑ ‏ ‏ گویا کہ شاخِ رُسل پہ عصمت کا پھول ہے

کوئی بُرا بھی مانے تو کہتا ہوں بے دھڑک
نسواں کی کائنات میں یہ بھی رسولؑ ہے

صلوات۔ یہاں شاعر کی مراد رسولؐ سے نبی یا امامؑ نہیں ہے۔ بلکہ فرستادہ خدا ہے لفظ رسولؐ سے تو حضرت جبرئیلؑ کو بھی قرآن مجید نے یاد فرمایا ہے۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا پارہ ۱۶ رکوع ۵، کہنے لگا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا کہ خوشخبری دوں تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکے کی۔ اگر حضرت جبرئیلؑ رسولؐ کہلا کر نبی نہیں بن سکتا تو جناب زہراؑ بھی رسول کہلا کر نبی نہیں ہو سکتیں۔ بس جس معنی میں جبرئیلؑ رسول ہے اسی معنی میں شاعر نے بتولؑ کو رسول کہا ہے۔

مسلمانو عظمتِ بتولؑ یہ تھی کہ جب کبھی حضرت سیدہؑ اپنے باپ کے ہاں تشریف لاتیں تو جناب ختمی المرتبتؐ عبائے نبوت بچھاتے اور حضرت سیدہؑ تشریف فرما ہوتیں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے کلام گفتگو میں فاطمہؑ سے زیادہ رسولؐ سے کسی کو مشابہ نہیں پایا جب وہ رسولؐ اللہ کے پاس جاتیں تو رسولؐ ان کے (خیر مقدم) کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کو خوش آمدید فرماتے اور فاطمہؑ بھی رسولؐ کی آمد پر ایسا ہی کرتیں تھیں۔ کربلا کی شیر دل خاتون ص۳ غنیۃ الطالبین اردو ص۳۵۔ اس کے علاوہ صاحبِ تفسیرِ حسینی قادری جلد ۲ ص۲۶۳ پر تحریر فرماتے

ہیں کہ حضور پُر نور جب نماز کے وقت درِ بتولؑ سے گزرتے تو ارشاد فرماتے۔ اَلصَّلٰوۃُ
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا
پارہ ۲۲ رکوع ۱۔ مسدس۔

مریمؑ بھی اس سے کم ہے مسیحا سے پوچھ لو — خود حاجرہ کنیز ہے سارہ سے پوچھ لو
اپنوں کا کیا ہے تذکرہ اعداء سے پوچھ لو — جاؤ مباہلہ میں نصاریٰ سے پوچھ لو

زہراؑ سی عورتیں ہیں نہ حیدرؑ سے مرد ہیں
ختم الرسلؐ کے بعد یہ زوجین فرد ہیں

صلوات۔ آگے چلو۔ یزید کے باپ کا نام معاویہ تھا جس کے افعال و کردار پہ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ معاویہ نے اپنے باپ ابوسفیان کی معیت میں نبی اکرمؐ سے جنگ بدر۔ احد خندق۔ وغیرہ وغیرہ اسی طرح کئی جنگ کئے۔ فتح مکہ کے روز مجبوراً اس نے کلمہ پڑھ لیا پھر حضرت امیر علیہ السلام کے مقابلہ جنگِ صفین لڑی جس میں ہزاروں مسلمان اس کی فوج نے شہید کئے۔ حضرت عمار یاسرؓ، حضرت اویس قرنیؓ اور محمد بن ابوبکر کا قاتل معاویہ ہی تو ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو اسی نے زہر دلوایا تھا۔ جناب عائشہ ام المومنین کا قاتل درحقیقت حضرت معاویہ ہی ہے۔ تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۔ کہاں ہیں ازواجِ رسولؐ کے گستاخ کو کفر کا فتویٰ لگانے والے حضرت معاویہ کے متعلق تو ارشاد فرماویں کہ اس کو کیا کہا جائے۔ شعر ؎

ہمیں تو کہہ رہے ہیں چلو نیچی نظر کر کے
اُنہیں کوئی نہیں کہتا کہ نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

اور حسینؑ کا باپ علیؑ المرتضیٰ۔ شیرِ خدا۔ ناصرِ محمدؐ مصطفےٰ۔ وارثِ ھل اتیٰ۔ مالکِ قل کفیٰ مصداقِ آیۂ اِنما ولیکم اللہ۔ جس کی شان میں جبرئیلؑ نے جنگِ اُحد کے روز مژدہ سنایا لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ۔ مودۃ القربیٰ صفحہ ۵ میں ایک واقعہ تعظیم مصطفیٰ کا عرض کرتا ہوں کہ جناب امیر علیہ السلام بطنِ مادر میں تھے کہ حضرت رسولِ خداؐ کی تشریف آوری پر جناب فاطمہ بنت اسد تعظیم رسولؐ کے لئے کھڑی ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک

مرتبہ بعض بنی ہاشم نے جناب فاطمہؑ کو اس تعظیمی مقام پر روکنا چاہا تو حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ میں مجبور ہوں۔ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کرتا ہے بنی ہاشم نے اس بات پر یقین نہ کیا اور کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اس کے بعد جب رسولِ خداؐ گھر تشریف لائے تو فاطمہ بنتِ اسد نے تعظیم کے لئے اٹھنا چاہا تو ایک کاندھے پر حضرت عباسؓ نے ہاتھ رکھ کر اٹھنے سے روکا اور دوسرے کاندھے پر حضرت حمزہ نے ہاتھ رکھ کر روکا۔ جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ میں اس طرح کھڑی ہو گئی کہ گویا میرے کاندھوں پر ایک تنکہ تک ہی نہ تھا اور بطنِ اقدس سے آواز آئی۔ اماں یہ رسول سیدِ سردار ہیں ان کی تعظیم ضروری اور واجب و لازم ہے۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷

لوگو! علیؑ کی آنکھ کھلی تو محمدؐ کی گود میں اور محمد مصطفٰےؐ کی آنکھ بند ہوئی تو علیؑ کی گود میں۔

تاریخ شاہد ہے کہ نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر مشکل وقت میں حضرت علیؑ نے آپ کی مدد کی میں کہتا ہوں کہ مسلمانو تم کوئی ایسا مصیبت کا مقام دکھلاؤ کہ جس میں حضرت علیؑ حضور نبی اکرمؐ کے شریک کار نہ رہے ہوں۔ رباعی۔

خالق کے کام آئی اس دن زبانِ حیدرؑ | مرسل کی زندگی تھی ہجرت کی جانِ حیدرؑ
تاریخِ وطن کو صفدر اپنے لہو سے لکھ کر | کہتے ہیں مردِ غازی ہم ہیں نشانِ حیدرؑ

صلوات۔ ایک مولوی صاحب تقریر میں اس بات پر زور دے رہے تھے کہ جو خلیفۂ وقت کو نہ مانے وہ اسلام سے خارج ہے۔ خلیفۂ وقت کو ماننا فرضِ عین ہے۔ میں نے عرض کی مولانا یہ فتوے تو آپ کو بہت مہنگا پڑے گا۔ اگر خلیفۂ وقت کو نہ ماننے والا کافر ہے تو حضرت معاویہ نے بھی تو خلیفۂ وقت کو نہیں مانا بلکہ خلیفۂ رسولؐ سے ستر جنگ کئے۔ اس بزرگ پر فتویٰ صادر فرماؤ کہ اسے کیا مانیں۔

ایک مقام پر ایک حیدارِ بنی اُمیہ نے کہا کہ حضرت معاویہؓ کی سیرت بیان کرو۔ میں نے عرض کی کہ پہلے فرماؤ کہ معاویہ کا مذہب کیا تھا۔ ارے شیعہ وہ ہوتا ہے جو حضرت علیؑ کو خلیفۂ بلافصل مانے اور اہلسنت وہ ہوتا ہے جو حضرت امیرؑ کو چوتھا خلیفہ مانے۔ معاویہ حضرت علیؑ کو پہلا خلیفہ مانتا تو ہم شیعہ سمجھتے اور اگر حضرت امیرؑ خیبر گیر والدِ شبرؑ و شبیرؑ

معاویہ کا مذہب

رباعی

کو معاویہ چوتھا خلیفہ تسلیم کرتا تو جنگ کیوں کرتا۔ دنیا کا کوئی اہلسنت والجماعت حضرت علیؑ سے جنگ نہیں کرتا۔ مسلمانو اگر معاویہ سُنّی ہوتا علیؑ سے جنگ کیوں کرتا۔ ہیں معاویہ کے حبداروں سے پہلے فیصلہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اس پیر مرشد کا مذہب کیا ہے۔ میری تمنّا۔ رباعی۔

مستحق ہوں میں اگر یارب کسی انعام کا ۔۔۔ واسطہ تجھ کو شہیدِ کربلّا کے نام کا
خُلد سے پہلے مجھے ایک مرقعہ کر عطا ۔۔۔ ہاتھ میرے جوتا ہو اور سر یزید بدِ شام کا

کربلا گامے شاہ میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا کوثر نیازی نے حضرت امیرؑ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ علیؑ حسینؑ کا بھی باپ ہے۔ اس کے ساتھ میں ایک فقرہ اور بڑھا دیتا ہوں کہ معاویہ یزید کا بھی باپ ہے۔ ہندہ کے پھولوں سے قوّتِ مشام حاصل کرنے والے فرمایا کرتے ہیں کہ معاویہ کاتب وحی تھا۔ خال المومنین ہے۔ لہٰذا اس کی شان میں گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔ مسلمانو اگر ایسا ہی ہے تو ابو لہب۔ محمد مصطفیٰ کا حقیقی چچا ہے حضرت ہاشم کا پوتا ہے اُسے لعنتی کیوں کر کہا جا سکتا ہے۔ ارے جب حقیقی رشتے ایمان کے مقابلہ میں مردود ہو سکتے ہیں تو سببی رشتوں کی کیا قدر و قیمت ہوگی۔ رہا معاویہ کا کاتبِ وحی ہونا تو یہ بھی بالکل واقعہ کے خلاف ہے۔ سنو۔ معاویہ اور ابوسفیان نے فتح مکّہ کے روز اسلام قبول کیا اوّل اوّل مؤلفۃ القلوب میں تھے: تاریخ الخلفاء ص۲ اور فتح مکّہ ہجری ۸ھ آخر رمضان میں ہوا تاریخ اسلام ۱ ص۲۲۰۔ اس کے بعد حضرت نبی اکرمؐ مکّہ میں صرف ایک بار تشریف لائے کیونکہ ہجری ۸ کے سال کے حج کا امیر عتاب بن اسید ایک نوجوان مقرر کیا گیا تھا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص۲۲۳ اور ہجری ۹ھ میں سورہ برائت لے کر حضرت امیر حج کے موقعہ پر مکّہ تشریف لے گئے اور قریش کو سورہ برادت سے آگاہ فرمایا تاریخ اسلام ۱ ص۲۳۱ اور ہجری ۱۰ھ ہی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے لیئے تشریف لے گئے اور گیارہ ہجری ربیع الاوّل میں حضورؐ نے وفات پائی۔ مکّہ کے فتح ہونے کے بعد حضورؐ پُر نور ایک ہی مرتبہ مکّہ آخری حج کے لیئے تشریف لے گئے تو بتاؤ معاویہ کاتبِ وحی کہاں رہا۔ کیا معاویہ کے زمانہ کُفر و شرک میں حضورؐ نے اسے کاتب وحی مقرر کیا تھا۔ کیا دیگر صحابہ کرام لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ رباعی۔

تصویرِ زندگی کا عجب آب و رنگ تھا ۔۔۔ دیکھا تو پھول ہاتھ لگایا تو سنگ تھا

اب اس کی دھجیوں میں چھپاتے ہیں کائنات وہ پیرہن جو اپنے جسد پر بھی تنگ تھا

اور سنو یزید کے دادے کا نام ابوسفیان تھا جس کی ساری زندگی خدا و رسولؐ کی مخالفت میں گزری۔ مسلمانو ابوسفیان سے بڑھ کر حضورؐ کا کوئی دشمن نہ تھا اور حسینؑ کے دادا حضرت ابوطالبؑ سے بڑھ کر نبی اکرمؐ کا کوئی دوست نہ تھا۔ کیوں مسلمانو بستر رسول پر تلواروں سے حملے کون کرتا تھا۔ اور محمد مصطفےٰؐ کی حفاظت کی خاطر بستر نبویؐ پر قربانی کے لئے اپنے بچے کون سلاتا تھا بتاؤ شعب ابی طالب میں محمدؐ کو قید کس نے کیا اور جان و مال کی قربانی فخر سے پیش کر کے محمدؐ کو بچایا کس نے تھا۔

آگے چلو یزید کی دادی کا نام ہندہ جگر خوار حضرت حمزہؓ تھیں۔ اس ملعونہ نے حضرت حمزہؓ کے کان ناک کاٹ لئے تھے اور حضرت حمزہ کا سینہ چاک کر کے آپ کا جگر چبانا چاہا۔ مگر قدرت الٰہی مانع ہوئی۔ روایت میں ہے کہ جب ابوسفیان میدان اُحد میں جناب رسالتمآبؐ سے جنگ کرنے کے لئے آیا تو ہندہ بھی ساتھ تھی اور مقام ابوہ پر ہندہ کو معلوم ہوا کہ محمد مصطفےٰؐ کی والدہ کی قبر یہاں ہے تو اس نے جناب آمنہؑ کی قبر کو کھودنا چاہا کہ میت کو نکال کر بے حرمتی کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے حبیب کی والدہ کی قبر کی حفاظت کرو۔ ہندہ جب اپنے ناپاک ملعون ارادے سے قبر مطہر کی طرف بڑھی تو ہیبتناک چہروں کو دیکھ کر ڈر گئی۔ آفتاب شہادت صہ۱۵۔ ہندہ کے کلمہ پڑھنے پر بھی خُلقِ عظیم کے مصداق نے ارشاد فرمایا کہ ہندہ میرے سامنے نہ آیا کرے۔ کیوں کہ اس کو دیکھ کر مجھے چچا حمزہ کی موت یاد آجاتی ہے اور حسینؑ کی دادی کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ جس نے جناب رسالتمآبؐ کی پرورش اپنے بچوں سے بھی زیادہ فرمائی۔ مسلمانوں کا اتفاق اس بات پر ہے کہ فاطمہ بنت اسد سابق الاسلام تھیں۔ حضورؐ انہیں ماں کہہ کر پکارتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک روز حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کو لوگ برہنہ محشور ہوں گے تو جناب فاطمہ بنت اسد نے گھبرا کر فرمایا۔ ہائے شرم ہائے شرم۔ حضورؐ نے فرمایا اے چچی آپ نہ گھبرائیں۔ آپ کے لباس کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ پھر کسی وقت نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ فشار قبر بڑی سخت منزل ہے تو فاطمہ بنت اسد نے گھبرا کر فرمایا ہائے ضعیفی ہائے ضعیفی تو حضورؐ

نے قبر کی بھی ضمانت لے لی۔ جناب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو حضور تشریف لائے اور عورتوں کو غسل پر مامور فرمایا اور کہا کہ جب غسل سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ عورتوں نے جب غسل کے تمامیت کی اطلاع دی تو حضور نے اپنی قمیض اتار کر عورتوں کے حوالے فرمائی کہ یہ ان کو بطور کفن پہنائی جائے اس کے بعد بہ نفسِ نفیس جنازے کو کاندھا دیا۔ اور قبر تک جنازے کے نیچے رہے اور قبر میں پہلے خود لیٹے بعد ازاں میت کو خود اتارا اور میت کے کانوں کے قریب منہ کر کے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا اِبْنُکِ اِبْنُکِ۔ یعنی تیرا فرزند تیرا فرزند۔ اس کے بعد مبارک ہاتھوں سے بارد کر تشریف لائے اور قبر کو بند کر دیا گیا۔ پھر حضور دیر تک قبر پر بیٹھ کر روتے رہے۔ واپسی پر صحابہ کرام سے فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد مجھے ہر چیز میں اپنے اور اپنے بچوں سے ترجیح دیا کرتی تھی۔ آج ابو طالبؑ کے احسانات سے میں بالکل محروم ہو گیا ہوں۔ صحابہ نے ابنک ابنک کے بارے میں عرض کی تو فرمایا کہ ملائکہ نے میری چچی سے توحید و رسالت کے بارے میں جب سوال کیا تو انہوں نے صحیح جواب دیا اور امامت و ولایت کے وقت شرم سے خاموش ہو گئیں تو میں نے فرمایا تیرا بیٹا تیرا بیٹا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۶ ص ۱۷۹ صلوات۔

اور سنو یزید بھی ایک ماں سے تین بھائی تھے اور حسینؑ بھی ایک ماں سے تین بھائی تھے یزید بھی منجھلا تھا اور حسین بھی منجھلا تھا۔ یزید کے بڑے بھائی کا نام عبدالرحمن تھا جو پاگل ہو کر مرا اور حسینؑ کے بڑے بھائی کا نام حسنؑ تھا جو مسندِ امامتؑ کا دوسرا تاجدار تھا۔ جس کا علم علمِ رسولؐ تھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام نخلستان میں تشریف فرما تھے کہ معاویہ بھی وہیں تھا۔ معاویہ نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ رسولخداؐ نے ایک مرتبہ خرموں کے ایک درخت کے خرمے بتلائے تھے جو بالکل صحیح نکلے۔ کیا آپ کو بھی وہ علم حاصل ہے امامؑ نے فرمایا کہ رسولخداؐ سے وہ ہی علم مجھے پہنچا ہے۔ اس پر معاویہ نے کہا کہ بتاؤ اس درخت میں کتنے خرمے ہیں امام حسنؑ نے فرمایا چار ہزار اور چار۔ معاویہ نے حکم دیا کہ احتیاط سے خرمے اتار کر شمار کرو۔ جب شمار کئے گئے تو واقعی چار ہزار چار خرمے نکلے۔ اس پر عبداللہ ابنِ عامر نے ایک خرمہ چھپا لیا اور

کہا کہ ایک کم نکلا ہے امامؑ نے فرمایا معصوم کے فرمان میں کذب نہیں ہوا کرتا۔ فرمایا اے عبداللہ ابنِ عامر اگر تو نہیں بتلائے گا تو خود بخود خرما اپنے ہونے کی گواہی دے گا۔

جلاء العیون جلد ا صفحہ ۳۳۸ - یہ مختصر سا تعارف یزیدؑ اور حسینؑ کا تھا۔

اب سنو کہ حسینؑ کیوں مارا گیا۔ یہاں واعظین تین جواب دیا کرتے ہیں (۱) حسینؑ اس لئے کربلا میں آیا کہ اللہ راضی ہو جائے۔ (۲) حسینؑ کربلا میں امتحان دینے آیا تھا کہ درجہ بلند ہو جائے (۳) حسینؑ کربلا میں جنت لینے کے لئے آیا تھا کہ قربانیاں دے کر خدا تعالیٰ سے جنت لے سکے۔ حقیقت ہے کہ یہ تینوں جواب جو دیئے جاتے ہیں درست اور صحیح نہیں ہیں۔ میں ان تینوں کی قدرے وضاحت کرتا ہوں اور اہلِ نظر سے انصاف کا طالب ہوں۔

(۱) حسینؑ اس لئے کربلا میں آیا کہ اللہ راضی ہو جائے۔ یہ درست نہیں ہے۔ حضور راضی کرنے کی وہ کوشش کرتا ہے کہ جسے خیال ہو کہ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رضا امام حسین علیہ السلام کو مطلوب ہے مگر اکبرؑ کا سینہ۔ سکینہؑ کے دُر۔ بہنوں کی چادریں۔ عباسؑ کے بازو۔ قاسمؑ کی جوانی اصغرؑ کا گلہ۔ عونؑ و محمدؑ کی قربانی اور تمام انصار کی شہادت، پھر اپنا گلہ بھی صرف اس لئے کٹوا رہے تھے کہ اللہ راضی ہو جائے اگر ایسا ہی ہے تو صحابہ کرام کی اولاد مدینے میں کافی موجود تھی۔ انہوں نے تو ایسی قربانی نہیں دی تو کیا خدا ان سے ناراض ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ حسینؑ پر خدا اتنا راضی ہے کہ زیادتیٔ رضا کی گنجائش ہی نہیں۔ ہر وہ بندہ رضی اللہ جس سے بتولؑ کا لال راضی ہے اور ہر بندہ لعنت اللہ جس سے حسینؑ ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا تو حسینؑ کے دروازے سے ملتی ہے۔

صاحبِ انوار النعمانیہ علامہ نعمت اللہ جزائری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بچپنے میں جب پہلا روزہ رکھا تو گرمی کی شدت سے پیاس نے غلبہ کیا۔ جنابِ سیدہؑ نے فرمایا۔ بیٹا حسینؑ پانی پی لے۔ آپ پر روزہ واجب نہیں ہے۔ عرض کی امی جان یہ میرا پہلا روزہ ہے اسے پورا ہی کروں گا۔ جنابِ سیدہؑ نے حضرت امیرؑ سے امام حسینؑ کی پیاس کا ذکر فرمایا تو حضرت علیؑ نے شہزادے کو پانی پینے کے لئے کہا۔ اس پر بھی حضرت امام حسینؑ نے عرض کی کہ بابا جان انشاء اللہ پہلا روزہ ہے۔ جب مجھے پورا ہی کرنا چاہیئے۔ اس

پر حاضر ہوں گا۔ مجھے اس دعوت پر خوشی ہوئی۔ میں قیامت کو فخر سے زمرۂ انبیاء سے کہوں گا کہ میں وہ محمدؐ ہوں جو حسینؑ کا مہمان ہوا تھا جب حسب الوعدہ رسولِ خدا دعوت پر تشریف لائے تو دروازۂ بتولؑ پر جبرئیلؑ کو پایا۔ جبرئیلؑ نے سلام عرض کیا تو حضورؐ نے دریافت کیا کہ جبرئیلؑ تم کس غرض کے لئے یہاں کھڑے ہو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ خدا کا حکم ہے کہ وہ منت صحابی کی تھی جو آپ کے ہر قدم کے بدلے ایک غلام راہِ خدا میں خرید کر آزاد کیا گیا اور یہ منت و نذر حسینؑ کی ہے۔ جس کی ادائیگی ربِّ اکبر نے اپنے ذمّہ لی ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا خدا کا کیا ارشاد و حکم ہے۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کے ہر قدم کے بدلے جو آپ شہزادے کے گھر چلیں گے۔ خدا تعالیٰ ستر ہزار گنہگار حسینؑ کے محب جنت میں بھیجے گا۔ صلوات۔ اللہ اکبر۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ حسینؑ سے اتنا راضی ہے کہ اب رضا میں گنجائش ہی نہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

عظمت امام حسینؑ

دوسرا یہ کہ حسینؑ کربلا میں امتحان دینے آیا کہ درجہ بلند ہو جائے۔ سنو۔ اس میں شک نہیں کہ خزانۂ قدرت میں عطا کی کمی نہیں ہے۔ مگر یہ بھی تو غور کرو کہ امتحان وہ دیتا ہے کہ جس کے درجہ میں پہلے کمی ہو تو بتاؤ حسینؑ کا درجہ کم کب تھا۔ اس وقت درجہ کم تھا جب جنت سے کھانے اور لباس منگوا لیتے تھے۔ اس وقت درجہ کم تھا۔ جب ملائکہ جھولے کی ڈوریاں ہلایا کرتے تھے اس وقت درجہ کم تھا جب رسولِ خدا دوشِ اقدس پر سوار کرکے عید گاہ کو نماز کے لیئے لے جاتے تھے۔ اس وقت درجہ کم تھا جب رسولِ خدا کے دوشِ انور پر اس وقت سوار ہو جاتے تھے جب حضور سجدے میں ہوا کرتے تھے اور اس حرکت حسینؑ کو برکت سمجھ کر محمدؐ مصطفٰے سجدے کو طول دے دیا کرتے تھے۔ ۱۔ نمازی ہے تو رحمۃ للعالمین ۲۔ عبادت ہے تو نماز ۳۔ رکن ہے تو سجدہ ۴۔ جائے نماز ہے تو مسجدِ نبوی۔ ان چار فضیلتوں کو روک کر اعلان کر رہا ہے کل نہ کہنا کہ امتحان دے کر شان بڑھانے گیا تھا لواعج الاحزان ج۱ ص۸۵ رباعی۔

حالتِ سجدہ میں سوار

رباعی

اعزازِ مصطفٰے میں شریعت کھڑی رہی — دروازۂ بتولؑ پہ رحمت کھڑی رہی
دوشِ نبیؐ پہ سجدے میں آکر چڑھے حسینؑ — بیٹھے رہے حسینؑ عبادت کھڑی رہی

صلوات۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ رسولِ خدا نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آنحضرتؐ کے پہلو میں جناب امام حسین علیہ السلام تھے جو

سات تکبیریں

بہت کم سن تھے۔ حضرت رسولخداؐ نے نماز شروع کی اور فرمایا اللہ اکبر۔ یہ چاہا کہ امام حسینؑ بھی میرے ساتھ اللہ اکبر کہیں گے۔ مگر امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی۔ جناب رسولِ خدا اس خیال سے کہ حسینؑ تکبیر کہیں پھر فرمایا اللہ اکبر لیکن پھر بھی امام حسینؑ نے تکبیر نہ کہی۔ یہاں تک کہ رسولخداؐ نے بخاطرِ امام حسینؑ سات مرتبہ تکبیر فرمائی اور ساتویں بار نبیؐ اکرم صلعم کے ساتھ امام حسینؑ نے بھی تکبیر کہی۔ پس جناب رسولِ خداؐ نے نماز ادا فرمائی تو خداوندِ عالم نے بخاطر جناب امام حسینؑ یہ تکبیریں جنہیں تکبیراتِ افتتاحیہ کہتے ہیں ابتدائے نماز میں امتِ رسولؐ کے واسطے قیامت تک مستحب قرار دیں۔ لوائج الاحزان جلد ا صد ۹۶ صلواۃ۔ کیا مجھے یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ حسینؑ وہ شخصیت ہے اگر بچپنے میں خاموش رہے تو خدا کی نماز بنتی ہے اور اگر بول اٹھے تو اللہ کا قرآن بنتا ہے۔ مسلمانو میرا دعوےٰ ہے کہ عصمت کے لحاظ سے حسینؑ ابنِ علیؑ کا کائنات میں کوئی بشر مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی نبی خود معصوم ہوگا تو باپ معصوم نہیں ہوگا اور اگر باپ معصوم ہے تو ماں معصوم نہیں اور اگر ماں معصومہ ہے تو باپ سے مبرا و منزا ہوگا جیسے جنابِ عیسیٰ حسینؑ ایک ایسا انسان ہے کہ جس کا باپ معصوم ماں معصوم۔ بھائی معصوم۔ نانا معصوم۔ دادا معصوم۔ خود معصوم بہن معصومہ۔ آپ فرمادیں گے یہ شان تو حضرت امام حسن علیہ السلام کی بھی ہے مگر میں عرض کروں گا بے شک امام حسنؑ ان اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں مگر امام حسنؑ کے نو بیٹے تو معصوم نہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے علی زین العابدینؑ سے لیکر قائمِ آلِ محمدؑ تک نو بیٹے معصوم ہیں۔ صلوات۔ رباعی

شانِ حسینؑ

رباعی

ہے شان دو جہاں سے نیاری حسینؑ کی — حج سے بھی بڑھ گئی ہے زواری حسینؑ کی
مظلومِ کربلا کی عظمت تو دیکھئے — کونین کا نبیؐ ہے سواری حسینؑ کی

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا سے حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا میرے بیٹے حسینؑ سے۔ جناب امام حسینؑ نے عرض کی بابا جان جس کا خاندانی شرف زیادہ ہوگا حضورؐ اسی سے زیادہ محبت کرتے ہوں گے۔ جناب امیرؑ نے مسکرا کر فرمایا بیٹا حسینؑ میں مومنوں کا امیر۔ صادقین کی زبان، وزیرِ مصطفیٰؐ! خازنِ علمِ خدا۔ میں حبل المتین۔ میں خدا کی لسانِ ناطق۔ میں حجتِ خدا۔ میرا بھائی جعفرِ طیارؑ

فضائل جناب امیرؑ

میرا چچا حمزہ۔ سید الشہدا۔ میں خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہوں۔ غرضیکہ جناب امیرؑ نے اپنے فضائلِ کمالات۔ کا ایک نقشہ پیش فرمایا۔ جناب رسولخداؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ سُنا ہے فضائلِ مرتضیٰؑ کو حسینؑ یہ تو تیرے باپ کے فضائل کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہے۔ وہ اس سے بہت اجل و اعلیٰ ہیں۔ شہزادے نے یہ سُن کر خدا کی حمد کی اور عرض کی اے بابا جان یہ فضائل تو آپ نے میرے باپ کے بیان کئے ہیں۔ اپنے والد کے ایسے فضائل بیان کریں اے والدِ بزرگوار میں حسینؑ ہوں۔ میرا باپ وہ ہے جس کے فضائل آپ نے ابھی بیان فرمائے ہیں۔ میری ماں فاطمہؑ زہرا ہے جو تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ میرا نانا محمد مصطفےٰؐ ہے جو ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہے۔ میرا بھائی حسنؑ ہے جو جوانانِ جنت کا سردار ہے۔ بے شک آپ مجھ سے افضل ہیں لیکن جہاں تک آباؤ اجداد کے ساتھ فخر و مباہات کا تعلق ہے حسینؑ کائنات میں واحد فردِ فرید ہے۔ سعادۃ الدارین ص۴۵

مسلمانو اگر حسینؑ امتحان دے کر اپنا درجہ بڑھانے گئے ہیں تو بچپنے میں خطاب نانے نے اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ عطا فرمایا تھا۔ کربلا میں امتحان دینے کے بعد خطاب تو بلند بیان کرو ارے ماں کی گود سے لیکر نوکِ نیزے تک سید شباب اَهلِ الجنۃ خطاب بڑھانے کیوں نہیں۔ آپ فرمادیں گے مولوی صاحب کیا بڑھائیں خطاب اس سے بلند کائنات میں ہے ہی نہیں۔ شیعہ مذہب کے امام ایسے نہیں کہ امتحان دے کر امام بنیں شیعہ مذہب کے نزدیک امامت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔

فضائل امام حسینؑ

تیسرا بیان ہوتا ہے کہ حسینؑ جنت لینے گئے تھے مگر یہ بھی کسی طرح درست نہیں ہے کیوں کہ تمام اہلِ اسلام اس حدیث پر متفق ہیں کہ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا ابن ماجہ ص۱۲۔ حسنؑ اور حسینؑ جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے۔ غور کرو کہ جس جنت کے لئے دنیا کوشش کرتی ہے۔ اس جنت کی سرداری تو ماں کی گود میں کھیل کھیل کر نانے سے لے لی تو پھر کربلا میں کیوں جاتے۔ مسلمانو نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ جہاد وغیرہا سب جنت کے لئے ادا کئے جاتے ہیں اور حسینؑ نے تو جنت بچپنے میں نانے سے خرید لی۔ کربلا میں جاکر اپنا خاندان کیوں تباہ کرائے۔

حسینؑ کو کیا غرض تھی ہاں ہاں جنت ہی نہیں بلکہ جنت کی سرداری لے لی۔ میں کہتا ہوں حسینؑ کا ہر فرد سید و سردار ہے۔ نانا ہے تو سید الانبیاء۔ بابا ہے تو سید اوصیاء۔ ماں ہے تو سیدۃ نساء بھائی ہے تو سید شباب اہل الجنۃ۔ خود حسینؑ ہے تو سید الشہداء۔ بیٹا ہے تو سید الساجدین۔ ہاں اگر حضرت جبرئیلؑ غلام بھی ہے تو سید الملائکہ۔ پھر بتاؤ کہ حسینؑ کربلا میں کیوں آئے۔ اب سنو کہ حسینؑ کربلا میں کس غرض کے لئے تشریف لائے۔ بے شک حسینؑ کی کربلا آنے میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بلکہ اس لئے آئے کہ چلو میں اُجڑ جاؤں تو اُجڑ جاؤں۔ خدا کی توحید بچے۔ نانے کا دین بچے۔ مسلمانو کا قرآن بچے۔ کائنات کا ایمان بچے۔ کعبہ کی آن بچے مصطفیٰ کا فرمان بچے۔ مرتضیٰؑ کا بیان بچے۔ دنیا میں حلال و حرام کی تمیز ہو جائے۔ حسینؑ حسینؑ ہو جائے اور یزیدؑ یزیدؑ ہو جائے۔ اس حقیقت بیان کی نقاب کشائی کئے دیتا ہوں۔ سنو حضرت آدمؑ دنیا میں تشریف لائے اور خدا کا حکم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پہنچایا۔ مگر آدمؑ کے جانے کے بعد حضرت نوحؑ تشریف لے آئے۔ اگر جناب آدمؑ ہی قدرت سے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کہلوا لیتے یعنی دین مکمل کر لیتے تو دوسرے نبی کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت خلیلؑ اور ان کے بعد جناب کلیمؑ اور حضرت کلیمؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے۔ ایک نبی کے جانے کے بعد دوسرے نبی کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام کچھ باقی ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے بعد حضور پُر نور تشریف لائے اور انہوں نے تیئیس سال محنت کی۔ آخر ۱۸ ذی الحجہ ہجری سنہ مقام غدیر پر قدرت سے کہلوا لیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ پارہ ۶ رکوع ۵۔ میرے حبیب آج کے دن دین کامل اکمل ہو گیا۔ اب توحید کا تو کوئی کام ہی نہیں لہٰذا نبوت کو ختم کر دیا گیا۔

مسلمانو جس دین کو آدمؑ سے لے کر حضرت ختمی المرتبتؐ تک سارے نبیوں نے محنت کر کے مقام غدیر پر مکمل کیا تھا۔ اس دین کا ٹھیکیدار پچاس سال کے بعد یزیدؑ بن گیا۔ یزیدؑ نے دین کو اس انداز سے پیش کیا کہ خود یزیدؑ نے اپنی ماں مرجانہ سے زنا کیا دیکھو طمانچہ بر رخسار یزید صفحہ ۹۴۔ عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ کی زبانی نقل کیا ہے۔ خدا کی قسم ہم کو یزیدؑ کی حکومت میں یہ خوف ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے۔ وہ ایسا شخص تھا

جو اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا۔ صواعقِ محرقہ صـ۱۳۵۔ تذکرۃ الخواص صـ۳۴۶ ماخوذ سید الشہداء صـ۱۵۵

امام حسین علیہ السلام کی مخالفت میں یزیدؔ کو امیر المومنینؑ کہنے والو تمہیں جنگ حرہ بھول گیا۔ یزید عنید نے تو روضۂ رسولؐ میں گھوڑے بندھوائے تھے اور جنگ حرہ میں گیارہ صد صحابی قتل ہوئے اور دس ہزار عورتوں نے بے شوہر کے بچے جنے۔ تذکرۃ الخواص صـ۲۴۷ تاریخ الخلفاء صـ۲۲۵۔ کیوں مسلمانو کیا یزید نے بیت اللہ کے اوپر آگ نہیں برسائی تھی جس کی وجہ سے کعبہ کے پردے جل گئے۔ حیرت پہ حیرت ہے کہ مسلمان اس کو بھی امیر المومنینؑ مانتے ہیں جس نے بیت اللہ کو جلایا۔ استغفر اللہ ربی۔ میں یزیدؔ کے اشعار بطور نمونہ کے درج کئے دیتا ہوں تاکہ اس کی ضمیر کا ہر اہلِ اسلام کو علم ہو جائے۔ شعر

لَیْتَ اَشْیَاخِیْ بِبَدْرٍ شَہِدُوْا   جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَ مَلْ

قَدْ قَتَلْنَا الْقُرْآنَ مِنْ سَادَاتِہِمْ   وَعَدَلْنَا قَتْلَ بَدْرٍ فَاعْتَدَلْ

لَعِبَتْ بَنُوْھَاشِمَ بِالْمُلْکِ فَلَا   خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْیٌ نَزَلْ

لَسْتُ مِنْ اَخْذِفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ   مِنْ بَنِیْ اَحْمَدَ مَا کَانَ فَعَلْ

تذکرۃ الخواص صـ۲۱۶۔ تاریخ اعثم کوفی صـ۳۲۶۔ شہادت صـ۱۵۔ کاش میرے بدر والے بزرگ جنگِ خزرج میں نیزوں کے پڑنے کے وقت حاضر ہوتے۔ ہم نے اس کے سرداروں میں سے ایک ایک سردار کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ ہم نے برابر چکا لیا۔ بنی ہاشم نے ملک سلطنت کے لئے کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی اور نہ وحی ہوئی۔ میں قبیلہ خندف میں سے نہیں۔ اگر میں نے اولادِ احمد مجتبیٰ سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لیا۔ اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یزید پلید کس کردار کا آدمی تھا۔ یزید کے لشکر نے امام علیہ السلام سے کہا اِنَّا نَقْتُلُکَ بُغْضًا لِاَبِیْکَ۔ ہم تمہیں تیرے باپ کی دشمنی و بغض کی وجہ سے قتل کرتے ہیں۔ کیوں مسلمانو اگر حسینؑ کربلا میں نہ آتے تو یزیدؔ دین کو کس رنگ میں چھوڑ جاتا اور بعد کا ہر آنے والا۔ یزیدؔ کو امیر المومنینؑ سمجھ کر اس کی پیروی کرتا۔ بتاؤ آج دین کا کیا حال ہوتا۔ قرآن تو ہوتا مگر آیت اس میں ایک نہ ہوتی مسجدیں ہوتیں مگر ان میں جوئے کھیلے

جاتے۔ نمازوں کی جگہ کتوں کا شکار ہی ہوتا یہ حسینؑ کا احسان ہے کہ اپنا گھر اُجاڑ کر تیری نسلیں حلال کی بنا گیا اگر تو صاحبِ انصاف ہے تو اپنے بچوں کو دیکھ کر ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر کربلا کی طرف منہ کر کے کہا کہ نواسۂ رسولؐ تیرا احسان ہے کہ ہماری نسلیں حلال کی ہیں۔

کیوں مسلمانو! رسولِ خداؐ نے تیئس سال لگائے اور دین کو اکمل ۔ میں کہتا ہوں کہ کیا اکیلے رسولؐ نے دینِ کامل نہیں کیا۔ بلکہ ابوطالبؑ کا تدبّر ساتھ۔ خدیجۃ الکبریٰ کی بے پناہ دولت ساتھ علیؑ کی شجاعت ساتھ۔ جنابِ بتولؑ کی دُعائیں ساتھ۔ ابوذر غفاریؓ کا زہد ساتھ۔ بلالؓ کی سادگی ساتھ۔ سلمانؓ کا تقویٰ ساتھ۔ عمارؓ کی تجویز ساتھ۔ دنیا کے پیر ساتھ۔ نبیِ اکرمؐ نے تیئس برس محنت کر کے دین کامل کر دیا مگر صرف چلا پچاس سال۔ پھر یزید جیسے ظالم نے دین کو ختم کر دیا تو حسینؑ نے ازسرِ نو دین کو زندگی بخشی کیا حسینؑ نے تیئس سال لگائے نہیں۔ کیا حسینؑ نے تیئس مہینے لگائے۔ نہیں۔ تیئس ہفتے لگائے۔ تیئس دن لگائے۔ تیئس گھنٹے لگائے۔ ہرگز نہیں بلکہ دونوں بہن بھائی نے مل کر چھ گھنٹے لگائے۔ صبحِ عاشور دس بجے کام شروع کیا اور چار بجے دن کے ختم کر دیا۔ اور پھر اعلان کیا کہ نانا اگر قیامت تک حق حق نہ رہے اور باطل باطل نہ رہے۔ تو حسینؑ اور زینبؑ نہ کہنا۔ شعر

اس دبدبہ سے فتح کیا روم و شام کو

حکمِ جہاد پھر نہ ہوا تو امام کو،

اسلام کی بقا ہے شۂ مشرقین سے   سرسبز کشتِ دین ہے خونِ حسینؑ سے

بے شک کائنات کا حسینؑ محسنِ اعظم ہے۔ اور مرتضیٰ کا سپوت بیٹا ہے۔ ایک اور تشریح سنو۔ اگر بیٹا باپ سے کم درجہ کا ہو تو اُسے کہتے ہیں کپوت۔ اگر باپ جیسا ہو تو کہلاتا ہے پُوت۔ اور اگر باپ سے بلند ہو جائے تو کہلائے گا سپوت۔ مگر یہ یاد رہے کہ سپوت بننے کے لئے ہر بچے کو ایک جیسی محنت نہیں کرنا پڑتی۔ بلکہ جتنا باپ پست ہوگا سپوت بننے میں اتنی آسانی ہوگی اور جتنا باپ بلند ہوگا لڑکے کو سپوت بننے میں اتنی زیادہ تکلیف ہوگی۔ مثلاً باپ بے نماز تو بیٹا ایک نماز ادا کر کے سپوت ہو سکتا ہے۔ اگر باپ پانچ وقت کا نمازی ہو تو بیٹے کو ساتھ نماز تہجد بھی پڑھنا ہوگی۔ اگر باپ نے ساری زندگی

حسینؑ نے دین کو زندہ کیا

کپوت، پوت، سپوت

میں کسی آدمی کو مہمان نہ ٹھہرایا ہو تو بیٹا ایک آدمی کو کھانا کھلا کر مہمان نواز ہو کر سپوت کہلا سکتا ہے۔ اگر باپ بے علم ہو تو بیٹا چار جماعتیں پڑھ کر سپوت ہو سکتا ہے اور اگر باپ بی اے ہو تو اب بیٹے کو سپوت ہونے کے لئے ایم اے کرنا ہوگا۔ یعنی جتنا ہی باپ پست ہوگا بیٹے کو سپوت بننے میں اتنی ہی آسانی ہوگی اور جتنا باپ بلند ہوگا بیٹے کو سپوت بننے میں اتنی ہی زیادہ تکلیف ہوگی۔ کیوں مسلمانو جس بچے کا باپ علیؑ المرتضیٰ ہو یہ بچہ کیا کام کرے جو اپنے باپ کا سپوت بیٹا کہلائے۔ جس کا باپ سورج کو پلٹا کر نماز ادا کرے اس کا بیٹا کیا کرے جو سپوت بنے۔ جس کا باپ ایک قدم گھوڑے کی رکاب میں رکھ کر تلاوتِ قرآن شروع کرے اور دوسرے قدم کو رکاب کے جاتے تک قرآن مجید ختم کر دے۔ المجالس المرضیہ ص ۱۵۳۔ اس کا بیٹا کیا کرے جو سپوت بن جائے

کربلا کے میدان میں حسینؑ نے عرض کی کہ بابا میں تیرا سپوت بیٹا ہوں۔ بابا جان آپ نے تو سورج کو پلٹا کر نماز ادا کی مگر قریب بلا کر تو نماز ادا نہیں فرمائی۔ علامہ آغا دربندی فرماتے ہیں کہ شیطان لعین نے خدا سے کہا کہ پالنے والے اگر سورج پوری حرارت حسینؑ ابن علیؑ پر کرے اور پھر حسینؑ تیرا سجدہ ادا کرے تو تیرا عاشق تسلیم کروں۔ پس قدرت نے سورج کو حکم دیا کہ اپنی گرمی تیز کر دے اور پوری حرارت میرے عاشق پر ڈال دے۔ سورج کی گرمی اتنی بڑھی کہ مچھلیوں نے دریا کا کنارا چھوڑ دیا اور شیطان لعین بھی بھاگ گیا۔ امتحان کے وقت شیطان بھاگ ہی جاتا ہے۔ مگر حسینؑ نے بندِ قبا کھول دیا اور عرض کی پالنے والے اکبرؑ کی شہادت کے بعد ہر مصیبت آسان ہوگئی ہے۔ اسی اثنا میں جبرئیلؑ نے خدا سے اجازت لے کر حسینؑ پر پروں کا سایہ کیا۔ مولا حسینؑ نے فرمایا جبرئیلؑ ہٹ جا میں جانوں میرا خالق جانے شرعتہ المصائب ص ۳۹۔ میرے مولا نے عرض کی بابا واقعی آپ نے ایک قدم رکاب گھوڑے میں ڈال کر قرآن کی تلاوت شروع اور دوسرے قدم کے جاتے تک قرآن ختم کر دیا مگر بابا سر جسم کے ساتھ تھا۔ میں قرآن کی تلاوت کربلا کے میدان سے شروع کروں گا۔ سر نوکِ نیزہ پر تلاوت کرے گا اور جسم کربلا کی جلتی ریت پر قرآن خوانی فرمائے گا۔ بابا میں تیرا سپوت بیٹا ہوں۔

عزادارو! نوک نیزے پر تلاوت کی چار وجہیں تھیں۔

(۱) نوکِ نیزے پر تلاوت فرما کر حسینؑ اعلان کر رہے تھے کہ او بے معرفت مسلمانو! تم نے میرے نانے کو ہذیان کہا تھا۔ میرے نانے کو تو صرف بخار ہی تھا۔ دیکھو میں مصطفیٰ کا جزو ہوں میرا جسم کربلا میں اور سر نوکِ سناں پر تلاوتِ قرآن کر رہا ہے۔ آؤ۔ کوئی غلطی تو نکالو جس کا جزو نواسہ اس عالمِ غربت و بے کسی میں ہذیان نہیں کہہ رہا تو کل نانے نے صرف عالمِ بخار میں کیونکر ہذیان کہا ہوگا۔

(۲) مسلمانو! میرے نانے نے کہا تھا کہ قرآن اور اہلبیتؑ جُدا نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر دونوں مجھے آ کر ملیں اور تم نے کہا کہ ہم قرآن سے اہلبیتؑ کو جدا کر دیں گے۔ سنو! تم ہمیں مدینے سے جُدا کر سکتے ہو۔ میرے بچوں کو ذبح کر سکتے ہو۔ میرے اکبرؑ کے سینے میں نیزہ مار سکتے ہو۔ عباسؑ کے بازو قلم کر سکتے ہو۔ میری لاش پہ گھوڑے دوڑا سکتے ہو۔ میرے خیموں کو آگ لگا سکتے ہو۔ میری بالی سکینہؑ کو طمانچے مار کر دُر چھین سکتے ہو۔ میری بہنوں کی چادریں اتار سکتے ہو۔ مگر لعینو! تم قرآن کو اہلبیتؑ سے جُدا نہیں کر سکتے۔

(۳) مسلمانو! میرے نانا نے فرمایا تھا کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور تمہیں یقین نہیں آتا تھا اسی لئے تو میدان سے بھاگ جاتے تھے۔ آؤ اور مجھے دیکھو اور تلاوتِ قرآن سنو۔ جس طرح میں زندۂ جاوید ہوں اسی طرح شہید زندہ ہوتا ہے۔

(۴) عزادارو! امام حسینؑ کی نوکِ نیزے پر قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن کی تلاوت کرنا معجزہ ہے۔ لوگ میری طرف دیکھنے میں مشغول رہیں گے اور محمدؐ کی بیٹیاں جو سر کھلے ہیں ان کا پردہ بچ جائے گا۔ عزادارو۔ حسینؑ نے ہر ممکن کوشش کی کہ زینبؑ و کلثومؑ کا پردہ محفوظ رہے مگر بے حیا مسلمانوں نے محمدؐ کی بیٹیوں کی چادریں چھین ہی لیں۔ جس بی بی سے سورج پردے کرتا تھا مسلمانوں نے اسے بازاروں میں۔ درباروں میں پھرایا۔

عزادارو! کسی زمانہ میں مولا حسینؑ نے شیریں کو آزاد کر کے فرمایا تھا کہ شیریں ہم تیرے پاس آئیں گے۔ اِدھر شیریں نے مولا کی انتظار میں تیاریاں کر رکھی تھیں۔ اُدھر حسینؑ کی شہادت کے بعد قافلہ قید ہو کر کوہ مارمرہ پر آیا۔ اشقیاء کو معلوم ہوا کہ آج کچھ لوگ شب خون ماریں گے

اس لیئے اشقیاء نے تمام قیدی اور سرہائے شہدا۔ شیریں کے شوہر عُمیر کے حوالے کئے کہ ان کو صبح ہم لے لیں گے۔ جب قیدی قافلہ شیریں کے گھر گیا تو سیدانیاں زمین پہ بیٹھ گئیں۔ جب کافی رات گذر گئی اور دروازے بند ہوگئے تو جنابِ زینبؑ نے فرمایا بی بی ہمیں اشقیا نے اپنے وارثوں پر رونے نہیں دیا۔ اگر تو اجازت دے تو آج تیرے گھر ہم اپنے وارثوں پر رولیں شیریں نے کہا قیدن اجازت ہے۔ بس یہ سُننا تھا کہ تمام سیدانیاں کھڑی ہوگئیں اور بَین شروع کیئے۔ کوئی بی بی کہتی تھی ہائے بابا۔ کوئی بی بی کہتی تھی ہائے میری اٹھارہ سال کی کمائی کوئی بی بی کہتی تھی ہائے ہم شکلِ پیمبرؐ۔ کوئی بی بی کہتی تھی ہائے میری قسمت اور جنابِ زینبؑ نے بین کیا۔ ہائے حسینؑ شیریں نے جو نام امام حسینؑ کا سُنا تو جناب زینبؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ہر بی بی روئے مگر تو نہ رو اگر رونا ہی ہے تو اپنے مقتول کے بھائی کا نام لے کر رولے حسینؑ تو میرے پیر کا نام ہے۔ زینبؑ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ اب زینبؑ نے بین کیا۔ ہائے عباسؑ کا ویر ہائے حسنؑ کا ویر شیریں گھبرا گئی۔ کہا بی بی اپنے مقتول کی بچیوں کا نام لے کر رولے۔ جنابِ زینبؑ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ اب بین کیا ہائے صغریٰ کا بابا ہائے کبریٰ کا بابا۔ ہائے سکینہؑ کا بابا۔ شیریں گھبرا گئی اور کہا بی بی یہ نام تو میرے پیر کی بچیوں کے ہیں تو اپنے مقتول کے بیٹوں کے نام لے کر رولے۔ زینبؑ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ اب بین کیا ہائے اکبرؑ کا بابا۔ ہائے اصغر کا بابا۔ شیریں کے حواس قائم نہ رہ سکے اور حضرت زینبؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بی بی خدا کے واسطے تو نہ رو یہ تو سارے میرے مولا کے کنبہ کے نام ہیں۔۔۔ بی بی اگر رونا ہی ہے تو اپنے مقتول کی بہنوں کے نام لے کر رولے۔

عزادارو! زینبؑ نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ اب زینبؑ نے بین کیا ہائے زینبؑ کا ویر ہائے کلثومؑ کا ویر۔ ہائے رقیہ کا ویر۔ شیریں دوڑ کر قدموں پر گری۔ بی بی خدا کے واسطے بتا تو کون ہے۔ فرمایا شیریں۔ اَنَا زَیْنَبُ بِنْتُ عَلِیٍّ۔ عزادارو! یہ سُن کر شیریں نے ایک چیخ ماری اور غش کھا کر گر گئی۔ ہوش میں آئی تو کہا بی بی عباسؑ کہاں چلے گئے۔ اکبرؑ کو کیا ہوگیا۔ حسینؑ کدھر گئے۔ فرمایا شیریں یہ سر میرے مظلوم ویر حسینؑ کا ہے یہ سر میرے بھائی عباسؑ کا ہے اور یہ سر ہم شکلِ پیمبرؐ کا ہے۔ قدرے اختلاف سے۔ ریاض القدس جلد ۲ ص۲۶۸ سفینۃ البکا[۱۲۴]

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

گیارہویں مجلس

لفظ اصحاب کی توضیح پیش کردہ آیات کے جوابات

ربط مصائب، حضرت عونؑ و محمدؑ کی شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَا یَسۡتَوِیۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ

پارہ ۲۸ رکوع ۶۔ نہیں برابر اصحاب دوزخ کے اور اصحاب جنت کے جو اصحاب جنت کے ہیں وہی مراد پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر آنے والا نبی معصوم۔ ہر نبی صدیق۔ ہر نبی طاہر ہر نبی بے عیب اور ہر نبی کی زبان پر عصمت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ہر پیغمبرؑ اور رسولؐ کی ہر ممکن ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ میری امت میں افتراق اور تشتت پیدا نہ ہو مگر نتیجہ ہمیشہ اس کے برعکس ہی نکلا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسولؐ اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گیا تو اس کی امت کو افتراق اور گروہ بندی نے گھیر لیا اور ہر نبی کی امت فرقہ فرقہ ہو گئی۔

میں ایک مشہور حدیث ... پیش کر کے اپنے اس دعوے کو ثابت کرتا ہوں۔ سنو حضورؐ پرنور نے فرمایا۔ اِنَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡلَ تَفَرَّقَتۡ عَلٰی ثِنۡتَیۡنِ وَ سَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً وَ تَتَفَرَّقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبۡعِیۡنَ مِلَّۃً کُلُّھُمۡ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً۔ کتاب شرح فقہ اکبر صـ۲ فرمایا بنی اسرائیل میں افتراق ہوا تو ان کے بہتر فرقے ہو گئے اور میری امت کے افتراق کی وجہ سے تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک فرقہ

امت میں افتراق

میری امت کا جنت میں جائے گا۔ کیوں مسلمانو نمازیں تو ہر فرقے کے لوگ پڑھتے ہی ہیں۔ اور روزے بھی ہر گروہ کے لوگ رکھتے ہیں۔ حج ہر امام کے ماننے والے ادا کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی تلاوت تو سارے مسلمان کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جنت میں صرف ایک گروہ جائے گا اور باقی بہتر فرقے دوزخ میں سکونت پذیر ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اُمتِ مُصطفیٰ میں صرف ایک فرقہ کے پاس اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی منشا کے مطابق دین ہے اور باقی بہتر فرقوں کے پاس اپنی مرضی کا دین ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک فرقہ حقیقی مسلمان ہے اور بہتر فرقے لفظی مسلمان ہیں۔

آج مجھے ایک لفظ پر بحث کرنا ہے اور وہ لفظ ہے اصحاب۔ سنو! بہتر فرقے تو کہتے ہیں کہ اصحاب ایک مبارک و مقدس لفظ ہے۔ لہٰذا اصحاب یقیناً جنتی ہوا کرتے ہیں اور ایک فرقہ کہتا ہے کہ اصحاب ہر اچھے بُرے انسان بلکہ حیوان تک کو بھی کہا جا سکتا ہے جنت میں جانے کے لیے عمل و کردار اور ایمان کی ضرورت ہے نہ لفظ اصحاب کہ جس پر بھی بولا گیا وہ چاہے جیسا بھی ہو جنتی ہو گیا۔ قرآن کے شواہد پر غور کرو۔ لَا يَسْتَوِيٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ، اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ پارہ ۲۸ رکوع ۶۔ نہیں برابر ہوتے اصحٰبِ نار کے اور اصحٰبِ جنت کے بلکہ جنت کے اصحاب فائزون ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ اصحاب جنتی اور جہنمی لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے اور سنو۔ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ پ ا ع ۱۴۔ میرے حبیب آپ سے اصحابِ جہنم کے بارے میں سوال نہ ہوگا تو یہاں بھی تو خالق نے دوزخی بزرگوں کو اصحاب کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور سنو قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ پارہ ۳۰۔ رکوع ۱۰۔ مارے گئے کھائیوں والے اصحاب کہ وہ آگ تھی ایندھن والی۔ اس مقام پر بھی دوزخیوں کو اصحاب کہا گیا ہے۔ اور سنو وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ پارہ ۲۹ رکوع ۱۔ اور پکاریں گے اصحابِ جنت کے اصحابِ دوزخ کو۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ لفظ اصحاب ہر نیک و بد پر قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔

اب میں قرآنِ مجید سے ان آیات کو پیش کرتا ہوں جن پر عامۃ المسلمین کو ناز ہے کہ ہر

صحابیِ رسولؐ قابلِ احترام اور واجب التعظیم و نجات یافتہ ہے۔ سنو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ پارہ ۴ ع ۳۔ ہو تم بہتر اُمت جو نکالی گئی ہے واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو ساتھ اللہ کے۔ اس آیت میں ایک دو یا تین حضرات تو ناکام نہیں ہے بلکہ لفظِ عام ہے۔ اصحاب نواز حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد اصحابِ ثلاثہ ہیں کہ وہ بہتر امت ہیں۔ مگر یہ صاف قرآن الحکیم کے فرمان کے خلاف ہے۔ اس میں لفظ اُمّت ہے۔ مسلمانو اگر ساری اُمّت کو خطاب ہے تو کیا ساری اُمّتِ محمدی بہترین امت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ اُمت تو بدترین اُمّت ہے۔ کس نبی کی امت نے اپنے رسولؐ کے بچوں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کیا۔ کس نبی کی امت نے اپنے نبی کے بچوں کے خیمے جلائے۔ کس نبی کی اُمت نے اپنے نبی کے بچوں کی لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے۔ کس نبی کی امت نے اپنے پیغمبر کی بیٹیوں کو سر برہنہ بازاروں اور درباروں میں پھرایا۔ کیا یزیدؑ۔ شمرؑ۔ عمر بن سعدؑ۔ ابنِ زیاد۔ حرملہؑ۔ حصینؑ حجاجؑ۔ متوکلؑ وغیرھم بہترین امت ہیں۔ اگر یہ بہترین امت ہے تو بدترین کونسی اُمت ہوگی۔

عمر بن عبدالعزیز نے نہایت سچ کہا کہ اگر اور پیغمبروں کی اُمتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لائیں تو واللہ ہمارا پلہ بھاری رہیگا امام اعظم شبلی نعمانی ص۳۶۔ فرمائیے کیا یہ اُمت ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بہترین اُمت کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ مسلمانو! اس مقام پر سوائے آلِ محمدؐ کے کوئی بھی فرد مراد نہیں ہے۔ بس آلِ محمدؐ ہی بہترین اُمت ہیں۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ لفظ اُمت ہے۔ اس میں دو۔ ایک فرد کس لئے مراد لئے جا سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ لفظِ اُمت تو ایک انسان کو بھی قدرت نے فرمایا ہے۔ سنو۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا پارہ ۱۴ ع ۲۲۔ تحقیق ابراہیمؑ امت تھا فرماں بردار اور حنیف تھا۔ واسطے اللہ تعالیٰ کے تو خالق نے صرف اکیلے ابراہیمؑ کو امت فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اکیلے ابراہیمؑ کو اُمت فرمایا ہے۔ اسی طرح اکیلے حیدرِ کرارؑ کو بھی اُمت فرمایا گیا ہے۔ صلوات۔ رُباعی ؏

خیر امت

صاحب یہ روز روز کا جھگڑا چُکا دیجئے — ہم مرتبہ علیؑ کوئی ہے تو لا دیجئے
یہ کان وہ ہیں جن میں اذاں دی رسولؐ نے — یہ وہ دہن ہے جس میں زباں دی رسولؐ نے

اگر کوئی اصحاب نواز اعتراض کرے کہ یہ آیت تو اُس وقت کے تمام اصحابِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو میری عرض ہے کہ کیا عبداللہ ابنِ اُبی، مروان ابن حکم اور خود حکم اور اس کے ساتھ عبداللہ ابن ابی کے تین صد ساتھی جو جنگِ اُحد کو جاتے ہوئے راستہ ہی سے واپس آ گئے تھے تو ان کے متعلق کیا رائے ہے۔ قرآن مجید سنو
وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۛ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۲۔ اور تمہارے ارد گرد رہنے والے بعض اعراب منافق ہیں اور بعض مدینے کے لوگ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے رسولؐ تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر لوٹا دیئے جاویں گے طرف عذابِ عظیم کے۔ کیوں مسلمانو یہ کون لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ سورہ منافقون اور سارے قرآن پاک میں جا بجا منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی تو اصحابِ رسولؐ تھے۔ بس اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ سے مراد صرف آلِ محمدؐ ہی ہیں۔

دوسری آیت جو فخر سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ پارہ ۴ رکوع ۱۱۔ پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایذا دیئے گئے بیچ راہ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دُور کروں گا اُن سے بُرائیاں ان کی اور البتہ داخل کروں گا ان کو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں۔ یہ ثواب ہوگا خدا کی طرف سے اور اللہ نزدیک اُس کے ہے اچھا ثواب (ترجمہ رفیع الدین) اس آیتِ کریمہ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ حکم ہے اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ۔ ایذا دیئے گئے میری راہ میں۔

بتاؤ مسلمانو اصحابِ ثلاثہ کو کیا ایذا مشرکین نے دی ہے۔ اوّل اور ثانی تو شعب ابیطالب میں بھی نظر نہیں آتے جب کہ رسولخداؐ سے مشرکین مکہ نے بائیکاٹ کیا تھا تمام ہاشمی تو نہایت عسرت و تنگی سے وقت گزار رہے تھے اور یہ بزرگ آرام اور امن سے مکہ میں ہی سکونت پذیر تھے۔ آگے ہے وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا کہ وہ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں مگر قسمت کی بات ہے کہ ان بزرگوں نے نہ کسی کو قتل کیا اور نہ خود قتل ہوئے اور یہ صرف ان ہی بزرگوں کا خاصہ کمال ہے کہ تاریخ عالم اس سلسلے میں مدد دینے سے مجبور و معذور ہے۔ مسلمانو یہ آیت تو حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہما کی شان میں ہے کہ مشرکین مکہ ان کو ایذا دیتے تھے۔ دیکھو تفسیر حسینی قادری جلد ا ص ۱۴۸ جن بزرگوں کا ذکر مسلمان فرمایا کرتے ہیں تو ان کو کون ایذا دے سکتا۔ تھا بلکہ وہ دُنیا کو ایذائیں دیا کرتے تھے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر آرہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں دُرّہ تھا تو سعد بن ابی وقاص ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا پس حضرت عمر نے اس کے سر پر دُرّہ مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل میں خلافت کا رعب نہیں تو میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت بھی تجھ سے مرعوب نہیں ہے۔ المجالس المرضیہ ص ۲۲۵ اسی طرح ایک دفعہ ابی ابن کعب کہیں جا رہا تھا اور اس کی قوم اس کے پیچھے تھی تو اس کو بھی دُرّے مارنے شروع کئے۔ شرح ابن ابی الحدید نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت عمر نے دُرّے کو سب سے پہلے حضرت ابوبکر کی بہن اُمِ فروہ بنت ابی قحافہ پر استعمال کیا کہ جب ابوبکر کی وفات ہوئی تو عورتیں رو رہی تھیں اور اُمِ فروہ بھی ان میں شامل تھی تو عمر نے ان کو کئی مرتبہ رونے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں پس اُمِ فروہ کو علیحدہ کر کے اس پر جب دُرّہ رسید کیا تو باقی تمام عورتیں بھاگ گئیں اور یہ مثل مشہور تھی کہ حجاج بن یوسف کی تلوار سے حضرت عمر کا دُرّہ زیادہ خوفناک تھا۔ المجالس المرضیہ ص ۲۲۶

اب تیسری آیت سنو۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا پارہ ۲۶ رکوع ۱۱ البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مومنین سے جس وقت کہ بیعت کرتے تھے

تجھ سے نیچے درخت کے پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے تھا۔ پس اتاری تسکین اوپر ان کے اور ثواب دیا ان کو فتح کے نزدیک (رفیع الدین)۔ مولوی حضرات اس آیت سے بھی اپنے بزرگوں کی فضیلت ثابت کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہ نے مقامِ حدیبیہ پر حضورؐ کی بیعت کی تھی لہٰذا ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مگر قرآن پاک نے اصحاب نواز لوگوں کی تمناؤں کو پورا نہ ہونے دیا۔ کیوں کہ ارشادِ قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا نہ کہ سب سے اگر تمام بیعت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو لفظ مومنین نہ فرماتا بلکہ ارشاد ہوتا کہ لقد رضی اللہ عن الناس اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوا۔ مسلمانو ہمارا بھی تو یہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا ہے۔ پہلے بزرگوں کو مومن تو ثابت کرو۔ ایک بڑے بزرگ کے بارے میں حضورؐ کا حکم بھی سنو اَلشِّرْکُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ۔ شرک تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ چھپی چال چل رہا ہے۔ یہ تو حضورؐ پرنور کے زمانہ کا حال ہے۔ حضورؐ کے بعد تو شرک نے خوب پنجے جما لئے ہوں گے اور چیونٹی کی چال نہیں بلکہ گھوڑے کی دوڑ لگائی ہو گی۔ نور العصر صہ ١٠٦ بحوالہ (تفسیر در منثور)۔ بس جس بندے نے اپنے پیر و بزرگ کو رضی اللہ کہنا ہے پہلے اس کا ایمان تو ثابت کرے جب مومن ثابت ہو گیا تو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ میں خود بخود شامل ہو جائیگا صلوات

جہاں نے کس طرح بدلے ہیں اپنے طور سنو — فریب و مکر کا قصہ ذرا بغور سنو

ہم اس کے دعوئے ایمان پہ ہی حیراں تھے — وہ مقابل علیؑ بن بیٹھا لو اور سنو

صرف دستِ نبوت پر بیعت کر کے جنت میں جانے والو خدا کی طرف سے جو بیعت پر شرط لگائی گئی ہے اس پر بھی تو غور کرو قرآن اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ پارہ ٢٦ رکوع ٩۔ تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھ سے سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے پس جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر جان اپنی کے کیوں مسلمانو حضورؐ پرنور کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے والوں نے عہد توڑا ہے یا کہ نہیں ہاں اگر میدان سے بھاگنے کے بعد عہد ٹوٹ سکتا ہے تو اوّل و ثانی اور ثالثہ وغیرہ

سنے تو ہر مقام پر عہد توڑنے کا مظاہرہ خوب فرمایا ہے اور بیعت رضوان سے خارج ہوگئے سنو۔ جنگ خیبر میں حضرت عمر علم لے کر گئے اور شکست خوردہ واپس پلٹے اصحاب ان کی بزدلی کی شکایت کرتے تھے اور وہ اصحاب کی بزدلی کا شکوہ کرتے تھے۔ تاریخ طبری۔ ماخوذ از المجالس المرضیہ ص۸۳ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ان لوگوں میں سے تھے جو اُحد کے میدان سے بھاگ گئے تھے مگر خدا نے انہیں معاف کر دیا۔ الفاروق ص۹۵۔ جنگِ خیبر میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سپہ سالار بنا کر بھیجا لیکن وہ ناکام آئے۔ پھر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر دو دن جا کر لڑے لیکن دونوں دن ناکام رہے الفاروق ص۱۴۰ حضرت عثمان جنگِ اُحد میں سب سے پہلے بھاگ گئے تھے اور تیسرے روز پلٹ کر مدینے تشریف لائے۔ تذکرۃ الخواص ص۶۶۔ میں کہتا ہوں اصحاب نواز حضرات ان کی زندگی کا نظرِ عمیق سے مطالعہ فرما کر ثابت کریں کہ جنگِ بدر۔ اُحد۔ خندق۔ خیبر۔ حنین وغیرہم۔ میں انہوں نے کیا اسلامی کارنامہ پیش کیا ہے۔ ہاں اگر سوائے بھاگنے کے اور کوئی کمال ان بزرگوں کا نہ ملے تو مان لینا۔ چاہیئے کہ انہوں نے نکثِ بیعت کی ہے۔

اب چوتھی آیت کو سنو جو اصحاب پرور حضرات پیش کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ پارہ ۱۰ ع ۶ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہِ خدا کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ یہ لوگ یقیناً ایمان والے ہیں، واسطے ان کے بہشت ہے اور رزق باکرامت ہے (رفیع الدین)۔ اس آیت میں ہر مہاجر کو جنت کی خوشخبری نہیں ہے بلکہ ایمان لانا۔ ہجرت کرنا اور خدا کے راستہ میں جہاد کرنا شرط ہے۔ اگر کوئی بزرگ نبیِ اکرمؐ پر ایمان بھی لایا ہو اور خدا کی راہ میں ہجرت بھی کی ہو اور میدانِ جہاد میں ثابت قدم بھی رہا ہو تو ہمیں ان کے فضائل تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہیں ہے۔ جن لوگوں کے کمالِ ایمان کے طبل بجائے جاتے ہیں ان کا اپنا ہی فرمان سنو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ صُلح حدیبیہ کے دن جب مشرکین مکہ سے حضرت نبی اکرم صلعم نے دب کر صلح کی تو میں نہایت حیران ہوا اور اسی اضطراب کی حالت میں ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ اس طرح

دب کر کیوں صلح کی جائے ۔ انہوں نے سمجھایا کہ رسول اللہ جو کچھ کرتے ہیں اُسی میں مصلحت ہوگی اس پر بھی حضرت عمر نے کہا کہ مجھے تسکین نہ ہوئی اور میں رسول اللہ کے پاس گیا اور اس طرح سے گفتگو ہوئی۔

حضرت عمر۔ یا رسول اللہ کیا آپ رسولِ خدا نہیں ہیں۔

رسول اللہ۔ بیشک ہوں۔

عمر۔ کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں۔

رسول اللہ۔ ضرور ہیں۔

عمر۔ پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں۔

رسول اللہ۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت عمر کی گفتگو اور خصوصاً اندازِ گفتگو اگرچہ خلافِ ادب تھا چنانچہ بعد میں ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارہ کے لئے روزے رکھے۔ نفل پڑھے۔ خیرات دی اور غلام بھی آزاد کئے۔ بخاری مترجم پارہ ۱۱ صہ۹ ، صہ۱ ۔ الفاروق صہ۱۰۱ ۔ حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اس روز خدا کی قسم مجھے نبوت پر ایسا شک ہوا ہے۔ رسولِ مقبول ۳ صہ۱۵۷ تاریخ خمیس جلد ۲ صہ۲۲ ۔ تاریخ حبیب السیر جلد ۱ جزو سوم صہ۵۳ پر بھی مکالمہ عمر درج ہے۔ فرمادیں کیا یہ کاملِ الایمان انسان کی نشانی ہے یا اس سے ضعیف الایمان بزرگ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جنگِ اُحد کے میدان سے حضرت عمر بھاگ گئے تھے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت عمر بھاگے تو تھے مگر ان کا شمار پہلے بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔ بروایت دُرِ منثور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب میں اُحد کے دِن بھاگا تو پہاڑ پر چڑھ گیا جس طرح کہ پہاڑی بکرا کود کر چڑھ جاتا ہے۔ المجالس السنیہ صہ۸۲ ۔ مسلمانو! فیصلہ تو کرو کہ آیتِ مذکورہ میں ان بزرگوں کا کونسا اور کتنا حصّہ ہے۔ صلوات

عدو میں چھوڑ کے جو بھاگ جائے دشمن ہے جنازہ جان کے پڑھنے نہ آئے دشمن ہے
اٹھایا جاتا ہے دشمن کو اپنی محفل سے کسی کا آگ سے جو گھر جلائے دشمن ہے

تصدق شیرازی

اس کے بعد اب میں پانچویں آیت پیش کرتا ہوں جو اصحابِ ثلاثہ کی شان میں مسلمان

قمرسے بیان کیا کرتے ہیں۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ پارہ ۱۱ رکوع ۲۔ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی اُن کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت کریمہ نے خود رہنمائی فرمادی کہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے مراد سبقت الی الایمان ہے نہ کہ سبقت الی ہجرت مراد ہے۔ اگر سبقت الی ہجرت ہوتی تو انصار کے نام کی کیا ضرورت تھی۔

سبقت الی الایمان

اور سابق بالایمان حضرت علیؑ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے تسلیم کیا ہے کہ جب ابوبکر ایمان لائے تو اس سے پہلے پانچ آدمی ایمان لاچکے تھے۔ تاریخ الخلفاء ص۱۲۱۔ سید ابوطالب ہروی اور صاحب تفسیر ثعلبی جو علمائے اہل سنت سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن ایاس بن عفیف نے اپنے دادے سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں تجارت کی غرض سے مکہ آیا اور عباس بن عبدالمطلب کا میں مہمان ہوا کیوں کہ اس سے میرے تعلقات بہت اچھے اور گہرے تھے۔ ایک روز میں اور عباس مقام منیٰ میں تھے کہ ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف وہ دیکھتا تھا بعد اس کے وہ کعبہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا اور اسی وقت ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے جانب راست کھڑا ہوا اور بعد اس کے ایک عورت آئی جو ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اس جوان نے رکوع کیا تو اس کے ہمراہ اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ بعد اس کے اس نوجوان نے سجدہ کیا تو ان دونوں نے بھی اس کے ہمراہ سجدہ کیا اور جس وقت اس جوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا۔ تب میں نے کہا کہ عباس یہ امر عظیم ہے۔ تب عباسؓ نے بھی کہا کہ واقعی یہ امر عظیم ہے۔ میں نے کہا عباس یہ کیا امر عظیم ہے عباس نے کہا کہ یہ نوجوان میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا نے مجھ کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کا میں مالک ہوں گا اور یہ لڑکا علیؑ ابوطالبؑ کا بیٹا ہے۔

سابق الایمان مراد علیؑ ہیں

سبقت الی الایمان

اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد ہے۔ جو زوجہ ہے میرے بھتیجے محمدؐ کی اور ان دونوں ہی نے محمدؐ کے دین کی پیروی کی ہے۔ خدا کی قسم تمام روئے زمین پر اس مذہب کا آدمی سوائے ان شخصوں کے کوئی نہیں ہے۔ اسماعیل کا دادا عفیف جب مسلمان ہوا تو اس نے کہا کہ کاش کہ میں چوتھا ان میں سے ہوتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۴۲۔ سید ابوطالب ہروی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ درود بھیجا مجھ پر اور علیؑ پر فرشتوں نے سات برس سب سے پہلے اور عبداللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہے۔ عباد بن عبداللہ سے کہ میں نے علیؑ سے سنا ہے فرمایا کہ میں بندۂ خدا کا ہوں اور بھائی اس کے پیغمبرؐ کا اور میں صدیق اکبر ہوں اور بعد میرے صدیق اکبر نہ کہلائے گا اپنے تئیں مگر دروغ گو افترا کرنے والا۔ میں نے نماز پڑھی ہے سات برس سب آدمیوں سے پہلے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ صفحہ ۴۲ یہ ہیں سابق بالایمان اور اس آیت میں شرط بھی پیروی کی لگائی گئی ہے۔ اگر کوئی سابق بالایمان بھی ہو اور اس کی پیروی نہ کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہیں ہے۔

سابق الایمان مرتد ہو گئے

ہاں اگر السابقون سے مراد ہجرت ہی لی جائے تو سب سے پہلی ہجرت تو حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہے اور اس وفد کے راس ورئیس حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؑ تھے۔ اوّل وثانی تو پھر بھی محروم ہی رہے۔ میں کہتا ہوں کسی آدمی کا ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ خاتمہ بالخیر ہونا ضروری ہے۔ روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ صحابی کا انتقال ہوا تو حضور پُر نور نے ہی اُسے غسل دیا۔ کفن پہنایا اور قبر تک ننگے پاؤں تشریف لے گئے۔ سعد کی ماں نے اپنے بیٹے کو جنت کی خوشخبری دی تو نبی اکرمؐ نے فرمایا خاموش رہو۔ سعد فشارِ قبر میں مبتلا ہے۔ صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ سعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ بدخلقی کیا کرتا تھا۔ احسن الفوائد صفحہ ۲۱۳۔

لو میں اس کے ساتھ ایک حدیث بھی پیشِ خدمت کرتا ہوں عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدَنَّ عَلَیَّ الْحَوْضَ رِجَالٌ مِمَّنْ صَاحَبَنِیْ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتُھُمْ وَرُفِعُوْا اِلَیَّ اخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَلَاَقُوْلَنَّ اَیْ رَبِّ اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ فَلَیُقَالَنَّ لِیْ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ مسلم شریف جلد ۶ صفحہ ۶۷۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حوضِ کوثر پر چند آدمی ایسے

آئیں گے جو دنیا میں میرے ساتھ رہے جب میں ان کو دیکھوں گا اور میرے سامنے کر دیئے جائیں گے تو روکے جاویں گے میرے سامنے سے میں کہوں گا پروردگارا یہ تو میرے صحابی ہیں۔ صحابی ہیں تو جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ جو تمہارے بعد انہوں نے کیا۔ احداث کئے تھے۔ بس ایمان اور عمل کے بغیر نجات ناممکن ہے شعر ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے — صلوات

اب میں چھٹی آیت پیش کرتا ہوں جس پر مسلمان یارِ غار کے فضائل ترتیب دیا کرتے ہیں۔

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا پارہ ۱۰ ع ۱۲۔ پس تحقیق مدد دی ہے اُس کو اللہ نے جس وقت نکال دیا تھا اُس کو ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے دوسرا دو میں کا جس وقت کے وہ دونوں بیچ غار کے تھے۔ جس وقت کہ کہتا تھا واسطے رفیق اپنے کے مت غم کھا تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اُتاری اللہ نے تسکین اوپر اس کے اور قوت دی ساتھ اس کو لشکروں کے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو۔ (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت میں ملاں لوگ دو لفظوں پر زیادہ زور دیتے ہیں ایک لفظ صاحب اور دوسرا لفظ سکینہ۔ ان دونوں کا جواب عرض کرتا ہے کہ صاحب تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو بھی فرمایا ہے سنو۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ پارہ ۱۲ رکوع ۱۵ اے میرے قید کے ساتھیو۔ حضرت یوسفؑ کے قید خانہ کے صحابی کافر تھے مگر قید خانہ میں ساتھی ہی تھے اور سنو۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى پارہ ۲۷ رکوع ۵ نہیں بہکا ساتھی تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا۔ اس مقام پر حضور پرنور کو کافروں کا صاحب کیا گیا ہے سنو۔ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ پارہ ۲۹ ع ۴ اور مت ہو مانند مچھلی والے کے جس وقت کے پکارا اور وہ غم سے بھرا تھا۔ تو یہاں حضرت یونسؑ مچھلی کے صحابی کہلائے جا رہے ہیں اور قرآن مجید میں کئی مقام پر اَصْحٰبُ النَّارِ ہے تو اس مقام پر خدا نے اوّل کو حضورؐ کا صاحب فرما دیا تو کونسا اس بزرگ کا کمال ہے ایک آیت اور سن لو اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ پارہ ۱۵ ع ۱۳۔ تو قدرت

نے غار کو کہف فرما کر لفظ اصحاب کو واضح فرمایا ہے۔ دوسرا ہے لفظ سکینہ کہ جس پر زور دیا جاتا ہے کہ سکینہ ابوبکر پر نازل ہوئی ہے یہ غلط اور محض غلط ہے۔ آیت کی تمام ضمیریں حضور نبی اکرمؐ کی طرف راجع ہیں اور مصیبت میں بھی رسولِ خدا ہی ہیں اور سکینہ ابوبکر کے لئے کیسے ہوگی۔ مُلّاں کہتے ہیں کہ نبی تو بالکل مطمئن تھے۔ انہیں سکینہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ قرآن سُنو فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ پارہ ۲۶ رکوع ۱۱۔ پس اتاری اللہ نے تسکین اوپر رسولؐ اپنے کے اور اُوپر ایمان والوں کے۔ کیوں مسلمانوں سکینہ رسولؐ پر بھی اُترا کرتی ہے کہ نہیں ثابت ہوا کہ اس مقام پر سکینہ نبی اکرمؐ پر ہی نازل کی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوبکر نے غار کے منہ پر فوراً ببول کا درخت اُگتا دیکھا۔ مکڑی نے جالا تنا اور فوراً کبوتری نے انڈے بھی دے دیئے۔ یہ تین معجزے ابوبکر نے دیکھے اور پھر ایسا کردار ادا فرمایا کہ خدا نے لَا تَحْزَنْ کہنے کی ضرورت محسوس فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب تسکین رکھ جو کچھ اس کا جی چاہے کرتا رہے اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا پر مُلّاں خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ میں کہتا ہوں فرماؤ اللہ تعالیٰ کس کے ساتھ نہیں ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ پارہ ۲۶ رکوع ۱۶۔ میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ جہاں بھی کوئی ایک ہوگا تو خدا دوسرا، اگر دو ہوں گے تو خدا تیسرا ہر مقام پر اس کی ذات ساتھ ہے۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت میں کوئی واضح آیت پیش کریں۔ اشد خطرے کے مقام پر رونا تو کوئی فضیلت نہیں بلکہ کمزوریِ ایمان کی دلیل ہے۔ رباعی

ایوانِ شعر

جرار کو فرما کے اسداللہ جزا دے دی	کس فرار کو فرما کے لاتحزن سزا دے دی
کچھ اس انداز سے حیدرؑ نے اپنی جان نچھاور کی	مسرت میں علیؑ کو کبریا نے ہر رضا دے دی

رباعی

صلوات (تصدق شیرازی)

اب ساتویں آیت بھی پیشِ خدمت ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا پارہ ۵ ع ۶ جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسولؐ کی پس یہ لوگ ساتھ ان کے ہیں کہ نعمت کی ہے اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور

شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت میں فرمانبرداری کی شرطِ اوّل ہے اور فرمانبرداری کرنے والے انبیاء. صدیق. شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ ان بزرگوں کی فرمانبرداری کیا خوب ہے کہ ان کے حمائتی فخر سے یہ فرماتے ہیں سنو لکھا ہے کہ تمام لشکرِ جنگِ حنین میں پسپا ہوگیا اور فقط چار آدمی سلطان الانبیاء علیہ الصلواۃ والثنا کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت علیؑ. عباسؓ ۔ ابوسفیان بن الحارث اور عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین. تفسیر حسینی قادری جلد ۱ ص ۳۸۵ جن کی بہادری اور کراری کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے وہ کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

اب صحابہ کی صداقت کے بھی دو فقرے سُن لو. مؤلف بخاری شریف جلد ۱ ص ۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ احادیث دو۔ دو نفل پڑھ کر اور خدا سے استخارہ کر کے جمع کی تھیں جن سے میں نے سات ہزار دو سو پچتر حدیثیں چُن لیں اور باقی پانچ لاکھ بانوے ہزار سات صد پچیس حدیثیں میں نے غلط سمجھ کر رد کر دیں. یہ ہے صحابہ کی صداقت بیانی کی دلیل. میں نے ایک روز حساب لگایا تو ثابت ہوا کہ ایک دن میں صرف بخاری شریف کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق لوگوں نے نبی اکرمؐ کی طرف ساڑھے اکہتر احادیث غلط منسوب کی تھیں. اس کے علاوہ بھی حدیث کی درجنوں کتابیں ہیں. کم از کم صحاح ستہ اور موطا امام مالک ہی سہی. ان سب کی کیفیت جمع کرنے کے بعد کیا نتیجہ برآمد ہوگا. کیا یہ لوگ صدیقین ہیں. مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب امام اعظم کے ص ۱۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ سینکڑوں. ہزاروں بلکہ لاکھوں حدیثیں دانستہ لوگوں نے وضع کر لیں. حضرت ابوہریرہ سے ابوسلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اس طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے بولے کہ نہیں ورنہ عمر دُرّے مارتے تھے۔ امام اعظم ص ۱۹۰ اگر کوئی صاحب یہ فرمائے کہ صحابہ کے زمانہ میں تو ایسا نہیں ہوا بلکہ بعد میں حدیثیں وضع ہوئیں تو میں عرض کروں گا کہ حضرت ابوہریرہ کا اپنا بیان ہی کافی ہے اور وہ خود بھی تو اصحابِ رسولؐ تھے اس کے علاوہ شبلی نعمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ خود صحابہ کے عہد میں اہلِ بدعت نے سینکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں. امام اعظم ص ۱۹۰۔

اب میں آٹھویں آیت جو صحابہ کی شان میں بیان ہوتی ہے. پیش کرتا ہوں سُنو مُحَمَّدٌ

جنگِ حنین

امام بخاری کا انکار و دو نفل

حدیث سازی

رَسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ پارہ ۲۶ رکوع ۱۲۔ محمدؐ رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں۔ فضل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی ان کی بیچ موہوں ان کے کہ ہے اثر سجدے کے سے یہ ہے صفت ان کی بیچ توراۃ کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے (رفیع الدین) اس آیت میں ملاں لوگ نرالا تُکا لگاتے ہیں کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے حضرت ابوبکر اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ سے حضرت عمر اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سے حضرت عثمان اور رُکَّعًا وَّسُجَّدًا سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔ مگر قابلِ غور مقام یہ ہے کہ اگر ایسا ہی ہے تو بسقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے بارے میں کیوں انصار و مہاجرین میں جھگڑا فساد ہوا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی صاحب یہی آیت پڑھ کر خلافت کو ترتیب دے لیتا اور بعد میں حضرت ابوبکر کو حضرت عمر کے بارے میں وصیت نامزدگی نہ کرنی پڑتی اور حضرت عمر کو چھ آدمیوں کی کمیٹی نہ بنانی پڑتی اور حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؑ بھی چپکے سے ظاہری خلافت کی بوسیدہ مسند سنبھال لیتے کہ اب میری باری آگئی ہے اور خال المومنین اور اُم المومنین اسی آیت کا ہی احترام فرماتے اور ہزاروں مسلمانوں کا خون نہ بہاتے۔ کیوں مسلمانوں حضرت عائشہ اس تمہاری ترتیب سے ناواقف تھیں جو ہزاروں مسلمانوں کو ساتھ لے کر بصرہ میں تشریف لائیں اور اپنے پردے کی عظمت کو بھی قصاصِ عثمان پر قربان کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان واقعہ کے بعد قرآنی آیات کو ترتیب دے دیا کرتے ہیں جیسا ظہور میں آتا گیا۔ ویسی ہی تفسیر ہوتی گئی۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے کہ معہ سے حضرت ابوبکر مراد ہیں تو تین سال حضورؐ پرنور شعب ابی طالبؑ میں نہایت عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ وہاں معہ کو دکھلاؤ اس واقعہ پر دنیا کی ہر تاریخ اس کا جواب نفی میں دے گی کہ ابوبکر شعب ابوطالبؑ میں کہیں نظر نہیں آتے۔ چلو تین سال کا انہوں نے روزہ ہی رکھ لیا ہوگا تو دعوت ذوالعشیرۃ میں کہ

دکھلا دو ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ ہاں اگر یہ نہ دکھلا سکو تو طائف کی طرف آتے جاتے ہی کہیں ابوبکر کو ساتھ دکھلا دو۔ چلو مسلمانو تم نبی کے غسل وکفن اور جنازے پر ہی دکھلا دو۔ اگر نہ دکھلا سکو تو قرآن مجید کو اپنی مرضی سے بیان نہ کیا کرو قیامت کا دن نہایت سخت دن ہے۔ فاتقوا اللّٰہ

شعر ؎ تم تو پھولوں کے خریدار نظر آتے ہو
میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں

اشداء علی الکفار

دوسری تفسیر کی جاتی ہے کہ اَشدّاءُ علی الکفار سے مراد حضرت عمر ہیں۔ تعجب کا مقام ہے کہ جس بزرگ نے ساری زندگی میں کسی ایک کافر و مشرک کو بھی قتل کرنا گوارا نہیں کیا اُسے اشداءُ علی الکفار کا خطاب دیا جاتا ہے۔ بتاؤ جنگِ بدر میں، جنگِ اُحد میں، جنگِ خیبر میں جنگِ حنین میں کتنے کافر اس بزرگ نے قتل کئے ہیں، کسی کافر کا نام تو بتلاؤ ہاں ایک واقعہ اشداءُ علی الکفار کا ضرور ملتا ہے اسے میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مقامِ حدیبیہ پر پہنچ کر آنحضرتؐ نے چاہا کہ قریشِ مکّہ کے پاس اکابر صحابہ میں سے کسی کو سفارت کے طور پر بھیجیں کہ ہم کو لڑنا مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر کو اس خدمت پر مامور کرنا چاہا انہوں نے عرض کی کہ قریش کو مجھ سے عداوت ہے اور میرے خاندان میں وہاں کوئی شخص میرا حامی موجود نہیں۔ عثمان کے عزیز اقارب وہیں ہیں اس لئے ان کو بھیجنا مناسب ہوگا۔ الفاروق صـ۱۰۱۔ رسولِ مقبول صـ۱۵۳ معارج النبوت رکن چہارم صـ۱۹۱ تاریخ اسلام جلد ۱ صـ۱۹۹ یہ ہے اَشدّاءُ علی الکفار۔ مسلمانوں! کافروں سے ڈرنے والا اگر اشداءُ علی الکفار ہے تو کافروں کو قتل کرنے والا کیا ہوگا۔ کاش کہ مسلمان اس مقام پر واقعہ شبِ ہجرت میرے مولا کا بسترِ رسولؐ پر چین سے سونا پڑھ کر انصاف کرتے کہ اشداءُ علی الکفار کون ہے۔

عمرو بن عبدود

تاریخ کا ایک اور واقعہ بھی سن لیں کہ جنگِ خندق میں عمرو بن عبدود نے خندق پار کر کے رسولِ خداؐ کے خیمہ میں نیزہ مارا اور کہا کہ اے محمدؐ کسی جوان کو میرے مقابلہ کے لئے بھیج یا خود باہر نکل کر میرا مقابلہ کر۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو اس کُتّے کو جواب دے۔ جب تیسری بار عمرو بن عبدود نے هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کہا تو حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کا اس طرح قصیدہ بیان کرنا شروع کیا کہ اے مسلمانو ہم ایک مرتبہ طائفہ قریش کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا بہت

ساماں تجارت لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہلِ قافلہ نے مال و جان سے ہاتھ دھو لیئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر کا بچہ بجائے ڈھال ہاتھ میں لیا اور شیر ژیاں اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا اور اس طرح انہیں مارا کہ سب کے سب بھاگ گئے۔ رسول مقبولؐ ص۱۴۷ سیرتِ رسول ص۱۰۰ کیوں مسلمانو عمر بن عبدود کا اس انداز سے تعارف کرانے والا اشداءُ علی الکفار ہے یا عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والا اشداءُ علی الکفار ہے۔ صلوات

آگے ہے رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ آپس میں رحم دل، اصحاب پرور اور بنی امیہ کے نمک خواروں کا بیان ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان ہیں کہ وہ بڑے رحمدل تھے۔ بتاؤ مسلمانو اگر واقعی عثمان رحمدل ہی تھے تو ابوذر غفاری کو کس نے جلا وطن کیا تھا اور حضرت عمار کو کس قدر اس نے مارا کہ عمار کو فتق کی بیماری ہو گئی تھی اور ابنِ مسعود تو اس کی زدوکوب سے مر گیا۔ تاریخ اعثم کوفی ص۲۷۹۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ ص۲۷۷۔ کیا یہی رحمدلی ہے کہ والئ مصر عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو خفیہ خط لکھا جا رہا ہے کہ جب محمد بن ابوبکر مصر میں پہنچے تو اُسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا جائے۔ تاریخ اعثم کوفی ص۱۲۷ تاریخ الخلفاء ص۱۶۵ یا یہ رحمدلی ہے کہ اپنے قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم ملعون کو شربتِ شیر پلایا جا رہا ہے۔ اپنی غرض کی تفسیر کرنے والو انصاف کرو اور اپنے ایمان کا سینہ چاک نہ کرو۔ کیا صحابہ کرام نے بھی اس آیت کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے یا مُدعی سُست اور گواہ چُست کی مثال تم ہی نے قائم کی ہے۔

اب آخر میں صرف صحابی کی تعریف بیان کر کے میں ختم کرتا ہوں۔ سنو۔ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اَدْرَكُوْا صُحْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَعَ الْاِيْمَانِ اَيْ مَعَ اِسْتِقْرَارِ الْاِيْمَانِ وَبَقَائِهٖ وَعِنْدَ وَفَاتِهٖ۔ حاشیہ شرح تہذیب اوّل خطبہ ص۳ وہ مومن لوگ جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو ایمان پختہ کے ساتھ۔ اور باقی زندگی بھی پختہ ایمان پر گزری ہو اور مرتے وقت بھی شمع ایمان لے کر قبر میں جائے وہ حقیقی صحابی ہے۔ مسلمانو اگر کوئی صحابی ہے تو ہم اس کے غلام ہمارے بچے اس کے غلام۔ ہماری قوم اس کی خادم۔ ہمارا مذہب اس کا مداح۔ ہماری جان اس

پر قربان ہمارا قائم اس پر ایمان اور یہ قرآن کی آیتیں اور اُسی کی شان۔ کیوں مسلمانو! اگر سب لوگ رسولخداؐ کے ساتھی نیک ہوتے تو کربلا میں جو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے آئے تھے۔ ان میں بائیس صحابیِ رسول بھی تھے۔ مواعظِ حسنہ ص ۲۷۴۔

ع۔ ادارو آخر وقت میں رسول اللہؐ نے فرمایا اے میرے صحابیو کاغذ قلم دوات لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہی سے بچ جاؤ۔ حضورؐ کے تکرر فرمانے پر ایک صحابی نے کہا حسبنا کتاب اللہ ہمیں لکھوانے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا توقوموا عنی یہ سن کر صحابہ کرام تشریف لے گئے اور حضورؐ کے چہرۂ انور پر پریشانی، افسردگی کی لہر دوڑ گئی۔ نبیؐ کریم کے قریب ایک بچہ بیٹھا تھا نانے کی یہ حالت دیکھ کر عرض کی کیوں نانا جان آپ گھبرا گئے۔ فرمایا بیٹا ہر نبی کے جانے کے بعد اس کی امت گمراہ ہوئی اور میری امت میرے منہ پر کہہ رہی ہے کہ لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری امت میری زندگی میں میرے سامنے راہ سے بے راہ ہوگئی حسینؑ میرا پیارا دین اسلام برباد ہوگیا۔ حسینؑ نے عرض کی نانا جان آپ ہرگز نہ گھبرائیں۔ دین جاتے میں جانوں۔ نبیؐ نے فرمایا حسینؑ تو میرے دین کی خاطر کیا کرے گا۔ عرض کی نانا فکر نہ کریں وطن چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دونگا مگر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر وطن کے چھوڑنے پر بھی دین نہ بچا تو پھر کیا کرو گے۔ عرض کی نانا جان! بھائی عباسؑ کے بازو دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر عباسؑ کے بازوؤں سے بھی دین نہ بچا تو پھر کیا کرو گے۔ عرض کی اٹھارہ سال کا اکبرؑ دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ فرمایا اگر اکبر کے سینے سے بھی دین نہ بچا تو پھر کیا کرو گے عرض کی نانا! اصغرؑ کا گلہ دے کر دین بچاؤں گا۔ فرمایا حسینؑ! اگر اصغرؑ کے گلے سے بھی نہ بچا تو پھر کیا کرو گے۔ عرض کی نانا فکر نہ کریں۔ میں اپنا گلہ دے کر آپ کا دین بچاؤں گا۔ شعر ؎

پتے پتے سے نہ خون نکلے تو محرم جاننا
ذبح میں ہوں تو پھر رنگِ گلستاں دیکھنا

ایک مرتبہ حضورؐ نے پھر فرمایا بیٹا حسینؑ اگر تیرے گلے کے کٹ جانے پر بھی دین نہ بچا تو

پھر کیا کرو گے۔ عزادارو! یہ سن کر حسینؑ تو خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بیٹا حسینؑ اگر تیرے گلے کے کٹنے پر بھی دین نہ بچا تو پھر کیا کرو گے۔ اتنا ہی کہنا تھا کہ اندر سے ایک بچی چادرِ تطہیر میں لپٹی ہوئی باہر آئی اور حسینؑ کا دامن پکڑ کر فرمایا ماں جائے۔ نانا سے وعدہ کر لو کہ اگر حسینؑ کے گلے سے دین نہ بچا تو زینبؑ کی چادر بچائے گی۔ نانا زینبؑ اپنی کمائی لٹائے گی۔ نانا زینبؑ اپنی چادر چھنوائے گی۔ نانا زینبؑ حسینؑ کے بچوں کی لاشیں اٹھائے گی۔ نانا زینبؑ بازارِ کوفہ وشام میں خطبے سنائے گی۔ نانا زینبؑ تبدیہ نبھائے گی۔ نانا زینبؑ اپنے ہاتھوں میں رسیاں بندھوائے گی۔ نانا! فکر نہ کرو بتولؑ کی بیٹی زینبؑ تیرا دین بچائے گی۔

عزادارو! وہ وقت آیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے تیاری کا اعلان فرمایا تو حضرت ثانیِ زہراؑ اپنے شوہر حضرت عبداللہ کے پاس تشریف لے گئیں۔ ان دنوں حضرت عبداللہ بیمار تھے۔ جنابِ زینبؑ نے عبداللہ کو سلام کیا اور زمین پر بیٹھ گئیں۔ جناب عبداللہ نے جونہی ثانیِ زہراؑ کو خاک پر بیٹھے دیکھا تڑپ گئے اور اپنے آپ کو سنبھال کر فرمایا عباسؑ کی غیرت آج کیا وجہ ہے کہ آپ خاک پر تشریف فرما ہیں۔ جنابِ زینبؑ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے اور کہا چاچے جایا ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا زینبؑ حکم کرو جنابِ زینبؑ نے کہا چاچے جایا میں شریعتِ محمدیؐ سے خوب واقف ہوں کہ عورت شوہر کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ عورت کے لئے شوہر کی رضا خدا رسولؐ کی رضا ہے چاچے جایا آپ نے سُنا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ میرا بھائی حسینؑ مدینے سے مکہ کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ عباسؑ سامان اونٹوں پر بار کر رہے تھے۔ علی اکبرؑ و قاسمؑ سفر کی تیاری میں مشغول ہیں ربابؑ۔ لیلیٰ۔ اُمِ فروہ تو برقعے سنبھال رہی ہیں۔ عبداللہ میرے پاس پنج تن پاکؑ میں سے صرف ایک حسینؑ ہی کی ذات ہے۔ اس کے بغیر میری زندگی ناممکن ہے چاچے جایا اگر آپ نے اجازت نہ دی تو میں ہرگز امام حسینؑ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مگر چاچے جایا غور سے میری درخواست سُن لے اِدھر حسینؑ کی سواری مدینے سے نکلے گی اُدھر دُکھیا زینبؑ کی میت گھر سے نکلے گی۔ عبداللہ خدا کے لئے مجھے حسینؑ کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرما دے۔ چاچے جایا میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر نہیں جاؤں گی

یہ سن کر حضرت عبداللہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا ثانیِ زہراؑ میں آپ کو اجازت دے چکا بس اتنا سننا تھا کہ زینبؑ نے عبداللہ کا شکریہ ادا کیا اور گھر کی چابیاں حضرت عبداللہ کے حوالے کر کے دامن جھاڑ کر چلیں اور امام حسینؑ کے پاس تشریف لا کر تیاری میں مشغول ہو گئیں۔ بس قافلۂ حسینیؑ روضۂ رسولؐ سے رخصت ہو کر ابھی تیسری منزل پر پہنچا ہی تھا کہ حضرت عبداللہ کے دونوں شہزادے اپنی ماں کے نام باپ کا ایک پیغام لے کر حاضر ہوئے اور وہ پیغام یہ تھا کہ ثانیِ زہراؑ اگر حسینؑ پر کوئی مصیبت آجائے تو ایک بچہ میری طرف سے اور ایک اپنی طرف سے حسینؑ پر قربان کر دینا تاکہ قیامت کو جنابِ حیدرِ کرارؑ سے سرخروئی حاصل کر سکوں۔

مقاتل کی معتبر کتابوں میں منقول ہے کہ شبِ عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام خیامِ انصار کا معائنہ کرنے کے بعد اہلِ بیتؑ کے خیام کی طرف تشریف لائے۔ جب خیمۂ اُمّ المصائبؑ کے قریب آئے تو کیا دیکھا کہ حضرت زینبؑ دونوں بچوں کو سامنے بٹھا کر ہدایت و وصیت کر رہی ہیں کہ اے میرے جگر پارو میری زندگی کے سہارو میں نے تمہاری شادی کا ارادہ بدل دیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ فرزندِ رسولؐ دشمنوں میں گھر چکا ہے۔ بیٹو کل میرے دودھ کی لاج رکھنا سب سے پہلے اپنی جانوں کو فرزندِ رسولؐ پر قربان کر دینا۔ ہاں اگر عمر بن سعد ملعون کو قتل کر دو تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ دیکھنا بچو! اگر شمرؔ کہیں مل جائے تو اُسے ضرور قتل کر دینا۔ عونؑ و محمدؑ میں تمہیں ایک ضروری وصیت کرتی ہوں۔ اگر دریا کے کنارے پہنچ جاؤ تو پانی نہ پینا کیوں کہ بالی سکینہؑ اور ننھے اصغرؑ تین دن کے پیاسے ہیں۔ بچوں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی مادرِ گرامی ذرا صبح تو ہونے دو۔ انشاءاللہ ہم اپنی شجاعت کا لوہا دنیا سے منوا کے چھوڑیں گے۔ امام حسینؑ نے بہن اور بھانجوں کی باتیں سنیں تو بے چین ہو کر خیمہ میں آکر دونوں بچوں کو چھاتی سے لگایا اور پیار کیا۔

منقول ہے کہ روزِ عاشورہ انصارِ حسینؑ نے باری باری اپنی قربانیاں پیش کیں۔ جوں جوں دن چڑھتا تھا جنابِ زینبؑ کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ آخر تنگ ہو کر حضرت فضہؑ کو فرمایا کہ اماں فضہؑ ذرہ عونؑ و محمدؑ کو تو بلا دو۔ جب بچے ماں کے پاس آئے تو حضرتِ زینبؑ نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کیوں عونؑ و محمدؑ غیر تو حسینؑ پر جانیں خوشی سے قربان کر رہے ہیں۔

عونؑ و محمدؑ

اورتم اپنی جانوں کو بچائے بچائے پھر رہے ہو۔ میں روزِ محشر اپنے نانا سے تمہاری شکایت کروں گی۔ کیا تم اس وقت میدانِ کارزار میں جاؤ گے جب بتولؑ کا لال اپنا گلہ شمر کے خنجر کے نیچے رکھ دے گا۔ ماں کی اس گفتگو کو سُن کر دونوں بچے ڈر گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ مادرِ گرامی ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ہم نے بڑی کوشش کی ہے اور چھوٹے ماموں جان کو بھی کہا ہے کہ ہمیں میدان میں جانے کی اجازت لے دیں مگر انہوں نے بھی یہی فرمایا ہے کہ شہزادو ابھی تمہارا وقت نہیں آیا۔ باری باری سب کو اجازت مل جائے گی۔ فرزندِ رسولؐ تمہیں تمہارے وقت پر خود ہی بلا کر اجازت دے دیں گے۔

روایت میں ہے کہ جنابِ زینبؑ نے فضہؓ سے فرمایا کہ ذرہ میرے ماں جائے کو تو بلا کر لاؤ۔ جب امامِ مظلومؑ نے بہن کا پیغام سُنا تو فرمایا اماں فضہ میں سمجھ گیا ہوں کہ زینبؑ مجھے کیوں بلا رہی ہے۔ میں کس طرح بچوں کو قتل ہونے کی اجازت دوں۔ عزادارو! حضرت فضہؓ نے جنابِ ثانیِ زہراؑ سے آکر عرض کی کہ فرزندِ رسولؐ خیمہ میں تشریف لانے سے تامل کر رہے ہیں تو حضرت زینبؑ نے حضرت عباسؑ کو بلا بھیجا۔ جب حضرت عباسؑ خیمہ میں تشریف لائے تو فرمایا عباسؑ تم جاکر حسینؑ سے بچوں کو میدانِ کارزار کی اجازت لے دو تاکہ میری تشویش دُور ہو۔ لکھا ہے کہ جب حضرت عباسؑ مولا امام حسینؑ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا عباسؑ ثانیِ زہراؑ کے بچوں کی میرے ساتھ کوئی بات نہ کرنا۔ میں جانوں میرا کام جانے بس حضرت عباسؑ خاموش ہو گئے۔ جب عباسؑ کی خاموشی کی خبر حضرت زینبؑ کو ہوئی تو فرمایا اماں فضہؓ ایک مرتبہ تم حسینؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ خیمہ میں بہن نے یاد کیا ہے۔ اگر تامل فرمائیں تو کہنا کہ حسینؑ اگر آپ خیمہ میں نہیں آئیں گے تو زینبؑ چادرِ تطہیر پہن کر باہر آجائے گی۔

عزادارو! جب میرے مظلوم امامؑ نے بہن کا یہ پیغام سُنا تو فوراً خیمہ میں تشریف لے آئے اور بہن کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینبؑ نے بھائی کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور رو کر فرمایا فرزندِ رسولؐ ایک مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ زینبؑ کے بچوں کی شان زیادہ ہے کہ فرزندِ رسولؐ کی شان بلند ہے۔ بس اتنا سُن کر حسینؑ نے رو کر فرمایا زینبؑ میں بچوں کو اجازت دے چکا۔

منقول ہے کہ شہزادوں کو جب اجازت ملی تو خوشی سے پھول گئے۔ اور فرزندِ رسولؐ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میدانِ کارزار کو روانہ ہو گئے۔ عونؑ و محمدؑ میدان میں۔ حسینؑ ایک ٹیلہ پہ اور فضہؓ خیمہ کے دروازے پر اور جنابِ زینبؑ مصلّٰی پر۔ جنابِ زینبؑ کی نگاہ فضہ پر۔ فضہ کی نگاہ حسینؑ پر اور حسینؑ کی نگاہ میدان میں۔ پس بچوں نے جنگ شروع کی اور اس انداز سے اشقیاؑ پر حملہ کیا کہ روحِ جنابِ حیدرِ کرارؑ نے دادِ تحسین دی۔ جعفرِ طیارؑ کے پوتوں نے اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں بھگدڑ مچ گئی اور دونوں شہزادوں نے عمر بن سعد کے خیمہ پر حملہ کر دیا۔ عمر بن سعد خیمہ کی پشت سے نکل کر بھاگا اور فوج کو غصہ سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ دونوں شہزادے ہزاروں کو بھگائے پھر رہے ہیں۔ ان دونوں کو گھیر کر جلدی قتل کر دو۔

روایت میں ہے کہ شہزادوں نے اپنے گھوڑے فرات کی طرف بڑھائے اور اشقیا سے گھاٹ کا قبضہ چھین لیا۔ شعر

نہر کا لے لینا تم سے ایسا کیا دشوار ہے
جب کہ خود خالق سے ہم نے حوضِ کوثر لے لیا

یہ سن کر حضرت زینبؑ کو تشویش ہوئی کہ کہیں شہزادے پانی نہ پی لیں۔ یہ خیال کر ہی رہی تھیں کہ میدان سے آواز بلند ہوئی ہے یا ابن رسول اللہ ادرکنی۔ فضہؓ نے عرض کی بی بی حسینؑ بیٹھے اور کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھے اور اٹھ کر میدان کو روانہ ہو گئے۔ بس یوں سمجھو کہ حسینؑ ٹیلے پر گرے۔ فضہ دروازے پر گری اور زینبؑ مصلے پر سجدے میں گریں کہ پالنے والے تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور مجھے سرخروئی نصیب ہوئی۔ منقول ہے کہ جب امام علیہ السلام دونوں بچوں کی لاشوں کو خیام میں لائے تو سیدانیوں نے لاشوں کو گلے لگا کر رونا شروع کیا۔ جنابِ زینبؑ بار بار بچوں کی پیشانیوں پر بوسے دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ عونؑ و محمدؑ تم نے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا۔ عزادارو! جب سیدانیوں نے حضرت زینبؑ کو بچوں کا پرسہ دینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ عونؑ و محمدؑ کے پرسے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دعا کرو کہ بتولؑ کا لال بچ جائے۔ مصباح المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۲۰

یزیدی لشکر کا مورخ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ گیارویں محرم کو قافلہ آلِ محمدؐ کا قید ہو کے جب

چلا تو مقتل سے گزرتے ہوئے سیدانیوں نے اپنے وارثوں کی لاشوں سے الوداع کرنے کی اجازت مانگی۔ اشقیار نے جب اجازت دی تو سیدانیاں اپنے اپنے وارثوں کی لاشوں پر پہنچیں مگر دو لاشیں ایسی تھیں کہ ان پر کوئی رونے والا نظر نہ آیا جب میں نے دریافت کیا کہ کیا ان لاشوں کا کوئی وارث نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جناب زینبؑ کے بچے ہیں۔ میں نے ثانیِ زہراؑ سے عرض کی کہ ان پر بھی دو آنسو بہالو فرمایا ان کو فرزندِ رسولؐ پر صدقہ کیا گیا ہے مجھے حسینؑ کے رونے سے ہی فرصت کہاں ہے کہ عونؑ و محمدؑ کی لاشوں پر روؤں

شہیدِ اعظم صفحہ ۵۵ روایت میں ہے کہ جب عونؑ و محمدؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو مدینہ کے لوگ حضرت عبداللہ کے پاس تعزیت کے لئے جمع ہوئے۔ آپ کا ایک غلام ابو سلاسل نامی موجود تھا اُس نے اپنے آقا کی دلجوئی کے لئے امام حسینؑ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں درد امام حسینؑ کی وجہ سے پہنچا ہے۔ حضرت عبداللہ غلام کی یہ بات سُن کر غصّے میں آگئے اور اپنے پاؤں سے نعلین نکال کر اس کے سر اور منہ پر ماری اور فرمایا اے مردود عورت کے بیٹے تُو حسینؑ کے حق میں یہ گستاخی کرتا ہے۔ حالانکہ خدا کی قسم اگر میں موجود ہوتا تو اپنا سر حسینؑ کے قدموں پر قربان کرتا۔ پھر حاضرینِ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شہادتِ حسین علیہ السلام کے بارے میں اگر میں خود قربان نہیں ہو سکا تو میں اپنے دو عزیز فرزند عونؑ و محمدؑ قربانی کے لئے پیش کر چکا ہوں۔ اصحاب الیمین صفحہ ۱۲۱

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

(۵)

بارہویں مجلس

آیۂ استخلاف کی توضیح ایمان و عملِ صالح کی وضاحت، علمِ امیرالمومنینؑ کی تشریح ربطِ مصائب شہادت حضرت قاسم بن الحسن علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ پارہ ۱۸ ع ۱۳۔ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے نیک اعمال کئے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کردے گا۔ واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کردیا ہے۔ واسطے ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کو پیچھے ڈر ان کے کے امن۔ عبادت کریں گے میری نہیں شریک لاویں گے۔ ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق۔

(ترجمہ رفیع الدین)

دنیا کی ہر شئے ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ اس کی حقیقت کو پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی معیار اور میزان ہوتا ہے۔ جس سے اُس کی جانچ پڑتال کرکے اُس کے صحیح مقام کو ظاہر کیا جاتا ہے دیکھیں اگر کوئی دھوکہ باز دودھ میں پانی ملا دے تو تمیز نہ رکھنے والے انسان تو یہ ہی کہیں گے کہ خالص دودھ ہے۔ کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہ کرنے والے حضرات تو پانی کو بھی دودھ کے ہی بھاؤ خرید لیں گے۔ مگر اہلِ نظر نہ تو خود اُسے خرید کریں گے اور نہ دوسروں کو ماننے کے

خریدنے کی تلقین کرنا مناسب سمجھیں گے بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا مخلوقِ خدا کو اس کے اس دھوکہ فریب سے آگاہ کریں گے کہ اس مکار سے بچو، اس نے چھپ کر پانی کو دودھ کا درجہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ نظر، دودھ اور پانی کو برابر سمجھنے والوں سے خود بھی نفرت رکھیں گے اور دنیا کو بھی ان سے نفرت دلائیں گے۔ تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز باقی رہے۔ آج کل کے مکار تو قسم کھا کر بھی مکر کر لیتے ہیں مثلاً ایک آدمی نے دودھ میں پانی ڈالنے کی بجائے پانی میں دودھ ڈال دیا اور قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں نے دودھ میں پانی نہیں ڈالا کیوں کہ اس بیچارے نے تو پانی میں دودھ ڈالا تھا۔ ہزاروں کم بخت ایسی چالاکیاں کر کے صدیق بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانو اگر دودھ کا نام پانی کو دے دیا جائے تو کیا پانی دودھ بن جائیگا ہرگز نہیں بلکہ دودھ دودھ رہے گا اور پانی پانی رہے گا۔ آج کل تو اصلی دودھ کے مقابلہ میں نقلی دودھ بھی بازار میں آگیا ہے۔ بے بصیرت لوگ صرف رنگ دیکھ کر اصلی ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیا کرتے ہیں اور تبلیغ پر زور ہوتا ہے کہ دیکھو رنگ ایک جیسا ہے مگر اہلِ معرفت کہتے ہیں مولوی صاحب رنگ تو ایک جیسا ہے مگر ڈھنگ تو ایک جیسا نہیں ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو میدانِ امتیاز و میزان پر آزما کر دیکھ لو۔ اصلی اصلی ہو گا اور نقلی نقلی ثابت ہو جائے گا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اصل اور نقل کی پہچان کرنا اشد ضروری ہے کیوں کہ دنیا میں اب تو ہر اصل کے ساتھ نقل بن گئی ہے۔ ہاں اگر ملاں کے فتویٰ پر ایمان و یقین کر کے اصل اور نقل، کھرے اور کھوٹے اچھے اور بُرے نیک اور بد کی پہچان نہ کی تو دنیا میں ذلت اور آخرت کو خسارہ ہو گا جب ہر چیز کی کیفیت و حقیقت کی پہچان کا کوئی نہ کوئی معیار و میزان ہے تو دین کی جانچ پڑتال کے لئے بھی تو کوئی میزان و معیار ہو گا۔ ہاں اگر کوئی میزان ہے ہاں یقیناً ہے تو وہ ہے قرآن۔ صلوات۔ بس قرآن مجید سے دین کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ شیعہ ہر اس بات کو مانتے ہیں جو قرآن سے مل جائے اور شیعہ ہر اس بات کو نہیں مانتے جو قرآن کے خلاف ہو۔ سنو شیعوں کا اصولِ تسلیم۔ شیعہ ہر وہ کتاب مانے گا جو قرآن سے مل جائے اور شیعہ ہر وہ بندہ مانے گا جو آلِ محمد سے مل جائے شیعہ شخصیت پرست نہیں ہے بلکہ حقیقت پرست ہے۔ اگر حقیقت مل جائے تو کالے رنگ والے بلال

کو اپنا سردار مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو نبی اکرم صلعم کے حقیقی چچا ابولہب پہ لعنت کرتے ہیں۔ شیعوں کو حقیقت مل جائے تو محمد بن ابوبکر کو اپنا آقا مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان پر لعنت کرتے ہیں۔ مسلمانو شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے یزید ملعون کے بیٹے معاویہ کو بھی مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل پہ لعنت کرتے ہیں۔ شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے تو سلمانؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ عمارؓ مقدادؓ کو اپنا سردار و آقا مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو عتبہ۔ عقبہ، جناب محمد مصطفٰے کے چچا زاد بھائیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ مسلمانو! شیعہ کسی کا نہ رنگ دیکھتے ہیں اور نہ دولت و نسب دیکھتے ہیں بلکہ شیعہ کی نگاہ حقیقت اور کردار پر ہوتی ہے۔ شیعوں کو اگر حقیقت مل جائے تو زنِ فرعون حضرت آسیہ کو فخر سے مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو حضرت نوحؑ کی بیوی پر لعنت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر حقیقت مل جائے تو یزید ملعون کی بیوی ہندہ کو احترام سے مانتے ہیں اور اگر حقیقت نہ ملے تو امام حسنؑ کی بیوی جعدہ بنت اشعث پر لعنت کرتے ہیں۔ شیعہ ہر وہ کتاب مانتا ہے جو قرآنِ مجید سے ملے۔ شیعہ ہر وہ بندہ مانتا ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ملے۔ شیعہ ہر وہ کتاب نہیں مانتا جو قرآن مجید کے خلاف ہو۔ شیعہ ہر وہ بندہ نہیں مانتا جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف ہو۔ سنو! اگر کوئی کتاب قرآن مجید کے خلاف ہو کر بھی صحیح رہ سکتی ہے تو ہم بھی اس کے خلاف ہو کر صحیح رہ سکتے ہیں اور اگر کوئی بندہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف ہو کر رضی اللہ رہ سکتا ہے۔ تو ہم بھی اس کے خلاف ہو کر رحمتہ اللہ رہ سکتے ہیں اگر کسی کا آلِ محمدؐ کو چھوڑ کر کچھ نہیں بگڑتا تو ایسے بندے کو چھوڑنے سے ہمارا بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔ صلوات۔

تمام مسلمانوں کا متفقہ طور سے فیصلہ ہے کہ ہر اُس حدیث اور ہر اُس روایت کو دیوار پہ مارو جو قرآن پاک کے خلاف ہو۔ میں کہتا ہوں بالکل درست ہے کہ ہر وہ حدیث اور روایت مردود ہے جو قرآن مجید کے خلاف ہو اور اس کے ساتھ ہر وہ بندہ بھی مردود ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خلاف ہے۔ رُباعی ؎

ہم خاک کے ذروں کو لالی نہیں کہتے ۔ بے کیف ہوں آنکھیں تو غزالی نہیں کہتے
ہم اہلِ نظر دشمنِ شبیرؑ کو قیصد ۔ کچھ اور تو کہتے ہیں حلالی نہیں کہتے

آج مجھے قرآن ہی کی تجاویز و اصول کے مطابق حقیقت خلافت کو بیان کرنا ہے۔

قدرت کا ارشاد ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے سب سے وعدہ تو نہیں ہے کیوں کہ لفظ منکم تم میں سے من تبعیضیہ ہے یعنی بعض سے وعدہ ہوا ہے کہ وعدہ بھی ان لوگوں سے ہوا ہے کہ جو ایمان میں کامل اور عمل میں افضل ہیں کہ انہیں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ یعنیٰ انہیں خلیفہ کرے گا فِي الْاَرْضِ زمین میں میرے اللہ ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ تیری ذات نے انہیں خلیفہ بنایا ہے۔ پالنے والے تیرے بنائے ہوئے خلیفہ کی پہچان و علامت کیا ہے۔ آواز آتی ہے كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ بس ایسا ہی خلیفہ بناؤں گا جیسا کہ میں ان سے پہلے خلیفے بنا چکا ہوں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلیفہ خدا بنائے گا اور کس طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس سے پہلے خلیفے بنا چکا ہے۔ کس کو بنائے گا۔ کیا ہر اچھے بُرے کے سر پر خلافت کا تاج دھر دے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ مومن کامل اور عامل اکمل کو خلیفہ بنائے گا تو مسلمانو خلافت الٰہیہ میں چار باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) خلیفہ کامل الایمان ہوگا۔

(۲) عمل اس کے صالح ہوں گے

(۳) خلیفہ خدا بنائے گا نہ کہ اجماعی خلیفہ الٰہی ہوگا۔

(۴) اس طرح بنائے گا جس طرح اس سے قبل بنا چکا ہے۔ صلوات

تعجب وحیرت اس انتخاب پر ہے کہ عامۃ المسلمین ہر اس بندے کو خلیفہ رسول فہر سے تسلیم کرتے ہیں جو بھی کُرسی پر بیٹھ گیا۔ کرسی زید کو مل گئی یوں سمجھو کہ خدا نے خلیفہ زید کو بنا دیا کرسی بکر کو مل گئی تو بکر رسولؐ کا خلیفہ تسلیم ہو گیا۔ بس جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس والا معاملہ ہے بس عام مسلمانوں اور شیعوں میں یہی فرق ہے۔ تمام مسلمان۔ طاقت کو حق سمجھتے ہیں اور صرف اور صرف شیعہ حق کو طاقت سمجھتے ہیں۔ یعنی عامۃ المسلمین طاقت کو سر جھکاتے ہیں اور شیعہ حق کے آگے

سر جھکاتے ہیں ہاں اگر حق کرسی پہ ہوا تو شیعہ سر جھکائیں گے حق نوکِ سناں پہ ہوا تو شیعہ سر جھکائیں گے ۔ بس شیعہ حق کو سر جھکاتے ہیں اور باقی مسلمان طاقت کو سر جھکاتے ہیں، عجب روش ہے اہلِ اسلام کی کہ فتویٰ صادر فرمایا کہ چور کے ہاتھ کاٹو کیوں کہ وہ مجرم ہے ۔ قاتل کو موت کی سزا دو کیوں کہ قرآن کا حکم ہے اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۔ جان کا بدلہ جان ہی ہے ۔ ڈاکہ ڈالنے والے کو عبرت ناک سزا دو کہ ظالم ہے کیوں مسلمانو جو قافلے کو ڈاکہ ڈالے وہ تو ہوا ڈاکو ظالم لعنتی بدمعاش اور جو لشکر لے کر کسی کا ملک اجاڑ دے ۔ کھیتیاں برباد کرے ۔ باغ ویران کرے ۔ بچے یتیم کرے عورتیں بیوہ کرے ۔ اس کو کیا خطاب دینا چاہیے ۔ ایسے ظالم بندے کو دنیا کی طرف سے خطاب دیا جاتا ہے ۔ ظل اللہ ۔ سر اللہ ۔ اور میں کہتا ہوں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ رباعی ۔

محنتی کو کمین کہتے ہیں ۔۔۔ بے ایماں کو ذہین کہتے ہیں
اس زمانے کے ناسمجھ مسلماں ۔۔۔ بے حیا کو حسین کہتے ہیں

رباعی

کلامِ پاک میں خلیفہ کی پہلی صفت ہے ایمانِ کامل اور ایک بزرگ کو رسولِ خدا نے فرمایا اَلشِّرْکُ فِیْکُمْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ (در المنثور ۔ درمنثور، شرک تم میں چیونٹی کی چال چلتا ہے تو جس میں شرک اس طرح رسولِ خدا کے زمانہ میں کارفرما ہو تو بعد از محمد مصطفےٰ تو اس کی رفتار کی کیفیت پیدا ہو گئی ہوگی ۔ یہ بزرگ خود فرماتے ہیں کہ کاش میں سبزہ ہوتا اور جانور چوپائے مجھے چر جاتے ہیں ۔ کتاب تاریخ الخلفاء ۱۵۰ ۔ ابو حاکم نے معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر ایک مرتبہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اچانک آپ کو درخت کے سایہ میں ایک چڑیا نظر آئی آپ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا اے چڑیا تو بڑی خوش قسمت ہے درختوں کا پھل کھاتی ہے ۔ درختوں کے سائے میں رہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے بے حساب اڑتی پھرتی ہے ۔ کاش ابو بکر تیرے ہی جیسا ہوتا ۔ تاریخ الخلفاء ۱۵۰) ایک مقام پر اس طرح اپنے انسان ہونے سے نفرت فرماتے ہیں ۔ فرمایا واللہ مجھے یہ زیادہ محبوب تھا کہ میں کسی راستہ پر ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ مجھے چبا کر نگل جاتا اور پھر مینگنی کر کے کہیں نکال دیتا مگر میں انسان نہ ہوتا ۔ تاریخ الخلفاء ۱۴۹ دوسرے بزرگ کے ایمان کے بارے میں خود انہی کا اپنا قول ملاحظہ فرمالیں ۔ سنو ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب ثانی صاحب سے

گھاس چرانا ہوتا

مینگنی ہوتا

اپنی بیبیوں کے طعنہ طنز کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم کیا شکایت کرتے ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ میں اگر کسی ضرورت سے بھی باہر جاتا ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لیے جاتے ہو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۸۔ اگر ان چند الفاظ پر غور کیا جائے تو حقیقت تک آسانی سے انسان پہنچ سکتا ہے کہ آنجناب کے ایمان کا اعتبار گھر والوں کو کتنا تھا اور ایک مقام پر فرمایا کہ کاش کہ میں دُنبہ ہوتا اور مجھے کھلا پلا کر اتنا موٹا کیا جاتا کہ لوگ میرے دیکھنے کو آتے پھر مجھے ذبح کر ڈالتے کچھ میرا گوشت بھونا ہوا کھاتے اور کچھ قیمہ کر لیا جاتا مگر میں انسان نہ ہوتا۔ کتاب تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۹ ایک مرتبہ آپ نے زمین سے تنکا اٹھایا اور کہا کہ کاش میں یہ ہوتا اور میری ماں مجھے نہ جنتی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ اور اگر کچھ مزید اس بزرگ کے کامل ایمان ہونے کو ملاحظہ کرنا ہے تو واقعہ حدیبیہ پر ایک نظر ڈال لیں کہ فرمارہے ہیں کہ جتنا آج مجھے نبوت میں شک ہوا ہے اتنا کبھی نہیں ہوا الفاروق صفحہ ۱۲۔

ایمان اور عمل مختصراً بیان کر چکا۔ اب (۳) خلیفہ خدا بنائے گا یہ بالکل واضح سی بات ہے کہ اگر خلیفہ خدا نے بنانا ہے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں کس غرض سے رسہ کشی ہوئی بلکہ آج تک مشہور ہے کہ سعد بن عبادہ جو انصار کے رأس رئیس تھے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی سے شکست کھانے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ قیامت کو ملاقات ہوگی۔ روایات میں ملتا ہے کہ اُسے کسی جن نے قتل کر دیا تھا خدا اس جن پر لعنت کرے جس نے اصحابِ رسولؐ کو بے گناہ قتل کیا ہے کیوں مسلمانو! قرآن مجید میں تو قدرت کا ارشاد ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں اگر ایسا ہی ہے تو سقیفہ میں اجماع کیسا۔ ہاں اگر اجماع نہیں تھا بلکہ آیت استخلاف کا امضار ہی کرنے کے لیے بزرگ تشریف لے گئے تھے تو دنیا کی کسی کتاب میں دکھلاؤ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی بزرگ نے اس آیت کو پیش کیا ہو کہ خلیفہ تو خدا بناتا ہے اور ہم لوگوں میں سے ابوبکر کو خالق نے خلیفہ بنا دیا ہے جھگڑا فساد نہ کرو۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ ابوبکر اجماعی خلیفہ ہے۔ جب اجماعی ہے تو پھر آیت کا سہارا کیا اور قرآن پاک کے حکم سے کنارا کیا۔

ابن سعد نے محمدؐ سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرنا چاہتا ہوں حضرت عمر نے کہا آپ مجھ سے زیادہ بزرگ

نبوت میں شک

سقیفہ

سعد بن عبادہ

اجماعی خلیفہ

ہیں حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اس طرح ردو بدل رہا آخر حضرت عمر نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں اور میری قوت بھی آپ کے لئے ہے پھر آپ نے بیعت کرلی تاریخ الخلفاء صت۶۵ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں سقیفہ بنی ساعدہ کے لیے ایک نہایت عمدہ مضمون سوچ کر لایا تھا۔ جب میں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت ابوبکر نے مجھے ہٹھلا دیا اور خود فی البدیہہ وہی تقریر کرنی شروع کی بلکہ اس سے بھی بہتر آپ نے فرمایا تاریخ الخلفا صت۶۴ سقیفہ کی اس کارروائی کو مولانا شبلی نعمانی ضبطِ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مجمع میں جو لوگ موجود تھے۔ ان میں سب سے بااثر بزرگ اور معمر حضرت ابوبکر تھے اور فوراً ان کا انتخاب بھی ہو جاتا لیکن لوگ انصار کی بحث میں پھنس گئے تھے اور بحث نے طول پکڑا۔ قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آئیں۔ حضرت عمر نے یہ رنگ دیکھ کر دفعتہً حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں۔ الفاروق صت۱۲۳۔ پھر حضرت عثمان۔ ابوعبیدہ جراح۔ عبدالرحمن بن عوف نے بیعت کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جیسے بزرگوں نے بیعت کرنے میں ترتیب سے کام لیا ویسے ہی بعد میں کرسئ خلافت نصیب ہوئی۔ یہ ہے کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ کا صحیح نقشہ جو سقیفہ بنی ساعدہ میں اسلام کے مہر و ماہ حضرات نے پیش کیا۔ اس خلافت کی حقیقت کو حضرت عمر نے ایک مکالمہ میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے سنو!

حضرت عمر:۔ کیوں عبداللہ ابنِ عباس علیؓ ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے۔

عبداللہ ابن عباس:۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر:۔ تمہارے باپ رسول اللہ کے چچا اور تم رسول اللہ کے چچیرے بھائی ہو پھر تمہاری قوم طرفدار کیوں نہیں ہوئی۔

عبداللہ ابن عباس:۔ میں نہیں جانتا۔

حضرت عمر:۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔

عبداللہ ابن عباس:۔ کیوں حضرت عمر وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کردیا لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں۔ حضرت ابوبکر نے وہ کیا کہ جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہو سکتی

اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کا ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ فائدہ مند نہ ہوتا اس کے ساتھ دوسرا مکالمہ بھی سن کر اجماعی خلافت کو دادِ تحسین ادا کریں۔ سنو۔

حضرت عمر:- کیوں عبداللہ ابن عباس! تمہاری نسبت میں بعض بعض باتیں سُنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ ابنِ عباس:- وہ کیا باتیں ہیں۔

حضرت عمر:- میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً اور ظلماً چھین لی ہے۔

عبداللہ ابنِ عباس:- ظلماً کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسداً تو اس کا تعجب ہی کیا ہے۔ ابلیس نے آدمؑ پر حسد کیا اور ہم لوگ آدمؑ ہی کی اولاد میں پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے۔

حضرت عُمر:- افسوس! خاندان بنی ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے

عبداللہ ابنِ عباس:- ایسی بات نہ کہیئے۔ رسول اللہ صلعم بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عُمر:- اس تذکرہ کو جانے دو۔

عبداللہ ابنِ عباس:- بہت بہتر۔ الفاروق صـ۲۸۴ تا صـ۲۸۶ بحوالہ تاریخ طبری صـ۲۷۶ تا صـ۲۷۷۔

ان چند شواہد سے سقیفائی ہلے کا نمونہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اصحابِ ثلاثہ کی خلافت اجماعی ہی تھی ورنہ کوئی صاحب کسی مقام پر تو کہتا کہ ہماری خلافت پر قرآن مجید کی فلاں آیت دلالت کرتی ہے۔ اب میں خدا تعالیٰ کا طریقۂ خلافت عرض کرتا ہوں کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا انتخابِ خلافت کیسا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی آواز سنو۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً پارہ ۱ رکوع ۴۔ اور جب کہا پروردگار تیرے نے واسطے فرشتوں کے تحقیق میں بنانے والا ہوں بیچ زمین کے نائب۔ فرماؤ آدمؑ کے پاس کونسا لشکر تھا اور کونسی دولت و حکومت تھی۔ جنابِ آدمؑ نے کون سے جنگ کئے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے خلیفہ سے

لیئے دولت وحکومت اور کسی اجماع کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کا خلیفہ اگر ایک بندے پر بھی حکومت نہ کرے تو بھی خلیفہ خلیفہ ہی ہوا کرتا ہے اور غیر چاہے لاکھوں کروڑوں پر حکمران ہو غیر غیر ہی ہوا کرتا ہے۔ کیوں مسلمانو! اگر کرسی پر بیٹھنے والا ہی خلیفہ ہوتا ہے تو فرعون، شداد نمرود۔ بخت نصر بھی تو خلیفے ہوئے۔ ہاں اگر کوئی سقیفائی ایجنٹ یہ فرمائے کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ بھی ہو اور مسلمان بھی ہو تو میں عرض کروں گا کہ پھر یزید۔ حجاج۔ متوکل۔ ہارون۔ مامون وغیرہ تو یقیناً خلیفے ہوئے۔ مسلمانو اگر خلافت اسی کا نام ہے تو ایسی خلافت سے خدا کی پناہ یہی وجہ ہے کہ تم نے خلفاء کی تعداد میں ایسے لوگوں کو شمار کر لیا ہے۔ فَالاِثْنَا عَشَرَ هُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُوْنَ الْاَرْبَعَةُ وَمُعَاوِيَةُ وَابْنُهُ يَزِيْدُ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ وَاَوْلَادُهُ الْاَرْبَعَةُ بَيْنَهُمْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ شرح فقہ اکبر ص۸۳ تاریخ الخلفاء ص۹۔ پس ہوئے ہیں یہ خلیفے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علیؑ۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ اس کے چار بیٹے۔ یزید۔ سلیمان۔ ہشام۔ ولید اور ان کے درمیان ہے عمر و بن عبدالعزیز۔ ان کی خلافت اس لیے مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ ان پر اجماع ہوا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ایک وہ بارہ ہیں کہ جن میں چھٹا یزید ہے اور ایک وہ بارہ ہیں کہ جن میں تیسرے حسین علیہ السلام ہیں اب تیرا جی چاہے تو یزید والے بارہ مان لے اور اگر جی چاہے تو حسینؑ والے بارہ مان لے۔

اہلسنت والجماعت کے نزدیک دین کا مسئلہ چار طریقوں سے حل ہوتا ہے ۱۔ قرآن مجید ۲۔ حدیث رسولؐ ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس۔ سقیفائی کاروائی شاہد ہے کہ بزرگوں نے مسئلہ خلافت اجماع سے حل کیا ہے۔ نہ انہیں قرآن مجید سے اپنی خلافت کا ثبوت ملا اور نہ انہیں ثبوت حدیث سے مل سکا۔ اب اگر کوئی ملاں ان کی خلافت پر قرآنِ مجید یا حدیث رسولؐ پیش کرے تو وہ کاذب۔ مفتری ہے کیوں کہ اگر قرآنِ مجید کی آیت انہیں ملتی یا رسولؐ اللہ کی کوئی حدیث مدد دیتی تو وہ بزرگ اجماع نہ کرتے۔ بس ان کا اجماع کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ نہ ان کی خلافت کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور نہ حدیثِ رسولؐ میں صرف اجماع کا سہارا ہے جب ایسا ہے یقیناً ایسا ہے تو كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے یہ خلافت مراد نہیں ہے۔ صلوات۔ خدا کا حکم میں بیان کر چکا کہ اس نے فرمایا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ

میرے حبیب وہ وقت یاد کرو۔ سنو۔ وقت وہ یاد دلایا جاتا ہے جس معاملہ میں کبھی پہلے دونو موجود رہے ہوں۔ مثلاً میں نے دعویٰ کیا کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ میدانِ وغا میں موت کی موت بن جاتا ہوں۔ جس راستہ سے میں گزرتا ہوں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر فرمایا مولانا وہ وقت یاد کرو جب میدانِ وغا سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ کمانڈر انچیف پیچھے سے پکار رہا تھا اور آپ پہاڑوں پر کودتے پھرتے تھے اور پیچھے بھی مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اسی طرح میں نے کہا کہ میں صادق الیقین ہوں۔ ایک صاحب نے فرمایا شرم کرو۔ ہم نے خود تیرے فقرے کو کانوں سے سنا ہے کہ تونے کہا جیسا شک آج ہوا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا تو صادق الیقین کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ صاحب اس وقت موجود تھا جب میں میدان سے فرار ہو رہا تھا اس وقت وہ یاد دلایا جاتا ہے۔ جس واقعہ میں پہلے دونوں اکٹھے رہے ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم خلیفہ بن رہے تھے اور نگاہِ مصطفیٰ دیکھ رہی تھی۔ تبھی تو یاد دلایا جا رہا ہے۔ صلوات۔

خلافتِ حضرت آدم

خالق کی آواز ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ یہ ہے فَاعِلٌ کے وزن پر یعنی میں بناتا ہوں۔ میں بناؤں گا بس خلیفہ وہ ہوگا جسے اللہ بنائے۔ اِدھر قدرت نے خلافت کا اعلان کیا۔ اُدھر نوریوں کے منہ میں پانی آگیا اور عرض کی۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ خداوندا تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو خونریزی اور فساد کرے گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا دے۔ خونریزی کرنے والا خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔ مسلمانو اگر حیدرِ کرار تلوار اٹھا کر دنیا کو قتل کرتے اور اپنی ظاہری خلافت منواتے۔ ممکن ہے کہ ساری دنیا مان جاتی مگر بزمِ قدس میں رہنے والی دنیا کہتی کہ خونریزی و فساد کرنے والا خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔

کیوں مسلمانو! نوری مخلوق نے خلافت کی تمنا کی ہے کہ نہیں۔ ہاں یقیناً فرشتوں نے یعنی نوری مخلوق نے دبی زبان سے خلافت کی تمنا کی ہے۔ پس فرشتوں کی اس تمنا نے ایک بڑے مسئلے کو حل کر دیا۔ وہ یہ کہ فرشتہ ہے نوری، تو نوری کبھی مادی شئے کی تمنا ہی نہیں کرتا کیونکہ

ملائکہ کا مقام اس سے بہت بلند ہے فرشتے کو تو مادی چیز اور احتیاج کی ضرورت ہی نہیں ہوا کرتی۔ فرشتے کو نہ گرمی لگے نہ سردی نہ جوانی نہ بوڑھاپا۔ نہ عورت نہ بچے نہ بیماری نہ فکر کیونکہ یہ چیزیں ہیں مادی اور فرشتہ ہوتا ہے نوری۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں کی تمنا بھی ان کی شان کے مطابق ہوگی۔ فرشتوں کا خلافت کی تمنا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقام خلافت مادی نہیں بلکہ نوری ہے۔ اگر کسی بندے کی خواہش ہو کہ میرے پیر خلافتِ الٰہیہ کے حقدار بن جائیں تو پہلے اپنے پیروں کو نوری تو ثابت کرے کیونکہ مقامِ خلافت نوری ہے یہ عہدہ خاکیوں کو نہیں ملا کرتا بلکہ نوریوں کا حق ہے۔ صلوات۔ اگر فرشتوں کو آج کی دنیا کا علم ہوتا تو ضرور کہہ دیتے کہ اللہ میاں ہمارے ساتھ پولنگ لڑا لے۔ ہم سارے فرشتے ایک طرف ہیں اور تیری ذات صرف واحد ہی ایک طرف ہے ہاں اگر ووٹ پڑ جاتے تو حضرت آدمؑ کی تو ضمانت بھی ضبط ہو جاتی اور ملائکہ تو حوصلہ افزائی بھی استاد صاحب کی ہی فرماتے۔
مسلمانو! قرآن کے مقابلہ میں دنیا کے ووٹوں کی کوئی حقیقت اور قدر و قیمت نہیں ہے۔ کیا خلیلؑ اور نمرود کے ووٹ کا ایک وزن ہے۔ کیا فرعون کا ووٹ حضرت کلیمؑ کے برابر ہے کیا رسولؐ خدا اور ابوجہل کے ووٹ کو ایک ترازو میں وزن کرو گے۔ کربلا کے میدان میں مولا امام حسینؑ نے ثابت کر دیا کہ حق اور باطل کا ایک وزن نہیں ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا پارہ ۲۱ رکوع ۱۵ کیا مومن اور فاسق برابر ہوا کرتے ہیں، ہرگز نہیں۔ قدرت کی طرف سے ملائکہ کو جواب ملا۔ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ پارہ ۱ ع ۴ جس کو میں جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے۔ اے ملائکہ میں نے تم سے مشورہ نہیں لیا بلکہ خلافت کا اعلان کیا ہے۔ فرشتوں کا خیال تھا کہ معصوم ہے۔ ابھی ابھی پیدا ہوا ہے۔ ہم بزرگ ہیں۔ کافی عمریں رکھتے ہیں۔ لہٰذا خلافت ہمیں ملے گی۔ قدرت نے کہا نہیں۔ اے ملائکہ یہ خلافت معصوموں کو ہی ملا کرتی ہے۔ بڈھے باپ خلیفہ نہیں ہوا کرتے۔

آگے قدرت کا ارشاد ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور علم دیا کل اسماء کا آدمؑ کو آپ یہ خیال نہ کریں کہ فرشتوں کو ان اسماء کا علم نہ تھا اگر فرشتوں کو علم نہ تھا تو ان سے دریافت کرنا بے سود اور یہ خدا کی عدالت و شان کے خلاف ہے۔ علم دونوں ہستیوں کو تھا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھر سامنے کیا ان کو فرشتوں کے فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور کہا کہ بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو تو بس قدرت کا یہ فرمان سن کر سب نے سر جھکا لیا اور عرض کی قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔ کہا انہوں نے پاک ہے تو۔ نہیں علم ہم کو مگر جو سکھایا تو نے ہم کو، تحقیق تو ہے جاننے والا حکمت والا۔ جب ملائکہ نے اپنی بے علمی کا اعتراف کر لیا تو قدرت کی آواز آئی قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ اے آدمؑ بتا ان کو نام ان کے بس آدمؑ نے اِدھر ناموں کی عظمتوں پر نگاہ ڈالی اُدھر صورتوں کی عظمتوں کو دیکھا جو بڑی عظمت والا تھا اُس کو بڑی عظمت والی صورت سے ملا دیا اور عرض کی الٰہی اَنْتَ الْمَحْمُوْدُ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ پھر باقیوں میں سے عظمت والے نام کو لیا اور عظمت والی صورت سے ملا کر عرض کی الٰہی اَنْتَ الْاَعْلٰی وَهٰذَا عَلِیٌّ پھر ناموں سے اونچی عظمت کے نام کو لیا اور باعظمت صورت سے ملا کر عرض کی الٰہی اَنْتَ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهٰذِهٖ فَاطِمَةُ پھر دونوں ناموں سے بڑے کو لیا اور بڑی صورت سے جوڑ کر عرض کی الٰہی اَنْتَ الْمُحْسِنُ وَهٰذَا الْحَسَنُ پھر ایک ہی نام تھا اور ایک ہی صورت تھی۔ ان دونوں کو ملا کر عرض کی الٰہی اَنْتَ الْقَدِیْمُ الْاِحْسَانُ وَهٰذَا الْحُسَیْنُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ بس حضرت آدمؑ جیت گئے اور امتحان میں کامیاب ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔

معلوم ہوا کہ خلافت میں علم کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ ایسا تو نہ ہو کہ گھر جا کر اپنی بچی سے مسئلے پوچھتا پھرے کہ میری مشکل کشائی کر دے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء ص۱۴۷۔ قدرت نے جس خلیفے کی بھی تعریف کی ہے۔ علم کو ہی معیارِ خلافت و امامت بنایا ہے حضرت یعقوبؑ کے بارے فرمایا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ پارہ ۱۳ رکوع ۲ اور تحقیق وہ صاحبِ علم تھا اور ہم نے ان کو علم عطا کیا ہے۔ حضرت لوطؑ کے بارے میں حکم ہے وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا پارہ ۱۷ ع ۵ اور لوطؑ کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا حضرت داؤد اور جناب سلیمانؑ کی تعریف بھی علم سے کی گئی ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا پارہ ۱۹ ع ۱۷۔ اور یقیناً ہم نے داؤد اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا ہے۔ اسی طرح حضرت

ذات معتبر

علم معیار خلافت

خضر کے بارے میں فرمایا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا پارہ ۱۵ ع ۱۱ اور سکھایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کے بارے میں بھی علم کا ہی ذکر فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ پارہ ۵ ع ۱۴ اور سکھایا تجھ کو جو کچھ کہ نہ تھا تو جانتا اس کے ساتھ ایک آیت جنابِ عیسیٰؑ کے بارے میں بھی سُن لو وَعَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ پارہ ۷ رکوع ۵۔ اور علم دیا میں نے تجھ کو کتاب کا اور حکمت توریت اور انجیل۔

لوگ کہتے ہیں کہ شیعوں کو قرآن پڑھنا نہیں آتا میں کہتا ہوں کوئی بات نہیں۔ مرید اگر جاہل ہوا تو اُس ایک ہی پر تو اثر پڑے گا مصیبت تو آئے گی۔ جب پیر جاہل ہوا تو سارے ماننے والوں کا بیڑا غرق ہوگا۔ جاہل مرید کو انشاء اللہ کامل پیر لے کر نکل جائے گا مگر جاہل پیر کو کون بچائے گا۔ خدا کرے کسی کا پیر جاہل نہ ہو ہمارے پیر حیدرِ کرارؑ کے بارے میں خدا تعالیٰ کا حکم بھی سُن لو وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ اور دیا اس کو ہم نے علم پوری کتاب اس کے ساتھ نبی اکرمؐ کی ایک حدیث بھی سُن لو قُسِّمَ الْعِلْمُ عَشَرَةَ اَجْزَآءٍ فَاَعْطٰى عَلِيٌّ مِنْهَا تِسْعَةً وَهُوَ بِالْجُزْءِ الْعَاشِرِ اَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ مودۃ القربیٰ ص۳۶۔ تمام علم کے دس حصے ہوئے نو حصے صرف حضرت علیؑ کو عطا ہوئے [illegible] حصہ کو ساری کائنات میں تقسیم کیا گیا اور اس دسویں حصہ سے بھی علیؑ سب سے زیادہ لے گیا۔ جب مسندِ علم پر حضرت ابو بکر نے اپنے آپ کو کامیاب ہوتے نہ دیکھا تو صاف کہہ دیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ خالفہ ہوں۔ نور العصر ص۹۱ بحوالہ کنز العمال ج۶ مسند احمد جلد ۴ ص۲۶۱ مطبع مصر اور حضرت عمر نے بھی صاف فرمایا مَا اَدْرِیْ خَلِيْفَةٌ اَنَا اَمْ مَلِكٌ نور العصر ص۹۱ بحوالہ کنز العمال جلد ۴ ص۲۶۱۔ مجھ کو خبر نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں۔ یعنی وہ خود بھی اس معاملہ میں مذبذب تھے۔

ہاں جو محمدؐ کے دین کے وارث تھے جو اسلام کے محافظ تھے جو حقیقی خلیفۂ رسولؐ تھے انہیں فکر لاحق ہوئی کہ رسولؐ کا دین برباد ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں رسول اللہ کا خلیفہ اپنے انصار و بچوں کی قربانیاں فخر سے پیش کر رہا ہے۔ روایت

میں ہے کہ شبِ عاشور حضرت امام حسینؑ نے اپنے تمام اعوان و انصار کو جمع فرمایا اور ان کو صاف الفاظ میں آگاہ فرمایا کہ کل میں شہید ہو جاؤں گا تم رات کے پردے و اندھیرے میں اپنی جانیں بچا کر نکل جاؤ، تم میں سے بیعت اٹھا لیتا ہوں اور اس کے ساتھ میرا وعدہ بھی ہوا کہ قیامت کو تمہاری شفاعت بھی میرے جدِ امجد فرما دیں گے. تمہارے قتل ہونے سے میں بچ نہیں سکوں گا اور میرے قتل ہونے سے تم یقیناً بچ جاؤ گے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے چراغ بھی گل کرا دیا تا کہ روشنی میں جاتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہ کرے.
جب تھوڑی دیر کے بعد چراغ روشن کیا گیا تو انصارِ حسینؑ کی عجیب کیفیت تھی. انصار نے تلواریں نیاموں سے نکال کر نیام توڑ دیئے تھے اور امام کے قدموں پہ گر کر عرض کرنے لگے کہ مولا بے شک آپ کے لئے یہی زیبا تھا جو آپ نے فرمایا مگر فرزندِ رسولؐ یہ تو فرمایئے کہ ہم جائیں تو کہاں جائیں. مولا اگر آپ حکم کریں تو اپنے سر اپنی ہی تلواروں سے کاٹ کر آپ کو ہدیہ پیش کریں. مولا خدا کی قسم کل ہم اسی میدانِ کربلا میں آپ سے پہلے اپنا سر کٹائیں گے اسی حالت کو دیکھ کر [illegible] اعلیٰ اللہ مقامہ نے فرمایا شعر

حسینؑ ابنِ علیؑ قدمے بڑھانے انصار جنت ہیں
یہی اک قافلہ منزل پہ پہنچا پہلے رہبر سے

انصار کے جذبۂ شوقِ شہادت کو دیکھ کر امام علیہ السلام نے دعائے خیر سے انہیں سرفراز فرمایا اور اس کے بعد انہیں یقین دلایا کہ تم کل سب شہید ہو جاؤ گے.
انصارِ حسینؑ اپنی شہادت کی خبریں سن کر خوش ہوئے کہ محفل سے ایک بارہ تیرہ سال کا بچہ کھڑا ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ چچا جان کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے حسینؑ نے حسرت بھری نگاہ سے معصوم کو دیکھا اور خاموش ہو گئے. قاسمؑ نے پھر عرض کی چچا جان کیا میرا نام بھی شہید ہونے والوں کی فہرست میں ہے.
عزادارو! مظلومِ کربلا نے آبدیدہ ہو کر قاسمؑ کو دیکھا اور فرمایا بیٹا علی اصغر کا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے. بس اتنا سننا تھا کہ قاسمؑ نے تڑپ کر عرض کی کیا اشقیاء خیموں میں آ جائیں گے. میرے مولا نے فرمایا بیٹا میں خود اصغر کو اشقیاء کے سامنے لے جاؤں گا اور پانی کے عوض

حرملہ کے تیر سے تیرا بھائی علی اصغرؑ شہید ہوجائے گا۔ حضرت سجادؑ فرماتے ہیں اس تقریر کو سن کر سیدانیوں میں کہرام بپا ہوگیا۔ امامؑ اُٹھے اور سیدانیوں میں آکر فرمایا محمدؐ کی بیٹیو کوفہ و شام کی قید کے لئے تیار ہوجاؤ۔

روایت میں ہے کہ قاسمؑ کی ماں نے جنابِ قاسمؑ کو بلاکر فرمایا بیٹا! میرے پاس صرف ایک تُو ہی ہے۔ بیٹا قاسمؑ جاؤ اور اپنے عمّ بزرگوار پر قربان ہوجاؤ۔ میرے لختِ جگر آخر میں بھی ماں ہوں، مگر کیا کروں محمدؐ کی بیٹی زینبؑ نے دونوں بچے امامؑ پر فدیہ دے کر سرخروئی حاصل کر لی ہے۔ بس اتنا سن کر جنابِ قاسمؑ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت مانگی۔ عزادارو! منقول ہے کہ امامؑ نے دونوں باہیں جنابِ قاسمؑ کے گلے میں ڈال دیں اور دونوں چچا بھتیجا دیر تک روتے رہے۔ پھر سید الشہداؑ نے فرمایا قاسمؑ تو میرے ماں جائے حسنؑ کی نشانی ہے۔ بیٹا تجھے میدان میں بھیجنے کے بعد تیرا مظلوم چچا کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ اِدھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مادرِ قاسمؑ نے فضّہ سے فرمایا۔ امّاں فضّہ ایک مرتبہ قاسمؑ کو تو خیمہ میں بلاکر لے آؤ۔ اب جو قاسمؑ خیمہ میں تشریف لائے تو جنابِ اُمِّ فروہ نے فرمایا۔ بیٹا قاسمؑ مجھے بروزِ قیامت جنابِ بتولؑ سے شرمندگی ہوگی۔ جنابِ قاسمؑ سمجھ گئے اور عرض کی امی جان میں جب بھی اجازت کے لئے عرض کرتا ہوں تو فرزندِ رسولؐ رونے لگتے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا بازو کا تعویذ کھول کر چچا کے حوالے کردو۔ بس فوراً قاسمؑ نے تعویذ کھول کر اور اس کی تحریر کو پڑھ کر خوشی سے عرض کی مادرِ گرامی اب میدان میں جانے کی اجازت مل جائے گی۔ لکھا ہے کہ اس تعویذ کو لے کر جنابِ قاسمؑ امامؑ کے پاس حاضر ہوئے اور سلام عرض کرکے تعویذ کا پُرزہ امامؑ کے حوالے کیا۔ جب امامؑ نے تحریر کو پڑھا تو ایک مرتبہ منہ مدینہ کی طرف پھر گیا اور رو کر فرمایا ویرِ حسنؑ تیری اس اولاد کا حسینؑ ممنون ہے ماں جائے تجھے میری بے کسی کا خیال رہا۔

عزادارو! جب اُمِّ فروہ نے دیکھا کہ ابھی تک میرے بیٹے کو میدان میں جانے کی اجازت نہیں ملی تو اُمِّ فروہؑ نے زار زار رونا شروع کیا امامؑ نے فضّہ سے دریافت فرمایا کہ خیمہ میں کون رو رہا ہے۔ فضّہ نے عرض کی آپ کی بیوہ بھاوج اُمِّ فروہ رو رہی ہے منقول

ہے کہ یہ سُن کر امام خیمہ میں تشریف لائے اور بھاوج سے دریافت کیا کہ آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ جنابِ اُمِّ فروہ نے رو کر عرض کی حسینؑ میں اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ آج اگر امام حسنؑ موجود ہوتے تو میں بھی سرخروئی حاصل کرتی۔ اتنا سُن کر امامؑ نے فرمایا بھاوج آپ مضطرب نہ ہوں۔ میں تیرے قاسمؑ کو میدانِ کارزار کی اجازت دے چکا۔ بس یہ کہہ کر امامؑ باہر تشریف لائے اور جنابِ قاسمؑ کو اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا۔ سعادۃ الدارین[۲۹۹] پر بھی تحریر ہے کہ امام حسینؑ نے قاسمؑ کے گریبان کو چاک کر دیا اور عمامہ کے دو حصّے کر کے چہرہ پر لٹکا دیئے اور کفن کی طرح لباس پہنا کر اپنی تلوار ان کی کمر میں لٹکائی اور پھر معرکۂ جنگ کی طرف روانہ کیا۔

عزادارو! ابھی جنابِ قاسمؑ چند قدم چلے ہی تھے کہ پیچھے سے آواز آئی بیٹا ٹھہرو جنابِ قاسمؑ نے مُڑ کر دیکھا تو امام حسینؑ پیچھے روتے آرہے ہیں فرمایا بیٹا اپنے غریب مظلوم چچا کو ایک بار پھر سینہ سے لگا لو جب امام قاسمؑ کو مل چکے تو دریافت کیا بیٹا موت کو کیا پاتے ہو۔ عرض کی چچا اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ یعنی شہد سے بھی شیریں۔ امامؑ نے بیٹے کو شاباش دی اور قاسمؑ کی جنگ دیکھنے کے لئے ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ جنابِ قاسمؑ نے میدانِ کارزار میں آکر رجز پڑھ کر حملہ کر دیا اور اس طرح حیدرِ کرّار کے پوتے نے جنگ کیا کہ دنیا کی آنکھوں کے سامنے خندق و خیبر کا نقشہ پھر آیا۔ عمر بن سعد نے ساری فوج سے ایک بہادر شخص جو ایک ہزار جوان کی طاقت رکھتا تھا اُسے مقابلہ کو بھیجا۔ جنابِ قاسمؑ نے اس ملعون پر ایسا وار کیا کہ ضربِ حیدریؑ کی یاد تازہ ہو گئی اور وہ شقی واصلِ جہنم ہوا۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ازرق شامی کو بلایا کہ اس معصوم کو قتل کر دے۔ ازرق نے ازراہِ غرور کہا کہ بچوں سے لڑنا میری توہین ہے۔ میں اپنے ایک لڑکے کو بھیج کر اس کا سر منگواتا ہوں۔ ادھر ازرق کا لڑکا میدان میں آیا اُدھر حسنؑ کے لال نے اس حُسن و خوبی سے وار کیا کہ گھوڑے سمیت دو ہو گیا یہ دیکھ کر ازرق کو غصّہ آیا اور دوسرے بیٹے کو بھیجا۔ حضرت قاسمؑ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے اُسے بھی جہنم رسید کیا۔ پھر ازرق کا تیسرا بیٹا آیا اور فوراً ٹھکانے لگا دونوں طرف کے [illegible] دیکھ رہے تھے کہ ازرق کا چوتھا بیٹا میدان میں نکلا۔ حیدرؑ کے حیدر بیٹے نے اسے بھی دوزخ کا پروانہ عطا کیا۔

اُمِّ فروہ

قیصرؑ کی تحریر

ازرق ملعون

جب ارزق شامی کے چاروں بیٹے قتل ہوگئے تو ارزق کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی اور تڑپ کر خود میدان میں نکلا۔ اِدھر ارزق پر میرے امامؑ کی نگاہ پڑی تو امامؑ نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے دعا مانگی۔ پالنے والے میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ میں قاسمؑ کی لاش اٹھاؤں گا مگر میرے اللہ اس ملعون کا غرور میرے قاسمؑ کے ہاتھوں سے توڑ دے۔ لکھا ہے کہ جب ارزق حضرت قاسمؑ کے قریب آیا تو آپ نے اس دلیری سے وار کیا کہ جسم خاک پر بعد میں پہنچا اور روح جہنم میں پہلے چلی گئی۔ اس قوت و شجاعت کو دیکھ کر شامی حیران رہ گئے اور کسی کو میدان میں آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے ساری فوج کو حکم دیا کہ یکبارگی ٹوٹ پڑو اور اس بچے کو گھیر کر قتل کر دو۔

مقاتل کی معتبر کتابوں میں منقول ہے کہ جنابِ قاسمؑ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ستر نابکار قتل کئے۔ اس کے بعد قاسمؑ صفوں کو چیرتا ہوا امامؑ کے پاس آیا اور عرض کی چچا جان العطش۔ بس اتنا سننا تھا کہ امامؑ تڑپ گئے اور اپنی انگوٹھی اتار کر قاسمؑ کو دی کہ اسے منہ میں رکھ لو۔ بعض مقاتل کی روایت ہے کہ انگشتری کا منہ میں جانا تھا کہ پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ اس کے بعد جناب قاسم پھر میدان کارزار میں تشریف لائے تو اشقیا کی ساری فوج جنابِ قاسمؑ پر ٹوٹ پڑی۔ کوئی تیر مارتا تھا، کوئی پتھر مارتا تھا، کوئی نیزہ مارتا تھا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ عمر بن سعد بن نفیل ازدی نے چھپ کر وار کیا اور قاسمؑ کا سر شگافتہ ہوگیا۔ جب گھوڑے پر نہ سنبھل سکے تو جنابِ قاسمؑ نے استغاثہ بلند کیا یا عَمَّاہُ اَدْرِکْنِیْ۔ روایت میں ہے کہ جس طرح امام حسینؑ جنابِ قاسمؑ کے استغاثہ پر جلدی پہنچے اس طرح کسی شہید کی لاش پہ نہیں آئے اور آتے ہی عمر بن سعد بن نفیل ازدی کو واصلِ جہنم کیا۔ امامؑ کی آمد کو جو دیکھ کر اشقیا کی فوج بھاگی تو اس میں لاشِ جنابِ قاسمؑ کی پامال ہوگئی۔

عزادارو! امامؑ جب بھتیجے کی لاش پر پہنچے تو جنابِ قاسمؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ روایت میں ہے کہ فَقَطَعُوْهُ اِرْبًا اِرْبًا کہ تمام عضو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔ لکھا ہے کہ امامؑ نے قاسمؑ کی لاش کو اٹھایا۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ قاسمؑ کے پاؤں زمین پر خط کھینچتے ہوئے آرہے تھے۔ جب خیمہ کے قریب آئے تو فرمایا بہن زینبؑ اُمِّ فروہ کو تھام لو۔ میں ان

کو ہدایت فرماتے تھے۔ قرآن مجید میں قدرت کا واضح ارشاد موجود ہے کہ میرے حبیب اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ط پارہ ۱ ع ۱۴ یقیناً ہم نے تجھے حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کے بھیجا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ ہم نے ساتھ حق کے تجھے کتاب دی۔ ہم نے تجھے ساتھ حق کے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ یہ حق کون ہے۔

آج مجھے صرف حق کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ حق کون ہے۔ قرآنِ پاک کی ایک اور آیت میری رہبری کرے گی۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا پارہ ۱۸ رکوع ۱۶۔ برکت والی ہے وہ ذات کہ جس نے نازل کیا فرقان اپنے عبد پر تاکہ عالمین کا نذیر ہو۔ معلوم ہوا کہ جنابِ رسولِ خدا قرآن کی وجہ سے نذیراً للعالمین ہیں، یعنی عالمین کو ڈرانے والے اور فرقان کا ترجمہ بھی غور سے سنو۔ اِنَّ الْفُرْقَانَ فَارُوْقٌ بَیْنَ الْكُفْرِ وَالْاِیْمَانِ فرقان تو فرق کرتا ہے کفر اور ایمان میں فرقان اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا کہتا ہے یعنی فرق کرتا ہے تمیز رکھتا ہے۔ نیک کو نیک اور بد کو بد کہتا ہے۔ جنتی کو جنتی اور دوزخی کو دوزخی کہتا ہے۔ رحمت اللہ کو رحمت اللہ اور لعنت اللہ کو لعنت اللہ کہتا ہے۔ فرقان کا ترجمہ ہے فرق رکھنے والا اپنے کو اپنا کہتا ہے اور بیگانے کو بیگانہ کہتا ہے۔ فرقان کسی کی رو رعایت نہیں کرتا کیوں کہ فرقان فرق کرنے والا ہے۔ بعض اوقات چیزوں کے نام بھی اپنے دامن میں واضح خصوصیات رکھتے ہیں۔ جیسے لفظ سقیفہ لغات کشوری صفحہ ۲۵۴ پر دیکھیں تو اس کے معنی ہی اس کے کمال کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آئیں گے سنو سقیفہ کا ہی عجیب معنی ہے۔ سقیفہ ایک مکان تھا پوشیدہ جہاں عرب لوگ باطل مشوروں کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ مجازاً مشورہ باطل اور سخن بیہودہ کو کہتے ہیں تو ایسے مقام پر حضرت علیؑ کیسے جا سکتا ہے۔ ہاں میں فرقان کا معنیٰ عرض کر رہا تھا فرق کرنے والا فرقان کا قانون سنو اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ پارہ ۶ رکوع ۱۱ یہ کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ یہ ہے قانون نذارت مگر محمد مصطفےٰ صرف نذیر ہی نہیں بلکہ بشیر بھی ہیں اور قانون۔ بشارت یہ ہے کہ قاتل،

کو شربت پلا دو جو تمہیں شہر سے نکالیں تم انہیں پناہ دو جو تمہارا پانی بند کریں۔ تم ان کے حیوانوں کو بھی سیراب کرو جو تم کو گالیاں دیں تم ان کی ہدایت و بخشش کی دعا مانگو۔ ابوسفیان نے رسولِ خدا کا پانی بند کیا۔ معاویہ نے حضرت امیرؑ اور آپ کے لشکر کا پانی بند کیا۔ یزیدؔ نے امام حسینؑ کا پانی بند کیا۔ مگر ان کریموں نے ان کی ہر مصیبتوں میں مدد کر کے اپنی کریمی کا مظاہرہ فرمایا۔ صلوات

منقول ہے کہ کسی عورت نے جنابِ سیدہ سے زکوٰۃ کا نصاب دریافت کیا آپ نے فرمایا دو طرح کا نصاب ہے۔ ایک تمہارا اور ایک ہمارا۔ اس عورت نے عرض کی بی بی دونوں ہی سمجھا دیں۔ فرمایا اگر تیرے پاس ایک سو پانچ مثقال چاندی ہو تو چالیسواں حصہ نکال دینا یہ تیرا نصاب ہے۔ اور اگر رسولِ خدا کی بیٹی فاطمہؑ کے پاس ایک سو پانچ مثقال چاندی ہو تو راہِ خدا میں ساری کی ساری خرچ کر دے۔ تمہارا نصاب اور ہے اور آلِ محمدؐ کا نصاب اور ہے۔ سنو! اگر ہماری نماز قضا ہو تو قضا ہی نماز پڑھیں۔ اور اگر یہ کسی وجہ سے نمازِ عصر کامل ادا نہ کر سکیں تو سورج کو پلٹا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ ہمارے بچےّ بھوکے ہوں تو ان کو بھوکا رکھ کر خیرات کرنا جائز نہیں اور اگر ان کے بچےّ تین دن سے بھوکے ہوں تو جَو کی روٹیاں صدقہ کر کے ھَلْ اَتٰی جیسی سورتیں منگوا لیتے ہیں اور قدرت کا ارشاد ہوتا ہے وَ جَزٰاھُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّحَرِیْراً پارہ ۲۹ رکوع ۱۶۔ جزا ان کی صبر کی وجہ سے جنّت اور حریر ہے۔ صلوات۔ ایک ہندو نے ان کے کمال کو دیکھ کر وجد میں آ کر کہا۔ رباعی

میں ہندو ہوں مگر میرا یقیں ہے ۔۔۔ علیؑ مولا امامِ اوّلیں ہے
علیؑ کی شخصیت یکتا ہے پچھمن ۔۔۔ علیؑ کا کوئی ثانی ہی نہیں ہے

تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ حق کی تلاش کریں تاکہ حق سے متمسک ہو کر جنت نعیم حاصل کر لیں اور وہ حق ہو گا جس کا وزن قرآنِ مجید کے برابر ہو گا۔ نبی اکرمؐ کی حدیث سنو اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ مَا دَارَا عَلِیٌّ اَلْبَلَاغ جلد ۲ صفحہ ۳۷۔ اشرف علی تھانوی۔ حضورؐ نے فرمایا حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے اے میرے اللہ حق کو اُسی طرف پھیر دے جس طرف علیؑ پھرے۔ صلوات۔

اس حدیث رسولؐ سے حقیقت اسلام کا معلوم کرنا نہایت ہی آسان ہے۔ علیؑ کو دیکھتے جاؤ اور حق کو سمجھتے جاؤ۔ علیؑ گھر میں تو حق علیؑ کے ساتھ یعنی حق گھر میں علیؑ میدان میں تو حق میدان میں۔ علیؑ خاموش تو حق خاموش۔ علیؑ نے جس سے جنگ کیا سمجھ لو کہ اُس سے حق نے جنگ کیا۔ علیؑ نے بیعت کی تو سمجھ لو کہ حق نے بیعت کی۔ علیؑ نے انکار کیا تو سمجھ لو کہ حق نے انکار کیا۔ جس نے علیؑ کو اونچا کیا اس نے حق کو اونچا کیا اور جس نے علیؑ کو نیچا کیا سمجھ لو کہ اس نے حق کو نیچا کیا۔ پس علیؑ کی مخالفت حق کی مخالفت۔ علیؑ کی موافقت حق کی موافقت ہے۔ صلوات

جنگ جمل میں محمد بن ابوبکر نے اپنی بہن بی بی عائشہ کو سلام کیا تو اس نے جواب نہ دیا۔ محمدؐ نے کہا کہ کلمہ توحید کے بعد تجھ سے سچ پوچھتا ہوں کیا تجھ سے میں نے نہیں سُنا تھا کہ علیؑ کی اطاعت کو لازم رکھنا کیوں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سُنا ہے۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ مناقب ابن شہر آشوب المجالس المرضیہؒ

حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ آپس میں جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر پہنچیں گے تو بی بی عائشہ نے کہا کہ بے شک یہ بات میں نے کہی ہے کیوں کہ میں نے حضورؐ پُر نور سے ایسا ہی سُنا ہے۔

میں نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ کیا تم پنج تن پاک کو مانتے ہو۔ اس نے فرمایا اس کے ساتھ بارہ اماموں کو بھی مانتے ہیں۔ اور تم سے زیادہ مانتے ہیں۔ حقیقت میں آلِ رسولؐ کو ہم ہی تو ماننے والے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ پھر چار امام کیا ہوئے کہا کہ بارہ حق کے امام ہیں اور چار مصلے کے امام ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہ کیا منطق ہے کیا ان بارہ کے پاس کوئی مصلیٰ نہ تھا۔ مولانا حق کے مقابلہ میں مصلیٰ نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر یہ بارہ حق کے امام ہیں تو ان کے مقابلہ میں آنے والے باقی سارے ناحق کے امام ہیں۔ حق کے مقابلہ میں ناحق ہی ہوتا ہے۔ صلوات۔ رباعی

علیؑ کے ذکر سے جو فیضیاب ہو نہ سکا جہانِ عشق میں وہ کامیاب ہو نہ سکا

ملی نہ منزلِ شوقِ طلب بے حُبِ علیؑ تلاشِ راہ میں رہا راہ یاب ہو نہ سکا

نبی اکرمؐ کی حدیث سنو۔ اِنْ تُؤَمِّرُوا عَلِيًّا وَلَا أُرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا

(حاشیہ: الحق مع علی — رباعی)

یَاخُذُ بِکُمُ الطَّرِیْقَ الْمُسْتَقِیْمَ. مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ منصب امامت صفحہ ۴۹۔ اگر تم علیؑ کو امیر بناؤ گے۔ لیکن میں نہیں دیکھتا کہ تم بناؤ گے داگر تم بناؤ گے تو اس کو ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تم کو پکڑ کر سیدھے راستہ پر لے جائے گا۔ ثابت ہوا کہ علیؑ ہی سیدھی راہ پر چلانا جانتا ہے اور علیؑ ہی حق ہے۔ آج کا جو ملاں کہتا ہے کہ علیؑ کو سیاست نہیں آتی تھی۔ وہ اس حدیث رسولؐ کی تکذیب کرتا ہے کہ رسول اللہ تو فرماویں کہ وہ تمہیں پکڑ کر سیدھی راہ پر لے جائیگا اور بنی امیہ کے نمک خوار ایجنٹ پرچار کریں کہ علیؑ کو سیاست نہیں آتی تھی ہاں یقیناً معاویہ والی سیاست تو علیؑ نہیں جانتے تھے۔ بلکہ اس سیاست سے تو محمد مصطفےٰ بھی ناآشنا ہی تھے بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھی معاویہ والی سیاست نہیں آتی تھی اور سچ پوچھو تو کسی شریف آدمی کو بھی ایسی سیاست نہیں آسکتی جو بنی اُمیہ کے سپوت بیٹے معاویہ اور یزید جانتے تھے۔

میرے مولا نے معاویہ کی سیاست کو دیکھ کر فرمایا حدیث لَوْلَا التُّقٰی لَکُنْتُ اَدْھَی الْعَرَبِ گلستانِ حکمت صفحہ ۲۔ اگر مجھے حق کا خوف نہ ہوتا تو مجھ سے عرب کا کوئی باشندہ زیادہ سیاسی نہ ہوتا۔ بنی اُمیہ کی سیاست کے قصیدے پڑھنے والو میرے مولا حیدرِ کرارؑ کی سیاست کا ایک جملہ سنو لَوْ اُعْطِیْتُ الْاَقَالِیْمَ السَّبْعَۃَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاکِھَا عَلٰی اَنْ اَعْصِیَ اللّٰہَ فِیْ نَمْلَۃٍ اَسْلُبُ جُلْبَ شَعِیْرِھَا مَا فَعَلْتُ تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۹۲۔ خدا کی قسم اگر مجھے سات بادشاہیاں ان چیزوں سمیت جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہے دے دی جائیں اس بات کے لئے کہ میں خدا کی اتنی نافرمانی کروں کہ ایک چیونٹی کے منہ سے جَو کا چھلکا چھین لوں تو میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا بے شک تمہاری دنیا میرے نزدیک اس پتے سے بھی زیادہ حقیر ہے جو مکڑی کے منہ میں ہو۔ اللہ اکبر۔ صلوات۔

حضرت علی علیہ السلام دنیا میں وہی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے دنیا کے سامنے حکومت چلانے کا طریقہ پیش کیا تھا۔ صلوات۔ رباعی

زندگی کیا ہے ہم ایسے آدمی کی زندگی — کچھ خودی کی زندگی کچھ بے خودی کی زندگی
مدعیٔ دینِ فطرت سیرتِ حیدرؑ کو دیکھ — معجزے کا معجزہ ہے زندگی کی زندگی

اور ایک مدّعیٔ خلافت فخر سے کہتا ہے کہ اگر میرے پاس جنّت کی کنجیاں ہوتیں تو تمام بنی امیہ کو جنت میں بھر دیتا اور فدک کی کل جاگیر کو طریدِ رسولؐ کے حوالے کرکے اپنی نجات کا سامان فراہم فرمایا خلفائے راشدین صـ۲۲ ایسی سیاست واقعی علی المرتضیٰؑ کو نہیں آتی تھی۔ جب فرمانِ رسولؐ سے ثابت ہوگیا کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ ہی کے ساتھ ہے تو علیؑ کے تعلقات دیکھتے جاؤ، جس کی علیؑ نے حمایت کی سمجھو کہ اس کی حق نے حمایت کی اور جس سے علیؑ دور رہے تو اس سے حق نے دوری اختیار کی۔

ملّاں کہتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کے تعلقات سقیفہ والے بزرگوں سے بہت ہی اچھے تھے۔ ان کی بیعت کی۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کے ہر دُکھ سُکھ میں شریک رہا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کی ہر ممکن تعریف کی۔ لہٰذا حق کی حمایت انہیں نصیب تھی اس کا جواب قدرے تفصیل سے عرض کرنا مقصود ہے۔ سنو! ایک مرتبہ حضرت عمر نے جنابِ امیرؑ اور عباس سے کہا کہ اے عباس اور علیؑ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ فَرَاَیْتُمَاہُ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَاَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ صلعم وَلِیُّ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَرَاَیْتُمَا کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ مسلم شریف جلد ۵ صـ۲۲ تا صـ۲۳۔ ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہ سے سُنا ہے کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس تم دونوں نے اسے جھوٹا گنہگار دغا باز اور خائن کہا خدا جانتا ہے کہ اس کو وہ صادق تھا نیک ہدایت پر اور حق کے تابع تھے۔ پھر ابوبکر کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ اور ابوبکر کا ولی ہوا تو تم دونوں نے مجھے جھوٹا، دغا باز، گنہگار اور خائن کہا خدا جانتا ہے کہ میں بھی سچا نیک ہدایت پہ اور حق کے تابع ہوں۔ یہ ہے ان دونوں بزرگوں کی علی المرتضیٰؑ کے نزدیک حقیقت جیسے خود ثانی صاحب نے بیان فرمایا اور مسلم شریف نے اسے صحیح سمجھ کر اپنی صحیح میں درج کرایا اور میں نے اس حدیث کو آپ کے سامنے پڑھ کر سنایا اب بتاؤ تعلقات کیسے تھے۔

اور سنو! حضرت عمر کے انتقال کے بعد صحابہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا خُذ

کاذب، آثم، غادر، خائن

بِيَدِ عَلِيٍّ وَقَالَ اُبَايِعُكَ اَنْ تَحْكُمَ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَ سِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ فَقَالَ عَلِيٌّ اَحْكُمُ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَاجْتَهِدُ بِرَائِيْ

شرح فقہ اکبر صلالا۔ الھارون صلاہ۔ علیؑ کا ہاتھ پکڑا کہا کہ ہم تیری بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور سیرت شیخین پر عمل کرنا ہوگا۔ علیؑ نے کہا کہ میں خدا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت پر تو عمل کرسکتا ہوں مگر سیرت شیخین پر ہرگز ہرگز عمل پیرا نہیں ہوں گا۔ کیوں مسلمانو! اگر علیؑ نے ان بزرگوں کی بیعت کی ہوتی اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہوتیں۔ ان سے تعلقات اچھے ہوتے تو ہر کوئی تو کہتا اے علیؑ آج تک تو ان کے نقش قدم پر چلتے رہے پھر آج انکار کیسا صحابہ کے بھرے مجمع میں علیؑ کا انکار کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ حیدر کرارؑ کا ان سے اور ان کے کردار سے کوئی واسطہ نہ تھا ورنہ انکار نہ کرسکتے۔ ان تین حکومتوں کے دور میں حضرت علیؑ نے کوئی عہدہ قبول ہی نہیں کیا یا پھر ان بزرگوں نے حضرت علیؑ کو اپنی سیاست کے خلاف جان کر کوئی عہدہ دینا مناسب ہی نہ سمجھا۔ ان دونوں باتوں سے جو بھی تسلیم کروگے فریقین کے تعلقات کی قلعی کھل جائے گی۔ صلوات

اس کے علاوہ دنیا کی کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امیرؑ نے ان تینوں میں سے کسی کا جنازہ بھی پڑھنا گوارا کیا ہو۔ حالانکہ رسولخداؐ نے عبداللہ ابن ابی بن سلول جیسے منافق کا جنازہ پڑھا تھا۔ مگر علیؑ ان کے کسی جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ سنو! ابن سعد سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک اور مسجد نبوی کے درمیان حضرت ابوبکر کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ تاریخ الخلفاء صلاہ۔ اور اسی صفحہ پر حضرت عمر سے روایت ہے کہ آپ کو قبر میں حضرت عمر، طلحہ، عثمان اور عبدالرحمن بن ابوبکر نے ہی اتارا۔ ناظرین حضرات خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت علیؑ باوجود مدینہ منورہ میں ہونے کے جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ اب حضرت عمر کے جنازے کی بھی سن لو۔ حضرت عمر نے تین دن کے بعد انتقال کیا اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوتے نماز جنازہ صہیب نے پڑھائی۔ دیکھو الفاروق صلاہ۔ اسی الفاروق کے صلاہ پر شبلی نعمانی نے فخر سے تحریر فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات

قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ مولانا شبلی کے اس فرمان سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت امیر علیہ السلام کے تعلقات قریش کے ساتھ اچھے نہ تھے۔ جب انسان یہاں پہنچ جائے تو حدیثِ رسولؐ کے مطابق حق کا فیصلہ کرنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ علیؑ کے مخالفین کتنے پانی میں تھے۔ اب حضرت عثمان کے بارے میں بھی سن لیں کہ ان کی نمازِ جنازہ کس بزرگ نے پڑھائی تھی۔ تاریخ اعثم کوفی کے ص۲۳۶ پر لکھا ہے کہ قتلِ عثمان کا واقعہ جمعہ کے دن سترہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو نمازِ عصر کے وقت ہوا۔ اور تین دن تک عثمان کی لاش کو دفن نہ ہونے دیا ویسے ہی بے حفاظت پڑی رہی اور ایک ٹانگ ...... عبداللہ بن سودا جو مصریوں میں سے ایک بزرگ شخص تھا یہی کہتا رہا کہ میں اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دوں گا کیوں کہ وہ .... کیوں کہ یہ بات تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک دن مسجد سے گھر جاتے ہوئے جب کہ بنی امیہ اس کے گرداگرد جا رہے تھے۔

ابوسفیان آیا اور بولا اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو۔ بخدا نہ عذاب کوئی شے ہے نہ حساب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر اور نہ قیامت عثمان نے اس پہ حدِ شرع جاری کرنے اور مار ڈالنے کے عوض مسلمانوں کے خزانۂ عامرہ سے اسے دو لاکھ دینار دلوائے۔ علامہ جلال الدین تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی نمازِ جنازہ زبیر نے پڑھائی اور آپ ہی نے ان کو دفن کیا تاریخ الخلفاء ص۱۷۱۔

ان تین بزرگوں کے جنازہ میں تو حضرت علی المرتضیٰ شریک نہیں ہوئے۔ کیا حضرت علیؑ کو طبعی طور سے جنازہ پڑھنے سے نفرت تھی یا کسی صحابیٔ رسولؐ کا جنازہ انہوں نے پڑھا بھی ہے۔ اس ایک ... واقعہ سے از بستہ راز کھل جائے گا۔ سنو اور غور سے سنو! زاذان سے مروی ہے کہ جب سلمان کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے پوچھا کہ آپ کو غسل کون دے گا فرمایا جس نے رسول اللہ کو غسل دیا تھا۔ میں نے کہا آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ جب سلمان کا انتقال ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا۔ ابوعبداللہ سلمان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ

حضرت عثمان کی نعش

حضرت سلمان کا نماز جنازہ

گھر میں داخل ہوئے اور چہرے سے چادر ہٹائی اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ جب نمازِ جنازہ کی تکبیریں کہیں تو ہم نے دو آدمیوں کو آپ کے ساتھ دیکھا۔ ایک جعفرؑ حضرت کے بھائی اور دوسرے خضر علیہما السلام اور ان دونوں کے ساتھ ستر ستر صفیں ملائکہ کی تھیں اور ہر صف میں ہزار ہزار ملک تھے۔ مجمع الفضائل جلد ۲ صفحہ ۱۸۳۔ المجالس المرضیہ صفحہ ۲۹۷ مدینۃ المعاجز۔

سبط ابن جوزی کی پریشانی

اس واقعہ پر ایک دلچسپ لطیفہ بطور دلیل کے عرض کرتا ہوں۔ ایک روز سبطِ ابنِ جوزی نے برسرِ منبر کہا سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔ یہ سن کر ایک مومنہ عورت اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے کہا کہ اس بات کا تو جواب دو کہ لوگ کہتے ہیں سلمان نے مدائن میں انتقال کیا اور علیؑ مدینے سے باعجاز وہاں پہنچے اور نمازِ جنازہ پڑھی۔ کیا یہ صحیح ہے۔ سبط ابنِ جوزی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ عورت نے کہا اور عثمان مدینہ میں مرے پڑے رہے۔ ان کی نمازِ جنازہ علیؑ نے نہ پڑھی۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ اس نے کہا بے شک۔ عورت نے کہا پھر ان دونوں میں ایک سے خطا ضرور ہوئی لیکن تم دونوں کو خلیفہ برحق جانتے ہو۔ یہ سن کر ابنِ جوزی مبہوت ہوگیا اور پھر کہنے لگا اے نیک بخت اگر تیرے شوہر نے تجھے اجازت گھر سے باہر نکلنے کی دی ہے تو وہ دیوّث ہے۔ خدا کی اس پر لعنت ہو اور اگر تو خود گھر سے باہر نکل آئی ہے تو تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اس نے کہا حضرت عائشہ گھر سے نکل کر بصرہ گئیں اور جناب امیرؑ سے جنگ کی اس میں تیرا کیا فتویٰ ہے کیا رسول اللہؐ کا حکم تھا یا بے اذن اس نے ایسا کیا۔ اس کے بعد عورت نے کہا کہ سلونی کے دعوے کرنے والے اتنا تو بتا کہ تیری پگڑی کے پیچ کتنے ہیں سوال پیچدار تھا۔ چکرا کر منبر سے گرا اور ہوش اُڑ گئے۔ مصباح المجالس جلد ۲ صفحہ ۶۵۔ میری بھی یہی گزارش ہے کہ اگر ان سے تعلقات اچھے ہوتے تو حضرت امیرؑ ضرور ان کے جنازہ میں شریک ہوتے اور انہیں اس سعادت سے محروم نہ رکھتے۔ صلوات۔

یہی سبط ابن جوزی اور صاحب بخاری شریف تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی اور یزید کی بیعت ان دونوں نے کرلی تھی تذکرۃ الخواص صفحہ ۹۰۔ اب بخاری شریف جلد ۳ صفحہ ۴۸۷ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ

بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَمَّا خَلَعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ جَمَعَ ابْنُ عُمَرَ حَشَمَهٗ وَوَلَدَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلَ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّيْ لَا اَعْلَمُ غَدْرًا اَعْظَمَ مِنْ اَنْ يُّبَايَعَ رَجُلٌ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ وَاِنِّيْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّنْكُمْ خَلَعَهٗ وَلَا بَايَعَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا اور اس نے کہا ہم سے حماد بن زید نے ایوب سے اور اس نے نافع سے اور نافع نے کہا کہ جب اہلِ مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت فسخ کردی تو ابنِ عمر نے اپنے ساتھیوں اور بچّوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سُنا ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم اس شخص کی بیعت اللہ اور اس کے رسولؐ کے موافق کرچکے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے وفائی ہوسکتی ہے کہ ایک شخص کی بیعت خدا اور اس کے رسولؐ کے موافق کی جائے پھر اس سے جنگ کی جائے۔ میں نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص اس کو تختِ خلافت سے معزول کرے گا اور اس کی اطاعت سے رُوگردانی کرے گا تو ہمارے اور اس کے درمیان جدائی کا پردہ حائل ہوگا۔ یہ ہیں حضرت علیؑ کے ان لوگوں کے تعلقات جو مذہبِ اہلسنت کے مہر ومہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اور سنو۔ ابنِ جریر نے اپنی تاریخ میں اور ابنِ سعد نے طبقات میں کہا کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے اور عائشہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے شعر کہے۔ ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے۔
اس عورت نے اپنا عصا [illegible] دیا اور اس روز کے مقام پر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں جس طرح مسافر واپس پہنچ کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ تذکرۃ الخواص صـ۲۲۵۔ حضرت عائشہ نے عثمان کے قتل کی خبر سُنی تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَتَلَهٗ اُس اللہ کی حمد ہے کہ جس نے اسے قتل کیا۔ اعثم کوفی صـ۲۳۷ اور جب سُنا کہ علیؑ خلیفہ ہوگئے تو کہا کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا اور میں یہ دن نہ دیکھتی۔ اعثم کوفی صـ۲۴۱۔ جاہل ملّاں کہتے ہیں کہ آپس کے

ابن عمر اور بیعت یزید

بیانِ عائشہ

تعلقات بہت اچھے تھے مگر محقق اہلسنت فخر سے تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے لئے تو مسلمان خطبوں میں نازیبا کلمات استعمال کیا کرتے تھے جس کو عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں بند کرایا تھا۔ امام اعظم ص۲۷ از شبلی نعمانی۔ کیوں مسلمانو اب بھی کہو گے کہ آپس کے تعلقات نہایت ہی اچھے اور استوار تھے، حضرت عمر نے کتنا صاف کہہ دیا تھا کہ اگر فاطمہؑ کے گھر میں لوگ جمع ہوتے رہے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ الفاروق ص۲۲۴ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمرؓ نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کارروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ انہی بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اُسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ الفاروق ص۱۲۵

میں اہلِ انصاف سے انصاف کی بھیک مانگتا ہوں کہ وہ غور کر کے فیصلہ دیں کہ بنی ہاشم کی سازشیں کیا تھیں اور ان سازشوں کے کرنے والے بنی ہاشم کے راس رئیس کون تھے تو ان دونوں باتوں کا جواب سوائے اس کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ سازشیں تو بنی ہاشم کی یہ تھیں کہ رسولخدا کا وارث حضرت علیؑ کو ہونا چاہیئے اور اس سازش کے رکن اعلیٰ سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بس نتیجہ نکلا کہ اگر حق علیؑ کے ساتھ ہے اور یقیناً ہے تو حضرت علیؑ کے تمام مخالفین ناحق پر تھے اور وہی لوگ قیامت کو خسارے میں ہوں گے صلوات۔ رُباعی۔

علیؑ کو دوشِ نبیؐ کا سوار کہتے ہیں — رسولِ پاک کا اک جاں نثار کہتے ہیں
عدوِ شہِ نجف پہ خدا کی لعنت ہے — ہم ایک بار نہیں بے شمار کہتے ہیں

انس بن مالک کی عداوت سنو! اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ طَیْرٌ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ لِیَاْکُلَ مَعِیَ ھٰذَا الطَّیْرَ فَجَاءَہٗ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَہٗ۔ ترمذی نے ذکر کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ پیغمبرِ خدا کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ آیا تو رسولخدا نے دُعا مانگی کہ اے میرے اللہ جو بندہ تیری ساری مخلوق سے زیادہ تیرا دوست ہے اسے بھیج تاکہ میرے ساتھ مل کر

حضرت عمر کی کارگزاری

حق

رباعی

حدیث طیر

اسے کھائے پس علیؑ آئے اور کھایا آپ کے ساتھ تقویتہ الایمان صلا ۱۲۱ ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۲۶۰ تذکرۃ الخواص ص ۶۷ ۔ اِدھر نبیؐ نے دُعا مانگی اُدھر علیؑ چلے ۔ دروازے پر انس تھے ۔ عرض کی یا علیؑ حضورؐ آرام فرما رہے ہیں ۔ مولا واپس ہوگئے ۔ نبیؐ نے پھر دُعا مانگی ۔ میرے مولا پھر چلے انس نے پھر عرض کی کہ آرام فرما رہے ہیں ۔ جب تیسری بار نبیؐ کی دُعا پر آپ تشریف لائے تو نبیؐ نے اندر سے فرمایا انس ! علیؑ کو کیوں روکتا ہے اسے آنے دے تاکہ میں ان کے ساتھ طیر بُھنا ہوا کھا سکوں ۔ جب حضورؐ نے انس سے دریافت کیا کہ تو نے میرے بھائی علیؑ کو کیوں روکا تو عرض کی یا رسولؐ اللہ میرا جی چاہتا تھا کہ کوئی شخص میری قوم کا آتا تو ہمیں یہ فضیلت نصیب ہوتی جو علیؑ المرتضیٰ کو خدا نے افضل الکائنات ہونے کی عطا فرمائی ہے تو اس حدیث رسولؐ سے بھی ثابت ہوا کہ بعد از محمدؐ مصطفیٰ میرا مولا حیدرِ کرارؑ ساری کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں صلوات ۔ علیؑ کا مقابلہ کرنے والو ! جب دین پہ مصیبت آئی تھی تو تم کہاں تھے ۔ ارے عمر کے صاحبزادے جن سے آدھا دین روایت ہے وہ یزید کے دسترخوان پر نظر آ رہے تھے اور مروان جیسا خبیث انسان طریدِ رسولؐ مدینہ منوّرہ کا حاکم بن چکا تھا اور حضرت عائشہ کو قتل کیا گیا ۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۴۲ ۔ اکبر سعد بن ابی وقاص کا بیٹا عمر یزید کی طرف سے فوج کا سپہ سالار ہو کر قتلِ حسینؑ میں سرگرم تھا ۔ سعد بن عثمان بن عفان نے یزید کی بیعت معاویہ کی زندگی ہی میں کر لی تھی ۔ تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۴۳ اکبر نجیب آبادی اور اُمّ فروہ بنت ابو قحافہ کا بیٹا محمد بن اشعث جنابِ مسلم کا قاتل یزید کی طرف سے قتلِ حسینؑ میں حصّہ لینے پر فخر کر رہا تھا ۔ سوائے بنی ہاشم اور چند اصحاب کے ساری دنیا یزید کی بیعت پر فخر کر رہی تھی ۔ یہ دین کی ذلّت کی آخری منزل تھی اُدھر حسینؑ علی اکبرؑ جیسے جوان بیٹے ہم شکلِ پیمبرؐ کو دین کی خاطر قربان کرنے کی فکر میں تھے اور محمدؐ کی بیٹیاں دین کی خاطر اپنی چادریں لٹانے کی تیاریوں میں مصروف تھیں ۔

منقول ہے کہ رسولِ خداؐ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؑ نانا کی ظاہری زیارت سے محروم ہوئے تو دن رات جدائی کی وجہ سے نانے کی اداسی چھائی رہتی تھی ایک روز رسولِ خداؐ نے خواب میں اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو عرض کی نانا آپ کی زیارت سے محروم ہو گیا ہوں ۔ فرمایا بیٹا حسینؑ میں خدا سے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تجھے میری شکل کا ایک بیٹا

عطا کرے گا اس کی زیارت میری زیارت ہو گی۔ وہ شکل و صورت۔ رنگ ڈھنگ کردار گفتار میں میرا مشابہ ہوگا۔ بیٹا حسینؑ فکر نہ کر۔ میرے مولاؑ نے بیدار ہو کر یہ واقعہ مدینے کے لوگوں کو سنایا کہ جس پر مدینے کے لوگ خصوصاً بنی ہاشم ہم شکلِ پیمبرؐ کی ولادت کا انتظار کرنے لگے۔ روایت میں ہے کہ جنابِ علی اکبرؑ کی ولادت پُر سعادت پر جتنی خوشی بنی ہاشم کو ہوئی تھی اتنی خوشی پھر کبھی سیّدوں کو نصیب نہ ہو سکی۔ پورے مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور علی اکبرؑ کی شکل و صورت کو دیکھ کر لوگوں نے زیارتِ رسول اللہ کو تازہ کر لیا۔ مدینے کے ہر امیر غریب نے مرد عورت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو علی اکبرؑ کی ولادت کی مبارکبادی پیش کی اور حتی المقدور حضرت امام حسینؑ نے ہر ایک مبارک باد دینے والے کو خوش کیا۔ تمام مدینے کے لوگ اپنی منشا کے مطابق سرفراز ہو لئے۔ حضرت کی بہنیں بھی اپنے در پُر تنویر سے مبارکباد حاصل کر چکیں تو آخر میں حضرت زینبؑ نے حاضرِ خدمت ہو کر بھائی کو مبارکباد دی۔

مولا حسینؑ نے ثانیِ زہرؑا کو مسندِ امامؑ پر بٹھلایا اور ادب سے فرمایا بہن زینب اس مولودِ مسعود کی مبارکبادی کا کیا انعام چاہتی ہو۔ زینبؑ نے کہا ماں جائے میرے ہاں کسی شے کی کمی نہیں۔ میں زہرؑا کی بیٹی اور جعفرِ طیارؑ کی بہو ہوں۔ مجھے مال و زر کی کوئی ضرورت نہیں حسینؑ مجھے وہ شے عطا کر جو بعد از خدا و رسولؐ تجھے ساری کائنات سے زیادہ پیاری ہے ماں جائے یہ خیال نہ کرنا کہ ہمیشہ کے لئے بلکہ جب اٹھارہ سال کے بعد واپس کروں گی تو ایک جوڑی میری بھی ساتھ آئے گی۔

عزادارو! بہن کے ارشادات کو حسینؑ سمجھ گئے اور بہن کو ساتھ لے کر جنابِ اُمِ لیلیٰ کے پاس تشریف لائے۔ جنابِ اُمِ لیلیٰ نے جب رسول اللہ کے دونوں بچوں کو دیکھا تو تعظیم کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ زینب نے بڑھ کر بھاوج کو سلام کیا۔ اُمِ لیلیٰ نے ادب و احترام سے سلام کا جواب عرض کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا اُمِ لیلیٰ علی اکبرؑ کی پیدائش کی مبارکباد دینے والے ہر فرد کو میں نے راضی کیا ہے۔ صرف بہن زینبؑ کو تو راضی کر۔ جنابِ اُمِ لیلیٰ نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی حکم کرو آپ اکبرؑ کی مبارک بادی میں کنیز سے کیا لینا چاہتی ہے۔ اس پر جنابِ زینبؑ نے فرمایا بھر جائی از قسم مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں مجھے تو وہ

حضرت علی اکبرؑ

ننھے درج تمہیں ساری دنیا سے عزیز ہے مگر گھبرانا نہ جب واپس کروں گی تو ساتھ ایک جوڑی اپنی بھی پیش کروں گی۔

عزادارو! جنابِ اُمِّ لیلیٰ سمجھ گئیں اور ایک مرتبہ چہرۂ حسینؑ پر نگاہ ڈالی۔ دوسری نگاہ علی اکبرؑ کے چہرے پر ڈالی۔ پس اکبرؑ کو اٹھایا اور بی بی زینبؑ کی گود میں ڈال کر ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی اس سے پیاری چیز میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ جنابِ زینبؑ نے اکبرؑ کو سینے سے لگایا اور بھائی اور بھر جائی کا شکر ادا کر کے اکبرؑ کو گھر لے آئیں۔ اصحاب الیمین نے صـ۱۲۴ پر تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کی پرورش کے فرائض جنابِ زینبِ علیاؑ نے ہی ادا فرمائے تھے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جنابِ اُمِّ لیلیٰ تیری اس فداکاری پہ کائنات تصدق ہو کہ اپنے اکلوتے بیٹے ہم شکلِ پیمبرؐ کو محمدؐ کی بیٹی کے حوالے کر کے ساری زندگی کنیز ہی بنی رہی۔

کہتے ہیں کہ جب علی اکبرؑ کی لاش خیمہ میں لائی گئی تو تمام بیبیوں نے رونا شروع کیا۔ کوئی بیبی کہتی تھی ہائے میری قسمت۔ کوئی کہتی تھی ہائے میرا ویر۔ کوئی بی بی کہتی تھی ہائے میری اٹھارہ سال کی کمائی۔ کوئی بی بی کہتی تھی ہائے ہم شکلِ پیمبرؐ۔ اس وقت حضرت اُمِّ لیلیٰ نے جنابِ زینبؑ کو ہاتھ جوڑ کر عرض کی بی بی اکبرؑ جا رہا ہے۔ رسولؐ کی بیٹی اگر اجازت ہو تو آج بیٹا کہہ لوں۔ کہتے ہیں کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا بھر جائی بیٹا ضرور کہو۔ میں نے تو کبھی منع نہیں کیا۔ تیرا ہی تو بیٹا ہے۔ پس اُمِّ لیلیٰ علی اکبرؑ کی لاش کے قریب آئی اور گر پڑی۔ تین بار فرمایا ہائے میرا بیٹا۔ میرا بیٹا۔ ہائے میرا بیٹا۔ کہتے ہیں کہ علی اکبرؑ نے دم توڑتے ہوئے عرض کی بابا مجھے بیٹا کہہ کر کون بی بی رو رہی ہے۔ فرمایا علی اکبرؑ تیری ماں اُمِّ لیلیٰ ہے۔ عرض کی بابا اجازت مل گئی۔ فرمایا ہاں بیٹا مل گئی۔ عرض کی بابا مجھے بھی اجازت دو کہ میں بھی آج ماں کہہ لوں۔ فرمایا بیٹا ہمیشہ سے اجازت ہے۔

عزادارو! علی اکبرؑ کا ایک ہاتھ سینے پر دوسرا ماں کے گلے میں ڈالا اور تین مرتبہ فرمایا ہائے میری مظلومہ ماں۔ ہائے میری بے کس ماں۔ ہائے میری پردیسن ماں۔ یہ تھی اُمِّ لیلیٰ اور اکبرؑ کی داستانِ غم جو بیان ہوئی ہے۔ اب قدرے وضاحت کرتا ہوں۔

منقول ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے نانے کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو

شہادت علی اکبرؑ

علی اکبرؑ کو دیکھتے اور جب ماں زہراؑ کی زیارت کی تمنا ہوتی تو جناب فاطمہؑ صغریٰ کی زیارت کرتے جب کبھی حضرت امیرؑ کی زیارت کا شوق ہوتا تو اپنے بھائی حضرت عباسؑ کو دیکھتے اور جب کبھی امام حسنؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تو جناب قاسمؑ کو گلے لگا لیتے۔ جب علی اکبرؑ مدینہ کی گلیوں سے گزرتے تو لوگ مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کی زیارت کر کے فخر کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی اکبرؑ امام حسینؑ علیہ السلام کے لئے مرکزِ زیارت رسولؐ تھے۔ ایک مرتبہ بچپنے میں جناب علی اکبرؑ نے باپ سے انگور مانگے حالانکہ انگوروں کا موسم نہ تھا مگر بچے کی طلب کو مدِنظر رکھتے ہوئے امام حسینؑ نے ایک ستون کی طرف اشارہ کیا اور ایک گچھا انگوروں کا حاصل کر کے بیٹے کے حوالے کر دیا۔ اصحاب الیمین ص۱۲۳۔ سعادۃ الدارین ص۲۷۲

میدانِ کربلا میں یہی جوان بیٹا بوڑھے باپ سے مرنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ حسینؑ کی نگاہ پڑی تو سر سے پاؤں تک علی اکبرؑ کو ایک بار دیکھا اور بارگاہِ قدرت میں عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ اِشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَنَّهٗ قَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِكَ وَكُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی لِقَاءِ نَبِیِّكَ نَظَرْنَا اِلَیْهِ۔
اے پروردگار اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب ان کی جانب وہ شہزادہ جا رہا ہے جو صورت و سیرت و کردار و گفتار میں تیرے رسولؐ کے مشابہ ہے اور ہم جب تیرے نبی کی زیارت کی خواہش کرتے تھے تو اس کو دیکھ کر مطمئن ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد امامؑ نے ابنِ سعد کو مخاطب ہو کر فرمایا ملعون! خدا تیرے رحم و کرم کو قطع کرے جس طرح تو نے میرے رحم کو قطع کیا ہے اس کے بعد فرمایا بیٹا علی اکبرؑ جاؤ اور اہلِ حرم سے وداع کر کے آؤ۔ حکمِ امامؑ پاتے ہی علی اکبرؑ خیامِ اہلبیتؑ میں تشریف لائے اور سیدانیوں کو آخری وداع فرمایا جس طرح آلِ محمدؐ کی مستورات سے علی اکبرؑ وداع ہوئے وہ خیام کی باتیں ہیں۔ خدا جانے پھوپھی اماں اور بہنوں اور ماؤں نے کس طرح اجازت دی ہوگی۔

علی اکبرؑ ابھی سیدانیوں سے وداع نہیں ہوئے تھے کہ جناب فضہ نے عرض کی شہزادے آپ کے بیمار بھائی نے آپ کو یاد کیا ہے۔ اس سے ملے بغیر نہ جانا۔ یہ سن کر بیبیوں کے ساتھ علی اکبرؑ بیمارِ کربلا کے خیمے میں آتے دیکھا کہ کمزوری سے آپ میں اُٹھنے کی طاقت نہیں ہے

بیمار بھائی سے لپٹ کر زار زار رونے لگے۔ اس کے بعد حضرت سجادؑ نے پوچھا اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ فرمایا دشمنوں سے جنگ کر کے شہید ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے فرمایا بھیا! چچا عباسؑ کہاں ہیں۔ قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ کہاں ہیں۔ بابا کے انصار کہاں گئے۔ یہ سُن کر علی اکبرؑ نے فرمایا۔ سارے راہیِ جنت ہوئے۔ اب ہمارے باپ کا کوئی مددگار باقی نہیں ہے۔ یہ سُن کر بیمارِ کربلا تڑپ گئے اور آواز دے کر فرمایا پھوپھی اماں! میری تلوار مجھے دو۔ سجاد نہایت ہی کمزور تھے۔ نقاہت کی وجہ سے اُٹھ نہ سکے۔ علی اکبرؑ نے عرض کی پھوپھی اماں سجادؑ کو روکو، زمانہ حجتِ خدا سے خالی نہ ہو جائے۔

عزادارو! جنابِ زینبؑ نے سجادؑ کے گلے میں باہیں ڈالیں اور رو کر فرمایا سجاد بیٹا ہمیں مدینے کون پہنچائے گا۔ بیٹا ہمارے ساتھ کوفہ و شام کے سفر کون کرے گا۔ مصباح المجالس جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ روایت میں ہے کہ علی اکبرؑ کے وداع کے وقت خیمہ کا پردہ تین مرتبہ اٹھا اور گرا۔ ممکن ہے کہ شہزادیاں بار بار دامن پکڑتی ہوں کہ علی اکبرؑ کس کے سہارے ہمیں چھوڑے جاتے ہو۔ خدا کی ذات ہی بہتر جانتی ہے کہ کس طرح محمد مصطفٰےؐ کی بیٹیوں نے علی اکبرؑ کو وداع کیا۔

الختصر علی اکبرؑ خیام سے وداع ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے امام نے دریافت فرمایا تم نے پھوپھیوں اور اپنی ماؤں بہنوں سے اجازت لے لی۔ عرض کی ہاں باباجان اجازت لے آیا ہوں۔ کہا بیٹا میری ماں سے بھی اجازت ہو گئی۔ عرض کی بابا آپ کی ماں یہاں کہاں ہیں آپ کی ماں تو جنت البقیع میں ہے۔ فرمایا بیٹا میری ماں فضہ جو خیمہ میں موجود ہے۔ عزادارو! جب فضہ نے یہ سُنا تو بڑھ کر عرض کی فرزندِ رسولؐ آج تو ماں نہ کہو اشقیاء سنیں گے تو کہیں گے زہراؑ خیام میں آگئی ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے علی اکبرؑ کو خود تیار کیا۔ اپنے ہاتھوں سے زرہ پہنائی۔ خود سر پر رکھا۔ حضرت علیؑ کا کمربند کمر میں باندھا اور جنابِ رسولخداؐ کے خصوصی رہوار عقاب پر سوار کیا۔ اور پھر ایک مرتبہ سر سے پاؤں تک مایوسانہ نگاہ ڈالی اور رو دیئے۔ کتاب لہوف کے الفاظ ہیں ثُمَّ نَظَرَ اِلَیْهِ نَظَرَ آیِسٍ مِنْهُ وَ اَرْخیٰ عَیْنَیْهِ وَ بَکیٰ۔ روایت میں ہے کہ جب علی اکبرؑ چلے تو حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور باآوازِ بلند رونا شروع کیا۔ اس سے پہلے جنابِ امام حسینؑ بلند آواز سے نہیں روئے تھے۔ بس علی اکبرؑ

نے میدانِ کارزار میں پہنچ کر صولتِ حیدریؑ کا وہ مظاہرہ کیا کہ ہر طرف سے الامان الامان الحذر الحذر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ قوتِ یداللّٰہی کے جوہر دیکھ کر اشقیاء نے فرار اختیار کیا۔ علی اکبرؑ نے پہلے حملے میں ایک صد بیس اشقیاء کو واصلِ جہنم کیا۔ اس کے بعد باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی فَهَلْ اِلٰی شَرْبَةٍ مِّنَ الْمَآءِ سَبِيْلَ۔ عزادارو! مظلوم امامؑ نے فرمایا ہائے میری قسمت ہائے میری قسمت کہا يٰبُنَيَّ هَاتِ لِسَانَكَ۔ بیٹا اپنی زبان میرے منہ میں ڈال۔ عزادارو! علی اکبرؑ نے اپنی زبان فوراً منہ سے نکال کر عرض کی یا اَبَتَاهُ اَنْتَ اَشَدُّ عَطَشًا۔ بابا آپ تو مجھ سے بھی زیادہ پیاسے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا بیٹا تھوڑی دیر کے بعد تجھے تیرے جدِّ امجد جامِ کوثر سے سیراب کریں گے۔ اس کے بعد علی اکبرؑ پھر میدان کی طرف آئے اور شیرِ غضبناک کی طرح حملہ کیا اور اسی ملعونوں کو دارالبوار میں پہنچایا۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ علی اکبرؑ نے پے درپے بارہ حملے کیے اور اپنے جد حیدرِ کرارؑ کی طرح کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ عزادارو! مرہ بن منقذ عبدی ملعون نے کمین گاہ سے نکل کر پشت کی طرف سے شہزادے پر تلوار کا وار کیا جس سے علی اکبرؑ کا سر شگافتہ ہو گیا۔ آپ نے گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور آواز دی یَا اَبَتَاهُ عَلَيْكَ مِنِّي السَّلَامُ۔ بابا میرا آخری سلام قبول ہو۔ اس آواز کو سن کر امامؑ نے فرمایا يٰبُنَيَّ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَاءُ۔ بیٹا تیرے بعد زندگانی دنیا پر بھی خاک۔ لہوف کے ص۳۱ میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ سے پہلے حضرت زینبؑ، اکبرؑ کی لاش پر پہنچ گئی۔ جب مظلوم امامؑ جوان بیٹے کی لاش پہ پہنچے تو ایک مستور کو دیکھا۔ مولا نے دریافت فرمایا بی بی تو کون ہے۔ فرمایا حسینؑ! میں تیری دکھیا بہن زینبؑ ہوں۔

عزادارو! حسینؑ کو بیٹے کی موت بھول گئی اور زینبؑ سے فرمایا ماں جائی میری زندگی میں کیوں باہر آ گئی۔ علماء نے لکھا ہے کہ جنابِ زینبؑ جانتی تھی کہ اگر حسینؑ جوان بیٹے کی لاش کو اس حالت میں دیکھے گا تو حسینؑ کی روح پرواز کر جائے گی۔ اس لیے بی بی زینبؑ نے درمیان میں اپنا پردہ حائل کر دیا تاکہ حسینؑ کی توجہ میرے پردے کی طرف ہو جائے اور میرے ویر کی جان بچ جائے۔ میں کہتا ہوں بی بی تو نے ہر ممکن کوشش کی مگر تیرا حسینؑ نہ بچ سکا۔

اور دشمنوں نے پیا سا شہید کر دیا۔ المختصر مظلوم امامؑ جنابِ زینبؑ کو خیمہ میں پہنچا کر بیٹے کی لاش پر آئے اور بیٹے کے سر کو گود میں لیا۔ گرم گرم آنسو جو چہرۂ علی اکبرؑ پر گرے تو علی اکبرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور باپ کی آخری زیارت کی اور کہا بابا دیکھو میرے جدّ احمدؐ مجتبیٰ اور حیدرِ کرارؑ میری جدّہ جنابِ زہراؑ تشریف فرما ہیں اور مجھے سیراب کر چکے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں کہ جلدی تشریف لائیں۔ اصحاب الیمین صد ۱۲۴۔ لکھا ہے کہ علی اکبرؑ نے عرض کی کہ بابا اگر ممکن ہو تو ایک مرتبہ فاطمہؑ صغریٰ سے تو ملا دیں۔ آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان سے دیکھنے کو فرمایا بیٹا دیکھو علی اکبرؑ نے دیکھ کر کہا بابا ہاشمی گھروں میں فاطمہؑ نظر نہیں آئی۔ کہا نانا کے روضے پر نگاہ کرو۔ عرض کی بابا نانا کے روضہ پر بھی صغریٰؑ نظر نہیں آئی۔ فرمایا بیٹا جہاں فاطمہؑ صغریٰ سے آخری وداع کیا تھا وہاں دیکھو۔ اب جو دیکھا تو تڑپ کر کہا بابا۔ میری بہن میرے نقشِ پا کو دیکھ کر رو رہی ہے۔ بس اکبرؑ کے منہ سے نکلا ہائے صغریٰؑ اور دم توڑ دیا۔

عزادارو! اکبر کی لاش کو حسینؑ اٹھاتے تھے اور پھر رکھ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ فرات کی طرف منہ کر کے فرمایا! عباسؑ میں بوڑھا ہوں، علی اکبرؑ جوان ہے۔ آ مجھے لاش اٹھانے میں مدد دے۔ عزادارو! خیمہ سے فضّہ نکلی اور امامؑ کی مدد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد کربلا کی جنگ ختم ہو گئی۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔

چودھویں مجلس

حسبنا کتاب اللہ کی تردید، حدیثِ ثقلین کے نکات، قضیۂ فدک پر بحث، حُبِّ علی علیہ السلام، اُمّ البنین کی تزویج، قمرِ بنی ہاشم کی وفا اور شہادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پارہ ۵ رکوع ۶۔ تیرے رب کی قسم ہرگز مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ تجھے حاکم تسلیم نہ کریں اپنے معاملات میں اور تیرے فیصلہ کے بعد ان کے دل میں ہرگز تنگی نہ ہو بلکہ تسلیم کریں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔

دین کا کام ہو یا دنیا کا ہر دو کاموں کو کرنے اور نظام کو درست طور پر باقی رکھنے کے لئے دو چیزوں کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ایک قانون اور دوسرا قانون کو جاری کرنے والا۔ اگر قانون کتابی شکل میں موجود ہو۔ اور چلانے والا قانون سے جاہل تو نظام برقرار نہیں رہے گا۔ مثال کے طور پر اگر مکتب میں ابتدا سے لیکر انتہا تک کی کتابوں کے انبار لگا دیئے جائیں اور بچّوں کو پڑھانے والا مدرس نہ ہو تو چاہے بچّے چالیس سال سکول میں بلا ناغہ جاتے رہیں کیا عالم بن جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ کتاب بولتی نہیں اور پڑھانے والا موجود نہیں ہے۔ مسلمانو! صرف کتاب ہی کافی نہیں بلکہ کتاب کے عالم کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جو کہے کہ کتاب کافی ہے اور اس کے عالم اور وارث کی ضرورت نہیں تو وہ صرف جاہل ہی نہیں بلکہ ابوجہل ہے۔

دوسری مثال سنو! اگر کوئی سرپھرا حکومت کو مشورہ دے کہ جو بڑے شہروں کے چوراہوں

پر سپاہی متعین ہیں ان کو ہٹا کر وہاں ایک قانون کی کتاب رکھ دینی چاہیئے۔ قانون کو کتاب سے پڑھ کر لوگ خود بخود گذرتے جایا کریں گے۔ اس طرح حکومت کو ہزاروں روپیہ ماہوار کی بچت ہوگی۔ بتاؤ یہ حکومت کا خیر خواہ مشیر ہے یا فسادی انسان ہے۔ فسادی تو چاہتا ہی یہ ہے کہ بے شک کتاب ہو مگر کتاب والا نہ ہو۔ ورنہ سزا تجویز کرے گا۔ مسلمانو! جب مادی کے بغیر سورج کی ضیاء میں بھی چور راستہ طے نہیں ہو سکتا تو ہادی کے بغیر دین کے تہتر راستے کس طرح طے کر لوگے۔

تیسری مثال بھی سن لو اگر کوئی اسمبلی میں یہ بل پاس کرانے کی کوشش کرے کہ عدالت کے کمرے میں صرف قانون کی کتاب رکھ دینی چاہیئے۔ قانون نافذ کرنے والے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس کتاب کافی ہے ملزم خود بخود عدالت کے کمرے میں داخل ہو کر کتاب کو پڑھ کر اپنی سزا تجویز کر لیا کریں گے۔ کیوں کہ کتاب میں تو لکھا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دو۔ زنا کرنے والے کو سنگسار کرو۔ شراب پینے والے کو اسّی کوڑے مارو۔ بس کتاب کافی ہے۔ کتاب والے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے مشیر کو عقلمند کیا کہیں گے کہ حکومت کا لاکھوں روپیہ بچانا چاہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ دنیا صاف کہے گی کہ اس پاگل سے پوچھو کہ اگر چور کو یقین ہوتا کہ اس فعل کے بعد میرے ہاتھ ضرور کٹ جائیں گے تو چوری ہی کیوں کرتا۔ ارے کتاب کسی کو کیا سزا دے گی، یہ تو خود چوری ہو جاتی ہے۔ بس چوروں کی تمنا ہی یہ ہوا کرتی ہے کہ بے شک کتاب ہو مگر کتاب کا عالم دوارث و مالک نہ ہو ورنہ ہماری خیر نہیں ہے۔

مگر دنیا کے خیر خواہ اور قانونِ فطرت کے پاسبان و محافظ کتاب اور کتاب والے دونوں کا اعلان فرمایا کریں گے۔ صلوات۔

قرآن مجید نے ان لوگوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو کہتے ہیں کہ صرف کتاب ہی کافی ہے۔ سنو۔ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ پارہ ۶ ع ۱۔ اے میرے حبیب یہودی سوال کرتے ہیں تجھ سے کہ نازل ہو ان پر ایک کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا تھا انہوں نے موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا کہنے لگے کہ دکھا دے

ہم کو اللہ کی ہر بظاہر پس پکڑا ان کو بجلی نے بسبب ظلم اُن کے اس فرمانِ خداوندی سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ یہودی کہا کرتے ہیں کہ صرف کتاب کافی ہے۔ کتاب کے وارث کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا یہودی کا ایمان ہے کہ خدا دیکھا جا سکتا ہے۔ قدرت کے نزدیک اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے یہودی عذاب کے مستحق ہوا کرتے ہیں۔ صلوات

مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نبی اکرم صلعم نے بھی یہی فرمایا کہ میں ایک کتاب اور دوسرا مفسرِ کتاب چھوڑے جاتا ہوں جس کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ آخر وقت میں ارشاد ہے کہ اِنِّیْ تَارِکٌ میں چھوڑے جاتا ہوں۔ اِنِّیْ تَارِکٌ کا جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور نے آخر وقت میں فرمایا مثلاً اگر میں نے یہاں سے ایک سال کے بعد جانا ہو اور آج کہہ دوں کہ میں دو کتابیں چھوڑے جاتا ہوں۔ تو ہر آدمی کہہ سکتا ہے کہ کیا مولانا آپ آج ہی جا رہے ہیں۔ جاتے ہوئے ہی یہ جملہ کہا جاتا ہے نہ کہ قیام کے دنوں میں ثابت ہو گیا کہ یہ رسولؐ اللہ کی آخری حدیث ہے اور اس بات پر ہمیشہ غور رہے کہ عدالت کا آخری فیصلہ ہی ناطق ہوا کرتا ہے۔ سنو یہ عدالتِ الٰہیہ کا آخری فیصلہ ہے اس کے بعد کوئی نبی تشریف نہیں لائے گا اور جج توحید اپنا آخری فیصلہ سنا رہا ہے کہ بس گمراہی سے تو صرف دو چیزیں ہی بچا سکتی ہیں۔ سو محمدؐ نے اپنی زندگی میں مختلف مقامات پر ان دونوں چیزوں کا تعارف کرایا اور آخر وقت میں حتمی فیصلہ سنا دیا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْوَسِیْلَتَیْنِ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم دونوں وسیلوں کو نہیں سمجھ سکے۔ آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْاَمْرَیْنِ۔ اس پر بھی لوگوں نے عرض کی کہ مولا ہم دونوں امروں کو نہیں سمجھ سکے۔ ذرہ وضاحت فرما دیں۔ اس پر رسولؐ نے فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْحَاکِمَیْنِ میں تم میں دو حاکم چھوڑے جاتا ہوں۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم دونوں حاکموں کو بھی نہیں سمجھ سکے۔ تفصیل سے فرما دیں۔ نبیؐ اکرمؐ نے فرمایا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْوَارِثَیْنِ۔ میں تم میں دو وارث چھوڑے جاتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں تو وضاحت کی ضرورت ہے ذرہ تشریح کر کے سمجھا دیں فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ۔ میں تم میں دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں۔ عرض کی مولا ان کی حقیقت سے آگاہ فرما دیں۔ فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ

میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صاف
صاف ان کا تعارف کرائیں۔ تو پھر فرمایا سنو۔ کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ مَا اِنْ
تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا وَ اِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ
ینابیع المودۃ ص۲۳ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۱۲۷ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت
اہلبیتؑ ۔ اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ آپس میں سے ہرگز
جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ دونوں حوضِ کوثر پہ مجھے آملیں گی۔

اہلِ انصاف سے میری گذارش ہے کہ اگر محمد مصطفےٰ کا ترکہ نہ تھا تو کیوں فرمایا کہ میں تارک
ہوں۔ اور سے تارک ہوتا ہی وہ ہے کہ جس کا ترکہ ہو۔ ہر رحلت کرنے والا دو قسم کا ترکہ چھوڑتا
ہے۔ ایک صامت دوسرا ناطق یعنی ایک ورثہ دوسرے وارث تو ورثہ کے وارث ہی مالک
ہوا کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ترجمہ سے سُنیں کہ ناطق نے دعوےٰ کیا
کہ میں محمدؐ کا وارث ہوں صامت نے بڑھ کر گواہی دے دی یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ
لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ پارہ ۴ رکوع ۱۳۔ وصیت کرتا ہے تم کو اللہ بیچ اولاد
تمہاری کے واسطے مرد کے ہے۔ مانند دو حصہ عورتوں کے۔ کیوں مسلمانو قرآن مجید کی گواہی
ہے کہ عورت کا حصہ مرد کے ساتھ نصف ہوا کرتا ہے۔ وہ کونسی آیت ہے جس میں لکھا ہے
کہ محمدؐ کی لڑکی کا کوئی حصہ باپ کے مال میں نہیں بلکہ محمدؐ کے سسرال کا حق ہے۔ چلو قرآن
میں نہ سہی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک کسی نبی کا واقعہ دکھلا دو کہ کسی نبی نے
انتقال کیا ہو اور اس کے گھر کی تمام اشیاء اس کے سسرال اٹھا کر لے گئے ہوں اور اس نبیؑ
کے بچوں کو باپ کے ترکہ سے محروم ہونا پڑا ہو۔ چلو کوئی مومن ہی کوئی دکھلا دو کہ اس کے
مرنے کے بعد اولاد کسی شریعت میں وارث نہ ہو سکے اور سسرال داماد کے ترکہ کے وارث
بن جائیں۔ ہاں اگر مسلمانو نہ ملے تو ہندو۔ سکھ۔ عیسائی۔ یہودی۔ بلکہ دہریوں میں ہی کوئی واقعہ
دکھلا دو کہ اولاد باپ کے ترکہ سے محروم ہوئی ہو اور سسرال داماد کے وارث ہوا کرتے ہوں
ہاں اگر ساری کائنات میں یہ صرف محمد مصطفےٰؐ کے لئے ہی ہے تو قرآن کا دعوےٰ ہے لَا
رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ پارہ ۷ ع ۱۳ کہ کتاب میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود

اس قرآن سے وہ آیت پڑھو جس میں قدرت نے اعلان فرمایا ہو کہ میرے حبیب آپ کے
انتقال کے بعد آپ کے بچے نہیں بلکہ سسرال آپ کے ترکہ کے وارث ہوں گے ہرگز
نہیں دکھلا سکو گے۔ عام ملاں کہتے ہیں کہ جناب بتولؑ نے فدک کے نہ ملنے پر ابوبکر پر غضبناک
نہیں ہوئیں۔ میں بخاری شریف سے پوری حدیث جو ابوبکر نے جناب سیدہ کو سنائی تھی پیش
کرتا ہوں۔ سنو۔ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ
فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
سَاَلَتْ اَبَا بَکْرِ الصِّدِّیْقِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
اَنْ یُقْسِمَ لَهَا مِیْرَاثَهَا مِمَّا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهَا اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ
اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَکْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهٗ
حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
سِتَّةَ اَشْهُرٍ۔ بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۶۱۔ ترجمہ پر غور ہو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا
کہ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ رسالتمآبؐ
کے ترکہ میں سے جو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم کو بطور فے عنایت فرمایا تھا ان کا وراثتی
حصہ ان کو دے دیں تو ابوبکر نے ان کو جواب دیا کہ رسول اللہؐ فرما گئے ہیں کہ ہمارے
مال میں عملِ میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔ اس پر جناب فاطمہؑ
غضبناک ہوئیں اور اپنی وفات تک ابوبکر سے گفتگو نہ کی اور رسالتمآبؐ کی وفات کے
بعد آپ چھ مہینے زندہ رہیں۔

یہ قضیہ فدک کی داستان ہے خدا جانے ان بزرگوں کا کیا حشر ہوگا جنہوں نے بتولؑ کو
رنج پہنچایا ہے۔ ایک حدیث اور بھی سن لیں۔ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ
مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۷ نبی اکرم صلعم نے فرمایا فاطمہؑ میرا حصہ ہے جس نے اسے رنج پہنچایا اس

نے مجھے رنج پہنچایا۔ حدیثِ رسولؐ سے ثابت ہوا کہ بتولؑ کا غضب نبی اکرم صلعم کا غضب ہے۔ مسدس،

وہ کیسے مسلماں تھے تعجب کا ہے مقام ۔۔۔ کافر بھی لیتا ہے تو کراہت سے اُن کا نام
حق چھینا حق والوں سے کتنے ہوئے بدنام ۔۔۔ دیکھیں گے اب جو نکلے گی تلوارِ انتقام

لگ جائے گا پتہ شانِ رسولؐ کا
منبر پہ بیٹھنا اور ہٹانا بتولؑ کا

مُلّاں لوگ کہتے ہیں کہ رسولِ خداؐ نے بتولؑ کو فدک کا ہبہ نامہ لکھ کر نہیں دیا تھا۔ میں پوری تحریر معہ حوالہ پیشِ خدمت کرتا ہوں۔ لیس ئے فدک حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیؑ را رضی اللہ عنہ فرستادہ و مصالحہ بدست امیر رضی اللہ عنہ واقع شد بر آں نہج کہ امیر قصدِ خون ایشاں نکنند و حوائط خاص ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد۔ جبرئیل علیہ السلام نزد آمدہ گفت کہ حق تعالیٰ بفرمائید کہ حق خویشاں بدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ خویشاں من کیستند و حق ایشاں چیست جبرئیل علیہ السلام گفت کہ فاطمہؑ است حوائط فدک را بادہ و آنچہ از خدا و رسولؐ است در فدک ہمہ باُ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہؑ را بخواند و برائے اُو حجتی نوشت واں وثیقہ بود باو بعد از وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ آوردہ ایں کتاب رسولِ خداؐ ست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ برائے من و حسنؑ و حسینؑ نوشتہ است۔ معارج النبوۃ رکن چہارم صـ۲۲۷ تاریخ حبیب السیر جلد ا جزو سوم صـ۸۵۔ یہ ہے عبارت جس کو شیعہ حضرات پیش کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ نے ہبہ لکھ کر دے دیا تھا۔ اس نوشتہ رسولؐ کی جو مسلمانوں نے قدر و عزت کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بتولؑ پہلو پر ہاتھ رکھ کر اس دنیاء فانی سے کوچ کر گئی۔

میں اصل عبارت نقل کرتا ہوں کہ اس وثیقۂ رسولؐ کا کیا حشر ہوا۔ چنانچہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون فی سیرت الامین المامون المعروف سیرت حلبیہ جلد ۳ صـ۳۶۱ ناقلاً عن سبط ابن جوزی ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتا ہے وَ فِیْ کَلَامِ سبط ابن الجوزی اِنَّہٗ کَتَبَ لَھَا بِفَدَكَ وَ دَخَلَ عَلَیْہِ عُمَرُ فَقَالَ مَا ھٰذَا فَقَالَ کِتَابٌ کَتَبْتُہٗ لِفَاطِمَۃَ

بِمِيْرَاثِهَا مِنْ اَبِيْهَا فَقَالَ مِمَّاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ قَدْ حَارَبَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى ثُمَّ اَخَذَ عُمَرُ الْكِتٰبَ فَشَقَّهٗ۔ سبط ابنِ جوزی کے کلام میں ہے کہ ابوبکر نے وثیقہ فدک کا لکھا مگر اتنے میں عمر آگئے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ ابوبکر بولے میں نے فدک فاطمہؑ کو لکھ دیا ہے۔ عمر بولے تو پھر تم مسلمانوں پر خرچ کیا کروگے حالانکہ عرب تیرے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ پھر عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور چاک کردیا یعنی پھاڑ ڈالا۔

بحوالہ تزئین فدک صلا۔ اب مسلمان فیصلہ کریں کہ اس وثیقہ کو پھاڑنے والے بزرگ نے بتولؑ کو ناراض کیا کہ نہیں اور اگر بتولؑ کو ناراض کیا ہے تو حدیث رسولخداؐ کو ذہن میں جگہ دو۔ جس نے بتولؑ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ بس بتولؑ کے غضب ناک ہونے سے محمد مصطفےٰؐ غضب ناک ہوگئے تو نتیجہ کیا نکلا۔ یہی تو نتیجہ برآمد ہوا کہ انہوں نے رسولخداؐ کے فیصلہ کا احترام نہیں کیا۔ اب وہی آیت دوبارہ پڑھ لو کہ خدا کی قسم کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ آپ کے ہر حکم کو ایسا تسلیم نہ کرے جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہے۔ صلوات۔

اب آخری فیصلہ بھی سن لو۔ صحیح مسلم جلد ۲ صلا۹ میں ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ فدک کے بارے میں ابوبکر سے رنجیدہ خاطر ہوگئیں۔ راوی کہتا ہے کہ جناب زہراؑ نے ابی بکر سے قطع تعلق کرلیا اور مرتے دم تک ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ حالانکہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب سیدہ فوت ہوئیں تو ان کو ان کے شوہر جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے رات کے وقت دفن کیا اور اس جنازے کی اطلاع حضرت علیؑ نے ابوبکر کو نہ دی بلکہ بنت رسولؐ پر خود نماز جنازہ پڑھی۔ ماخوذ فلک النجاۃ ص۲۸۹ اور بخاری جلد ۳ صلا۳۹ مطبع مصر پہ الفاظ ہیں۔ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا اَبَا بَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا۔ مسلمانوں نے بتولؑ کا صرف ایک دعویٰ فدک کا نہیں ٹھکرایا بلکہ بتولؑ کے تین دعوے رد کئے گئے۔ پہلا دعویٰ ہبہ کا تھا جو نبیؐ کا نوشتہ قبول نہ ہوا اور اُسے پھاڑ گیا۔ دوسرا دعوے میراث کا تھا جسے حدیث لانورث نے ڈوبی۔ تیسرا دعویٰ خمس کا تھا جو کامیاب نہ ہوسکا۔ ان تینوں دعوؤں میں بتول قرآن پڑھتی تھی اور مسلمان جنہوں نے کل رسولخداؐ کی محفل میں فخر سے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ آج کتاب سے جواب نہ دے سکے بلکہ موضوع اور من گھڑت حدیث کا سہارا لے کر اپنا۔۔۔

ہزار ماتم جناب سیدہ

نکال ۔ بیٹے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بتولؑ نے فدک طلب کرکے دنیا والوں سے منوالیا کہ کل میرے باپ نے جو کہا تھا کہ اے میرے صحابیو کاغذ قلم دوات لے آؤ کہ میں ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ اور تم نے کہا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے ۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے تھے تو میرے دعوے کا جواب مجھے قرآن سے دو۔ الفاروق صلاا شبلی نعمانی ۔ اسلام کے مہر و مہ بزرگوں نے کہا نہیں بی بی ہمیں قرآن کافی نہیں حدیث کی بھی ضرورت ہے ۔ میں آج کے مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ آج قرآن تمہارے پاس ہے کہ نہیں اور تم تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہو یا نہیں اور ان تہتر فرقوں سے بہتر گمراہ ہیں کہ نہیں ۔ اب تو کہا کرو کہ ہم نے ۔ مولٰنا کے سامنے غلطی سے کہا تھا کہ کتاب کافی ہے آج ایک فرقہ اہلِ قرآن کہلاتا ہے اور اُسے مسلمان بے دین کہتے ہیں ۔ اگر آج کوئی کہے کہ قرآن کافی ہے تو ملاں کے نزدیک وہ بے دین تو حضورؐ کے زمانے میں حضور کے سامنے جو کہے کہ ہم اہلِ قرآن ہیں اُسے کیا کہو گے ۔ قدرت نے حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں کا جواب ان کے گھر سے دلوا دیا کہ ان میں ایک فرقہ اہلحدیث پیدا ہو گیا جو کہتے ہیں کتاب کافی نہیں ہے ہمیں حدیث کی بھی اشد ضرورت ہے ۔

حسبنا کتاب اللہ

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں فدک کا جواب قرآن سے پیش کرتا ہوں کہ بتولؑ کا حق نہیں تھا ۔ میں نے عرض کی مولانا کیا آپ اکابر صحابہ سے زیادہ فاضل ہیں ۔ جب وہ بزرگ قرآن کی آیت نہ پیش کر سکے تو آپ کون ہیں قرآن پیش کرنے والے ۔ پہلے ان سے فاضل ہونے کا دعوےٰ کریں بعد میں آیت کا نام لیں ۔

جاہل کی بات ۔ نہ پھول نہ پات ۔ چلو ساری دنیا مل کر آج قسمت آزمائی کر کے کوئی آیت پیش کر دے کہ فدک بتولؑ کا حق نہ تھا ۔ ہرگز نہ کر سکو گے ۔ بس بتولؑ کو غضب ناک کرنے والے نے رسولؐ کو غضب ناک کیا ۔ صلوات ۔ مسدس ۔

مسدس

حیدرؑ کی جائے نماز ردائے بتولؑ ہے — قولِ نبیؐ سے فرض ولائے بتولؑ ہے
اُمّ الکتاب محوِ ثنائے بتولؑ ہے — قرآں کی ابتدا میں بائے بتولؑ ہے
حیدرؑ سمیت فاطمہؑ راس الکتاب ہے — بائے بتولؑ نقطۂ با ، بو تراب ہے

ہاں میں حضورؐ کے فرمان واجب الاذعان کی تشریح کر رہا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنے اہلبیتؑ، تاجدارِ رسالتؐ کے زمانے میں تین گروہ تھے ۱۔ صحابی ۲۔ اہلبیتؑ ۳۔ ازواجِ رسولؐ۔ پس اہلبیتؑ کو مفسرِ قرآن بنا کر صحابہ اور ازواج میں چھوڑا کیوں چھوڑا تاکہ انہیں گمراہی سے بچائیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ اور ازواج کی حفاظت درکار تھی کہ کہیں گمراہ نہ ہو جائیں اور اہلبیتؑ اور قرآن پر کامل یقین تھا کہ وہ گمراہی سے بچا سکتے ہیں تو نتیجہ نکلا کہ گمراہ ہونے والے اور ہیں اور گمراہی سے بچانے والے اور ہیں۔ صلوات۔ اسی لئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا لَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی حُبِّ عَلِیِّ ابْنِ اَبِی طَالِبٍ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ ینابیع المودۃ ص۲۵۱ اگر دنیا علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ صلوات۔

میں اسی حدیث کی تشریح اپنے رنگ میں پیش کرتا ہوں۔ سنو! جنت ایک ایسی پاک جگہ ہے کہ وہاں کوئی گناہ نہیں جا سکتا۔ جب جنت حضرت آدمؑ کے ترکِ اولیٰ کی متحمل نہ ہو سکی تو اور کون ہے جو گناہ کر کے جنت میں جا سکے۔ مسلمانو! جنت میں بدی نہیں جائے گی اور جہنم میں نیکی نہیں جائے گی۔ روایت میں ہے کہ اگر کسی مومن کے دامن میں ایک نیکی ہوئی تو جہنم عرض کرے گی پالنے والے اس مومن کو روک لے۔ اس کی نیکی میری آگ کو بجھا رہی ہے۔ ہاں، جہنم میں نیکی نہیں جائے گی اور جنت میں بدی نہیں جائے گی تو بتاؤ ہمارے پاس نیکیاں بھی ہیں اور بدیاں بھی ہیں۔ تو کہاں جاؤ گے۔ ہر مسلمان کے پاس دونوں چیزیں ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ میرے پاس چھ کروڑ بدیاں ہیں یا اس سے بھی میں نے زیادہ گناہ کئے ہیں (پالنے والے بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ میرے گناہ معاف فرما)، مگر میں نے چھ تو نیکیاں بھی کی ہوں گی۔ کبھی تو میں نے یہ بھی کہا ہوگا کہ حسینؑ! تیرے اُجڑنے کا بڑا ارمان ہے۔ بتول تیرا مسلمانوں کے دربار سے خالی واپس آنے کا ہمیں بڑا دکھ ہے۔ کبھی تو میں نے کلمہ طیبہ بھی پڑھا ہوگا تو معلوم ہوا کہ میرے پاس زیادہ گناہ ہیں اور کم نیکیاں۔ اسی طرح میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کے پاس چھ کروڑ نیکیاں ہیں مگر ملّاں معصوم تو نہیں چھ تو بدیاں بھی کی ہوں گی۔ کبھی تو مسجد کی محراب میں کچھ کیا بھی ہوگا تو ملّاں کے پاس نیکیاں زیادہ بدیاں کم ہیں۔ دونوں چیزیں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ہر انسان کے پاس

حدیث ثقلین

جنت و جہنم

نیکیاں اور بدیاں دونوں چیزیں ہیں مگر غور طلب امر یہ ہے کہ یہ انسان کہاں جائے گا۔ جنت میں بدی نہیں جائے گی اور دوزخ میں نیکی نہیں جائے گی۔ کہاں جاؤ گے (آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا) اس کے پاس تو کوئی چیز ایسی ہونی چاہیئے کہ یا تو ساری نیکیاں بن جائیں یا تمام کی تمام بدیاں بن جائیں۔ اب میں رسولِ خدا کی حدیث پیش کرتا ہوں۔ حُبّ عَلِیؑ یَاکُلُ الذُّنُوبَ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الحَطَبَ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۱ مودۃ القربیٰ صفحہ ۵۔ علیؑ کی محبت گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ تشریح۔ سنو۔ میں صرف چھ نیکیاں اور چھ کروڑ بدیاں لے کر مرا مگر جاتے ہوئے ولائے علیؑ کی شمع لے کر قبر میں گیا۔ میں پڑا رہا اور علیؑ کی ولا میرے گناہ جلاتی رہی۔ قیامت کو اٹھا میرے گناہ جل چکے تھے۔ سیدھا جنت میں چلا گیا۔ صلوات ملاں چھ کروڑ نیکیاں لے کر مرا مگر بغضِ علیؑ کی آگ سینے میں لے کر مرا۔ ملاں مرا رہا اور نیکیاں جلتی رہیں۔ قیامت کو اٹھا نیکیاں جل چکی تھیں۔ صرف چھ بدیاں تھیں۔ سیدھا جہنم چلا گیا۔

وُجُوہٌ یَّومَئِذٍ خَاشِعَۃٌ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً پارہ ۳۰ رکوع ۱۳ کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں۔ عمل کرنے والے محنت کرنے والے داخل ہوں گے جلتی آگ میں۔ میں عرض کرتا ہوں پالنے والے تو عادل ہے۔ یہ عبادت کرنے والے محنت کرنے والے کیوں دوزخ میں تشریف لے جا رہے ہیں تو حدیثِ رسولؐ نے یہ رہبری کی۔ حُبُّ عَلِیٍّ حَسَنَۃٌ لَا یَضُرُّ مَعَھَا سَیِّئَۃٌ وَ بُغْضُہٗ سَیِّئَۃٌ لَا تَنْفَعُ مَعَھَا حَسَنَۃٌ مودۃ القربیٰ صفحہ ۵۲ علیؑ کی محبت ایسی نیکی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور علیؑ کا بغض ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ صلوات۔ رباعی۔

جس کے دل میں نئے ظلم کا ارادہ ہے — اس کیلئے دوزخ کا در کشادہ ہے

بغضِ علیؑ میں جس نے اپنا دہن کھولا — وہ بندہ یقیناً حرام زادہ ہے

نعرۂ حیدری۔ یا علیؑ یا علیؑ یا علیؑ۔

میرے مولا حیدرِ کرارؑ کی ولا پر ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ امیر تیمور سے ایک قاری جسے تیمور لنگ کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس سے اچھی خاصی دشمنی تھی اور امیر تیمور

رباعی

کی قبر سے گزرتے ہوئے یہ آیت پڑھتا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسے پکڑو اور جہنم کا طوق پہنائے اور اسے دوزخ میں داخل کرو۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولِ خدا کی محفل میں تمر تنگ بیٹھا ہوا ہے اور میں نے اُسے پکڑ کر اٹھانا چاہا کہ اس محفل سے اُٹھ تو دشمنِ خدا اور رسولؐ ہے۔ نبیِ اکرمؐ نے فرمایا قاری اُسے چھوڑ دے۔ یہ میری اولاد کا حبدار ہے۔ اس کے گناہ دلائے اہلبیتؑ نے جلا دیئے ہیں۔ کتاب جلاء العیون جلد ۲ ص۴۷۔ براہینِ ماتم ص۹۵ بحوالہ الصواعقِ محرقہ ص۱۴۷۔ اسی طرح ہماری کتاب جامع الاخبار کے ص۱۴۱ پر ہے کہ ایک گنہگار اپنے گناہوں کی شامت سے جہنم میں ستر حقب جلے گا اور ایک حقب ستر برس کا ہوگا۔ آخر تنگ آکر وہ گنہگار بندہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرے گا پالنے والے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا واسطہ مجھے عذاب سے رہائی عطا فرما۔ قدرت کی آواز آئے گی جبرئیل میرے اس بندے کو جہنم سے نکال کر جنت میں جگہ دے دو۔ جبرئیلؑ عرض کریں گے میرے اللہ میں آگ میں کیسے جاؤں حکم ہوگا میں نے تیرے لئے دوزخ کو سرد کر دیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ عرض کرے گا بارِ الٰہا وہ تیرا بندہ کس مقام پر ہے۔ حکم ہوگا کہ تعرِ سجین میں ہے۔ اے جبرئیل میرے بندے کو میرا پیغام پہنچانا کہ اگر تو ان ذواتِ مقدسہ کا نام نہ لیتا تو میں تجھے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رکھتا۔ بس ان کے بارے میں میں نے اپنے اُوپر واجب کر لیا ہے کہ جو بندہ بھی مجھے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے گا میں اُس کو بخش دوں گا۔ صلوات۔

مسلمانو تم تمام سُنّی شیعہ کربلا کے میدان کے اشقیاء کو دوزخی بے دین۔ ملعون۔ کافر اور بے ایمان کہا کرتے ہو۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ نماز کے تو اتنے پابند تھے کہ نواسۂ رسولؐ کو شہید کرنے کے بعد شمرِ لعین نمازِ جمعہ کی امامت کر رہا ہے۔ سینکڑوں ان میں قرآن مجید کے حافظ تھے۔ سارے روزے دار تھے۔ ریش دراز تھے۔ اکثر حاجی تھے۔ نمازی تھے۔ صحابی تھے صحابی زادے تھے شب بیدار تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم انہیں بے دین بے ایمان کہتے ہو۔ یہی وجہ تباؤ گے کہ محمدِ مصطفیٰ کی آلِ پاک کے دشمن تھے۔ علامہ عبدالرحمٰن لکھنوی کتاب انوار الرحمٰن میں لکھتا ہے کہ جب شمرِ لعین امامِ مظلوم کا سر قلم کرنے لگا تو کسی نے کہا اوبے حیا شمرِ لعین خدا کا خوف کر یہ نواسۂ رسولؐ ہے۔ جگر گوشۂ علیؑ و بتولؑ ہے۔ یہ سیّدا شباب اہل الجنۃ ہیں۔ اس پر ظلم کرنا

محمد و آل محمد کا واسطہ

شمر کا واقعہ

خدا رسولؐ پر ظلم کرتا ہے۔ کیوں خدا کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر شمرؔ نے ایک دستاویز نکالی جس پر تین صد ساٹھ علماء کے دستخط تھے کہ حسینؑ نے اولی الامر سے بغاوت کی ہے۔ لہٰذا اسے قتل کرو اس کے بچوں کو تین دن کا بھوکا پیاسہ شہید کردو۔ اس کی بہو بیٹیوں کی چادریں چھین لو۔ ان کے خیام کو آگ لگا دو۔ ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا دو اور محمدؐ کی بیٹیوں کو بازاروں اور درباروں میں پھراؤ۔ ماخوذ اسرار الشریفہ ص۸۵ یہ ہے سابقہ مسلمانوں کی حالت وروش اور سلوک اولادِ رسولؐ اللہ سے کربلا کے میدان میں حق و باطل کا وہ معرکہ ہوا کہ قیامت تک اچھے بُرے نیک و بد کا معیار دنیا میں قائم ہو گیا۔ اور ہر انسان نے اپنی بساط کے مطابق اس میں حصہ لیا۔

آج مجھے اُمّ البنینؑ کے لال حسینؑ کے قوتِ بازو، سیدانیوں کے پردے کے ضامن بتولؑ کی دعاؤں کے نتیجے علیؑ عقیلؑ کی تجویز کے ثمر جناب قمرِ بنی ہاشم کی شہادت کو تفصیل سے عرض کرنا ہے۔ شعر

اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر
عباسؑ کی وفا کے ہیں جھنڈے گڑے ہوئے

روایت میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیلؑ سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ دلیر اور شجاع ترین خاندان عرب میں شادی کروں میرے لئے خاندان کا انتخاب کرو تاکہ اس سے بہادر اولاد پیدا ہو۔ جنابِ عقیل نے عرض کی کہ اس مقصد کے لئے بنی کلاب کی ام البنین سے شادی کیجئے۔ کیوں کہ عربوں میں اُن کے آبا و اجداد سے زیادہ کوئی شجاع دلیر نہیں ہے۔ چنانچہ آنجنابؑ نے اس طرح کی تجویز کو قبول فرما کر جناب ام البنین سے شادی کی۔ یہ خاندان تمام عرب میں صف شکنی اور شیر افگنی میں مشہور تھا۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت ام البنین جناب امیر المومنینؑ کے خانۂ اقدس کے دروازے پہنچیں تو دروازہ اقدس پر کھڑی ہو گئیں اور جنت البقیع کی طرف منہ کر کے روح حضرت سیدہ طاہرہ سے خطاب کر کے عرض کیا کہ اے سیدہ طاہرہ مجھے حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰؑ علیہ السلام نے آپ کی اولاد کی کنیزی و غلامی کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ کہیں آپ یہ خیال نہ فرمادیں

کہ میں آپ کی سوکن بن کے آئی ہوں۔ نہیں سیدہؑ میں آپ کی کنیز بن کے آئی ہوں۔ اے سیدہؑ میں اپنی غلامی کی قسم کھا کر وعدہ کرتی ہوں کہ قیامت تک میری کنیزی کے تذکرے کتبِ دنیا کی سطروں میں سنہری حروف میں نظر نہ آئیں تو اُم البنین نہ کہنا۔ اس کے بعد جنابِ اُم البنین نے جن کا نام آج فاطمہ بنت حزام بن خالد ربیعہ بن عامر الکلابی تھا اذنِ دخول پڑھا اور ادب سے خانۂ بتولؑ میں قدم رکھا۔ روحِ بتولؑ نے اُم البنین کے اس طریقہ کو دیکھ کر عظمتِ دُعا سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام البنین نے تشریف لا کر سب سے پہلے عرض کی۔ یا ابا الحسنؑ فرماویں اولادِ رسولؐ کہاں تشریف فرما ہیں۔ جنابِ امیرؑ نے بتولؑ کے حجرے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جنابِ ام البنین حجرے کی طرف تشریف لائیں کیا دیکھا کہ چاروں بہن بھائی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آج نئی ماں آرہی ہے۔ خدا جانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے کیونکہ اولادِ رسولؐ تحقیق سے ماؤں کی کیفیت اور حالات ملاحظہ فرما چکے تھے کہ اگر ایک طرف جنابِ اُم سلمہؓ جیسی کریم ماں موجود ہے تو دوسری طرف حضرت عائشہ جیسی ماں بھی نظر آرہی تھی۔ کہتے ہیں کہ جنابِ اُم البنینؓ نے بڑھ کر حضرت زینبؑ کے قدموں پر سر رکھا اور ہاتھ جوڑ کر فرمایا شہزادی خیال نہ کرنا کہ میں آپ کی ماں بن کے آئی ہوں۔ نہیں زینبؑ میں آپ کی کنیزی کے لیے تجویز کی گئی ہوں۔ دخترِ رسولؐ خدا کی قسم کنیزی کا حق میں وہ ادا کروں گی کہ قیامت تک دفترِ دنیا میں ہمارا نام چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ زینبؑ اگر خدا نے مجھے اولاد عطا کی تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ہمیشہ اُن کی نگاہ آپ کے پائے اقدس پر رہے گی کیوں کہ شرفا ء مالک اور غلام میں تمیز کو اپنی سعادت سمجھا کرتے ہیں۔

عزادارو! بس وعدہ ہوگیا کہ آج سے ام البنینؓ کی خدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تاریخ گواہ ہے حضرت اُم البنین نے جنابِ بتولؑ کے بچّوں کی وہ غلامی کی کہ جس طرح جنابِ سیدہ طاہرہ فرمایا کرتی تھیں کہ جنابِ اُم سلمہ مشفقانہ سلوک نے مجھے میری حقیقی ماں بھلا دی اُسی طرح اُم البنینؓ نے حضرتِ حسنینؑ اور زینبؑ و اُم کلثومؑ کو جنابِ بتولؑ کے ناز و انداز بھلا دیئے اس ماں کو اللہ تعالیٰ نے ۲۶ ہجری چار شعبان مطابق ۱۸ مئی ۶۴۷ء یوم یکشنبہ کو عباسؑ جیسے

بچے سے سرفراز فرمایا۔ ذکر العباس ص۱۴۱۔ عباسؑ کی ولادت کی خوشی میں حسینؑ مسرور تھے۔ اور زینبؑ و کلثومؑ فرحاں و شاداں تھیں۔ اس معصوم کو ماں نے کچھ اس انداز سے وصیت فرمائی کہ اس پیکرِ وفا نے ساری زندگی اپنے کو غلام کہلانا فخر سمجھا اور ہمیشہ حسنین علیہما السلام کی محفل میں غلاموں کی طرح نظر آتے تھے اور اگر کبھی زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ کے سامنے آنے کا موقعہ ملتا تو عباسؑ کی نظر رسولؐ اللہ کی بچیوں کے قدموں پر ہوا کرتی تھی۔

بیداری

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ امامِ حسینؑ نے حضرتِ عباسؑ کو آواز دی تو حضرت عباسؑ فوراً خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی نگاہ اپنے وفادار بھائی کے چہرے پر پڑی اور رونا شروع کر دیا۔ جنابِ عباسؑ ڈر گئے کہ شاید کوئی گستاخی ہوگئی ہے ہاتھ باندھ کر عرض کی مولا کیا غلام سے کوئی آنجناب کی طبع کے خلاف کوئی حرکت ہوگئی ہے۔ امامؑ نے فرمایا نہیں عباسؑ بلکہ ایک زمانہ یاد آیا ہے کہ آج تو میری آواز پر تو جلدی پہنچ گیا مگر عباسؑ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میں تجھے آواز دوں گا تو مجھے جواب تک نہ دے گا۔ رعب و جلالت امامت کی وجہ سے عباسؑ زمانہ کا تعین نہ کرا سکے۔ اپنے ہی دل میں خیال کیا کہ شاید میں سو جاؤں گا اور امام آواز دیں گے اور میں نیند کی وجہ سے حاضر ہونے سے محروم رہوں گا۔ بس اتنا سوچ کر جنابِ عباسؑ نے سونا چھوڑ دیا کہ کہیں امامؑ کے حکم پر عمل کرنے سے محروم نہ رہ جاؤں۔ کہتے ہیں کہ سات روز حضرت عباسؑ کو بیداری ہی میں گذر گئے تو کہیں سے اس واقعہ کا علم جنابِ اُمِّ کلثومؑ کو ہوگیا۔ انھوں نے

مسلسل بیداری

جنابِ زینبؑ کو بتلایا کہ کافی دنوں سے بھائی عباسؑ نہیں سوئے اور ان کی آنکھیں نیند کی زیادتی کی وجہ سے نہایت ہی سُرخ ہیں۔ اس واقعہ کو سُن کر جنابِ زینبؑ نے عباسؑ کو بلایا۔ جب حضرت عباسؑ بی بی عالیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سر جھکا کر کھڑے ہوگئے۔ جنابِ ثانیٔ زہراؑ نے فرمایا عباسؑ میری طرف دیکھو۔ حضرت عباسؑ کی نظر ادب کی وجہ سے رسولؐ زادی کے پائے اقدس پر رہی۔ جب جنابِ زینبؑ نے دوسری مرتبہ ذرہ بلند آواز سے فرمایا عباسؑ سُنتے نہیں ہو میری طرف دیکھو۔ عباسؑ نے اسی حالت میں روتے ہوئے فرمایا کہ شہزادی، ماں نے منع فرمایا ہے۔ اتنا سُن کر حضرت زینبؑ نے فرمایا۔ عباسؑ تمہیں میرے حق کی قسم میری طرف دیکھو۔ عزادارو! عباسؑ نے مڑ کر ماں کی طرف دیکھا۔ اماں حکم کر اب کیا کروں تو ماں نے ایک

مرتبہ دیکھنے کی اجازت دی۔ جنابِ زینبؑ نے عباسؑ کی آنکھوں پہ نگاہ ڈالی تو گھبرا کر عباسؑ کا بازو پکڑ کر ماں جائے وِیرِ حسینؑ کے پاس تشریف لائیں۔ حسینؑ نے جز ثانیٔ زہراؑ کو اس حالت میں دیکھا تو تعظیم کے لیئے کھڑے ہو گئے۔ جنابِ زینبؑ نے فرمایا حسینؑ آپ نے میرے وِیرِ عباسؑ کو کیا کہا ہے جو عباسؑ سات دن سے نہیں سوئے۔ بس اتنا سننا تھا کہ امام حسینؑ نے بھائی کو گلے لگایا اور رو کر فرمایا عباسؑ وہ زمانہ بڑا دُور ہے کہ میں آواز دوں گا اور تو جواب نہ دے سکے۔

جنابِ علامہ حسین بخش صاحب نے اصحاب الیمین کے صلا پر ایک عجیب سا واقعہ تحریر کیا ہے کہ ایک روز مسجدِ کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ کی نگاہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام پر پڑی آپ نے قنبر کو فرمایا کہ حسینؑ کو پیاس معلوم ہوتی ہے جلدی پانی لاؤ۔ یہ آواز عباسؑ نے بھی سُن لی۔ دوڑ کر گھر تشریف لائے اور ماں سے پانی کا جام طلب کیا کہ مجھے جلدی پانی دیجئے کیوں کہ میرا آقا حسینؑ پیاسا ہے اور بابا نے قنبر کو پانی لانے کا حکم دیا ہے میں نہیں چاہتا کہ حسینؑ کا سقہ میرے سوا کوئی اور ہو جائے پس قنبر سے پہلے آپ نے پانی پیش کیا۔ کہتے ہیں کہ جنابِ امیرؑ کی نگاہ جو حضرت عباسؑ کے بازو پر پڑی تو رونا شروع کر دیا اور کہا بیٹا خدا کرے آپ کے بازو سلامت رہیں تا کہ اولادِ رسولؐ پیاسی نہ رہے۔

حضرت عباسؑ کربلا کے میدان میں ہی نبرد آزما نہیں ہوئے بلکہ اس سے پہلے جنگِ صفین میں بھی دشمن کے مقابلہ میں جوہرِ ہاشمی دکھلا چکے تھے جیسا کہ کبریتِ احمر جلد ۳ صفحہ ۲۷ سے منقول ہے کہ جنگِ صفین میں جب معاویہ نے لشکرِ علیؑ پر پانی بند کیا ہوا تھا تو حضرت عباسؑ لشکرِ شام پر حملہ کرنے میں حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ تھے۔ مروی ہے کہ جنگِ صفین میں ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ کے لشکر سے ایک نقاب پوش جوان نکلا جس سے ہیبت و شجاعت کے آثار نمایاں تھے اور اس کی سولہ سال کے لگ بھگ عمر معلوم ہوتی تھی۔ گھوڑے کو میدان میں جولان دے کر مبارز طلبی کی۔ معاویہ نے ابو شعثاء کو مقابلہ کے لیئے حکم دیا تو اس نے جواب دیا کہ شامی لوگ مجھے ایک ہزار جوان کے مقابلہ کا پہلوان سمجھتے ہیں تو مجھے ایک بچے کے مقابلہ میں بھیجتا ہے میرے سات فرزند موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کو بھیجتا ہوں جو اس کے لیئے کافی ہوگا۔ پس اس نے اپنے ایک لڑکے کو بھیجا لیکن آتے ہی فی النار ہوا پھر باقی چھ بھی ایک دوسرے کے بعد

آتے رہے اور واصلِ جہنم ہوئے۔ جب ابوشعثا کے ساتوں بیٹے جہنم روانہ ہوئے تو دنیا اُس کی نظروں کے سامنے تاریک ہوگئی۔ بل کھاتا ہوا جوشِ انتقام میں آگے بڑھا لیکن آتے ہی دربانِ جہنم کے حوالے ہوا۔ اس کے بعد کسی شامی میں یہ جرأت نہ رہی کہ مقابلہ کے لیے آگے بڑھے تو اس جوان نے گھوڑے کی باگ واپس موڑ دی۔ حضرتِ امیرؑ کے تمام صحابہ محو حیرت تھے کہ یہ کون جوان تھا جس کی شجاعت نے دونوں لشکروں کو بحرِ حیرت میں غرق کر دیا ہے پہچانا اس لیے نہ تھا کہ انہوں نے اپنے چہرۂ انور پر نقاب ڈالا ہوا تھا۔ جب واپس آئے اور حضرت امیر علیہ السلام نے بلایا اور نقاب کو ان کے چہرۂ نورانی سے ہٹایا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ قمرِ بنی ہاشمؑ تھے۔ (ماخوذ اصحاب الیمین ص۱۱۰)۔ منقول ہے کہ اسی جنگِ صفین میں جب حضرت عباسؑ لڑتے لڑتے معاویہ کی فوج میں گھس گئے تو حضرت عمار یاسر کو فکر ہوئی کہ شہزادہ دشمنوں میں گھِر گیا اور گھبرا کر کہا کہ اب شہزادے کی خیر نہیں اور حضرت امیرؑ سے شہزادے کے گھِر جانے کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جس طرح بادلوں سے چاند نکلتا ہے اسی طرح فوج کو چیرتا ہوا شہزادہ برآمد ہوا تو جناب امیرؑ نے فرمایا ھٰذا قمر بنی ہاشمؑ بس اس روز سے اس خطاب نے رواج پایا۔ حضرت عباسؑ جناب امام حسینؑ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اگر امامؑ کا پہرے دار نہیں تو عباسؑ پہرے دار نظر آتے ہیں اور اگر گھوڑا پکڑنے والا (سائیس) نہیں تو عباسؑ سائیس نظر آتے ہیں اور اگر سقہ نہیں تو مشکیزہ اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اگر فوج کا سپہ سالار نہیں تو علم کو سنبھالتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ عباسؑ ایک ایسی کامل اکمل شخصیت تھیں کہ بنی ہاشمؑ ان پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب زینبؑ فرمایا کرتی تھیں کہ جب کبھی مدینہ میں واقعۂ کربلا کا ذکر ہوتا تو وہ کہتی کہ جس بہن کا بھائی عباسؑ ہو اس بہن کو کیا فکر ہے کہ اس کی چادر لوٹی جائے گی اور سیدانیوں کو کہا کرتی تھی کہ عباسؑ کے ہوتے ہوئے کسی کی کیا طاقت ہے ہمارے خیام کے قریب آسکے۔

عزادارو! جب علم خالی واپس آیا تو جناب زینبؑ نے مستورات سے فرمایا سیدانیو! جس بھائی کے بھروسہ پہ میں تمہیں کربلا لائی تھی۔ وہ شہید ہوگیا۔ اب پردے کا ضامن کوئی باقی نہیں رہے۔ روایت میں ہے کہ ساتویں محرم کو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ خیامِ حسینی دریا کے کنارے

سے ہٹا دیئے جائیں تو امامؑ نے عباسؑ اور علی اکبرؑ کو حکم دیا کہ خیام اکھاڑ کر جہاں یہ کہتے ہیں وہاں لگا دو۔ یہ وقت حضرت عباسؑ کے لئے نہایت ہی مشکل اور دشوار تھا۔ آپ خیام بھی اکھاڑتے تھے اور روتے بھی تھے۔ جناب سکینہؑ کی نگاہ پڑی تو عرض کی چچا جان آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کی شہزادی آپ کے باپ کا حکم ہے کہ خیمے اکھاڑ لو۔ آپ مولاؑ سے اجازت لے کر دیں کہ حکم کریں کہ عباسؑ اشقیاء کو پیچھے ہٹا دو۔ فاطمہؑ کا لال ص۱۰۳۔ اصحاب الیمین ص۱۱۱۔ منقول ہے جب سوائے علی اکبرؑ کے تمام انصار و اعوان امام مظلومؑ کے شہید ہو چکے تو حضرت عباسؑ نے میدان کارزار میں جانے کی تیاری کی تو حضرت علی اکبرؑ سے فرمایا علی اکبرؑ میں ایک وصیت کرتا ہوں اگر پوری کرسکو تو آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ جناب علی اکبرؑ نے فرمایا چچا میں بھی آپ کے پیچھے آرہا ہوں آپ ارشاد فرمادیں کہ اگر ممکن ہوسکا تو ضرور وصیت پوری کروں گا۔ جناب عباسؑ نے فرمایا کہ علی اکبرؑ میں نے سنا ہے کہ اشقیاء کا منصوبہ ہے کہ فرزند رسولؐ کو قتل کرنے کے بعد ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ آپ میرے قتل ہونے کے بعد میری لاش کو اشقیاء کے حوالے کر دینا اور کہنا کہ میرے چچا کی لاش حاضر ہے جیسے جی چاہے گھوڑے دوڑا لو اور فرزند رسولؐ کی لاش پامال نہ کرنا۔ میں کہتا ہوں میرے مولا آپ نے تو بڑی کوشش کی مگر فرزند رسولؐ کی لاش پامالی سے نہ بچ سکی۔ مجالس الشیعہ ص۱۵۹۔ کلب حسین صاحب قبلہ۔

عزادارو! جب میرے مظلوم امامؑ کے تمام یار و انصار اپنی قربانیاں پیش کر چکے تو حضرت عباسؑ خدمت امامؑ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے مولا! مجھے اجازت دیجئے کہ میں مرنا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا عباسؑ تو میرے لشکر کا علمدار ہے۔ عرض کی مولا وہ لشکر ہی کہاں ہے جس کا میں علمدار ہوں مولا! اب تو آپ اور علی اکبر کے سوا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں خیام کی طرف سے آواز آئی عباسؑ ایک بار خیمہ میں تشریف لائیے۔ یہ سن کر حضرت عباسؑ خیمہ کے قریب پہنچے تو چالیس کے قریب بچوں نے آپ کو گھیر لیا اور حضرت سکینہؑ نے کہا چچا تین دن سے میرا بھائی علی اصغر پیاسہ ہے۔ آپ جیسا چچا ہونے کے باوجود میرا ویر پیاس سے بلک رہا ہے۔ جناب عباسؑ نے کہا شہزادی لاؤ مشکیزہ میں پانی کی کوشش کرتا ہوں۔ بس سکینہؑ نے مشکیزہ دے کر تاکید کر دی کہ میرے مشکیزہ کی لاج رکھنا۔ ابھی روانہ ہونے ہی والے

تھے کہ ثانیِ زہراؑ نے علم حوالے کر کے کہا عباسؑ ویر عباسؑ سنو۔ آج آپ علم کا خیال کریں۔ علم کو نیچا نہ ہونے دیں۔ قیامت تک تیرے علم کی تیری بہن زینبؑ ذمہ دار ہے۔

عزادارو! لاکھوں انسانوں نے علم اٹھائے ہیں مگر غازی نے چند لمحہ کچھ ایسے انداز سے علم اٹھایا کہ علم کے ساتھ نام کی نسبت ہو گئی۔ بس امامؑ سے اجازت پا کر غازی میدان میں تشریف لائے اور چار ہزار جوان جو نہرِ فرات پر پہرہ دار تھے ان کو ذوالفقارِ حیدریؑ سے کاٹتے ہوئے کشتوں کے پشتے لگائے اور اشقیاء کو ہٹا کر گھوڑا نہرِ فرات میں ڈال دیا۔ پھر اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا تمہیں اسی پانی پر ناز تھا جس پر اکیلے عباسؑ کا قبضہ ہے اور کوفیو! ہم مجبور نہیں ہیں بلکہ مامور ہیں یہ کہہ کر گھوڑے سے فرمایا۔ شعر ؎

تو پی لے اے فرس کہ تشنہ کام ہے

ہم پر تو بے سکینہؑ یہ پانی حرام ہے

بس مشکیزے کو پُر کر کے میرے مولا نے کاندھے پر ڈالا اور خیام کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے کہ اشقیاء نے حملہ کر دیا۔ آپ تلوار سے جنگ کرتے ہوئے خیامِ حسینیؑ کی طرف بڑھے۔ اس انداز سے جنگ کی کہ اسی ملاعین کو واصلِ جہنم فرمایا۔ حیدرِ کرارؑ کے فرزند کی تلوار کی تاب نہ لا کر تمام فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت عباسؑ فوجوں کو منتشر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ نوفل بن ارزق نے چھپ کر دائیں شانہ پر وار کیا آپ نے فوراً بائیں کاندھے میں مشکیزہ لے لیا۔ اس کے بعد جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھے کہ حکیم بن طفیل ملعون نے بائیں بازو پر چھپ کر وار کیا۔ آپ نے مشکیزے کا تسمہ منہ میں لیا اور گھوڑے کو مہمیز کیا تاکہ کسی طرح پانی خیام میں پہنچ جائے لیکن ایک ظالم نے مشک پر ایسا تیر مارا کہ مشک میں لگا اور پانی بہہ گیا۔ پھر ایک تیر آپ کے سینۂ مبارک پر لگا کہ آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے۔ پھر بنی دارم کے ایک شخص نے ایک گرز سے آپ کے سر پر وار کیا کہ جس سے آپ کا سر شگافتہ ہو گیا اس مقام پر آپ نے آواز دی۔ یا مولا ادرکنی۔

عزادارو! اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ میرے مظلوم امامؑ نے کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اَلْآنَ اِنْكَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِیْ ہائے میری کمر ٹوٹ گئی اور کوئی سہارا نہ رہا۔

لکھا ہے کہ میرے مولا اشقیاء سے جنگ کرنے کے بعد عباسؑ کی لاش پر پہنچے اور بھائی کی لاش پر گر گئے ۔ فرمایا اخی عباسؑ آنکھیں تو کھولو ۔ عرض کی مولا ایک آنکھ میں تیر لگا ہے اور دوسری آنکھ خون سے بھری ہے ۔ امامؑ نے خون صاف کیا اور عباسؑ نے آنکھ کھولی ۔

عزادارو ! میرے مظلوم امامؑ نے فرمایا ۔ عباسؑ میری ایک تمنا تو پوری کرو ۔ کہا مولا حکم کرو فرمایا عباسؑ ایک مرتبہ بھائی تو کہہ دو ۔ عرض کی مولا ! میں کنیز کا بیٹا ہوں اور آپ فرزندِ رسولؐ ہیں ۔ فرمایا عباسؑ تجھے میرے حق کا واسطہ ایک بار بھائی کہہ دو تاکہ میں بھی فخر کر سکوں کہ میں عباسؑ کا ویر ہوں ۔ عزادارو ! عباسؑ کے منہ سے نکلا ۔ ہائے میرے مظلوم ویر ہائے میرا پردیسی ویر خیمہ سے آواز آئی حسینؑ ! عباسؑ سے کہو کہ مجھے بھی ایک مرتبہ بہن کہہ کر پکارے ۔ عزادارو ! عباسؑ کی لاش تڑپ گئی اور آواز آئی ہائے میری پردیسن بہن ۔ ہائے میری غریب بہن ۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔

پندرھویں مجلس

تقیّہ اور متعہ کے اثبات میں آیات و روایات اور واقعات سیّد الشہداؑ کی اپنے شیعوں کو آخری وصیّت بسلطِ مصائب فاتح کربلا شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ پارہ ۹ رکوع ۲ ۔

پس نڈر ہو گئے مکر خدا کے سے پس نڈر نہیں ہوتے مکر خدا کے سے ۔ مگر قوم ٹوٹا پانے والی ۔
(ترجمہ رفیع الدین اہلسنت)

(۲) کیا وہ بے خطر ہیں اللہ کی گرفت سے، تو نہیں بے خطر ہوتے اللہ کی گرفت سے مگر وہ لوگ جو خسارہ پانے والے ہیں۔ (ترجمہ شیعہ مفسر علامہ حسین بخش صاحب)

انسان جس بھی نیک کام کے متعلق چاہے اس کا مذاق اڑا سکتا ہے۔ کیوں کہ ہر کام کے دو رُخ ہوا کرتے ہیں۔ مسجد میں جا کر خدا کو بھی راضی کیا جا سکتا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو بگلا بھگت بن کر لوٹا بھی جا سکتا ہے۔ حج کر کے خدا کی رضا بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور حاجی کے لباس میں مخلوقِ خدا کو دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے۔ داڑھی سنتِ رسولؐ بھی ہے جس کے رکھنے سے ثوابِ عظیم ہی ہے اور داڑھی کی آڑ میں مکر و فریب بھی ہوتا رہتا ہے۔ میں اس حقیقت کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرتا ہوں۔ سنو حدیث اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنُ۔ فرمانِ مصطفیٰ ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ کیوں مسلمانو اگر نماز مومن کی معراج ہے تو بتاؤ کیا صرف یہ معراج روح سے حاصل ہوتی ہے یا جسم کی بھی ضرورت ہے یقیناً معراج الصلوٰۃ جسم اور روح دونوں سے ہوا کرتی ہے تو اب بتاؤ جب معراج الصلوٰۃ روح اور جسم دونوں سے ہوتی ہے تو معراجِ مصطفیٰ بھی تو جسم اور روح سے ہوئی ہو گی۔ جہاں نماز کا یہ مقام ہے کہ اس سے معراج ہوا کرتی ہے وہاں قرآن مجید کا حکم بھی سنو۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ پارہ ۳۰ ع ۳۲۔ پس وائے ہے واسطے اُن نماز پڑھنے والوں کے وہ جو نماز اپنی سے بے خبر اور غافل ہیں۔ جو نماز حکمِ رسولؐ سے معراج تھی۔ وہ نماز قرآن مجید سے ذلیل ثابت ہو گئی۔

اور سنو حدیثِ قدسی ہے۔ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اُجَازِيْ بِهٖ۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی صرف اس کی جزا دوں گا۔ روزے کا اتنا ثواب ہے کہ ایک آیت اگر روزے دار تلاوت کرے تو پورے قرآن مجید کے ختم کا ثواب ہوتا ہے۔ روزے دار کا سانس تسبیح خدا کا ثواب رکھتا ہے۔ روزے دار کا سونا جاگنے والے عابد سے افضل و بہتر ہے۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا روزہ افطار کرانے کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ سائل نے عرض کی، یا رسولؐ اللہ ہم غریب لوگ تو اس سعادت سے محروم ہی رہے۔ فرمایا روزہ افطار کرانے سے بخل نہ کرو اگرچہ خرما کا ایک دانہ یا ایک گھونٹ پانی سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوسری طرف

حکم ہے رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ حَظُّهُ مِنَ الصَّوْمِ اِلَّا الْجُوْعَ وَالْعَطَشُ یعنی بعض روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے ان کا حصّہ سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی نہیں ہے۔ روایت میں ہے کہ حضور پُر نور نے ایک عورت کو دیکھا کہ روزے کی حالت میں وہ اپنی پڑوسن سے لڑ رہی ہے اور اُسے غیر مہذب الفاظ سے پکار رہی ہے۔ آنجنابؐ نے کھانا منگوا کر فرمایا لے اسے بھی کھالے اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا تو روزہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا اس طرح کی گفتگو سے ابھی تیرا روزہ نہیں ٹوٹا۔ ارے جہاں کھانے پینے سے روزہ باطل ہوتا ہے وہاں اس طرح کی فحش اور بیہودہ گفتگو سے بھی روزہ باطل ہو جاتا ہے۔

اور سنو قدرت کا ارشاد ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ پارہ ۴ رکوع ۱۔ بیت اللہ کا حج اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے جن لوگوں پر فرض ہے۔ حج کرنے سے ان کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جس طرح ماں کے پیٹ سے آج پیدا ہونے والا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ و آلہ المعصومین علیہم السلام ہر مسلمان مومن کو حج بجالانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔ جس حج کا اتنا ثواب ہے کہ حاجی کے سابقہ گناہ خداوندِ قدوس اپنے فضل سے معاف کر دیتا ہے ان حاجیوں کی کثرت کو دیکھ کر ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں امسال حاجی میدانِ عرفات میں معلوم ہو رہے ہیں۔ معصوم نے فرمایا انسانوں کی تو کثرت ہے مگر حاجی بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ شور و غل زیادہ مگر ذکرِ خدا کم ہے۔ ہر چیز کے دو رُخ ہوا کرتے ہیں۔ یہاں ایک واقعہ اور سُن لو قرآن مجید کا حکم ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ پارہ ۱۳ ع ۱۲۔ قربانی کے جانور اللہ کے شعائر ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ مسلمانو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دنبہ کی یادگار منانا قرآن مجید کی روشنی میں خیر ہی خیر ہے۔ تو فرزندِ رسولؐ کی یادگار منانے کا کیا مقام ہوگا؛ ہاں اگر حضرت اسماعیلؑ کی یادگار کا دنبہ نسبت سے شعائر اللہ ہو سکتا ہے تو حضرت امام حسینؑ کی یادگار عَلم۔ گھوڑا کیوں نہ شعائر اللہ ہوں گے۔ صلواۃ۔ رباعی ؎

رباعی

میں نے حق کو تیری عظمت کو بڑھاتے دیکھا　　دونوں سرداروں کو سر اپنا جھکاتے دیکھا
ایک آیا تیرے دروازے پہ درزی بن کے　　دوسرا مہرِ نبوّت پہ اٹھاتے دیکھا

(تصدق شیرازی)

سیاست

جس قربانی کو اللہ تعالیٰ شعائر اللہ فرار رہا ہے اُسی کے دوسرے رُخ کے بارے میں بھی قدرت کا ارشاد لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاءُھَا پارہ ۱۷ رکوع ۱۲۔ خدا کی بارگاہ میں گوشت اور خون کی کوئی رسائی نہیں ہے۔ تو گذارش کرنے کی غرض یہ ہے کہ ہر نیک کام کا دوسرا رُخ پیش کرکے ہر اچھے کام کا مذاق اڑایا جاسکتا ہے۔ المجالس المرضیہ ص۵۔ میں کہتا ہوں کائنات کی ہر چیز کی مخالف سمت کو سامنے رکھ کر اس کا مذاق اڑایا جاسکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان نے اتنی جسارت کی کہ دامنِ توحید بھی اس گرفت سے نہ بچ سکا۔ مملکتِ روس کے لاکھوں انسان فخر سے کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ملک سے خدا کو نکال باہر کیا ہے۔ اب ملاں کے خدا کی طاقت نہیں کہ ہمارے ملک میں گھس سکے۔ نعوذ باللہ۔ حقیقت ہے کہ اس طرح کی چیرہ دستی سیاسی بزرگ اور ملاں لوگ زیادہ کرتے ہیں۔ آج کے سیاسی لوگوں کا منشور اس طرح شروع ہوتا ہے کہ مخالف کے عیب بیان کرو اور ان کی خوبیوں کی بھی تاویل کرکے لوگوں کو ان سے نفرت دلاؤ اس کے برخلاف اپنے کمالات بیان کرو اور اپنے کھلے عیبوں کو اس رنگ میں قوم کے سامنے پیش کردو کہ دنیا سمجھے کہ یہی تمہاری سب سے بڑی خوبی ہے۔ بس اس دعویٰ کی دلیل کے لیے اورنگ زیب شہنشاہ ہندوستان کا حسنِ سلوک جو اس نے اپنے باپ اور بھائی دادا سے کیا تھا کافی ہے۔ کہ آج اورنگ زیبی مسلک کے لوگ اورنگ زیب اپنے باپ سے دشمن اور بھائی کے قاتل کو رحمۃ اللہ کے لقب سے سرفراز فرمایا کرتے ہیں۔ دوسری طرف مفتیانِ دین ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تاویل و تفسیر میں مہارت رکھتے ہیں۔ سو عام لوگوں کی چوری اور ہے اور مولوی صاحب کی چوری اور ہے

چوری

لوہار چوری کرے گا تو لوہا ہی چرائے گا۔ بڑھئی یعنی دھرکان لکڑی ہی چرا سکتا ہے کیوں کہ اس کا واسطہ لکڑی سے ہی ہوا کرتا ہے۔ سنار چاندی یا سونا چرائے گا۔ کریانہ فروش۔ تیل تمباکو یا نمک مرچ کی چوری کر سکے گا۔ مولوی صاحب کا چونکہ دین سے واسطہ ہوتا ہے وہ دین میں چوری کرے گا۔ اس دعوے میں ایک مفتیٔ اعظم کا واقعہ پیش کرتا ہوں جس کے بعد ہر صاحب

عقلِ سلیم فخر سے تسلیم کرسکے گا کہ میدانِ تاویل میں ملاں کے مقابلہ کا کوئی شہسوار نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص۳۰۳ پر تحریر فرمایا ہے کہ سفلی نے طیوریات میں ابنِ مبارک کی سند سے لکھا ہے کہ جب ہارون عباسی خلیفہ ہوا۔ تو اس کا دل اپنے باپ مہدی کی ایک کنیز پر آگیا جب ہارون نے اسے طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں تیرے باپ مہدی کی بیوی رہ چکی ہوں۔ کیا کوئی مسلمان اپنی ماں سے بھی ایسا فعل کرتا ہے۔ لیکن ہارون محبت کے ہاتھوں سے لاچار تھا۔ اس نے اپنے مذہب کے امام ابویوسف سے اس کے متعلق دریافت کیا تو قاضی ابویوسف نے فرمایا اے امیر اگر کنیز کوئی بات کہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ سچ ہی بولتی ہے۔ کیوں کہ کنیز کہاں کی پارسا ہے۔ ابنِ مبارک کہتے ہیں کہ میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں۔ آیا اُس بادشاہ اور خلیفے پر کہ جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا خون اور اموال ہیں مگر اس نے اپنے باپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا یا اس کنیز پر کہ جس نے امیر جیسے عظیم الشان خلیفہ تک کی بھی پرواہ نہ کی یا اس فقیہہِ زمانہ قاضیِ اسلام پر کہ جس نے خلیفۂ وقت کو ایسے گناہوں کی ترغیب دلائی۔ استغفر اللہ ربی۔ اسی کتاب کے ص۳۰۴ پر ہے کہ قاضی ابویوسف کو ایک لاکھ درہم انعام ملا تھا۔ بتاؤ مسلمانو جب دنیا کے سب سے بڑے قاضی کا یہ مقام ہے تو پھر اس کے شاگردوں کی کیا کیفیت و حقیقت ہوگی۔ صلوات

آج کا مناظر ملاں میدانِ حقائق سے فرار کر کے ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح میں مناظرہ جیت جاؤں تاکہ دنیا میں میری واہ واہ ہو جائے چاہے دین و ایمان تباہ ہو جائیں۔ جب حقائق سے بات کرنا نصیب نہ ہو تو غلط تاویلیں کر کے کذب بیانی کو زیبِ دہن فرما کر لوگوں کو وعظ فرماتا ہے کہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں یعنی جھوٹ ان کے دین کا جزوِ ایمان ہے۔ ار جھوٹ ہوتا ہی وہ ہے کہ دل میں جو کچھ ہو زبان پر اس کے خلاف کہنے کو ہی تو جھوٹ کہا جاتا ہے یعنی دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور کا نام ہی تو مذہب شیعہ ہے۔ مسلمانو! وہ مذہب کتنا بُرا ہوگا کہ جس میں جھوٹ بولنا جزوِ ایمان ہو۔ جواب۔ آج میں قرآنِ مجید سے تقیہ کے معنی اور حقیقتِ تقیہ کو عرض کرتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ حضرات خدا کو حاضر ناظر جان کر اہلِ انصاف ہو کر فیصلہ دینے کی کوشش کریں۔ قرآن سنو۔ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً" پارہ ۳ ع۱۰

ابو یوسف اور ہارون

تقیہ

مگر یہ کہ بچو تم ان سے تقیہ کر کے۔ کیوں بھائیو! خدا کا حکم تو ہے کہ ان سے تقیہ کر کے اپنے آپ کو بچا لو۔ ملاں کی مانیں یا خدا کی مانیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جس وقت اسلام میں اڑتیس آدمی داخل ہو چکے تو حضرت ابوبکر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلجاجت عرض کیا کہ آپ اسلام کو ظاہر فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر ہماری جمعیت بہت تھوڑی ہے حضرت ابوبکر اصرار فرماتے رہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تاریخ الخلفاء صـ۲۴۔ کیوں بزرگو اب فرماؤ کہ نبیٔ اکرم صلعم نے اسلام کو کیوں نہ ظاہر فرمایا۔ کیا آپ نے کفار سے تقیّہ تو نہیں کر رکھا تھا۔ اگر رسولِ خداؐ مصلحتِ وقت کے تحت حق کو چھپا کر تقیہ کر سکتے ہیں تو ہم بھی مصلحتِ وقت کے ماتحت تقیہ کر سکتے ہیں۔ صلوات۔

قرآن مجید کی دوسری آیت سُنیں۔ وَمَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ پارہ ۱۴ رکوع ۲۰ اور جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے پیچھے ایمان اپنے کے مگر وہ شخص کہ زبردستی کیا گیا اور دل اس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے۔ اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین کا بیان ہے کہ مشرکین مکہ نے حضرت عمارہ اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ کو اذیتیں دینا شروع کیں کہ کفر پر پلٹ جائیں۔ یہاں تک کہ عمار کا والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ ان اذیتوں کی تکالیف کو برداشت نہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اور عمار رضی اللہ عنہ ضعفِ جسمانی اور بے طاقتی اور ناتوانی کی وجہ سے کافروں کی ایذا نہ اٹھا سکے اور جس بات میں کافروں کی رضامندی تھی وہ کہہ دی کہ بَلْ اٰمَنْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ۔ مگر میں ایمان لایا سحر اور بتوں کے ساتھ۔ یہ خبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی کہ عمار نے طریق کفر اختیار کر لیا ہے اور اپنے دین سے بیزار ہو گیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ عمار تو سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون سے مل گیا ہے۔ یعنی اس کے باطن میں ایمان نے ایسی جگہ کر لی ہے کہ بیہودہ کہنے والے کی گفتگو سے اس میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ عمارؓ بھی روتے ہوئے حضرت ختمی مرتبت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ اپنے دستِ مبارک سے عمارؓ کے آنسو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے کیا ہے اِنْ عَادُوْا لَكَ فَعُدْ لَهُمْ اگر پھر تجھے مجبور کیا جائے تو پھر

عمار یاسرؓ

وہی کلمے کہہ دینا تفسیر قادری جلد ۱ ص۵۸۲ ۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ ص۲۱۲ بلکہ قرآن مجید کی ہر تفسیر میں یہ واقعہ آپ کو ملے گا کہ یہ آیۃ کریمہ حضرت عمارؓ جناب یاسر اور حضرت سمیہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمانو اگر حضرت عمارؓ تقیہ کر کے صحابی رسولؐ رہ سکتے ہیں تو ہم بھی تقیہ کر کے مسلمان رہ سکتے ہیں جو بھی فتویٰ حضرت عمار پر لگاؤ ہمیں بھی وہی فتویٰ اپنے لئے منظور ہے صلوات ۔

حزقیل

تیسری آیت قرآن پاک کی سنو وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ پارہ ۲۴ ع ۸ ۔ اور کہا ایک مرد نے حزقیل نجار ایمان والے نے لوگوں فرعون کے سے چھپاتا تھا ایمان اپنا۔ یہ آیت صریح نص ہے تقیہ پر تفاسیر میں ہے کہ جناب حزقیل فرعون کے چچا کا بیٹا تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے سو سال تک اپنا ایمان چھپائے رکھا۔ قرآن مجید کے سارقوں سے عرض ہے کہ اگر حضرت حزقیل سو سال تک تقیہ کر کے مومن رہ سکتا ہے اور قرآن پاک سے اپنے مومن ہونے کی نص حاصل کر سکتا ہے تو ہم بھی تقیہ کر کے قرآن پاک کی رو سے مومن رہ سکتے ہیں تفسیر عمدۃ البیان ۳ ص۱۶۹ ۔

رسول پاک

مسلمانو! اگر تقیہ حرام اور ناجائز ہے تو حضرت حزقیل مومن آلِ فرعون کیا ہوئے ۔ خود رسولِ خدا چالیس سال تک مکہ معظمہ میں تقیہ کر کے بیٹھے رہے ۔ ان کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے اور رسول اللہ کے صحابی حضرت عمارؓ کے بارے میں کیا بیان ہے ۔ یہ ہے وہ تقیہ جس کا ناداں مذاق اڑاتا ہے ان حالات کے پیشِ نظر میرے امام نے فرمایا اَلتَّقِيَّةُ دِينِي وَدِينُ آبَائِي تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے ۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ ص۱۶۹ ۔

حضرت علی علیہ السلام

عامۃ المسلمین کے راہنما فرمایا کرتے ہیں کہ شیعوں کے ایک امام حضرت علیؑ نے تو تقیہ کر لیا کہ اصحابِ ثلاثہ کے زمانہ میں خاموش ہو کر گھر بیٹھے رہے مگر حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں تقیہ نہ کیا بلکہ دین کی خاطر تمام گھر لٹا دیا اور اپنے بچے تک ذبح کرا دیئے، بہنیں قید ہو گئیں مگر یزید کی بیعت گوارا نہ کی بتاؤ شیعو ان دونوں باپ بیٹے میں سے حق پر کون تھا۔ ایک حق پر ہوگا تو دوسرا ناحق پر ہوا جس سے شیعہ مذہب کا ابطال ثابت ہے ۔ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں ۔ انشاء اللہ صاحبِ انصاف حقیقت ہی سے وابستہ ہونے کی سعادت حاصل کریں گے

یزید اور شیعہ

سنو حضور تقیہ وہاں کیا جاتا ہے کہ جہاں اپنا مال و جان اور ایمان و عزت خطرے میں ہو جیساکہ عمار یاسرؓ کا واقعہ شاہد ہے۔ لوگو جہاں انسان کا اپنا ایمان و جان اور مال و عزت خطرے میں ہو وہاں تقیہ کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اور جہاں ایک آدمی کی وجہ سے ساری کائنات کا ایمان خطرے میں ہو۔ وہاں تقیہ اس آدمی کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔ مسلمانو حضرت علیؑ سے کسی نے بیعت کا سوال نہیں کیا۔ اور اگر کسی صاحب نے بیعت کا سوال بھی کیا تھا تو حضرت علیؑ کے جواب وانکار کو سُن کر خاموشی اختیار کر گئے تھے۔ ہاں اگر علیؑ کو بھی اتنا مجبور کیا جاتا کہ یا بیعت کرو یا ہمارے ساتھ جنگ کرو تو یقیناً حضرت علیؑ بھی وہی کام کرتے جو کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے کیا تھا۔ اگر یزید امام حسین علیہ السلام کو بھی بیعت کے لئے مجبور نہ کرتا تو حسینؑ بھی اپنے باپ حیدرِ کرار کی طرح خاموش رہتے جیساکہ کربلا کے میدان میں جناب امام حسین علیہ السلام سے اشقیاء کو کئی بار سمجھایا تھا اور اصرار بھی کیا کہ میرا راستہ چھوڑ دو۔ میں ہندوستان کو یا کسی اور جگہ چلا جاؤں گا۔ شہیدِ کربلا ملا ۶۹ مفتی محمد شفیع صاحب کراچی۔ جو مطالبہ یزید کا تھا وہ اصحابِ ثلاثہ کا نہ تھا اگر امام حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا کہ یزید سینہ تان کر کہتا کہ میں حق کا خلیفہ ہوں میں محمد مصطفٰےؐ کا صحیح جانشین ہوں میرا قول و فعل مطابق قول و فعل رسول اللہ ہے۔ دیکھو میری بیعت حسینؑ ابنِ علیؑ نے کر کے میری خلافتِ حقہ پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ پس ساری دنیا کے مسلمان حضرت امام حسینؑ کی بیعت کو دیکھ کر یقین کر لیتے کہ واقعی یزید حق کا خلیفہ ہے اور یزید کا فرمان تو خدا و رسولؐ کا فرمان ہے۔ پس حسینؑ کی قوتِ بیعت سے یزید عبائے رسالت اوڑھ کر خلافت کی کرسی پر بیٹھ کر جو بھی کام کرتا اُسے کردارِ رسولؐ اور دینِ حق ہی تصور کیا جاتا۔ صرف امام حسینؑ کی ہی بیعت سے قیامت تک کے مسلمان گمراہ ہو جاتے جس کا موجب اور سبب صرف حسینؑ ابنِ علیؑ ہی کی ذاتِ گرامی ہوتی۔

اب تقیہ پر چوتھی آیت سنو۔ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ پارہ ۲۳ ع ۷ پس کہا ابراہیمؑ نے کہ میں بیمار ہوں۔ اب مقامِ غور و فکر ہے کہ فرماؤ حضرت ابراہیمؑ کیا واقعی بیمار تھے کہ جیسا انہوں نے فرمایا تھا۔ یا کہ تقیہ فرما کر بتوں کا صفایا کرنا چاہتے تھے۔ پس مسلمانو اگر حضرت خلیلؑ واقع کے

خلاف فرما کر بھی خلیلؑ رہ سکتا ہے تو ہم بھی سنتِ خلیل ادا کر کے ملتِ ابراہیمؑ پر رہ سکتے ہیں
میں ایک مثال سے مولوی صاحب سے ہی فیصلہ چاہتا ہوں۔ فرض کرو کہ جنابِ رسولِ خداؐ
حضرت ابوبکر کے ساتھ غارِ ثور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ تقیہ کو بے دینی اور
کفر کہنے والے ملاں کی نگاہ پڑ گئی کہ غار کی طرف حضرت رسولِ خداؐ اور حضرت ابوبکر بڑھ رہے
ہیں۔ اس کے بعد کھوج نکالتے ہوئے ابوجہل۔ ابولہب۔ ابوسفیان آگئے اور اسی مولوی صاحب
سے دریافت کیا کہ مولانا کہیں آپ نے محمد مصطفیٰ اور ابوبکر کو دیکھا ہے۔ میں اسی دیکھنے والے
مولوی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ فرماؤ آپ ابوجہل کو کیا جواب دیں گے۔ کیا یہی فرماویں
گے کہ ہاں محمد مصطفیٰ اور ابوبکر اس غار میں تشریف فرما ہیں۔ اگر مولوی صاحب ارشاد فرماویں کہ
اس غار میں دونوں گئے ہیں تو بات تو سچی ہے مگر ایسا کہنے والا دشمنِ خدا اور قاتلِ رسولؐ اللہ
ہوگا اور اگر یہ کہیں کہ میں نے محمدؐ کو نہیں دیکھا اگرچہ دنیا اسے جھوٹ کہہ دے لیکن ہم اسے
تقیہ کہیں گے۔ کیوں مسلمانو حضرت عباسؑ نہرِ فرات سے مشکیزہ پانی کا بھر کے لے جا رہے
تھے کہ کسی کی نگاہ پڑ گئی، شمر لعین نے اسی دیکھنے والے سے پوچھا کہ کہیں سقۂ سکینہؑ پانی لے کے
جاتے ہوئے تو نہیں دیکھنے۔ آپ فیصلہ دیں کہ یہ دیکھنے والا شمر کو کیا جواب دے گا۔ اگر آپ
ارشاد فرماویں تو کہہ دے کہ وہ پانی لے کے جا رہا ہے یا تقیہ کر کے اپنا ایمان بچالے صلوات
یہ حقیقت ہے کہ بوقتِ ضرورت ہر انسان تقیہ ضروری اور لازمی سمجھتا ہے۔ آپ کی آنکھوں
کے سامنے کا واقعہ ہے کہ تقسیمِ ملک پر بھارت سے پاکستان میں آنے والے سینکڑوں مسلمانوں
نے جب اپنے آپ کو خطرے میں دیکھا تو اپنی جان و مال کی حفاظت کے بچاؤ کے لئے
تقیہ کر کے مذہب ہندو اختیار کر لیا تھا اور جب پاکستان کی فوج ان کے ہاں پہنچی تو فوراً پاکستان
چلے آئے اور جیسے مسلمان تھے ویسے ہی مسلمان تسلیم کئے گئے کسی مولوی نے کوئی فتویٰ نہیں
دیا کہ یہ مرتد ہو گئے ہیں جس طرح مسلمانوں نے تقسیمِ ملک پر بھارت میں چند روز کے لئے تقیہ
کیا اسی طرح سرزمینِ پاکستان میں سینکڑوں ہندوؤں نے بھی چند روز کے لئے تقیہ کر کے وقت
گزار لیا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تقیہ، فطرتِ انسانی میں داخل ہے۔ اب میں کلام پاک سے
پانچویں آیت پیش کرتا ہوں سنو اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ۔ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ پارہ ۱۳ ع ۲

واضح مثال

تقیہ پر

پھر پکارا ایک پکارنے والے نے اے قافلہ والو یقیناً تم چور ہو۔ اس مقام پر میں دنیا کے تمام مفسرین سے سوال کرتا ہوں، کہ بتاؤ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو تہمت لگائی یا ٹھیک کہا یا تقیہ کیا۔ مولوی حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے مصلحتِ خداوندی کے تحت ایسا کیا تھا۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ تقیہ کرلیں پھر تو تقیہ کی عظمت بہت بلند ثابت ہوگئی۔ مسلمانو! اگر حق کو چھپانا ہی تقیہ ہے تو خداوند تعالیٰ سب سے بڑا تقیہ باز ہے جس نے باوجود علیٰ کُلِّ شیٔ قدیر ہونے کے نمرود۔ فرعون۔ شداد۔ بخت نصر وغیرہ کو مہلت دے رکھی تھی اور حق کو چھپائے رکھا تھا۔

ظالم سمجھتا ہے کہ ہمیں رونا نہیں آتا
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ظلم کی حد کیا ہے

صلوات۔

اب تقیہ کے بارے میں چھٹی آیت سنو۔ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ پارہ ۱۲ ع ۱۱ اے باپ میرے تحقیق دیکھے میں نے خواب میں گیارہ ستارے اور سورج چاند کہ مجھے سجدہ کرنے والے ہیں فرمایا اے بیٹے مت بیان کیجیو خواب اپنے کو بھائیوں اپنوں سے۔ کہو مسلمانوں حضرت یوسفؑ کا یہ جواب سچا ہے کہ نہیں؛ حق ہے کہ نہیں پھر حضرت یعقوب کیوں حق بات کے چھپانے کا حکم کرتے ہیں۔ اگر حق کو چھپانا تقیہ ہے تو یہ دونوں پیغمبر بھی بڑے تقیہ باز ہوئے۔ میاں حافظ محمد کا پنجابی شعر سنو۔

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

صلوات۔ یہ حقیقت ہے کہ تقیہ جس کے بارے میں حسن بصری فرماتے ہیں قَالَ الْحَسَنُ اَلتَّقِیَّۃُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ بخاری جلد ۳ ص ۶۸۲۔ مگر اس پر بھی نہ سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے ملاں لوگ عوام کو فخر سے سنایا کرتے ہیں کہ سنو شیعہ

حضرت یوسفؑ

متعہ کرتے ہیں جو ایک قسم کا زنا ہوتا ہے تو جس مذہب میں زنا کرنا دین میں داخل ہو اس مذہب کا خدا ہی حافظ ہے۔ جواباً عرض ہے کہ میں نے ابتداء بیان میں عرض کیا تھا کہ ہر چیز کے مخالف رُخ اور سمت کو لے کر تو جس چیز کو چاہو بدنام کرو مگر اہلِ نظر اور انصاف پسند لوگ حق کا ہی ساتھ دیا کرتے ہیں۔ اب میں قرآن پاک سے ہی قرآن پاک پر بقول ملاں اعتراض کر کے دکھلاتا ہوں۔ سنو وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا پارہ ۱۳ع ۱۲ اور تحقیق مکر کیا ان لوگوں نے جو پہلے ان سے تھے پس واسطے خدا کے ہے مکر تمام۔ ترجمہ رفیع الدین۔ تو اس آیت سے تو (نعوذ باللہ) معلوم ہوا کہ تمام مکر اللہ کے پاس ہیں۔ فرماؤ کہہ دیا کریں کہ اللہ تعالیٰ بڑا مکار ہے۔ استغفر اللہ۔ تو اس مقام پر مکر کا ترجمہ ہوگا "تجویز" کہ خدا تعالیٰ تمام تجاویز کا مالک ہے۔ اور سنو مَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ پارہ ۳ ع ۱۳ میں یہاں بھی مولانا رفیع الدین کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ ترجمہ۔ مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ تو یہاں بھی مکر کا معنی تجویز ہی کرنا مناسب ہوگا ورنہ توحید باری تعالیٰ کی توہین ہوگی اور سنو وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ پارہ ۱۵ ع ۸۔ اور جو کوئی ہے بیچ اس دنیا کے اندھا پس وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے (ترجمہ رفیع الدین) اگر دونوں جگہ کے اعمیٰ کا ترجمہ اندھا کیا جائے تو میرے اللہ کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ ایک آدمی بیچارہ دنیا میں بھی اندھا تھا۔ اور اس کو آخرت میں بھی آنکھیں نصیب نہ ہوئیں تو ترجمہ صحیح یہ ہوگا کہ جو انسان دنیا میں گمراہ رہا وہ آخرت کو اندھا محشور ہوگا۔ آج کل عام طور پر ایسے ترجمے جو ذو معنی معین ہو سکتے ہیں ان کو پیش کر کے محققِ اعظم اور اعلیٰ حضرت کے خطابات لیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے تہتر فرقے اسی فن کی پیداوار ہیں ایک آیت اور بھی سن لو جس کو عنوانِ بیان قرار دیا تھا۔ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ پارہ ۹ ع ۲۔ مولانا رفیع الدین کا ترجمہ ہے کیا پس نڈر ہو گئے مکر خدا کے سے پس نڈر نہیں ہوتے مکر خدا کے سے مگر قوم ٹوٹا پانے والی۔ اس مقام پر مکر کا ترجمہ عذاب الٰہی ہے أَفَأَمِنُوا کا دوسرا ترجمہ نہایت ہی مشکل و دشوار نظر آتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا و رسول کا خوف نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے بارے میں اکثر کہا کرتے ہیں کہ دیکھا جائے گا۔ جنہیں نہ میدانِ محشر

متعہ و نکاح دائمی میں فرق

کاڈر نہ شریعت کا پاس نہ قرآن کا حیا وہ ایسے الفاظ قرآن مجید سے تلاش کر کے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں اور ایسے الفاظ کی آڑ لے کر نبوّت اور امامت کی دو کانیں کھولی گیئں۔ کسی کی دکان چل نکلی اور کسی نے چار دن قسمت آزمائی کر کے دوکانِ نبوّت یا امامت بند کر دی۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ہم پر بڑے زور شور سے متعہ کے بارے میں اعتراض ہوتا ہے میں متعہ کو قرآن مجید کی ہی آیت سے ثابت کرتا ہوں فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پارہ ۵ رکوع ۱۔ پس وہ عورتیں کہ متعہ کیا ہے تم نے ساتھ ان کے پس دو تم ان کو مہر ان کے جو مقرر کئے ہیں اور نہیں گناہ اوپر تمہارے۔ ارے جب قرآن مجید سے متعہ ثابت ہے تو انکار کیسا؛ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے انکار سے انسان کے ایمان و اسلام میں اشکال پیدا ہوتا ہے پہلے میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ نکاح اور متعہ میں فرق کیا ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ جس عورت سے نکاح کیا جا سکتا ہے اُسی عورت سے متعہ کیا جا سکتا ہے اور جس عورت سے نکاح ناجائز اور حرام ہے تو اُس عورت سے متعہ کرنا بھی حرام ہے۔ مسلمانو نکاح اور متعہ کے تمام قواعد وضوابط ایک ہی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ صیغۂ نکاح کے بعد طلاق دینے کا حق صرف مرد کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اس کا جی چاہے تو ساری زندگی طلاق نہ دے اور اگر وہ مناسب سمجھے تو دس منٹ کے بعد طلاق دے کر عورت کو فارغ کر دے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں عورتیں آپ کو دنیا میں نظر آئیں گی کہ جن کے شوہر نہ تو انہیں آباد کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں طلاق دے کر فارغ کرتے ہیں، ایسی عورتیں مجبور ہو کر یا تو حکومتِ وقت سے اپنی رہائی کی درخواست کرتی ہیں یا پھر ایسے جرم کا ارتکاب کرنے لگ جاتی ہیں جس سے دامنِ شرافت داغدار ہو کے رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف متعہ ہے کہ اس کے صیغۂ نکاح میں زوجیت مدت اور میعاد مقرر کی جاتی ہے۔ میعاد ختم ہونے پر دونوں میاں بیوی باہم مشورے سے اپنی میعادِ نکاح بڑھا بھی سکتے ہیں اور بغیر کسی کوشش اور کلفت کے جدائی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں عورت مجبور نہیں کہ کچہریوں اور عدالتوں کے چکر کاٹتی پھرے اور جو سرکاری عدالت سے طلاق حاصل کرے خدا جانے اُس کی شریعت میں کیا اہمیت ہے۔ بس نکاح وہ ہے کہ جس کے طلاق کا حق صرف مرد کے اختیار میں ہوتا ہے اور متعہ وہ ہے کہ عورت اپنی میعادِ زوجیت گزارنے کے بعد صاحبِ اختیار ہے کہ اسی شوہر کے گھر آباد رہے یا عقدِ ثانی کرے۔

خان محمد ایوب خان کی حکومت کے دور میں عائلی قوانین نافذ ہونے کے بعد جو فارم چھپے ہیں ان میں کان کو دوسری طرف سے پکڑ کر معیادی نکاح کو محسوس کیا گیا ہے فارم نکاح کے خانہ ۱۹ کی عبارت سنو۔ کیا شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق کا حق تفویض کر دیا ہے۔ خیر اس سلسلہ میں ایک حدیث رسولؐ بھی ملاحظہ فرما دیں۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم لوگ جہاد میں رسول اللہ کے ساتھ جایا کرتے تھے اور عورتیں ہمارے ساتھ نہیں ہوا کرتی تھیں۔ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِی فَنَهَانَا عَنْ ذَالِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ فَكَانَ اَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ۔ متفق علیہ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ ۲ صـ۹۱)۔ ہم نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا اور پھر متعہ کی اجازت دے دی تو ہم میں سے بعض لوگ کپڑے کے معاوضہ پر متعہ کر لیتے تھے۔ اس کے بعد عبداللہ ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی کہ اے ایمان والو جن پاک چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو۔ ترجمہ ختم۔ مسلمانو! یہ قرآن کا حکم اور اعلان ہے۔ نبی کا فرمان ہے۔ صحابہ کا بیان ہے بخاری مسلم، مشکوٰۃ کا ایمان ہے تو انکار کس طرح کرو گے۔

روایت از مشکوٰۃ

تفسیر برہان میں کنز العمال سے منقول ہے کہ ایک شخص شام سے مدینہ میں وارد ہوا اور ایک عورت سے متعہ کیا اور کچھ مدت مقیم رہا۔ بعد میں حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو اس کو بلا کر پوچھا گیا کہ کیا تو نے ایسا کیا ہے اُس نے کہا ہاں۔ سوال کیا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ ہم نے جناب رسالتمآبؐ کے زمانہ میں متعہ کیا ہے اور کرتے رہے ہیں۔ حضورؐ نے تا دم وفات منع نہیں فرمایا پھر حضرت ابوبکر کے زمانہ میں بھی کرتے رہے ہیں اور آپ کے دورِ خلافت میں بھی آج تک متعہ ہوتا رہا ہے اور آپ نے منع نہیں کیا تو حضرت عمر نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر اس سے پہلے میں منع کر چکا ہوتا تو ضرور تجھے سنگسار کرتا۔

تفسیر انوار النجف جلد ۴ صـ۱۰ اور موطا امام مالک صـ۲۴۵ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيْمٍ دَخَلَتْ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَتْ اِنَّ رَبِيْعَةَ بْنَ اُمَيَّةَ اِسْتَمْتَعَ بِامْرَاَةٍ مُوَلَّدَةٍ فَحَمَلَتْ مِنْهُ فَخَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَزِعًا يَجُرُّ رِدَآئَهٗ فَقَالَ هٰذِهِ الْمُتْعَةُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيْهَا بِرَجَمْتُ ترجمہ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم حضرت عمر کے پاس گئیں اور کہا کہ ربیعہ بن اُمیہ

حضرت عمر کا قول

نے ایک عورت مولدہ سے متعہ کیا تھا وہ حاملہ ہے ۔ ربیعہ سے ۔ پس نکلے حضرت عمر گھبرا کر چادر گھیٹتے ہوئے اور کہا یہ متعہ ہے اگر میں پہلے اس کی ممانعت کر چکا ہوتا تو رجم کرتا ۔ اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ متعہ کو حضرت عمر نے حرام قرار دیا مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ متعہ کرنے والے پر بالاتفاق زنا کی حد لازم نہیں آتی ۔ حضرت عمر نے ڈرانے کے واسطے یہ کہا تھا ۔ موطا صفحہ ۱۵۹ ۔

اس کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی سن لو ۔ محاضرات راغب سے منقول ہے کہ عبداللہ ابن عباس چونکہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے تو عبداللہ ابن زبیر نے اُس پر اس بارہ میں طعن کیا تو ابن عباس نے کہا کہ اپنی ماں سے دریافت کرو عبداللہ ابن زبیر نے جب اپنی ماں سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تجھے متعہ ہی سے جنا تھا (عبداللہ ابن زبیر کی والدہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھیں اور حضرت عائشہ کی بہن تھیں جس کا نام اسماء بنت ابی بکر تھا اور زبیر عشرہ مبشرہ میں شمار ہوا کرتے ہیں ۔ تفسیر انوار النجف ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۶۱ نیز اولیات عمر میں علامہ جلال الدین سیوطی نے متعہ کو حرام قرار دینا شمار کیا ہے ۔ دیکھو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۲ ۔ اس کے علاوہ حضرت عمر کا فرمان بھی سنو مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا ترجمہ ۔ دو متعے پیغمبر اسلام کے زمانہ میں حلال تھے (متعۃ الحج اور متعۃ النساء) اور میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں اور ان کے کرنے والوں کو سزا دوں گا ۔ تفسیر درّ منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۰۱ ۔ مسلمانو ! شیعہ مذہب کا اصول ہے حَلَالُ مُحَمَّدٍ حَلَالٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَحَرَامُ مُحَمَّدٍ حَرَامٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ محمدؐ نے جس شے کو حلال کیا وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے محمدؐ نے حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام ہے ۔ ہم جب حضرت عمر کو ہی نہیں مانتے تو اُس کے حکم اور فتویٰ پر عمل کیا کریں گے ۔ ہم شیعہ شریعت مصطفویؐ کے قائل اور پابند ہیں نہ کہ شریعت عمری کے ۔

اسی شریعت مصطفےٰ کو بچانے کے لئے زہراؑ کے لال نے بھرا گھر اجاڑ دیا اور قانون محمدؐ کو بدلنے سے روکنے میں ہر ممکن کوشش کی ۔ کربلا کے میدان میں میرے مولا حسرت سے فرماتے ہیں ۔

شِيْعَتِيْ مَهْمَا شَرِبْتُمْ مَآءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِيْ اَوْ سَمِعْتُمْ مِنْ غَرِيْبٍ اَوْ شَهِيْدٍ فَانْدُبُوْنِيْ ۔ اے میرے شیعو ! جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو بھی یاد کر لینا اور جب کبھی کسی مسافر بے وطن یا شہید کا حال سُننا تو میری مصیبت پر بھی آنسو بہانا وَاَنَا السِّبْطُ الَّذِيْ

مِنْ غَیْرِ جُرْمٍ قَتَلُوْا نِیْ وَ بِجُرْدِ الْخَیْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ عَمَدًا سَحَقُوْنِیْ ۔ میں وہ سبطِ مصطفیٰ ہوں کہ بغیر جرم کے قتل کیا گیا ہوں اور بعد قتل کے گھوڑوں سے مجھے پامال کیا گیا۔ یَا لَیْتَکُمْ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَ جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِیْ کَیْفَ اَسْتَسْقِیْ لِطِفْلِیْ فَاَبَوْا اَنْ یَّرْحَمُوْنِیْ ۔ کاش کہ تم عاشورہ کے روز مجھے دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے معصوم بچے کے لیئے پانی طلب کر رہا تھا اور انہوں نے کس طرح مجھے جواب دیا اور رحم کرنے سے انکار کیا۔ اصحاب الیمین ص۱۱۹۔ روایت میں ہے کہ کربلا کے میدان میں میرا مولا جب اعوان و انصار سے دامن خالی کر چکا تو ایک نشیب میں کھڑے ہو کر قدرت سے عرض کرنے لگا۔ میرے اللہ! میں اپنی دانست میں اپنا وعدہ پورا کر چکا۔ اب میرا دامن خالی ہے اب جو کچھ خیمے میں باقی ہے وہ میرا مال نہیں وہ بہن زینبؑ کا حصہ ہے تو جان محمدؐ کی بیٹی جانے۔ اس کے بعد میرا مولا نے فرمایا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَّنْصُرُنَا وَهَلْ مِنْ مُغِیْثٍ یُّغِیْثُنَا ۔ کیا ہے کوئی مددگار جو میری مدد کرے کیا ہے کوئی فریاد سننے والا جو میری فریاد پر غور کر کے فریادرسی کرے۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے آوازِ استغاثہ بلند کی تو بیمارِ کربلا نے غش سے آنکھیں کھول دیں اور ایک ٹوٹا ہوا نیزہ اٹھا کر میدان کی طرف بڑھے یہ حالت دیکھ کر جنابِ زینب سلام اللہ علیہا دوڑیں اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگیں اے فرزندِ رسولؐ آپ کا کیا قصد ہے۔ آپ نے فرمایا پھوپھی اماں مجھے چھوڑ دو کہ میرے بابا جان میدان میں تنہا ہیں اور اپنی مدد کے لئے بلا رہے ہیں۔ اب تابِ ضبط نہیں چاہتا ہوں کہ میدان میں جا کر اپنی جان اپنے مظلوم باپ کے قدموں پر نثار کر دوں یہ کہہ کر خیمے کا پردہ اٹھایا اور میدان کی طرف چل دیئے۔ جب امامؑ مظلوم کی نظر اپنے بیمار فرزند پر پڑی تو بے چین ہو گئے۔ وہیں سے پکار کر کہا۔ بہن زینبؑ علی ابن الحسینؑ کو روکو یہ میرے بعد حجتِ خدا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی تیر پڑ جائے اور زمانہ حجتِ خدا سے خالی ہو جائے۔

عزادارو! جس طرح بھی بی بی عالیہ سے ہو سکا حضرتِ سجادؑ کو روکا اور واپس خیمہ میں لائیں۔ اس کے بعد سجادؑ بیماری کی وجہ سے غش کھا گئے۔

دوسرا استغاثہ کا اثر چھ ماہ کے بچے۔ تین دن کے بھوکے پیاسے علی اصغرؑ پر ہوا۔ لہوف ص۳۰ پر ہے کہ ابھی امامؑ کا استغاثہ ختم نہ ہوا تھا کہ علی اصغرؑ نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا جس کو دیکھ کر خیام اہلبیتؑ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ امام حسینؑ خیام کی طرف تشریف لائے اور فرمایا

آوازِ استغاثہ

بیمارِ کربلا

بہن زینبؑ کیا کسی بچے نے انتقال کیا ہے۔ فرمایا نہیں ماں جائے آپ کی آوازِ استغاثہ سے متاثر ہو کر علی اصغرؑ نے میدان کی طرف جانے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ سے فرمایا بیٹا تو چھ ماہ کا معصوم ہے۔ پاؤں سے چل نہیں سکتا۔ تلوار اٹھا نہیں سکتا۔ منہ سے بول نہیں سکتا۔ گھوڑے پر بیٹھ نہیں سکتا تو میری کیا مدد کرے گا کہتے ہیں کہ علی اصغرؑ نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ باپ کے قدموں پر رکھے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عرض کی بابا بے شک میرے پاس وہ سامان نہیں جو میرا بھائی علی اکبرؑ لے کر میدان میں گیا تھا۔ مگر بابا ایک مرتبہ میدان میں تو لے چلو۔ اگر قیامت تک ظلمت کا دھارا نہ بدل دوں تو ربابؑ کا لال نہ کہنا۔ صاحبِ لہوف فرماتے ہیں کہ علی اصغرؑ نے اشارے سے خدمتِ امامؑ میں عرض کی کہ بابا مجھے میدانِ قتال میں لے چلیے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ اپنے معصوم بچے کو میدان میں لے جانے لگے تو حضرت ربابؑ نے بڑھ کر عرض کی اے فرزندِ رسولؐ میرا بچہ مجھے دیں کہ میں اسے آراستہ کر لوں۔ اور چند ضروری ہدایات کر دوں۔

عزادارو! جنابِ ربابؑ علی اصغرؑ کو لے کر خیمے کے اندر تشریف لے گئیں۔ ربابؑ نے علی اصغرؑ کو ایک سبز لمبا کرتا پہنایا۔ سر میں کنگھی کی۔ آنکھوں میں سُرمہ لگایا مگر پانی موجود نہ تھا اور کان میں کچھ کہتی ہوئی باہر لے آئیں۔ لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ربابؑ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اصغرؑ کو کیا کہا ہے۔ عرض کی مولا میں نے اصغرؑ سے کہا بیٹا اصغرؑ میں زینبؑ نہیں۔ بیٹا میں کلثومؑ نہیں۔ بیٹا اصغرؑ میں رقیہ نہیں۔ بیٹا میں بیگانی کوکھ کی عورت ہوں بے شک تو نے علی اکبرؑ سے لڑائی نہیں سیکھی۔ قاسمؑ سے صفائی نہیں سیکھی۔ عباسؑ سے نزائی نہیں سیکھی مگر بیٹا آج میری لاج تیرے ہاتھ میں ہے۔ اصغرؑ میری تین وصیتیں یاد رکھنا وہ یہ کہ تم ابھی ابھی ماں زہراؑ کی گود میں جاؤ گے تو وہاں جا کر میری شکایت نہ کرنا کہ ماں نے پانی پلا کر میدان میں نہ بھیجا۔ بیٹا میں مجبور ہوں اگر میرے پاس پانی ہوتا تو میں بھی ہاجرہؑ سے کم نہ تھی۔ بیٹا اصغر تین دن سے فرزندِ رسولؐ پیاسے ہیں کے میرے مجاہد جب رسولِ خداؐ آبِ کوثر پیش کریں تو آبِ کوثر پینے میں جلدی نہ کرنا۔ کیونکہ تمام شہدائے کربلا تیرے باپ حسینؑ کی انتظار کر رہے ہوں گے۔ اصغرؑ وہاں پانی پینے میں انتظار کر لینا۔ جب تک حسینؑ نہ وہاں پہنچ کر پانی پلائیں خود نہ پینا۔ عزادارو! علی اصغرؑ نے زبانِ حال سے عرض کی اماں! فکر نہ کریں۔ میں [illegible]پ کے ہاتھوں سے سب سے آخر میں پانی پیوں گا کیونکہ میں آخری شہید ہوں۔

تیر دوہ علی اصغرؑ

ماں کی وصیتیں

کہ تیسری وصیت ربابؑ نے یہ کی کہ بیٹا اصغرؑ تیرا باپ صبح سے میدانِ قتال سے لاشیں اُٹھا اٹھا کر لا رہا ہے۔ اصغرؑ جب تک امام مظلوم کے اعوان و انصار زندہ رہے ہیں حسینؑ کو کوئی تیر نہیں لگا۔ اگر تیری زندگی میں حسینؑ کو تیر لگ گیا تو اصغرؑ یاد رکھنا میں دودھ نہیں بخشوں گی۔ بیٹا دشمن کے تیر کا خود نشانہ بننا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حرملہ کا تیر چلا تو ماں کی خیمے سے نگاہ پڑی تیر کی پرواز بلند تھی اور اصغرؑ کا گلہ نیچا تھا۔ ماں نے دروازے سے روحانی آواز بلند کر کے فرمایا اصغرؑ ذرا بلند ہو جا تیر اونچا آرہا ہے۔ عزادارو! اصغر باپ کے ہاتھوں پر اچھلا اور اچھل کر تیر کو اپنی گردن پر لیا۔ تیر گلے سے پار نکل گیا اور مظلوم کربلا کے ہاتھ کو زخمی کر دیا۔ باپ کو زخمی دیکھ کر اصغرؑ نے ماں کی طرف منہ پھیر کر عرض کی ہوگی۔ اماں میرا قصور نہیں کہ فرزندِ رسولؐ زخمی ہو گئے۔ اماں میری گردن چھوٹی تھی تیر کا وزن بھاری تھا۔ میری گردن اسے روک نہ سکی۔ اماں یہ میری مجبوری و لاچاری ہے۔

عزادارو! حضرت رباب کے پاس کربلا میں دو ہی ننھے تھے ایک اصغرؑ دوسری سکینہؑ۔ دن ڈھلنے کے بعد جب ربابؑ کا بخت ڈھلنے لگا تو دونوں کو تقسیم کر دیا۔ اصغرؑ کو اٹھایا تو حسینؑ کی گود میں ڈال دیا سکینہؑ کا بازو پکڑا تو بی بی زینبؑ کے سپرد کیا خود دامن جھاڑ کے کھڑی ہو گئیں اور منہ مدینے کی طرف کر کے فرمایا بقیع میں سونے والی میری سین زہراؑ میرے پاس دو ہی بچے تھے ایک میں نے تیرے حسینؑ کا صدقہ کر دیا۔ ایک میں نے تیری زینبؑ کا صدقہ کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ حسینؑ کا صدقہ کربلا میں کام آیا اور زینبؑ کا صدقہ زندانِ شام میں کام آگیا۔ عزادارو! مظلوم کربلا علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے تو اشقیاء نے سمجھا کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں کہ میرے تمہارے درمیان قرآن فیصلہ کرے گا مگر جب حسینؑ نے دامنِ عبا ہٹا دیا تو مصحفِ صامت کی بجائے قرآن ناطق کے پارہ پر دنیا کی نگاہ پڑی۔ میرے مظلوم امامؑ نے ایک اُونچی جگہ کھڑے ہو کر اشقیاء کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں بھی کئی صاحبِ اولاد ہوں گے۔ تمہاری دانست میں میں قصور وار ہی سہی مگر اس میرے چھ مہینے کے بچے کا کیا قصور ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ تین دن سے یہ پیاسہ ہے کوئی صاحب اولاد اس معصوم پر رحم کرے۔ اس تقریر کو سُن کر فوجِ اشقیاء نے منہ پھیر کر رونا شروع کر دیا۔ میرے مولا نے فرمایا۔ اصغرؑ بیٹا تو خود ان سے پانی مانگنے کی حجت تمام کرے عزادارو! علی اصغرؑ نے حکم امامؑ پاتے ہی اپنی سوکھی زبان کو باہر نکال دیا۔ بس فوج کی حالت

ابتری کو دیکھ کر عمر بن سعد گھبرا گیا۔ اور حرملہؑ بن کاہل اسدی سے یہ کہا کہ کیا دیکھتا ہے اِقْطَعْ کَلَامَ الْحُسَیْنِ حسینؑ کی کلام قطع کر دے۔ بس اس ملعون نے تیر کمان میں ڈالا، چاہتا تھا کہ تیر کو چھوڑے مگر ہاتھ کانپنے لگا اور کمان ہاتھ سے گر گئی اس ملعون نے دوسری مرتبہ تیر کو کمان میں رکھا اب جو چلانے لگا ہاتھ پھر لرز گئے اور تیر کمان ہاتھ سے گر گئی یہ دیکھ کر حصین بن نمیر نے کہا حرملہ تو دنیا کا مشہور تیر انداز ہے۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حرملہؑ نے کہا میرے قریب آ اب جو تیسری بار تیر کو کمان میں جوڑا تو حصین نے کہا کہ حسین کے خیمہ کے دروازے پر نگاہ کر۔ حصین نے دیکھا کہ ایک بچّی خیمہ کے دروازے پر سر پر قرآن لئے کھڑی ہے۔ پکار کر کہتی ہے او ظالم ترس کر میرا ویر تین دن کا پیاسا ہے۔ عزادارو! اس شقی ازلی کا تیر چلا جس نے عرش کو ہلا دیا۔ اور بچہ تڑپ کر باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ معصوم نے حسرت سے ایک نگاہ باپ کے چہرے پر ڈالی اور مسکرا کر جان دے دی۔

روایت میں ہے کہ گلوئے اصغرؑ سے چند قطرے خون کے نکلے جن کو امام نے اپنے چلّو میں لیا۔ چاہا کہ آسمان کی طرف پھینکیں۔ آسمان سے آواز آئی حسینؑ! مظلوم کا خون ہے اگر میری طرف پھینکا تو قیامت تک رحمت کی بارش نہ ہوگی۔ میرے مولاؑ نے اس مقدّس خون کو زمین کے سپرد کرنا چاہا آواز آئی مولا! قیامت تک کوئی سبزہ نہ اُگے گا۔ میرے مظلوم امامؑ نے اصغرؑ کے خون کو اپنی ریشِ مقدّس پر مل لیا اور کہا کہ قیامت کو اسی طرح دربارِ خدا میں آکر فریاد کروں گا۔ شعر ؎

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

روایت میں ہے کہ ایک طرف ہو کر امامؑ نے تلوار سے گڑھا کھودا اور اصغرؑ کی نماز جنازہ ادا کر کے اصغرؑ کو دفن کر دیا۔ شعر ؎

ننھی سی قبر کھود کر اصغرؑ کو گاڑ کر
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کر

پانی نہ تھا جو تشنہؑ چھڑکتے مزار پہ آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پہ

عزادارو! علی اصغرؑ کو حسینؑ نے کیوں دفن کیا۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ممکن ہے کہ شاید

یہ وجہ ہو کہ باقی شہیدوں میں سے کسی کے لئے اس قدر وقت نہ مل سکا ہو۔

۲۔ شاید یہ گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر بھی تن سے جدا ہو کر نوکِ نیزے پر سوار کیا جائے

۳۔ شاید تین روز تک ریگِ گرم پر بچے کا رہنا ناگوار ہو۔

۴۔ ممکن ہے کہ گھوڑوں کے سموں میں پامال ہونے سے حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو۔

۵۔ ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی و پیاس کی شدت اور مظلومیت سے تیرِ جفا کا نشانہ بننا ایسے روح فرسا واقعات تھے جن کے پیشِ نظر معصوم کی لاش کو دیکھنے کی تابِ برداشت نہ ہو۔

۶۔ شاید دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظورِ خاطر نہ ہو۔ میں عرض کرتا ہوں شاید یہ وجہ بھی ہو کہ امامؑ نے خیال کیا ہو کہ اس بچے کی درد رسیدہ ماں جب کل مقتل میں آئے گی تو شاید بچے کی معصومیت اور مظلومیت اور پھر جسمِ نازک کا گرم زمین پر رہنا برداشت نہ کر سکے اور اس کی بہنیں اور پھوپھیاں ضبط نہ کر سکیں۔ پس امامؑ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ اس کی لاش کو سپردِ خاک کیا جائے لیکن کہتے ہیں کہ ظالموں نے نوک ہائے نیزہ سے بچے کی مدفون لاش کو تلاش کر لیا اور سرِ نازنین کو تن سے جدا کر کے نوکِ نیزہ پر بہنوں اور پھوپھیوں کے سامنے سوار کیا۔ اصحاب الیمین۔ صـ۱۲۰

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ



سولھویں مجلس

عقل بڑی نعمت ہے۔ حضرت خلیلؑ کیلئے آگ کا گلزار ہونا۔ ایک قبر کا واقعہ

ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا، وضو کا صحیح طریقہ، ایک فلسفی کا واقعہ، سردار انبیاءؐ کی دعا سے ثعلبہ کا مالدار ہونا۔ بقیۃ اللہ سے امام آخر الزمانؑ مراد ہیں۔ ناصبی وزیر کے انار کا واقعہ۔ ایک مناظر کا شیعہ مذہب قبول کرنا۔ مریض کا شفا پانا اور مصائب جناب ربابؑ مادرِ علی اصغرؑ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ پارہ ۱۲ ع ۸

باقی رکھا ہوا اللہ کا بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان والے اور نہیں ہوں میں اوپر تمہارے نگہبان۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس مالکِ حقیقی کے انعامات کا شمار کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے اور محدود انعامات کا کر درانسان کیسے احصاء کر سکتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پارہ ۱۳ رکوع ۱۷۔ اگر تم گنو نعمتیں اللہ کی تو نہ پورا گن سکو ان کو۔ یہ انسان کیا ساری کائنات اگر قدرت کے انعامات شمار کرنے لگے تو ساری کائنات کے اذہان ختم ہو سکتے ہیں مگر خداوند تعالیٰ کے انعام و اکرام کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے عقل میرے محترم بزرگو عقل سے بہتر انسان کے لئے کوئی نعمت نہیں ہے۔ عقل ہی سے حلال و حرام۔ اچھے اور برے۔ دوست و دشمن اپنے اور بیگانے حق و باطل، نور اور ظلمت میں تمیز کی جا سکتی ہے۔ اور بے عقلوں کا ورد ہے کہ سارے ایک جیسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو خلق فرمایا تو حضرت جبرئیلؑ بحکم خداوند جلیل کے تین چیزیں جناب آدمؑ کے پاس لائے۔ عقلؑ، حیاؑ۔ دینؑ۔ اور عرض کی یا صفی اللہ قدرت کا ارشاد ہے کہ آپ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اپنے لئے تجویز فرما لیں۔ حضرت آدمؑ

نے غور فرمایا کہ میں نے عقل کو اپنے لئے مناسب سمجھا۔ بس حضرت آدمؑ نے عقل کو سنبھال لیا تو جبرئیلؑ
نے حیا اور دین سے فرمایا کہ آؤ واپس چلیں حیا اور دین نے کہا کہ ہمیں تو قدرت کا حکم ہے کہ جہاں عقل
ہو وہیں رہنا اور اس کے بعد جبرئیلؑ اکیلے واپس تشریف لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس
جتنی ہی عقل ہوگی اتنا ہی حیا اور دین ہوگا اصول کافی ص حدیث ۲۔ اس حدیث کے پیش نظر ہی تو حضرت
مولانا ملک فیض محمد صاحب قبلہ ککھیالوی مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جہاں وہ ہے وہاں
عقل نہیں اور جہاں عقل ہے وہاں وہ نہیں۔ بس عقل۔ حیا اور دین اکٹھے ہی رہیں گے۔ اور عقل مند انسان
کو قدرت نے اشرف المخلوقات کا تمغہ عطا کیا اور قرآنِ پاک میں بھی اس کی حوصلہ افزائی ان الفاظ سے
کی گئی۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا پارہ ۱ ع ۲۰ پیدا کیا ہم نے تمام چیزوں کو تمہارے ہی لئے۔ گو
اس آیتِ کریمہ کے مصداق سوائے محمدؐ و آلِ محمدؑ علیہم السلام کے کوئی اور انسان نہیں ہو سکتا۔ مگر عامۃ المسلمین
کی تفسیروں میں ہے کہ ہر چیز انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات غرضیکہ
آسمان کے نیچے جو شے ہے ہر شے انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ یا یوں سمجھو کہ ہر چیز انسان کو فائدہ
پہنچانے کی خاطر پیدا ہوئی۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ اس مدعی عقل نے ہر صنف کو اپنا معبود تسلیم کر کے اس
کی پرستش کرنا فخر سمجھا۔ اس بے عقل انسان نے اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر بُت بنائے اور انہیں
مسجود سمجھ کر سجدے کرنے شروع کر دیئے۔ اس ترقی یافتہ دور میں بھی کروڑوں انسان پتھروں کو پوجتے ہوئے
نظر آتے ہیں: وہ انسان کیا عقل مند کہلائے گا جو اپنے بنائے ہوئے پتھروں سے مشکل کشائی چاہتا
ہے۔ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا ماننے والے انسان کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یہ دعویٰ
کرے کہ میں اشرف المخلوقات ہوں۔ ارے جس کے پتھر کے خدا ہوں تو اس خدا کو ماننے والی مخلوق
کیسی ہوگی۔ جمادات خدا ہیں کہیں بندوں کے نباتات خدا ہیں حضرت انسان کے حیوانات بھی خدا ہیں اور دعوے
اشرف المخلوقات کا ہے کہ بعض لوگ پتھروں کی تو پوجا نہیں کرتے مگر درختوں کو فخر سے خدا مانتے ہیں۔ لاکھوں
انسان پیپل جنڈ وغیرہ کی پوجا شوق سے کرتے ہیں۔ کئی لوگ گنگا جمنا یعنی پانی کو معبود سمجھتے ہیں۔ ہزاروں
انسان آگ سورج کی پرستش کرتے دکھائی دیتے ہیں اس کے علاوہ بنی نوع انسان نے حیوانوں کو بھی
خدا بنایا۔ گائے۔ بندر وغیرہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھی سامانِ نجات کے مدعی نظر آتے ہیں
ثابت ہوا کہ پتھروں کے پجاری ہیں تو انسان۔ آگ۔ سورج پانی کو معبود سمجھتے ہیں تو انسان درختوں کی

خدائی کے قائل ہیں تو انسان حیوانوں کے سامنے سر جھکائے ہیں تو انسان۔ مگر جہاں نسلِ انسانی کے زمرہ میں ایسے ذلیل لوگ نظر آتے ہیں وہاں بنی نوع انسان میں حضرت خلیلؑ جیسے مقدس لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ لاکھوں من لکڑیوں کو آگ لگادی گئی۔ فلک بوس شعلے بلند ہوئے۔ میلوں سے پروازِ طیور ختم کہ سوزِ حرارت سے جل نہ جائیں تخت پر بیٹھنے والے نے کہا کہ صرف ایک بار مجھے سر جھکا دو۔ میں تو آخر انسان ہوں۔ پتھر۔ درخت۔ حیوان۔ آگ۔ پانی۔ سورج سے تو بہر حال بہتر اور افضل ہوں۔ بس تیری نجات، سر کو ایک بار میرے سامنے خم کرنے میں ہے۔ مگر اشرف مخلوقات کا تاج پہننے والا انسان بڑے اطمینان سے کہتا ہے کہ میرا خدا وہ ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ سُن اے نمرود۔ خلیلؑ کا سر کاٹ تو سکتا ہے مگر جھکا نہیں سکتا۔ آزما کے دیکھ لے۔ اگر اس آگ کو گلزار نہ بنا دوں تو مجھے خلیلؑ نہ کہنا۔ دُنیا نے دیکھ لیا کہ جب خلیلؑ نے ان شعلوں میں قدم رکھا تو آگ نے مُسکرا کر خلیلؑ کے قدموں کے بوسے لئے۔ جب خلیلؑ نے جُھک کے دیکھا تو آگ آگ نہ تھی۔ پائے اقدسِ خلیلؑ کی برکت سے گلزار بن چکی تھی۔ یہ ہے اشرفِ مخلوقات جس کی عبودیت پر توحید کو بھی ناز ہے۔

ایسے توحید پرستوں کی کافی مثالیں آپ کو قرآن پاک سے ملیں گی۔ اُس انسان پر انسانیت کیوں نہ فخر و ناز کرے جو مچھلی کے پیٹ میں بھی اپنے خالق کو نہیں بھُولا بلکہ مسلسل کہتا رہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پارہ ۱۷ ع ۶۔ نہیں کوئی معبود مگر تو پاک ہے تجھ کو تحقیق میں تھا ظالموں سے۔ یہ ہے اشرف المخلوقات بے شک اشرف المخلوقات انسان اپنی مادی اور روحانی قوت سے ظلمات میں گھوڑے دوڑا سکتا ہے۔ آسمان پر سیڑھیاں لگا سکتا ہے۔ چاند میں سکونت بنا سکتا ہے۔ پہاڑوں جیسی مخلوق سے ٹکرا سکتا ہے۔ سمندروں کے سینوں کو چیر سکتا ہے ہوا کو مسخر کر سکتا ہے۔ آگ سے بغلگیر ہو سکتا ہے۔ ضرورت کے وقت سورج کو بھی واپس بلا سکتا ہے ستاروں کو کمی بنا سکتا ہے۔ بلکہ ایک لمحہ میں فرش سے عرش تک جا سکتا ہے۔ فرشتوں سے درزی کہلوا سکتا ہے اور جنت سے کھانے منگوا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اشرف مخلوقات کا خطاب زیب دیتا ہے۔ میرے جیسے انسانوں کو تو شیطان فریب دیتا ہے کہ تم اشرف المخلوقات ہو۔ ہماری کمزوری کی انتہا ہو گئی کہ جس جگہ مٹی کی ڈھیری پہ سبز کپڑا پڑا دیکھا اُسے ہی سجدہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک واقعہ یاد دلاتا ہوں۔ جب پہلی مارشل لاء ۱۹۵۸ء میں نافذ ہوئی تو کافی کام مدتوں کے رکے ہوئے ٹھیک و حل

ہو گئے تھے۔ اسی دوران میں ایک سڑک کے سامنے کراچی کے علاقہ میں کسی ولی کا روضہ بھی تھا جس کے سامنے ہونے کی وجہ سے سڑک کو کافی موڑ پڑتا تھا۔ اس موڑ کی وجہ سے آئے دن حادثات ہوتے رہتے تھے۔ مارشل لاء کا سہارا لے کر حکومت نے حکم دیا کہ اس ولی کی میت کو نکال کر کسی مناسب جگہ دفن کر دو تاکہ سڑک سیدھی ہو سکے۔ نیز اس ولی کے دفن اور تعمیر عمارت کا خرچ حکومت خود ادا کرے گی۔ جب لوگوں نے ولی کی قبر کو کھودا تو بجائے انسان کے قبر سے گدھے کا سر نکلا جسے حضرتِ انسان نے رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب دے رکھا تھا۔ مسلمانو! خدا کے واسطے فیصلہ دو کہ کیا ایسے انسان کو بھی اشرف مخلوقات میں شمار کیا جا سکتا ہے جو گدھوں کی قبروں پر سجدے کرتا ہوا دکھائی دے۔ دادو نے کیا خوب شعر کہا ہے۔ ؎

دادو دنیا باوری مڑھیاں پوجن اُوت

جہڑے خود جہانوں لدگئے انہاں کی دینے پُوت   صلوات

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو جوہرِ عقل سے سرفراز فرمایا ہے تاکہ اصل و نقل درست اور دشمن میں تمیز کر سکے اور قرآن پاک نے بھی بار بار یہی اعلان فرمایا اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ پارہ ۲۵ رکوع ۷۔ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ اہلِ عقل کو خطاب ہے کہ تم قرآن کو سمجھو بے وقوف تو چاہے ہر روز ختمے کرتے رہیں ہرگز قرآن کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ بے عقلوں کے مسائل بھی نرالے ہی ہوا کرتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ بتاؤ سوہرے کی شان کیا ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سوہرا تو سوہرا ہی ہے۔ کہا نہیں کہ سوہرے کی بڑی شان ہے۔ میں نے کہا کہ سوہرا ہووے سوہرا کہا شیعہ پاگل ہوتے ہیں۔ سوہرا باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ہاں ایسا ہوگا۔ ہمارے ہاں تو سوہرا سوہرا ہی ہے۔ سنو! اگر سوہرا باپ ہوا تو اس کی بیٹی کیا بنی تو نسل کس طرح حلال کی ہوگی۔ ارے باپ وہ ہوتا ہے جس کی بیٹی سے عقد حرام اور سوہرا وہ ہوتا ہے کہ جس کی بیٹی سے عقد حلال و جائز۔ بس حلال و حرام کا فرق ہے۔ یہی عقل کے ویری چند سال پہلے جس علم کو قرآن سے ناجائز بدعت ثابت کرتے تھے وہی حضرات آج بوجہ ضرورت، علم کو جائز اور شعائر اللہ بیان کرنے لگے۔ میں نے ایک مسجد کے دروازے پر علم دیکھ کر مولوی صاحب سے عرض کی کہ مولانا

یہ کیا ہے فرمایا علم ہے اور اسے اس لئے لگایا گیا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس مسجد کے نمازی فلاں پارٹی کے ساتھ ہیں۔ ارے ہم تو علم کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی پارٹی کا تعارف کراتے ہیں۔ میں نے کہا مولانا چودہ سو سال سے ہم بھی تو یہی کہا کرتے تھے اور کہتے آ رہے ہیں جو تم نے آج کہا۔ مولوی صاحب ہم بھی تو یہی کہتے تھے کہ اپنے مکان پر علم لگا کر دنیا والوں کو بتا دو کہ ہم یزید کی پارٹی میں نہیں ہیں بلکہ حسینؑ کی پارٹی میں شامل ہیں۔ رباعی ۔

رباعی

جب تک جہاں میں گردشِ لیل و نہار ہے — جب تک سروں پہ سایۂ پروردگار ہے

سقّۂ اہلبیتؑ کی یہ یادگار ہے — لہرائے گا فضاؤں میں عباسؑ کا عَلَم

(تصدق شیرازی)

داغی

ایک مولوی صاحب نے ووٹوں کے زمانے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار رہنا کسی داغی کو جس کا ماضی خراب ہو اُسے ووٹ نہ دینا کیوں کہ داغی بے اعتبار ہوا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی مولانا اب تو داغی نے توبہ کر لی ہے۔ پہلے اس میں چند غلطیاں تھیں اب ان سے اس نے خالص توبہ کر لی ہے۔ کہا کہ بے شک اس نے توبہ کر لی ہے مگر پھر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہئیے کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر پُرانی عادتوں پر آ جائے۔ اس کے بعد ایک مثال سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی، کہا کہ ایک گاؤں میں ایک آدمی پاگل ہو گیا تھا۔ اُس کے وارثوں نے اسے پاگل خانے داخل کرا دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور اپنے گھر آ کر کام کاج میں مشغول و مصروف ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاتھ سے ایک آدمی قتل ہو گیا۔ اِس کے وکیل نے مقدمہ میں اُس پرانی پاگل خانے والی مثل کو پیش کیا کہ اسے کبھی کبھی پاگل پنے کا اثر ہو جاتا ہے۔ دیکھو یہ پہلے پاگل رہ چکا ہے۔ یہ قتل بھی پاگل پنے کے اثر کا نتیجہ ہے۔ ارے یہ قتل تو پرانے اثر کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح جو پہلے داغی رہ چکا ہو اُسے کرسی نہ دینا کہیں پرانی عادتوں پر نہ آ جائے۔ میں نے عرض کی مولانا آپ تو خلافت و امامت کا مسئلہ حل فرما رہے ہیں۔ مولانا جب آپ کی ضمیر کسی داغی کو پانچ سال کے لئے دنیا کا حاکم بھی بنانا مناسب نہیں سمجھتی تو اس ضمیرِ بے تدبیر نے دین کا حاکم قیامت تک داغی کس طرح قبول کر لیا۔ ارے جس کا ماضی داغدار ہو اگر وہ چند روز دنیا کا حاکم نہیں بنایا جا سکتا تو جس کا ماضی داغدار ہو وہ دین کا حاکم قیامت تک کس طرح بن سکتا ہے۔ صلوات۔

یہ عقل کے ویری مسلمان اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں لہٰذا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں ہے۔ مگر میں اس کے جواب میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے تو سُنی کب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ شیعہ سولہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے اور میرا سُنی بزرگ چودہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے۔ صرف دو آنے ہی ہاتھ باندھتا ہے۔ شیعہ پوری نماز ہاتھ کھول کر پڑھتا ہے اور سُنی سوائے قیام کے باقی تمام نماز ہاتھ کھول کر پڑھتا ہے۔ صرف قیام میں ہی چار اہلسنت والجماعت کے فرقوں میں سے تین فرقے ہاتھ باندھتے ہیں اور چوتھا فرقہ مالکی قیام میں بھی ہاتھ کھولنا ضروری سمجھتا ہے۔ تمام اہلِ اسلام سے تین فرقے صرف قیام میں ہاتھ باندھتے ہیں اور باقی پوری نماز میں وہ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اب بتاؤ ہاتھ کھولنے والوں کا پلّہ بھاری ہے یا ہاتھ باندھنے والے کا پلّہ بھاری ہے۔ میں عرض کرتا ہوں جب ان تین فرقوں نے ہاتھ باندھے ہیں تو کس آیت کے حکم سے رکوع سجدے۔ تشہد وغیرہ میں ہاتھ کھولے ہیں بہتر یہ تھا کہ جب باندھے ہی تھے تو پوری نماز میں ہی ہاتھ باندھے رکھتے۔ پھر اعتراض شیعوں پر ہے کہ قرآن میں ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا کہاں جائز ہے۔ دکھلاؤ۔ میں عرض کرتا ہوں اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے تو تم نے رکوع۔ سجدہ۔ تشہد وغیرہ میں کیوں کھولے تھے۔ کس آیت کی رُو سے کھولے۔ ارے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا تو بے وارثی کی دلیل ہے۔ بے وارثوں کے ہاتھ سیدھے نہیں ہوا کرتے مثال کے طور پر میں آپ کا مہمان ہوں اور رات کو میں انتقال کر گیا چونکہ میری موت واقع ہوئی حالت قیام میں۔ ہاتھ بندھے کے بندھے رہ گئے۔ میزبان کو دیر سے علم ہوا کہ مولوی صاحب مر گئے اور ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ فرماؤ کیا کرے گا۔ جلدی سے میرے ہاتھ کھول کر سیدھے کرے گا۔ پوری کوشش کرے گا کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سیدھے ہو جائیں تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بے چارہ بے وارث ہی مر گیا ہے۔ ہاں اگر پوری کوشش کرنے کے باوجود بھی ہاتھ سیدھے نہ ہوئے تو جنازہ دیکھنے نہیں دے گا کہ میری بدنامی ہے کہ کم بخت ہاتھ بھی میت کے سیدھے نہ کر سکا۔ معلوم ہوا کہ بندھے ہاتھوں سے اللہ کے دربار میں جانا بُری بات ہے ورنہ ملّاں تو اپنے سارے مرنے والے کنبے کے ہاتھ باندھ کر منکر ونکیر کے سامنے بھیجتا تاکہ مؤدب اور باادب نظر آتا۔ صلوات۔

ہاتھ کھولنا

مسلمانوں اگر سُنی بھائی نماز میں چودہ آنے ہاتھ کھول کر نماز پڑھ سکتا ہے تو شیعہ بھی پورے

سولاں آنے ہاتھ کھول کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ چودہ آنے ہاتھ کھولنے کی آیت تم پڑھ دو سولاں آنے ہاتھ کھولنے کی ہم پڑھ دیں گے۔

اور اگر ہم سے ہی آیت سُننی ہے تو سنو۔ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ پارہ ۸ ع ۱۰ کہہ حکم کرتا ہے پروردگار میرا ساتھ انصاف کے اور سیدھا کرو منہ اپنے کو نزدیک ہر نماز کے اور پکارو اس کو خالص کر کے واسطے اس کے عبادت جیسے پہلے پیدا کیا تم کو پھر آؤ گے۔ (ترجمہ رفیع الدین) بتاؤ مسلمانوں اس میں ہاتھ باندھنے کا حکم کہاں اس جگہ تو صاف ارشاد ہے کہ جس طرح پیدا ہوئے اور جس طرح اس کے پاس جاؤ گے اس طرح خالص ہو کر عبادت کرو ہاں اگر ہاتھ بندھے پیدا ہوئے ہو تو ضرور ہاتھ باندھنے کا حکم ہے یا پھر مرنے والوں کے ہاتھ دیکھ لیا کرو۔

اور سنو اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِیْحَهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ پارہ ۱۸ ع ۱۲۔ کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے واسطے اُس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے اور جانور پر کھولے ہوئے ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اُس کی اور تسبیح اس کی اور اللہ جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں (ترجمہ رفیع الدین) فرماؤ اس جگہ پر کُھلے ہوئے کا ذکر ہے یا سمیٹے ہوئے پروں کا ذکر ہے پہلی آیت دکھلاؤ۔

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں قرآن سے ہاتھ باندھنے کا حکم دکھلاتا ہوں اور اس آیت کو پڑھا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ پارہ ۵ رکوع ۸ کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کے کہ کہا گیا واسطے ان کے بند رکھو ہاتھوں اپنوں کو اور قائم رکھو نماز کو اور دو زکوٰۃ پس جب لکھا گیا اُوپر اُن کے لڑنا ناگہاں ایک فرقہ ان میں سے ڈرتے ہیں لوگوں سے جیسا ڈر چاہیئے اللہ تعالیٰ کا یا زیادہ ڈرنا (ترجمہ رفیع الدین) ملّاں نے کہا کہ یہ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔ جواب ملّاں کی صدا۔ نہ شرم نہ حیا۔ ارے یہ کس مفسر نے لکھا ہے کہ یہ آیت نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے کائنات الہیہ میں ایک مفسر بھی ایسا نہیں ہے کہ جس

نے اس آیت کو نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں بیان کیا ہو۔ یہ آیت تو بعض صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص وغیرہما کے جو مکہ میں حضورؐ پر نور سے کہتے تھے کہ ہمیں مکہ میں کفار سے لڑنے کی اجازت دو تو خدا نے فرمایا کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ اپنے ہاتھوں کو بند رکھو لڑائی سے یعنی ابھی لڑنے کا حکم نہیں بلکہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ اور جب مدینہ میں کفار سے لڑنے کا حکم نازل ہوا تو یہ بھاگنے لگے اور ایسے ڈرے کہ جیسا خدا سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ دیکھو تفسیر حسینی قادری ص۱۷۹ اور حاشیہ ترجمہ قرآن مجید احمد رضا بریلوی ص۱۴۱ خدا کے بندو! قرآنِ مجید کے معنی اپنی مرضی سے بیان کرتے ہوئے خدا سے تو ڈرو اور پیغمبر خدا سے حیا کرو

بعض ملاں کہا کرتے ہیں کہ بارگاہِ خدا تعالیٰ میں بندھے ہاتھوں سے کھڑا ہو جانا اچھا لگتا ہے لہٰذا ہاتھ باندھنا ہی بہتر ہے۔ کیوں مسلمانو! اس بات کا رسول خدا کو علم نہ تھا تو انہوں نے یہ حکم کیوں نہ دیا اور قرآن نے کیوں نہ بیان فرمایا اور تم نے کیوں پھر ہاتھ باندھ کر کھولنے شروع کر دیئے۔ سنو! اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ پارہ ۲۹ ع ۴۔ کیا ہم کر دیں مسلمانوں کو مجرموں کی طرح۔ مسلمانو! نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم حضرت عمر نے جاری کیا ہے اس کی توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب جنگ قادسیہ ہوئی اور ایران کا ایک بڑا حصہ مفتوح ہوا اور ایرانی اسیر اول قید ہو کر حضرت عمر کے دربار میں اسی صورت میں پیش ہوئے (ہاتھ باندھے ہوئے) تو ان کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور فرمایا کہ کیا اچھا طریقہ ہے اگر ہم بھی اپنے آقا کے دربار میں وقت عبادت اسی طرح کھڑے ہوا کریں۔ چنانچہ اس کے متعلق احکام جاری ہو گئے اور اُسی وقت سے اس عبادتِ خدا میں تنسیخ واقع ہوئی۔ العسکری کتاب الاوائل اسلامی نماز ص۲۰۹

اس کے ساتھ ایک روایت فتاویٰ عبدالحی جلد ا ص۲۲۶ سے نقل کرتا ہوں عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَانَ اِذَا قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ قِبَالَ اُذُنَیْہِ فَاِذَا کَبَّرَ اَرْسَلَہُمَا معاذ سے مروی ہے کہ پیغمبرِ خدا جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو جب کانوں کے سامنے تک رفع یدین کر کے تکبیرۃ الاحرام کرتے تو پھر ہاتھوں کو کھلا رکھتے۔ اور فتاویٰ عبدالحی میں اسی صفحہ پر تحریر ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ کَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ اِذَا صَلّٰی اَرْسَلَ یَدَیْہِ عمرو ابن دینار سے مروی ہے کہ جب عبداللہ ابن زبیر نماز پڑھتا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھتا تھا اور سنن ابی داؤد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر تو چاہے کہ رسول اللہ کی نماز کو دیکھے تو نماز میں عبداللہ ابن زبیر

کی اقتداء کر۔ تحفہ نمازِ جعفریہ ص۱۴۷

عامۃ المسلمین کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے کہ آیا شیعہ کے امام معصوم نے بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اس سلسلہ میں فروع کافی جلد ۱ ص۸۶ کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ الحبل المتین ص۲۱۱ کافی ص۱۸۱ وغیرہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حماد کو طریقۂ نماز خود پڑھ کر تبلایا۔

فَقَامَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ مُنْتَصِبًا فَاَرْسَلَ يَدَيْهِ جَمِيْعًا عَلٰى فَخِذَيْهِ قَدْ ضَمَّ اَصَابِعَهُ وَقَرَّبَ بَيْنَ قَدَمَيْهِ حَتّٰى كَانَ بَيْنَهُمَا قَدْرُ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مُنْفَرِجَاتٍ وَاسْتَقْبَلَ بِاَصَابِعِ رِجْلَيْهِ جَمِيْعًا الْقِبْلَةَ لَمْ يُحَرِّفْهُمَا عَنِ الْقِبْلَةِ ترجمہ۔ پس ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام رُو بہ قبلہ سیدھے کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر اپنی دونوں رانوں پر رکھا اور انگلیوں کو ملائے رکھا اور دونوں قدموں کو قریب رکھا جن میں تین کھلی انگلیوں کی مقدار فاصلہ تھا اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رُخ سیدھا بجانبِ قبلہ کیا۔ ان دونوں پاؤں کو سمتِ قبلہ سے ذرہ بھی منحرف نہ کیا اسی طرح فروع کافی جلد ۱ ص۹۲ کتاب الصلوٰۃ باب القیام والقعود میں بھی امام محمد باقر علیہ السلام کی روایات ہیں اور اہلسنت والجماعت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد ۱ مطبع مصر ص۱۰۳ و ص۱۰۱ پر تین روائیتیں حضرت علیؑ کی نماز ادا کرنے کے بارے میں درج ہیں کہ صحابہ نے پکار کر کہا کہ حقیقت میں آج ہم نے محمد مصطفٰے کی نماز علیؑ کے پیچھے ادا کی ہے۔ بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ۔ پس ثابت ہو گیا کہ رسولؐ اللہ کی نماز اور تھی اور صحابہ نے نماز کی ترتیب اور تجویز فرمائی۔ صلوات۔

اہلسنت کی نماز

عامۃ المسلمین کے عام ملاں بڑے زور شور سے بیان فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کا وضو درست نہیں ہے۔ اس لئے اب میں آپ کے سامنے وضو کے بارے میں قرآن سے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ قرآن سُنو: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ پارہ ۶ رکوع ۶۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب کھڑے ہو تم واسطے نماز کے پس دھوؤ مونہوں اپنوں کو اور ہاتھوں اپنوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو سروں اپنوں کو اور پاؤں اپنوں کو ٹخنوں تک (ترجمہ رفیع الدین ص۱۴۸)۔

مسح رجلین

مگر آج کل کے حضرات کی دیانت یہ ہے کہ مسح کی جگہ دھوؤ لکھ دیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے

کہ صرف قرآن پاک ہی وضو کے بارے میں وضاحت کر چکا۔ میں بطور تسلی کے چند باتیں عرض کرتا ہوں مولوی صاحبان اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اَرْجُلَکُمْ کا عطف پڑتا ہے اَیْدِیَکُمْ پر کیوں کہ بِرُءُ وْسِکُمْ میں معطوف۔ اور معطوف علیہ کا اعراب ایک جیسا نہیں ہے لہٰذا اَرْجُلَکُمْ کا عامل وہی ہوگا جو اَیْدِیَکُمْ کو نصب دیتا ہے۔ بس پاؤں کا دھونا اس وجہ سے ثابت ہے۔ جواباً عرض ہے ہاں یہ درست ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر میں قرآن مجید سے اعراب کی تبدیلی پیش کر کے آپ سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ سنو اَنَّ اللّٰہَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلُہٗ پارہ ۱۰ رکوع ۷ یہ کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔ اگر معطوف معطوف علیہ کا اعراب ایک ہی ہوا کرتا ہے تو فرماؤ اَنَّ اللّٰہَ میں ہا کی زبر ہے اور وَرَسُوْلُہٗ میں لام پر پیش ہے۔ تو یہاں اعراب ایک جیسے تو نہیں ہیں بتاؤ کیا ترجمہ کرو گے کہ اللہ تو مشرکین سے بیزار ہے مگر اس کا رسول نہیں۔ ایسے ترجمے سے ایمان تو رخصت ہو جائے گا۔

دوسری جگہ سے سنو۔ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ پارہ ۲۲ ع ۸ اے پہاڑو رجوع سے تسبیح کرو ساتھ اس کے اور اڑتے جانور۔ تو یہاں بھی معطوف۔ معطوف علیہ کا اعراب ایک نہیں۔ فرماؤ کیا ترجمہ کرو گے۔ کمال یہ ہے کہ علمائے عامہ کا فتویٰ ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے پہنے ہوں تو مسح ان پر کرنا جائز ہے یہ ہے عجیب منطق ہے کہ چمڑے پر مسح کرو تو وضو صحیح ہے اور اگر اپنے چمڑے پر مسح کرو تو وضو باطل ہے۔ شعر ؎

اس دور میں یوں پھیلی ہے باطل کی نمائش
حق بات کے اظہار کی کوشش بھی نہ کرنا

اس کے ساتھ آپ دو ایک کتابوں کے حوالے بھی اور عبارتیں بھی سن لیں۔ عینی حنفی نے شرح بخاری باب الوضوء صفحہ ۶۵۹ مطبوعہ مصر میں رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ کسی شخص کی نماز مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اس طرح اپنا وضو مکمل نہ کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پس چاہیئے کہ اپنے منہ اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھوئے اور سر کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرے۔ اور سنو۔ نیز فتح الباری شرح بخاری میں حضرت علیؑ سے صفحہ ۱۳۴ میں قتادہ سے اور تفسیر خازن صفحہ ۱۴۴ میں ابن عباس سے وارد ہے اَلْوُضُوْءُ غَسْلَتَانِ وَ مَسْحَتَانِ یعنی وضو میں دو اعضاء

کے دھونے اور دو اعضاء کے مسح کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی پیش خدمت ہے۔

ابی مطر سے روایت ہے کہ ہم نے ایک دن حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اَرِنیٖ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی آپ ہم کو رسولؐ اللہ کا وضو دکھائیں تو آپ نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا کہ پانی کا ایک کوزہ لائیں۔ پس قنبر پانی لایا تو آپ نے اپنے منہ اور ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا اور سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کیا۔ کنز العمال جلد ۵ ص ۱۰۳ شعر ؎

ناصح کا کام ہے نصیحت کرنا کوئی سنے نہ سنے

پیڑ دیتا ہے پھل اپنے وقت پہ کوئی چنے نہ چنے

دستورِ فلسفہ یہ ہے کہ دو جھگڑنے والوں سے دونوں سچے نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک جھوٹا اور دوسرا سچا ہوگا۔ ایک مقدمے میں دونوں تو جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے۔ چند برس کا ذکر ہے کہ ہندوستان سے ایک مسلمان فلسفی افریقہ گیا اور وہاں کے ایک مشہور و معروف فلسفی سے گفتگو کرنے کے لیئے اس کے مکان پر پہنچا اور صاحبِ مکان کے ملازم سے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور ہندوستان سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ صاحبِ مکان بہت بڑا فلسفی ہے میں اس سے اس باب میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ملازم نے مالک کو اطلاع دی کہ ہندوستان سے ایک مسلمان فلسفی آپ سے تبادلۂ خیال کرنے کو آیا ہے۔ مالک نے کہا کہ حسبِ دستور اس کی خدمت کی جائے اور اس فلسفی سے دریافت کیا جائے کہ وہ مسلمانوں کے کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ملازم نے اپنے مالک کا حکم پہنچایا اور جب اس سے فرقہ دریافت کیا گیا تو اس نے حیرت سے کہا کہ میں مذہبی بحث نہیں کرنے آیا بلکہ فلسفہ میں گفتگو کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ مالک مکان نے کہا کہ میں سمجھ چکا مگر جب تک اپنا فرقہ نہیں تبلائے گا میں ملاقات تک نہیں کروں گا۔ آخر ہندوستان کے فلسفی نے اپنا فرقہ تبلایا کہ میں اہلسنت والجماعت ہوں۔ مالک مکان نے کہلا بھیجا کہ میں ملاقات کرنے کو تیار ہوں مگر میرے ساتھ فلسفہ میں کوئی گفتگو نہ کی جائے۔ الحاصل جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو ہندوستان کے فلسفی نے وجہ دریافت کی کہ آپ میرے ساتھ فلسفہ میں کیوں گفتگو نہیں کرتے۔ افریقہ کے فلسفی نے کہا کہ آپ فلسفی نہیں ہیں آپ نے غلط کہا ہے کہ میں فلسفی ہوں کیونکہ فلسفہ کا دستور ہے کہ دو لڑنے والے دونوں سچے نہیں ہوا کرتے اور آپ یعنی اہلسنت والجماعت۔ ابوبکر کو بھی صدیق اور حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو بھی صدیقہ کہتے

فلسفہ یا عقل

ہیں آپ دونوں کو سچا کہتے ہیں۔ آپ حضرت علیؑ کو بھی صدیق اور حضرت عائشہ کو بھی صدیقہ فرماتے ہیں اور جمل میں قاتل اور مقتول دونوں کو حق پر کہتے ہیں جو دستورِ فلسفہ کے بالکل خلاف ہے اس لیئے میں نے کہا کہ جو بندہ فلسفہ کے ابتدائی قاعدے سے بھی واقف نہیں ہے اس سے اس فن میں گفتگو کرنا فضول اور نامعقول ہے۔ پس فلسفہ کا دوسرا نام عقل ہے۔ صلوات۔

ہاں اگر عقل ہے تو قرآن کا حکم سنو۔ بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ پارہ ۱۲ ع ۸ خدا کا باقی رکھا ہوا تمہارے لیئے خیر ہی خیر ہے اگر تم مومن ہو تو۔ مقام غور ہے کہ بقیۃ اللہ کون سی چیز ہے جو ہمارے لیئے خیر ہی خیر ہے۔ مسلمانو! انسان اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑتا ہے ایک مال دوسری اولاد و ازواج مگر قرآن پاک انہیں خیر کہاں بتلا رہا ہے ارشاد ہے۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ پارہ ۲۸ ع ۱۶۔ سوائے اس کے نہیں کہ مال اور اولاد آزمائش ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا پارہ ۱۵ ع ۱۸۔ مال اور اولاد زینت ہیں زندگانی دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں نزدیک پروردگار تیرے کے اور بہتر ہیں آرزو رکھنے میں۔ معلوم ہوا مال اور اولاد صرف دنیا کی زینت ہے اور باقیات صالحات صرف خدا کے نزدیک خیر ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو تحقیق بعض عورتیں تمہاری اور اولاد تمہاری دشمن ہیں واسطے تمہارے پس بچو ان سے۔ ثابت ہوا کہ کچھ اولاد تو زینتِ دُنیا ہے اور کچھ عورتیں اور اولاد دشمن ہیں انسان کے۔

میں یہاں ایک واقعہ اصحابِ رسولؐ سے عرض کرتا ہوں روایت میں ہے کہ ایک شخص ثعلبہ نامی جو انصار سے تھا۔ اس نے خدمتِ نبوی میں درخواست کی کہ خدا مجھے اپنے فضل و کرم سے مالدار کر دے۔ آپ میرے لیئے دُعا فرما دیں حضورؐ نے جواب میں فرمایا اے ثعلبہ تھوڑے مال پر شکر کرنا اس زیادہ مال سے اچھا ہے جس پر شکر ادا نہ کیا جائے تو میری اتباع کر مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ہمرکاب ہو کر چلیں پس وہ خاموش ہو کر چلا گیا پھر ایک دن حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ میرے لیئے دُعا فرما دیں کہ خدا مجھے

مال

اولاد

ازواج

ثعلبہ کا مالدار بننا

مالدار کر دے اور مجھے اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ میں حقوق مالیہ ضرور ادا کروں گا۔ پس آپ نے اس کے حق میں دُعا فرمائی جو مستجاب ہوئی پس اُس نے بکریاں خریدیں جو کیڑوں مکوڑوں کی طرح بڑھنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا مال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مدینہ میں نہ سما سکا پس مجبوراً وادی میں چلا گیا۔ پھر اس قدر بڑھا کہ اُسے مدینہ سے دُور جانا پڑا حتیٰ کہ جمعہ و جماعت کی سعادت سے محروم ہو گیا پس جب حضور نے زکواۃ طلب کی اور قاصد بھیجے تو اس نے زکواۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا هَلَكَ ثَعْلَبَةُ ثعلبہ کو مال دنیا نے ہلاک کر دیا۔ تفسیر انوار النجف جلد ۷ ص۹۸ یہ بات ثابت ہو گئی کہ مال و اولاد اور ازواج بقیۃ اللہ نہیں ہیں اور نیک عمل ہیں۔ باقیات الصالحات۔

اب بقیۃ اللہ کے بارے میں عرض کرنا ہے کہ وہ کون ہے۔ صباغی جو اہلسنّت کے زبردست عالم تھے کتاب فصول مہمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب امام مہدی آخرالزمان ظہور فرمادیں گے تو آنجناب کے ساتھ تین صد تیرہ مومن ہوں گے اور آپ دیوارِ کعبہ سے ٹیک لگا کر فرمادیں گے يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنَا بَقِيَّةُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ حاشیہ ترجمہ قرآن مجید ص۳۶۵ فرمان علی اور کتاب اکمال الدین میں بھی ہے کہ جناب قائم آلِ محمدؐ ارشاد فرمادیں گے أَنَا بَقِيَّةُ اللهِ وَحُجَّتُهُ وَخَلِيفَتُهُ عَلَيْكُمْ اور دنیا کی طرف سے یوں سلام کی آواز آئے گی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللهِ فِي أَرْضِهِ سلام ہو آپ پر اے بقیۃ اللہ بیچ زمین کے حاشیہ ترجمہ مقبول احمد قرآن مجید ص۴۵۹ یہ ہے بقیۃ اللہ جو ہمارے لئے خیر ہے جتنا کوئی ان کے قریب ہوگا اتنا ہی مولا و آقا اسے فائدہ پہنچائیں گے۔

ایک دو واقعات عرض کرتا ہوں جناب علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں اپنے قریبی زمانہ کے بعض علماء سے سُنا ہوا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جس زمانہ میں ولایت بحرین کا تعلق انگریزوں کی حکومت سے تھا تو انہوں نے ایک مسلمان کو اس خیال سے والیِ بحرین بنایا کہ مسلم حکومت کی وجہ سے وہاں کے تعمیری اور اصلاحی حالات قابلِ اطمینان رہیں گے۔ انگریزوں نے جسے والیِ بحرین بنایا وہ نواصب میں سے تھا اور وزیر اس سے بھی زیادہ دشمنِ اہلبیتؑ رسولؐ تھا اور محبانِ آلِ محمدؐ کو دونوں طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے۔ ایک روز وزیر نے والیِ بحرین جو ناصبی تھا اسے ایک انار دیا جس پر یہ عبارت

لکھی ہوئی تھی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ خُلَفَاءُ
رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ حاکم نے اس پر غور کیا تو یہ سمجھا کہ جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قدرتی طور پر ہے اور یہ تحریر
انار کے ساتھ کی پیداوار ہے۔ اس کا تعلق انسان کی کاری گری سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اس
نے اپنے وزیر سے کہا کہ یہ تحریر مذہبِ روافض کے بطلان کی قوی دلیل ہے اس کے بعد
والیِ بحرین نے علمائے اہلِ شیعہ کو طلب کیا اور انہیں کہا کہ دیکھو یہ انار کی تحریر تمہارے مذہب کو باطل
ثابت کرنے کے لئے بیّن دلیل ہے آپ اس کا شافی جواب دیں ورنہ آپ لوگوں میں سے سب قتل
کر دیئے جائیں گے اور عورتیں بچے اسیر ہوں گے سب کا مال ضبط ہو گا یا پھر آپ لوگ جزیہ دیں گے
اور کفار کی طرح ذلت کے ساتھ تم کو رہنا پڑے گا یہ سُن کر تمام مومنین لرز گئے اور چہرے اُن کے متغیر
ہو گئے اور والئ بحرین سے کہا کہ ہمیں تین دن کی مہلت ملنی چاہیئے ممکن ہے کہ ہم آپ کو جوابِ شافی
دے سکیں پس ان کی اس درخواست کو حاکم نے منظور کر لیا اور یہ لوگ نہایت خوف و حیرت کے عالم
میں واپس ہوئے۔ بحرین کے تمام شیعہ علماء نے مشورہ کیا اور بحرین کے تمام صالحین اور زاہدین میں سے
تین آدمیوں کا انتخاب کیا گیا کہ باری باری جنگل میں جا کر حضرت سرکار حجت علیہ السلام سے استغاثہ کریں شاید
حضورؑ ہماری اس مصیبت میں مدد فرماویں پس ایک بزرگ رات کو جنگل میں تشریف لے گئے اور پوری
رات خضوع خشوع کے ساتھ عبادت و تضرّع اور زاری میں گزاری مگر کوئی خبر نہ لا سکے دوسری رات کو
دوسرے بزرگ تشریف لے گئے اور ساری رات روتے رہے اور حضرت حجت علیہ السلام سے فریاد
کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے مومنین کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ تیسری رات کو جناب
محمد بن عیسیٰ جو نہایت ہی پرہیز گار و متقی تھے۔ صحرا میں تشریف لے گئے اور رو رو کر دعائیں کرنے لگے
رات اندھیری تھی کہ ایک آواز آئی فَاذْکُرْ حَاجَتَکَ۔ محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ مجھے اپنے مولاؑ سے
عرض کرنا ہے۔ فرمایا میں ہی ترا امام ہوں کہا کہ اگر آپ امامؑ ہیں تو ہماری مصیبت کو بیان فرمایئے
حضورؑ نے سارا واقعہ دہرا دیا تو محمد بن عیسیٰ نے امام کے قدموں کے بوسے لئے اور رو کر عرض کی مولا
مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے محمد بن عیسیٰ وزیر کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے اور جس وقت
اس میں انار آنے لگتے ہیں تو اس نے مٹی سے ایک شکل انار کا خول بنایا ہوا ہے اور اس کے دو حصے
کئے ہوئے ہیں۔ اندر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے وہ وزیر چھوٹے اناروں پر خول چڑھا دیتا ہے اور

انار اس قالب کے درمیان بڑھتا رہتا ہے جب پک جاتا ہے تو وہ تحریر انار پر اُتر آتی ہے۔ تم صبح حاکم کے پاس جاؤ تو کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں۔ لیکن وزیر کے گھر پہ بیان کر سکتا ہوں حاکم کو ساتھ لے کر اس کے مکان کے اندر پہنچو تو داخل ہوتے ہوئے اپنی داہنی جانب ایک بالاخانہ دیکھو گے حاکم سے کہنا کہ میں اس کے اندر چل کر جواب دوں گا۔ جس سے وزیر انکار کرے گا مگر خیال کرنا کہیں تم سے پہلے نہ بالاخانہ پر چڑھ جائے۔ وہاں ایک طاق میں سفید تھیلی پڑی ہوگی اس پر قبضہ کر لینا اس میں مٹی کے وہ سانچے موجود ہیں پھر انار اس قالب میں رکھ کر حاکم کو دکھانا جس سے سارا راز کھل جائے گا۔ اے محمد بن عیسیٰ ہمارا دوسرا معجزہ یہ بھی ہے کہ حاکم سے کہنا کہ اس انار کو توڑ کر دیکھ لے اس میں سوائے خاکستر اور دھوئیں کے کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو وزیر کو حکم دیں کہ وہ اس کو توڑے۔ جب وزیر اس کو توڑے گا تو خاک اور دھواں اس کی ڈاڑھی میں اڑ کر پڑ جائے گا۔ پس دوسرے روز محمد بن عیسیٰ نے حکمِ امام علیہ السلام سے اسی طرح سب کچھ کیا اور والیِ بحرین نے مذہبِ شیعہ اختیار کر لیا اور وزیر پُر تقصیر کو قتل کرا دیا۔ آج بھی محمد بن عیسیٰ کی قبر بحرین میں موجود ہے اور لوگ زیارت کو جایا کرتے ہیں۔ صلوات۔ ملاقاتِ امام ص ۲۲۲ اور القائم ص ۱۳۹

ایک اور واقعہ بقیۃ اللہ کا سُن لو۔ مرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے کتاب ریاض العلماء میں شہرِ ہمدان کا ایک مناظرہ نقل کیا ہے جو ابوالقاسم بن محمد حاصمی شیعہ اور رفیع الدین حسین کے درمیان ہوا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ابوالقاسم اور رفیع الدین حسین کے دوستانہ تعلقات تھے اور اکثر مذہبی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک روز دونوں مسجدِ ہمدان میں موجود تھے کہ بحث شروع ہو گئی۔ رفیع الدین حضرت ابوبکر کے فضائل بیان کرنے لگے اور ابوالقاسم اپنے مولا امیر المومنینؑ کے فضائل سُنانے لگے آخر میں رفیع الدین نے کہا کہ جو آدمی مسجد میں پہلے داخل ہو اس سے فیصلہ لیا جائے کہ مذہبِ حقہ کون ہے اور ابوبکر و علیؑ میں کیا فرق ہے۔ چونکہ ہمدان کے رہنے والے تمام اہلسنّت ہی تھے مگر ابوالقاسم نے طوعاً و کرہاً اسے قبول کر لیا اور امام زمانہ سے استغاثہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک جوان مسجد میں داخل ہوا کہ جس نے استفسار پر دو شعر عربی کے پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ یعنی میرا اپنے مولا کے لئے یہ کہنا بھی کہ ان دونوں سے کون افضل ہے۔ حضرت کی شان کے خلاف ہے جس طرح سیف اور عصا کا مقابلہ کرنا اور اس میں کہنا کہ یہ تلوار اس لکڑی سے تیز ہے۔ تلوار کی دھار کو عیب لگانا ہے۔ اس کے بعد وہ جوان غائب

دوسرا واقعہ

ہوگیا اور رفیع الدین حسین نے مذہبِ شیعہ اختیار کر لیا۔ ملاقات امام ص۲۳۶۔

علامہ علی بن عیسیٰ اربلی صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے سید باقی بن عطوہ حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ جو زیدی مسلک تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ جس کے علاج سے اطبا دعاجز آگئے اور وہ اپنے بیٹوں سے ہمیشہ کہتا کہ اپنے امام سے کہو کہ مجھے شفا بخشیں تاکہ میں بھی تمہاری طرح مذہبِ شیعہ اختیار کر لوں۔ باقی بن عطوہ کہتا ہے کہ ایک شب کو ہم سب بھائی ایک جگہ جمع تھے کہ جو والد کے چیخنے کی آواز آئی جو ہمیں بلا رہے تھے کہ دوڑو دوڑو۔ پس ہم فوراً ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ اپنے مولا کو دیکھو کہ وہ ابھی ابھی میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے ہیں ہم نے بڑی کوشش و تلاش کی مگر ہمیں کہیں دکھائی نہ دیئے اور ہمارے باپ نے ہمیں واقعہ سنایا کہ ایک شخص گھر میں آیا اور کہا اے عطوہ میں نے پوچھا آپ کون ہیں تو فرمایا میں تیرے بیٹوں کا امام ہوں اور اس بیماری سے تجھے نجات دینے آیا ہوں۔ یہ فرما کر مجھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور چلے گئے اب میں دیکھتا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی تکلیف باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد عطوہ نے مذہبِ شیعہ اختیار کر لیا اور مدت تک زندہ و سلامت رہا۔ ملاقات امام ص۲۳۹۔

بہی میرے بارھویں امام اپنے مظلوم جد کی بے کسی پہ بارہ سو سال سے روتے پھر رہے ہیں عزادار ہر انسان نے جس کے دل میں حضرت امام حسینؑ کی جتنی محبت تھی اتنا ہی اس نے غم و ماتم کیا۔ کوئی بارہ سو سال سے غم کر رہا ہے۔ کسی نے چالیس سال ماتم کیا۔ کئی تو ماتم کرتے کرتے جانیں بھی ختم ہو گئیں۔ کربلا کے میدان میں جناب ربابؑ نے بھی حسینؑ کا نرالے رنگ میں ماتم کیا۔ دو بچے تھے جن کا صدقہ کر دیا۔ علی اصغرؑ کو حسینؑ کا صدقہ بنایا سکینہؑ کو زینبؑ پر تصدق کیا اور گیارہویں محرم کو قید ہو کر حسینؑ کی لاش پر آئیں اور طواف کر کے پائے اقدس کی طرف دو زانو ہو کے بیٹھ گئیں اور بندھے ہاتھوں سے عرض کی اے فرزندِ رسولؐ میں آپ کی کنیز۔ میں آپ کے اصغر کی دایہ آپ سے آخری وداع کرنے کو آئی ہوں۔ حسینؑ ناراض نہ ہونا کہ آپ کی لاش پر کپڑا نہ ڈال سکی۔ حسینؑ میری چادر بھی تیرے نانے کی اُمت نے لوٹ لی ہے۔ اگر چادر ہوتی تو تیری لاش پہ ڈال کر بالوں سے منہ چھپا کر شام چلی جاتی مگر میرے مولا چادر چھن گئی۔ حسینؑ میرے ہاتھ کھلے ہوتے تو تیری لاش پہ ہاتھوں سے سایہ کرتی مگر مجبوری ہے کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ میرے والی اگر اشقیاء مجھے چھوڑ دیں تو بستیوں سے بھیک مانگ کر تیرا کفن ... مگر حسینؑ مجبوری یہ ہے کہ قیدی ہوں، میرے

وارث۔ میرا آپ سے وعدہ ہوگیا جب تک میں زندہ رہوں گی نہ ٹھنڈا پانی پیوں گی اور نہ سائے میں بیٹھوں گی تو حسینؑ وعدہ ہوگیا۔

عزادارو جو وعدہ اصغر کی ماں نے کیا اسے خوب نبھایا۔ رباب تجھ پہ لاکھوں مائیں اور بیویاں قربان تُونے حسینؑ کو چار چاند لگا دیئے۔ تونے سچ کہا تھا۔ قید میں ہے تو دھوپ پہ وقت گزارا۔ شام قید خانہ ہے تو دھوپ پہ قید سے فارغ ہوئیں تو دھوپ پہ اگر کسی عورت نے کہہ دیا کہ بی بی سائے میں چلو تو رو کر فرمایا میرا کہاں سایہ ہے۔ میرا سایہ تو کربلا میں اُٹھ گیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ شام سے جب واپس قافلہ کربلا آیا تو ربابؑ ایک سال تک قبرِ حسینؑ پر ماتم و گریہ و زاری میں رہی تذکرہ محمدؐ و آلِ محمدؐ جلد ۱۲ ص ۱۷۷ اصحاب الیمین ص ۱۱۷۔ ایک سال کے بعد حضرت سجادؑ کو حکم ہوا کہ ماں کو مدینے لے جاؤ۔ رباب مدینہ میں ایک سال زندہ رہیں مگر قیام پورا سال دھوپ پہ ہی رہا۔ سیدانیوں کی بے چینی کو دیکھ کر حضرت سجادؑ سے ماں کے پاس جاکر سلام کیا۔ ربابؑ نے جواب دیا۔ امامؑ نے معذرت کی کہ اماں تمام سیدانیاں بے چین ہیں اب تو سائے میں چلو۔ کہا میرے امام بیٹے مجھے تو حسینؑ کی لاش اب بھی دھوپ پر نظر آرہی ہے۔ بیٹا مجبور نہ کیا کر۔ سائے پہ جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ امامؑ نے کہا اماں میں بحیثیتِ امام حکم دیتا ہوں کہ سائے پہ چلو۔

عزادارو! اتنا سننا تھا کہ رباب کی نگاہ آسماں کو اٹھی۔ عرض کی پالنے والے میری لاج رکھ لے ایک امام سے وعدہ کیا ہے کہ سائے پہ نہیں جاؤں گی۔ دوسرا امام حکم دیتا ہے کہ سائے پہ چلو۔ میرے اللہ میری مدد کر۔ بس ایک طرف سے بی بی زینبؑ نے پکڑا دوسری طرف سے سجادؑ نے پکڑا۔ جب رباب کھڑی ہوئی تو امامؑ کی چہرۂ والدہ پر نظر پڑی امام کی چیخ نکل گئی۔ آواز دے کر بلایا۔ سیدانیو! دوڑ کر آؤ۔ میری والدہ کا آخری وقت ہے۔ عزادارو! سید سجاد وہیں بیٹھ گئے۔ اور ماں کا سر گود میں لے لیا تو ربابؑ نے آنکھ کھولی سجادؑ نے رو کر فرمایا اماں ۔۔۔ ہی ہو فرمایا ہاں بیٹا تیری امامت کی گواہی دے کر جا رہی ہوں۔ کہا اماں کوئی وصیت کرنی ہے تو کرو۔ عرض کی امامِ زمانہ میری وصیت یہ ہے کہ میری لاش کو سائے پہ نہ لے جانا اور مجھے ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دینا۔ کیونکہ میرے مولا کو سایہ نصیب نہیں ہوا اور تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کردیا گیا۔ بس ربابؑ کے منہ سے ہائے حسینؑ نکلا اور روح جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔ مظلومِ کربلا ص ۲۹۹۔ اصحاب الیمین ص ۱۱۸ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

سترھویں مجلس

توکّل کا بیان، برّ الوالدین، حرمتِ غنا، غزوۂ بدر و احد، ناصبی و خارجی

کا کتا بن جانا، انس کا انجام، طلبِ مغفرت، جناب فاطمہ زہرآ علیہا السلام و ثانیِ زہرآ علیہا السلام اور سیدِ سجاد علیہ السلام کا محشر میں تشریف لانا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ پارہ ۲۸ ع ۱۷ اور جو توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر پس وہ کافی ہے اس کے لئے۔

توکل ایک عام لفظ ہے جس کا استعمال اکثر ہوا کرتا ہے۔ ہر انسان اپنے آپ کو متوکل کہلاتا ہے مگر لحقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ معنیٔ توکل سے آشنا نہیں ہیں۔ کچھ لوگ تو توکل کے معنی یہ کرتے ہیں کہ دنیا کے ہر کام سے کنارہ کشی کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہنے کا نام توکل ہے یعنی راہبانہ زندگی بسر کرنے والے ہی متوکل ہوا کرتے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہی ہے تو اسلام میں ایک انسان بھی متوکل نہیں کیوں کہ سلام کی تعلیم اس کے برخلاف ہے۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ہ وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی پارہ ۲۷ ع ۷۔ بس آدمی کے واسطے وہی ہے جو وہ سعی کرتا ہے اور یقیناً اُس کی کوشش دیکھی جاوے گی پھر اُس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اس آیتِ کریمہ نے راہنمائی فرمائی کہ انسان کی تمنا کی کامیابی اس کی کوشش و محنت کا ثمرہ ہوا کرتی ہے۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ پارہ ۱۳ ع ۸۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت کے بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ شعر ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حضور توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور خدا اس کے سارے کام کاج کرنے لگ جائے۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی دربارِ رسالتؐ میں بغرض زیارت حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے عرض کہ یارسول اللہ میں جنگل میں بھیڑیں چرا رہا تھا کہ آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا بس اپنی بھیڑوں کو اللہ کے توکل پر جنگل میں چھوڑ کے چلا آیا ہوں کہ آنجنابؐ کی زیارت سے شرفیاب ہوسکوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بندۂ خدا اگر تو اللہ کے توکل پر بھیڑیں جنگل میں چھوڑ کے آگیا ہے تو بھیڑیے بھی تو اللہ کے توکل پر جنگل میں رہتے ہیں۔ جا اور اپنی بھیڑوں کا خیال کر مسلمانو معنیٔ توکل پر غور کرو ایک اور روایت میری نظر سے گذری ہے کہ ایک آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تیرا اونٹ کہاں ہے۔ اُس نے عرض کی یابن رسول اللہ میں اسے اللہ کے توکل پر باہر چھوڑ آیا ہوں۔ حضورؑ نے فرمایا یہ تو توکل نہیں ہے بلکہ پہلے اونٹ کو رسی سے باندھ اور پھر خدا پر توکل کر کیوں کہ بہت سے اونٹ رسیوں سے بندھے ہوئے بھی چوری ہوجاتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ اونٹ کو رسی سے مضبوط طریقے سے باندھو اور پھر خدا پر اس کی حفاظت کا بھروسہ کرو۔ صلوات۔

لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے متقی پرہیزگار مل کر دعا مانگیں کہ پالنے والے ہم خلوص سے بیس تراویح پڑھ دیتے ہیں اور تو ہمارے مربعہ میں ہل چلا دے کیا یہ دعا قبول ہوجائے گی۔ ہرگز نہیں چلو میرے اللہ ہم شبینہ پڑھ دیتے ہیں تو ہمارے مربعہ میں سوہاگہ پھیر دے۔ بتاؤ کیا یہ کام اللہ میاں کرے گا ہرگز ہرگز نہیں بلکہ ایسی دعا ہی مانگنا گناہِ عظیم ہے۔ سنو توکل کے معنی عرض کرتا ہوں۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرے تو جتنے اسباب ظاہری اُس کے ہیں ان کو پورا کرے۔ پھر اُس کے بعد اپنے امر کو مالکِ حقیقی کے سپرد کردے۔ یعنی امکانی قوت خرچ کرنے کے بعد نتیجہ خدا پر چھوڑنے کا نام توکل ہے۔ شعر

اک در پہ بیٹھ گر ہے توکل کر ہم پہ
اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہیئے

بس جتنی زیادہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہوگی، اتنا ہی زیادہ خدا پر بھروسہ اور توکل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی حضرت رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے اُس کے

بخشش کرنا میرا کام ہے اور توبہ کرنا تمہارا کام ہے۔ ہاں اگر بندہ توبہ نہیں کرے گا تو خالق بخشش نہیں فرمائے گا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد محمد مصطفیٰ کا فرمان ہے کہ چار قسم کے انسانوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے ۱۔ قطع رحم کرنے والا ۲۔ بوڑھا زناکار ۳۔ کپڑے تکبر کی وجہ سے زمین پر کھینچنے والا ۴۔ اور والدین کا نافرمان ان چار قسم کے لوگوں کو جنت کی بو بھی نصیب نہ ہوگی۔ مقبول ص۵۲۹۔ ماں باپ کی نافرمانی بہت بڑا عیب ہے قرآن مجید نے تنبیہ کی ہے کہ ماں باپ کو اُف تک بھی نہ کہو۔ جناب صادق آلِ محمدؑ نے فرمایا کہ اگر اُف سے کوئی کم لفظ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اُسے استعمال کرتا۔ میں ایک واقعہ فرمانبردار بیٹے کا عرض کرتا ہوں۔ مصرعہ۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

تفسیر برہان میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین شخصوں نے جو آپس میں چچازاد تھے ایک عورت سے نکاح کی خواستگاری کی تو اس عورت نے ان میں سے جو عالم اور شریف تھا اس کے ساتھ نکاح کرنا منظور کیا تو باقی دونوں نے مشورہ کرکے اس کو قتل کر دیا اور رات کو اس کی لاش اٹھا کر بنی اسرائیل کے بڑے قبیلہ کے محلہ میں ڈال دی اور صبح ان پر قتل کا دعویٰ کر دیا۔ خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت موسیٰؑ نے ان کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے قتل سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ ہم سے قسمیں اور خوں بہا لینے کی بجائے خدا سے قاتل کا علم معلوم کیا جائے خدا کی جانب سے وحی ہوئی کہ ایک گائے کو ذبح کرکے اس کا ایک حصّہ مقتول کے جسم پر مارا جائے تو وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلائے گا۔ الحاصل کافی سوال جواب کے بعد اس گائے کا حلیہ رنگ وغیرہ کے بارے میں حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے بحکم خداوند قدوس اُس گائے کے حلیے کو بیان فرمایا روایت میں ہے کہ ان صفات کی گائے بنی اسرائیل کے ایک جوان کے پاس تھی جو اکثر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھتا تھا اور باپ کا اس قدر فرمانبردار تھا کہ ایک مرتبہ اس نے ایک جنس کو فروخت کرنا تھا جس سے اُسے کافی نفع مل رہا تھا جب خریدار پہنچے تو مال خانہ کی کنجیاں اس کے باپ کے سرہانے کے نیچے تھیں اور وہ سو رہا تھا۔ اس نوجوان نے باپ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور خریداروں کو واپس کر دیا۔ جب اس کے باپ نے نیند سے آنکھ کھولی تو مال کی فروختگی کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانبردار لڑکے نے عرض کی کہ مال خانہ کی کنجیاں آپ کے سرہانے

پڑی تھیں اور آپ کو نیند سے جگانا میں نے مناسب نہ سمجھا اور خریداروں کو خالی واپس کر دیا۔ باپ نے خوش ہو کر یہ گائے اپنے لڑکے کو دی تھی جس کی نشاندہی قدرت نے کرائی۔ جب بنی اسرائیل نے اس گائے کو خریدنا چاہا تو اس کی قیمت بڑھتے بڑھتے یہ مقرر ہوئی کہ بیل کی کھال دیناروں سے پُر کر کے مالک کو عوض گائے دیئے جائیں جب ان کو شمار کیا گیا تو پچاس لاکھ دینار اس میں سمائے تھے حضرت کلیمؑ نے فرمایا کہ یہ باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے قدرت نے اسے انعام دیا ہے۔ صلوات۔ تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۱۴۶۔

میں تو یہ سمجھا ہوں کہ جس مسلمان انسان نے قدرت سے دین اور دنیا میں انعامات وافرہ لینے ہوں وہ اپنے ماں باپ کی خدمت و احترام کرے۔ میں نے نجف اشرف میں جناب آقائے آقا حضرت قبلہ ابوالقاسم الخوئی مجتہد اعظم مدظلہ العالی علی رؤس المومنین کے متعلق یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک روز آقا صاحب درسِ خارج دے رہے تھے کہ اُن کے والدِ بزرگوار بھی درس سننے کی غرض سے تشریف فرما ہوئے آقا صاحب کی نظر اپنے باپ کے چہرے پر پڑی کہ وہ درس میں تشریف لے آئے ہیں تو فوراً آقا صاحب نے درس دینا موقوف کر دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا میرے والد صاحب تشریف لائے ہیں اور مجھے اپنے باپ کے سامنے بولنے کی جرأت نہیں ہے۔ یہ ہیں نجف کے علماء۔ سبحان اللہ!

اور ایک پنجاب کے مولوی فاضل کا یہ واقعہ بھی سنا ہے کہ اتفاق سے ایک جگہ مولوی فاضل لڑکے نے اپنے باپ کے ساتھ اکٹھی مجلس پڑھنی تھی۔ سامعین نے جب مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ پہلے مجلس پڑھیں گے یا آپ کے ابا جان کو پہلے پڑھائیں تو مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ہوں مولوی فاضل اور میرا باپ ہے جاہل لہٰذا اُسے پہلے پڑھاؤ اور میں اس کے بعد ہی پڑھوں گا۔ اس سے پہلے پڑھنا میری توہین ہے۔ استغفر اللہ ربی۔ مسلمانو! یاد رکھو ماں باپ کے نافرمان کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔ دوسری حدیثِ قدسی سنو! اَلْجَنَّۃُ مِنِّیْ وَالطَّاعَۃُ مِنْکُمْ۔ جنت دینا میرا کام ہے اور اطاعت کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر انسان اطاعتِ خدا سے احتراز کرے گا تو خالقِ کائنات اس کی بخشش کے دروازے مسدود کر دے گا۔ آج کل اطاعتِ خدا کرنا تو درکنار لفظ اطاعت کا سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔

منقول ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مسلمانوں نے ساری زندگی قید خانہ میں رکھا حضورؑ

کا قید خانہ نہایت ہی تنگ و تاریک تھا۔ آنحضرتؑ کی عبادت کو دیکھ کر داروغہ قید کو حیا دامن گیر ہوئی اور حضرت کو ایک اچھے مکان میں جس میں زندگانی کی کافی سہولتیں تھیں لے آیا۔ تین چار روز کے بعد داروغہ نے امامؑ سے عرض کی کہ یا بن رسول اللہ اب تو آپ آرام سے ہی ہیں۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو ارشاد فرمادیں تاکہ اس کا بھی تدارک کیا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائی اس جگہ سے تو وہ تنگ و تاریک مکان میرے لئے بہتر تھا۔ داروغہ نے عرض کی مولا یہ مکان تو نہایت ہی اچھا ہے اور اُس پہلے مکان میں تو آپ سیدھے بھی کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ حضورؑ نے فرمایا مکان تو اچھا ہے مگر مجھے اس میں زیادہ تکلیف ہے وہ یہ کہ اس مکان کے پڑوس میں گویّوں کے گھر ہیں۔ جب وہ گانا شروع کرتے ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو مجھ پر احسان کر کے اُسی مکان میں لے چل۔ کیوں مسلمانو! آج تو ہمارا ہر گھر سینما بنا ہوا ہے۔ اگر امام تشریف لے بھی آئیں تو امام کو ٹھہراؤ گے کہاں اور کس منہ سے ہم عرض کریں گے کہ مولا ہم آپ کے غلام ہیں۔

راگ سے تکلیف

تیسری حدیثِ قدسی سنو! اَلرِّزْقُ مِنِّیْ وَالشُّکْرُ مِنْکُمْ۔ رزق دینا میرا کام ہے اور شکر کرنا تمہارا کام ہے۔ تاجدارِ رسالتؐ نے ہمیں شکر کرنے کا حکم دیا ہے کہ انعاماتِ الٰہیہ کا ہر حال شکر کرو۔ اور طریقہ سمجھا دیا ہے کہ کوئی کام شروع کرو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو کوئی نعمت پاؤ تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اگر کسی سے وعدہ کرو تو کہو انشاء اللہ۔ کوئی خوبصورت چیز دیکھو تو کہو ماشاء اللہ۔ خوشی میں آؤ تو کہو سبحان اللہ۔ گرنے لگو تو کہو حسبی اللہ۔ میدان میں جاؤ تو کہو نصرٌ من اللہ۔ کسی کو الوداع کرو تو کہو فی امان اللہ۔ کسی نیک کا ذکر ہو تو کہو رحمۃ اللہ علیہ۔ کسی رجیم و لعین کا ذکر کرو تو کہو لعنۃ اللہ علیہ۔ وفادار صحابی رسولؐ کا ذکر ہو تو کہو رضی اللہ عنہ۔ کسی معصوم کا ذکر کرو تو کہو صلوٰاتُ اللہ علیہ۔ کسی کے مرنے کی خبر سنو تو کہو اِنَّا لِلّٰہِ اور اگر بتقاضائے بشری کوئی گناہ ہو جائے تو کہو استغفر اللہ یقیناً حقِ شکر ادا ہو جائے گا۔

اب چوتھی حدیثِ قدسی سنو۔ اَلْقَضَآءُ مِنِّیْ وَالرِّضَآءُ مِنْکُمْ۔ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے اور راضی ہونا تمہارا کام ہے۔ مسلمانو! خدا کا حقیقی عبد ہی وہ ہے جو خدا کے ہر فیصلہ پر راضی و شاکر ہو یہ مکمل رضا الٰہی کی پابندی کربلا والوں میں ہی نظر آئے گی۔ ادھر مصیبت بڑھتی گئی۔ ادھر شکر حمد پڑھتا گیا۔ منقول ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ حاکم وقت عبدالملک بن مروان بھی طوافِ کعبہ کی غرض سے آگے بڑھا لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ مگر امام طوافِ کعبہ میں مشغول رہے

شکر

تو عبدالملک نے لوگوں سے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ علیؑ زین العابدین ہیں۔ عبدالملک نے امامؑ سے کہا کہ سجاد کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے آپ نے فرمایا عبدالملک جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اُس نے اپنی دنیا و آخرت خراب کرلی کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے۔ اگر تو سنّتِ یزید ادا کرنے پر آمادہ ہے تو میں کردارِ حسینؑ پیش کرنے کو تیار ہوں۔ سُن عبدالملک ہم قتل ہونے کے بعد پشیمان نہیں ہوئے بلکہ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا ہے۔ قتل ہونا ہماری وراثت ہے۔ خالق کا شکر ادا کرنا ہماری عبادت ہے اور حق کی بات کہنا ہماری عادت ہے۔
عبدالملک نے کہا علی ابن الحسینؑ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کچھ مدد کروں۔ بس اتنا سننا تھا کہ امام کے تیور بدلے کہ مروان ملعون کا بیٹا مجھے معذور سمجھتا ہے۔ آپ نے دامنِ عبا پھیلا کر سنگریزے اکھٹے کرنے شروع کئے اور فرمایا عبدالملک اسے دیکھ کیا ہیں۔ جب دنیا نے دیکھا تو وہ بیش قیمت موتی تھے جن کو امامؑ نے راہِ خدا میں خرچ کردیا اور کہا کہ مروان کے بیٹے اگر دنیا کی ضرورت ہو تو مجھ سے سوال کرو تاکہ میں تیری حاجت کو پوری کروں۔ کنوز المعجزات ص۶۸ چودہ ستارے ص۲۱۶ صلواۃ۔

پانچویں حدیثِ قدسی ہے۔ اَلْبَلَآءُ مِنِّیْ وَالصَّبْرُ مِنْکُمْ۔ امتحان لینا میرا کام ہے اور صبر کرنا تمہارا کام ہے۔ قدرت نے ہر انسان کا اس کی حیثیت کے مطابق امتحان لیا ہے اور جن کے مقدر میں کامیابی تھی ان کو انعاماتِ قدسیہ سے سرفراز فرمایا اور جو میدانِ امتحان میں ثابت قدم نہ رہ سکے ان کی حقیقت کو دنیا کے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح کردیا اور میدانِ بدر میں قدرت کی طرف سے ملائکہ مدد کے لئے تشریف لائے تھے۔ یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ پارہ ۴ رکوع ۴ اور مدد دے گا تم کو پروردگار تمہارا ساتھ پانچ ہزار فرشتوں کے کہ کرنے والے ہوں گے جنگ بہتر تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ جنگِ بدر میں پانچ ہزار فرشتے مدد کو آگئے اور دوسرے سال جنگِ اُحد میں ایک بھی فرشتہ مدد کو نہ آیا۔ حالانکہ امسال بھی وہی قبائل ہیں جو پچھلے سال صف آرا تھے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ قدرت ان کا امتحان لینا چاہتی تھی جیسا کہ قرآن پاک میں صاف طور سے واضح بھی کردیا ہے۔ قرآن۔
وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا پارہ ۴ ع ۸ جو کچھ پہنچا تم کو اس دن کہ ملیں دو جماعتیں۔ پس ساتھ حکم اللہ کے تھا کہ ظاہر کرے ایمان والوں کو اور ظاہر کرے منافقوں کو۔ اب خود اہلِ اسلام فیصلہ کریں کہ منافق کی پہچان کا معیار خدا کے نزدیک کیا ہے۔

فرمائے خدا نے منافق کس کو فرمایا لڑنے والوں کو یا بھاگنے والوں کو۔ نتیجہ برآمد ہو گیا کہ جم کے میدان میں لڑنے والا مومن ہوتا ہے اور میدان سے بھاگنے والا منافق ہوتا ہے۔

ملاں کہتے ہیں کہ میدانِ اُحد سے کوئی بزرگ نہیں بھاگا۔ قرآن کی آواز تو سنو اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ پارہ ۴ ع ۷۔ جس وقت چڑھے جاتے تھے تم مُنہ کو اور نہ مڑ کر دیکھتے تھے اوپر کسی کے اور پیغمبر پکارتا تھا تم کو بیچ پچھاڑی تمہاری کے (ترجمہ رفیع الدین) معمولی سمجھ بوجھ کا انسان بھی ان آیاتِ الٰہیہ کی مدد سے منافقین کی آسانی سے فہرست مرتب کر سکتا ہے۔ بس امتحان لینا اللہ کا کام ہے اور صبر کرنا انسان کا کام ہے۔ روایت میں ہے کہ جنگِ موتہ میں جب حضرت جعفر بن ابی طالبؑ شہید ہوئے تو ان کی شہادت کی خبر حضور پُرنور نے حضرت امیر المومنینؑ کو دی تو آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پارہ ۲ ع ۳ یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہماری بازگشت ہوگی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ کلمہ حضرت علیؑ کی زبانِ اقدس پر جاری ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قرآنِ مجید بنا دیا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ا صفحہ اور کربلا کے میدان میں ہر شہید کی لاش اٹھاتے ہوئے میرے مولاؑ نے اسی کلمہ کو دوہرایا۔ قرآنِ مجید میں صابرین کے ساتھ سلوکِ قدرت ملاحظہ ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ پارہ ۲ رکوع ۳۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور چھٹی حدیث قدسی یہ ہے اَلْاِجَابَةُ مِنِّیْ وَالدُّعَآءُ مِنْكُمْ۔ قبول کرنا میرا کام ہے اور دعا مانگنا تمہارا کام ہے بس جتنی معرفت زیادہ ہوگی اتنی ہی دُعا دل کی آواز سے مانگے گا اور جتنی دل کی گہرائیوں سے دُعا نکلے گی اتنی ہی جلدی قبول ہوگی۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کی دُعا ساری زندگی قبول نہیں ہوتی۔ کچھ لوگ ہیں کہ کافی عرصہ کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ادھر منہ سے دُعا کا جملہ نکلا اُدھر قبولیت اس طرح ہوئی کہ قدرت نے ان کی خاطر تقدیر بدل دی۔ ایک واقعہ سنو علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج ادا کیا۔ ہم لوگ راستہ میں ایک سوکھی کھجور کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی۔ چند الفاظ ارشاد فرمائے جو میں سمجھ نہ سکا۔ پھر فرمایا اے کھجور اللہ تعالیٰ نے جو تجھ میں اپنے بندوں کے لیئے رزق قرار دیا ہے۔ اس سے ہمیں کھلا۔ میں نے دیکھا کہ کھجور حضرت کی طرف جھک گئی اور فوراً ہری ہو کر پھل آور ہو گئی اور اسی وقت پھل پک گیا۔ حضرت

معجزہ

نے ہمیں فرمایا نزدیک آجاؤ اور بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ علی بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے تازہ کھجوریں کھائیں جو بہت میٹھی اور پاکیزہ تھیں۔ ہم نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ آج جیسا جادو دیکھا ہے اس سے بڑا جادو اور کوئی نہیں دیکھا۔ امامؑ نے فرمایا ہم لوگ ورثۃ الانبیاء ہیں ہم میں جادو اور کہانت نہیں ہے بلکہ ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں اور وہ ہماری دُعا قبول فرمالیتا ہے۔ امامؑ نے اعرابی سے کہا کہ اگر تم پسند کرو تو میں تیرے لئے اللہ سے دُعا کروں کہ وہ تجھے کُتے کی شکل میں تبدیل کر دے اور تو گھر جائے تو تیرے گھر والے تجھے مار بھگائیں۔ اعرابی نے نادانی سے کہا کہ ہاں ایسی دُعا کریں آنحضرتؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور اسی وقت اعرابی کُتے کی صورت میں تبدیل ہو گیا اور گھر کی طرف دوڑا علی بن حمزہ کہتا ہے کہ میں نے حکمِ امامؑ سے اس کا پیچھا کیا۔ جب وہ گھر پہنچا تو گھر والوں نے اُسے مار بھگایا وہ واپس روتا ہوا امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دُم ہلا کر آنسو بہا کر عرض کرنے لگا حضورؑ کو ترس آگیا اور اس کے حق میں دُعا کی۔ پھر وہ اعرابی اپنی اصلی شکل وصورت میں تبدیل ہو گیا۔ امامؑ نے فرمایا کیا خیال ہے۔ اب ایمان لائے گا۔ اعرابی نے عرض کی مولا کلمہ پڑھائیں اور مسلمان ہو گیا۔ صلوات۔ کنوز المعجزات ص۹۳۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی ایک خارجی کو کتا بنایا تھا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مسلمان کا ایک خارجی سے کسی معاملہ میں تنازعہ ہوا اور حضرت امیرؑ نے موافق شریعتِ محمدی مسلمان کے حق میں فیصلہ دیا اس خارجی نے کہا یا علیؑ آپ نے از روئے عدالت کے حکم نہ کیا جناب امیرؑ نے فرمایا اَخْسَأ یَا عَدُوَّ اللہِ اُسی وقت وہ خارجی کتا بن گیا اور سب کپڑے بدن سے گر گئے بس وہ دُم ہلاتا تھا اور اضطراب و بے قراری کرتا تھا حضرت امیرؑ کو اس کا رونا دیکھ کر ترس آگیا آپ نے اُس کے حق میں دُعا کی تو فوراً اصلی صورت پر آگیا آپ نے فرمایا کہ اگر آصف بن برخیا وصی سلیمانؑ اپنے پاس معجزے رکھتا ہے تو وصی محمد مصطفٰے ان سے کہیں زیادہ معجزات کا حامل ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کی اے امیر المومنینؑ پھر آپ کو کیا حاجت ہے کہ معاویہ کے ساتھ قتال کریں۔ فرمایا ہم خازنِ اسرارِ خدا ہیں نہ خازنِ زرہ و نقرہ مگر اظہار اس کا موقوف ہے۔ اس کے اذن پر پس جس امر کا خدا سے ہم اذن پاتے ہیں اُس کو کرتے ہیں اور اس کا فوراً اثر ہو جاتا ہے اور ایک لمحہ بھی اس میں تاخیر نہیں ہوتی صلوات۔ فضائل مرتضوی ص۱۰۱۔ مسدس۔

خارجی کُتا بن گیا

مسدس

انساں یہ کہوں تو کہاں یہ قدرتِ انساں ‌ ‌ ‌ سمجھوں جو فرشتہ تو ملک تابعِ فرماں

گرجانوں پیمبر تو بنی موردِ احساں ! ‌ ‌ ‌ کہیئے جو خدا تو ساتھ ہی جاتا رہے ایماں

سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مقاماتِ علیؑ کو
بس ذاتِ جلی جانتی ہے ذاتِ علیؑ کو

میں عرض کر رہا ہوں کہ ان کی زبانِ اقدس سے جو نکلے جب نکلے جہاں نکلے خدا کی تقدیر بنتی ہے
یہ ماں کی گود میں کہیں تو اللہ کی تقدیر، یہ ممبر پر کہیں تو اللہ کی
تقدیر۔ یہ نوکِ نیزے پہ کہیں تو اللہ کی تقدیر، یہ اللہ تعالیٰ کو اتنے پیارے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو دین کی برکت بنا دیتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اعلان کروایا کہ اے لوگو مکید ابن عمران کافر نے بہت سی فوج جمع کر رکھی ہے اور وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اُسے راستہ میں روکنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ لہٰذا جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ یہ خبر سن کر ایک نوجوان حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ آپ مجھے بھی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت عطا فرماویں۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا تیرے ماں باپ سے کوئی زندہ ہے۔ عرض کی ہاں مولا میری والدہ زندہ ہے جس کی میں ہمیشہ خدمت بجا لاتا ہوں۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا جا اور ماں سے اجازت لے کر آ۔ یہ جوان ماں کے پاس گیا اور ماں سے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی۔ اس جوان کی ماں نے کہا کہ تیرے سوا میری دیکھ بھال کرنے والا کون ہے اور اس ضعیفی کے عالم میں پُرسانِ حال کون ہوگا۔ جب اس نوجوان نے اصرار کیا تو ماں اپنے لڑکے کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ آپ میرے بیٹے کو جنگ میں اس شرط پر لے جائیں کہ آپ ضمانت دیں کہ اسے زندہ واپس لائیں گے کیوں کہ میری زندگی کا سہارا صرف یہی میرا ایک بچہ ہے۔ آنحضرتؐ نے وعدہ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ زندہ ہی تیرے پاس پلٹایا جائے گا۔ بالآخر یہ نوجوان فوجِ اسلام میں شامل ہو کر میدانِ قتال میں آیا اور حضور پرنور سے اجازت لے کر مبارز طلب ہوا۔ اُدھر فوجِ کفار کیفر نامی پہلوان اس کے مقابلہ کو نکلا جس کو اس جوان نے فی النار کیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے سرداں کا فر قتل کر کے مکید بن عمران کے ہاتھ شہید ہو گیا۔ جناب رسولِ خدا نے حضرت امیرؑ کو مکید کے مقابلہ میں بھیجا۔ حضرت امیرؑ نے اسے فوراً جہنم رسید کر کے میدان فتح کر لیا۔ آپ مع لشکرِ اسلام با فتح و ظفر واپس مدینہ تشریف لائے تو اس جوان کی والدہ نے دامن رسالت پکڑ کر عرض کی یا رسول اللہ میری ضمانت ادا کریں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ میدان میں درجۂ شہادت پر فائز

نمونہ گریا

ہوکر بہشتِ عنبر سرشت میں حوران وغلمان میں سکونت پذیر ہوا ہے۔ اس ضعیفہ نے اصرار کیا اور رونے لگی کہ آپ میری ضمانت ادا فرما دیں۔ پس حضور پُر نور نے سر سجدے میں رکھا۔ ابھی سر سجدے سے نہیں اٹھایا تھا کہ مومنہ کا لڑکا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے مومنہ اپنی ضمانت سنبھال۔ صلوات۔ فضائلِ مرتضویؑ ص۲۱

بے شک ملاں لوگ کہتے پھریں کہ محمدؐ ہماری طرح کا ایک انسان تھا اس سے محمدؐ کا کیا بگڑتا ہے۔ بیڑا غرق ہوگا تو کہنے والے کا۔ ہاں اگر محمدؐ ملاں کی طرح کا انسان ہے تو محمدؐ نے تو قدم قدم پہ معجزے دکھلائے مولوی صاحب بھی کسی مردے کو زندہ کرکے دکھلا دے۔ تاجدارِ رسالتؐ کی عنایت وکرم اور بخشش پر قرآنِ مجید کی آواز ملاحظہ ہو۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ پارہ ۹ رکوع ۱۷۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جس وقت اللہ اور اس کا رسولؐ تم کو پکارے تو انہیں جواب دو تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی کریمؐ زندہ کر سکتے ہیں۔ تبھی تو خدا نے فرمایا کہ محمدؐ کو جواب دو تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔ مسلمانو! اگر حضرت عیسیٰؑ باذن اللہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بحکمِ خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ صلوات۔

ہاں! میں عرض کر رہا تھا کہ ان کی ہر دُعا قبول ہوتی ہے۔ روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صلعم نے جب حضرت امیرؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تو لوگوں نے بخ بخ سے حضرت امیر علیہ السلام کا استقبال کیا اس خوشی وانبساط کو ملاحظہ فرما کر حضور پُر نور نے انس سے فرمایا کہ اے انس جب علیؑ تم سے اس واقعہ کی شہادت طلب کرے تو کیا تو گواہی دے گا۔ انس نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں پوری گواہی دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا اے انس اس گواہی کو نہ چھپانا مگر جب حضرت ابوبکر اجماعی خلیفہ مقرر ہوگئے تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نبی کریمؐ نے مجھے ایک لاکھ کئی ہزار کے مجمع میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت امیرؑ نے انس سے کہا کہ اُٹھ اور حسبِ وعدہ گواہی دے۔ انس چونکہ اوّل وثانی کے ساتھ شامل ہوچکا تھا اس نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے کہا کہ اے علیؑ میں بوڑھا ہوگیا ہوں مسلوب الحواس ہوگیا ہوں مجھے اچھی طرح واقعہ یاد نہیں رہا۔ بس اتنا انس کا کہنا تھا کہ حضرت امیرؑ نے عرض کی پالنے والے اگر انس عمداً حق کو چھپا رہا ہے تو اس کو تین ایسی بیماریوں میں مبتلا کر دے جن کو یہ چھپا نہ سکے۔ انس کہتا ہے کہ ہنوز میں مجلس سے اٹھنے نہ پایا تھا کہ میرے منہ پر سفیدی ظاہر ہوگئی۔ بینائی نے جواب دے دیا اور پیٹ

ہیں آگ سی لگ گئی۔ اب ہیں روزہ رکھنے سے معذور و مجبور ہوں۔ روایت ہیں ہے کہ انس اسی حال پر رہا اور اسی حال پر مرگیا۔ فضائلِ مرتضوی ص۱۹۔ انہی لوگوں کی شان میں قدرت نے فرمایا ہے وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ پارہ ۲۹ رکوع ۲۰۔ نہیں چاہتے تم مگر جو اللہ چاہتا ہے۔ بس ان کی چاہت اللہ کی چاہت ہے اور ان کا انکار اللہ کا انکار ہے یہ اگر کسی سے محبت کریں تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور یہ کسی سے جنگ کریں تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے جنگ کرتا ہے۔ اسی حکم کے پیشِ نظر حضور نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ عَلِیٌّ وَفَاطِمَۃُ وَالْحُسَیْنُ وَالْحَسَنُ اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَھُمْ وَسِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَھُمْ۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۲۷۳۔ میرے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ علیؑ۔ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ۔ جس نے ان سے جنگ کیا اس نے مجھ سے جنگ کیا اور جس نے ان سے صلح رکھی اس نے مجھ سے صلح رکھی۔ صلوات۔

یاد رکھو جب تک ان کا دامن ہاتھ میں نہیں ہوگا شفاعتِ مصطفیٰ ہرگز نصیب نہیں ہوگی۔ میں ایک مثال سے اپنے مقصد کو واضح کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مرتبہ کسی کنوئیں میں کتا گر گیا۔ لوگوں نے مولوی صاحب سے عرض کی کہ اب کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے۔ مولانا صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ کنوئیں سے چالیس ڈول پانی نکال دو کنواں پاک ہو جائے گا۔ لوگوں نے کنوئیں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا مگر پھر بھی کراہت سی محسوس ہونے لگی کہ پانی پی لیں یا نہ آخر فیصلہ ہوا کہ پہلے مولوی صاحب کو ہی پانی پلاؤ تاکہ اطمینان طہارت ہو جائے۔ مولوی صاحب کو جو گلاس پانی کا کنوئیں سے بھر کر پیش کیا تو پانی میں کتے کے بال نظر آئے مولوی صاحب نے کہا کہ اس میں تو کتے کے بال ہیں۔ مولوی صاحب سے لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو آپ کے فتویٰ کے مطابق چالیس ڈول پانی کے نکال دیئے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا کتا بھی نکالا ہے۔ کہا کہ نہیں صرف چالیس ڈول پانی ہی نکالا ہے۔ فرمایا لوگو چالیس نہیں بلکہ چالیس ہزار ڈول نکال دو کنواں پاک نہیں ہوگا۔ جب تک کتا نہیں نکالو گے اسی طرح میں کہا کرتا ہوں۔ جب تک دل سے بغضِ علیؑ کا کتا نہیں نکالو گے ہرگز ہرگز خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکو گے۔ بس پہلے دل کو نجاستِ بغض سے پاک کرو اور بعد میں خدا کی عبادت کرو اور جو دعا مانگو گے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا۔ صلوات بمسدس

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے — اور زر بقدرِ کوہِ احد راہِ حق میں دے
حج بھی ہزار بار پیادہ ہوں گر کئے — اور بے گناہ شہید بھی ہو ظلم و جور سے

بغضِ علیؑ کا کتا

حُبِّ علیؑ کی مے نہیں جس دل کے جام میں
جنت کی بو نہ پہنچے گی اُس کے مشام میں صلوات

بس ان کی نگاہ خدا کی تقدیر ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز جناب نبی اکرم صلعم آرام فرما تھے کہ جبرئیل حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ تو آرام فرما رہے ہیں مگر یاد رہے کہ آپ کی کافی اُمت دوزخ میں جائے گی آنحضرت نے جب اُمت کے بارے میں سُنا کہ جہنم میں جائے گی تو آپ کو غم دامن گیر ہوا اور اُسی وقت اُٹھ کر جنگل کو نکل گئے اور ایک غار میں سر سجدے میں رکھ کر اُمت کے غم میں رونے لگے۔ نماز کے وقت صحابہؓ کرام نے گھر سے معلوم کیا کہ حضور پُر نور تشریف لاکر نماز پڑھائیں تو پتہ چلا کہ آنحضرتؐ دولت سرا میں تشریف نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام نے حضورؐ کی تلاش شروع کی کہ کہاں تشریف لے گئے مگر معلوم نہ ہو سکا کہ خدا کا حبیب کہاں چلا گیا۔ الحاصل صحابہ کرام نے تین دن تک آنجنابؐ کی تلاش کی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ صحابہ کرام میں تشویش اہلِ مدینہ پریشان اور یہودیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح عیسیٰؑ غائب ہو گئے اسی طرح مسلمانوں کا رسولؐ بھی غائب ہو گیا۔ بالآخر تلاش و تجسس میں ریوڑ چرانے والے ایک چرواہے سے جب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ تین روز سے میری بھیڑیں اسی پہاڑ پر آکر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ سارا دن روتی رہتی ہیں۔ میں انہیں شام کو واپس مکان پر لے جاتا ہوں تو ان کا پیٹ بھی بھرا ہوا ہوتا ہے اور دودھ بھی پہلے سے کہیں زیادہ دیتی ہیں صحابہ کو کامل یقین ہوا کر درِ مقصود اسی پہاڑ میں ہوگا۔ جب پہاڑ کی غاروں میں دیکھا تو ایک غار میں سر سجدے میں رکھے ہوئے حضور پُر نور رو رو کر فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ۔ میرے اللہ میری اُمت کو بخش دے۔ صحابہ نے عرض کی کہ مولا مدینہ ویران ہو گیا۔ حسنینؑ پریشان ہیں۔ آپ تشریف لے چلیں آنجنابؐ نے سجدے ہی کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ جب تک اُمت کی بخشش کی سند اللہ سے حاصل نہ کر لوں گا میں مدینہ واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ سُن کر صحابہ کی پریشانی اور بڑھی کہ آنجنابؐ تو مدینہ تشریف نہیں لے جاتے۔ بالآخر سیدہؑ طاہرہ سے آکر عرض کی کہ بی بی آپ کے بابا جان ایک غار میں سر سجدے میں رکھے ہوئے رو رہے ہیں اور اُمت کی بخشش کی قدرت سے درخواست کرتے ہیں کیونکہ جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ آپ کی کافی اُمت دوزخ میں جائے گی۔ جب تک اُمت کی بخشش کی سند قدرت سے حاصل نہیں کر لیتے مدینہ مراجعت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ

عزادارو بس اتنا سُننا تھا کہ بتول نے چادرِ تطہیر سنبھالی اور مستورات کے زمرہ میں مستور ہو کر رحمۃ للعالمین کے پاس تشریف لائیں سیدہ نے باپ کو سلام کیا تو حضور نے سجدے ہی کی حالت میں سلام کا جواب ارشاد فرمایا سیدہ نے باپ کی حالت دیکھی کہ باپ کے آنسوؤں کی کثرت سے تمام غار میں پانی ہی پانی ہے۔ سیدہ نے رو کر عرض کی بابا جان گھر تشریف لے چلیں۔ حسینؑ بے چین ہیں تو حضورؐ سجدے میں ہی فرماتے ہیں کہ بیٹی میری کافی اُمت جہنم میں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے امت کی بخشش کی سند چاہتا ہوں۔ سیدہ نے عرض کی۔ بابا آپ گھر تشریف لے چلیں آپ کی اُمت جانے اور میں جانوں۔ بابا آپ کی اُمت کی بخشش کی میں ذمہ دار ہوں۔ کہا بیٹی آپ میری امت کی بخشش کی خاطر کیا کریں گی۔ عرض کی بابا میں قیامت کو سر کے بال کھول دوں گی۔ عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو اٹھاؤں گی۔ اصغرؑ کا خون بھرا چولا لوں گی۔ حسنؑ کے جگر کے ٹکڑے۔ حسینؑ کی کٹی ہوئی اُنگلیاں۔ محسنؑ کا لاشہ آپ کی امت کی بخشش کے لئے کافی ہو جائے گا۔ عزادارانِ حسینؑ یہ سُن کر بھی حضورؐ نے فرمایا بیٹی یہ درست ہے مگر قدرت سے آج اُمت کی بخشش کا مژدہ سُننا چاہتا ہوں۔ بس باپ کا اتنا کہنا تھا کہ سیدہ نے عرض کی بابا اگر آپ سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تو میں بھی سر سجدے میں رکھتی ہوں۔ عزادارو! بتولؑ نے گلے میں دوپٹہ ڈالا اور سر سجدے میں رکھنا چاہا تو قدرت کی آواز آئی میرے حبیب جلدی سر سجدے سے اٹھا لے۔ تیری بیٹی چل کر آگئی ہے۔ بس جس کو سیدہ چاہے گی اُسے جنت عطا کروں گا۔ اہلِ سنت کے مولانا عبدالستار صاحب نے قصص المحسنین صفحہ پر اس واقعہ کو درج کرنے کے بعد یہ اشعار تحریر کئے ہیں۔

فاطمہ زہرا نہ سجدے میں گئیں — پیشتر فرمانِ حق لایا وحی
ہو تجھے خوشخبری اے پیارے رسولؐ — فاطمہؑ کی عاجزی ہوئی قبول
مانگتی گروہ زمین و آسماں — بخش دیتے جلد ہم دونوں جہاں
موڑتے کون بنتِ شہِ ثقلین کو
کیوں نہ مانے مادرِ حسنینؑ کو

مسلمانو یہ بی بی مسلمانوں کے دروازے سے خالی واپس ہوئی اور رو کر کہتی تھی صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا۔ بابا تیرے بعد فاطمہؑ پر وہ مصائب آئے

شانِ بتولؑ عذرا

کہ اگر یہ مصائب دنوں پر آتے تو کالی راتیں بن جاتے۔ روایت میں ہے کہ قیامت کو صرف ایک بی بی میدانِ محشر میں پردے کی حالت میں آئے گی کیوں کہ دنیا ہے دار العمل کہ اس میں عمل کرنے کا حکم ہے اور آخرت ہے دار الجزا وہاں جزا ملے گی۔ یہاں عمل کر وہاں جزا پاؤ۔ مگر تمام مسلمان اس بات کو فخر سے تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت کو منادی ندا دے گا یَا اَھْلَ الْمَوْقِفِ غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَ نَکِّسُوْا رُؤُسَکُمْ حَتّٰی تَجُوْزَ فَاطِمَۃُ الزَّھْرَآءُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ تذکرۃ الخواص صفحہ ٣٦٠ مودۃ القربیٰ صفحہ ٩١ اے میدانِ محشر والو اپنی آنکھیں بند کر لو اور سروں کو جھکا لو تاکہ فاطمہؑ زہراؑ دختر محمدؐ کی بیٹی یہاں سے گزر جائے۔ عزادارو! جب بتولؑ میدانِ محشر میں تشریف لائیں گی تو قدرت کی طرف سے اعلان ہوگا۔ میدانِ محشر والو آنکھیں بند کرو اور اپنے اپنے سروں کو جھکا لو تاکہ میری کنیز خاص فاطمہ زہرا گزر جائے۔ صرف ہم ہی سے نہیں کہا جائے گا کہ تم پردہ کرو بلکہ انبیاء و اوصیاء کو بھی حکم ہوگا کہ آنکھیں بند کر و اے آدمؑ واقعی تم ابو البشر ہو مگر آنکھیں بند کرو خلیلؑ خلّت کا تاج اتار کے بغل میں دے لو اور سر جھکا کے کھڑے ہو جاؤ کیوں کہ زہراؑ آ رہی ہے۔ اے نوحؑ بے شک ہم تیرے نوحے سے راضی مگر سنتے ہو بتولؑ آ رہی ہے۔ آنکھیں بند کر لے اپنے حسن پہ ناز کرنے والے یوسفؑ پردہ کر و زینبؑ کی ماں آ رہی ہے۔ طور پہ ہمکلام ہونے والے کلیمؑ سکینہؑ کی دادی آ رہی ہے پردہ کرو۔ اے روح اللہ مریمؑ نہیں بلکہ بنت اللہ کی بیٹی فخرِ مریم تشریف لا رہی ہیں۔ آنکھیں بند کر لو۔ ممکن ہے کہ آواز آئے میرے حبیب محمدؐ اور میرے ولی علیؑ آپ بھی آنکھیں بند کر لیں فاطمہ آ رہی ہے۔ شاید محمدؐ یہی جواب دیں پالنے والے میری تو بیٹی ہے مجھ سے بھی پردہ اور حضرت [illegible] عرض کریں پالنے والے بتول میری تو بیوی ہے۔ مجھ سے پردہ کیسا۔ شاید قدرت کی طرف سے یہ [illegible] آئے محمدؐ اور علیؑ آج تم سے یہ پردہ اس لئے کروایا جا رہا ہے کہ زہراؑ اس رنگ میں آ رہی ہے کہ تم دونوں دیکھ نہ سکو گے۔ زہراؑ کے ایک ہاتھ میں علی اصغرؑ کا خون بھرا جھولا ہے دوسرے ہاتھ میں عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو ہیں، حسینؑ کی خون آلود قمیص ہے۔ حسنؑ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ علیؑ کا خون آلودہ عمامہ ہے اور محسنؑ کی لاش ہے۔ اور ساقِ عرش کے قریب آ کر بتولؑ فریاد کرے گی پالنے والے تو بتا میرے محسنؑ کا کیا قصور تھا۔ پالنے والے میری زینبؑ کا کیا قصور تھا جو بازاروں اور درباروں میں سر برہنہ پھرائی گئی۔ پالنے والے میری سکینہؑ کا کیا قصور تھا جو اسے طمانچے مار کر اس کے دُر چھینے گئے

پالنے والے فیصلہ دے کہ میرے حسینؑ کا کیا قصور تھا۔ میرے اللہ میری پردے دار بچیوں کو سر برہنہ درباروں میں پھرایا گیا تو بتا میرے کنبے کا کیا قصور تھا میرے اللہ تو بتا میرا بھرا گھر کیوں اجاڑا گیا۔

عزادارو! جب بتولؑ اپنے مظلوم بیٹے کی قمیص پیش کرے گی اور عرض کرے گی۔ الٰہی ھٰذَا قَمِیْصُ وَلَدِیْ میرے اللہ یہ میرے فرزند حسینؑ کی قمیص ہے بس قمیص کا ظاہر کرنا ہوگا تو میدانِ محشر میں کہرام بپا ہو جائے گا لہوف صلہ۹ المجالس المرضیہ ص۲۵۔ اس کے بعد قدرت کی طرف سے اعلان ہوگا بتولؑ اپنے مقدمے کے گواہ پیش کرو۔ سیدہؑ عرض کریں گی پالنے والے میں حسینؑ کی ماں ہوں میں تیرے رسولؐ کی بیٹی ہوں میرے اللہ ایک مرتبہ مسلمانوں نے بھی مجھ سے گواہ مانگے تھے مگر میرے گواہوں کی گواہی بول نہ ہوئی۔ میرے پالنے والے اب تو خود گواہ طلب کرلے۔ عزادارو! سنتا ہوں کہ ملائکہ کو حکم ہوگا جاؤ امام حسینؑ کو دربارِ خداوندی میں بلاؤ اور اُن سے کہو کہ مولا آپ کی ماں نے دربارِ الٰہی میں آپ کے قتل کا دعوےٰ کر دیا ہے۔ آپ تشریف لاکر اپنے قتل کے واقعۂ ہائلہ کو بیان فرمائیں۔ اس واقعہ کو سُن کر امام مقتول عرض کریں گے پالنے والے میں کوئی اکیلا کربلا میں اُجڑا ہوں۔ میرے ساتھ تو میری بہن دردرسیدہ زینبؑ بھی تھی۔ کہتے ہیں کہ حورانِ جنّت کو حکم ہوگا کہ جاؤ بی بی زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ رقیہؑ، ربابؑ، سکینہؑ اُمِ فروہؑ کو بھی بلاکر لاؤ۔ جب حورانِ جنّت ثانیِ زہراؑ سے عرض کریں گی کہ بی بی میدانِ محشر میں تشریف لائیے آپ کی ماں نے بارگاہِ رحمت میں تیرے مظلوم بھائی کے قتل کا مقدمہ دائر کردیا ہے آپ آکر واقعہ کی حقیقت کو بیان کریں یہ سُن کر جناب اُمّ المصائب عرض کریں گی پالنے والے میں اکیلی تو اُجڑ کے شام نہیں گئی میرے ساتھ تو میرا بیٹا سجادؑ بھی تھا۔ اس کے بعد ملائکہ حضرت سجادؑ سے عرض کریں گے کہ مولا تشریف لاکر دربارِ کوفہ وشام کی کیفیت کو بیان فرمائیے کہ بھرے بازاروں سے کس طرح ماؤں بہنوں کولے کر گذرے تھے۔ عزادارو! حضرت سجادؑ عرض کریں گے پالنے والے میں کس کس واقعہ کو بیان کروں گا۔ میرا تو بھرا گھر ہی اُجڑ گیا۔ میرے اللہ جو اونٹ اور سامان اور قیدی جس رنگ میں کوفہ وشام میں لے کر گیا تھا اُسی رنگ میں دربارِ الٰہی میں پیش ہوتا ہوں۔ عزادارو! بس وہی اونٹ زندہ ہو جائیں گے اور حضرت سجادؑ سیدانیوں کو شترانِ بے کجاوہ پر سوار کریں گے۔ ہاتھ میں مہار پکڑیں گے اور جس طرح کوفہ کے دربار میں تشریف لائے تھے اُسی رنگ میں میدانِ محشر میں تشریف لائیں گے۔

عزادارانِ حسینؑ اگر کسی شریف لڑکی کی شادی بُرے گھر میں ہو جائے تو وہ نیک بچی اپنی تکالیف

کو بھائی کے سامنے بیان نہیں کرتی کیوں کہ خاندانی روش اُسے روکتی ہے اور حیا دامن گیر ہوتی ہے اگر اس شریف لڑکی کا باپ آجائے تو بھی اپنی مصیبت کو بیان نہیں کرتی۔ چچا ماموں آجائے تو بھی بچی اپنی مصیبت کو بیان نہیں کرتی۔ ہاں اگر اس بچی کو ماں مل جائے تو ماں سے ضرور اپنی مصیبت اور دُکھ بیان کرے گی۔ یہ بچی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ماں سے بچی ہر مصیبت کو بیان کرتی ہے۔ عزادارو! جب جناب زینبؑ حضرت سجادؑ کے ساتھ میدانِ محشر میں تشریف لائیں گی اور دور سے نگاہ پڑے گی کہ میری ماں زہراؑ میدانِ محشر میں عرش کا پایہ پکڑ کر فریاد کر رہی ہے تو زینبؑ بے بس ہو کر اپنے آپ کو اونٹ سے اس طرح گرا دے گی جیسے غازی کربلا میں گھوڑے سے گرے تھے اور ماں کے گلے میں باہیں ڈال کر فریاد کرے گی۔ اماں میں اُجڑ گئی اماں میرے ویر مارے گئے اماں میرے خیموں کو آگ لگائی گئی۔ اماں میرے ویر حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اماں ہمیں شترانِ بے کجاوہ پر سوار کر کے کوفہ شام کے بازاروں اور درباروں میں لایا گیا۔ اس کے بعد جناب سیدہؑ عرض کریں گی پالنے والے میرا حسینؑ کہاں ہے۔ میں اُسے ملنا چاہتی ہوں۔ قبلہ سید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ فرماتے ہیں کہ قدرت کی طرف سے حکم ہوگا اے فاطمہؑ اُنْظُرِیْ اِلٰی قَلْبِ الْمَحْشَرِ فاطمہؑ حسینؑ کو محشر کے وسط میں دیکھیں۔ عزادارو بتولؑ کس رنگ میں حسینؑ کو دیکھے گی فَاِذَا الْحُسَیْنُ قَائِمٌ بِلَا رَاْسٍ وَ اَوْدَاجُہٗ تَشْخَصُ دَمًا فَاَوْدَاجُہٗ صَرْخَۃٌ مُرْخَۃٌ۔ پس دیکھیں گی کہ حسینؑ کے بدن پر سر موجود نہیں ہے اور رگ ہائے گردن سے تازہ خون جاری ہے تو ایک چیخ مار کر بیہوش ہو جائیں گی۔ اس حالت کو دیکھ کر حضور نبی کریمؐ بھی رونا شروع کر دیں گے اور میدانِ محشر میں آواز بلند ہو گی ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ۔ المجالس المرضیہ ص۷۲ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ پارہ ۱۹ ع ۱۵

اٹھارہویں مجلس

دنیا کو دین پر ترجیح دینا، معجزاتِ سرکارِ رسالتؐ، ذکرِ علیؑ عبادت ہے

تیراہیں رکاوٹ نہ ہو، آفتاب و ماہتاب کی حقیقت، معجزہ ردِّ شمس واعظ مظفر بن اردشیر، معجزاتِ جنابِ امیر علیہ السلام، شہادت سرکار سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پارہ ۲۱ رکوع ۱۹۔

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں بہترین پیروی ہے۔

علاماتِ مومنین میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ مومن دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن کا دین مقدم ہوتا ہے اور دنیا موخر ہوا کرتی ہے۔ مومن دنیا کو دین پر قربان کر سکتا ہے یعنی مومن وہ ہے جس کا دین ہر حال میں مقدم ہو اور فاسق وہ ہے کہ جس کی دنیا مقدم ہو۔ اور دین موخر رہے۔ فاسق کی نگاہ اور دل و دماغ میں ہر وقت دنیا کے حصول کے لئے چکر لگے رہتے ہیں کہ چاہے دین برباد ہو جائے مگر کسی نہ کسی طرح دنیا مل جائے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ کوئی حاکمِ مدینہ شہر سے باہر کہیں گیا تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکا بھیڑوں کا ریوڑ چرا رہا ہے تو حاکم نے دریافت کیا کہ کیا یہ بھیڑیں تیری ہیں اس نے عرض کی کہ نہیں بلکہ فلاں انصاری کی ہیں اور میں اس کا غلام ہوں۔ اس پر حاکمِ مدینہ نے فرمایا کہ ایک بھیڑ کا بچہ مجھے دے دے تو لڑکے نے کہا کہ شام کو مالک کو کیا دوں گا۔ کہا کہ اسے کہنا کہ بھیڑیا لے گیا۔ اس لڑکے نے حیرت سے کہا کہ حضور مالک کو تو جواب دے دوں گا کہ بھیڑیا لے گیا مگر یہ ہے قیامت کو خدا کو کیا جواب دیا جائے۔ اس بات کو سن کر حاکمِ مدینہ نے افسوس سے کہا کہ کاش میرا ایمان اس لڑکے جتنا ہی ہوتا۔ اس لڑکے نے دنیا والوں کو سبق دیا کہ حق کی حمایت اور دیانت میں کسی حاکم کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اس پر رباعی عرض ہے۔

دین اور دنیا

آزاد منش رہ دنیا میں پرواہِ امید و بیم نہ کر — تو اپنی طرف سے قدرت کے قانون میں کچھ ترمیم نہ کر
آتا ہے راہِ حق پہ اگر شیطان تو قدم رکھ آنکھوں پر — بیگانہ ہے رسمِ شریعت سے جبرئیلؑ تو بھی تعظیم نہ کر

روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے پانچویں خلیفے حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزیدؔ کی بیعت لینا شروع کی تو اس سلسلہ میں مغیرہ ابنِ شعبہ نے کوفہ سے چالیس آدمی اپنے لڑکے کے ساتھ دمشق روانہ کئے کہ وہ دمشق میں جاکر یزیدؔ کی بیعت کر کے معاویہ کو خوش کریں۔ معاویہ نے مغیرہ ابنِ شعبہ کے لڑکے سے دریافت کیا کہ تیرے باپ نے انکا ایمان کتنے کو خرید کیا ہے تو مغیرہ ابنِ شعبہ کے لڑکے نے کہا کہ حضور دو صد دینار سے یعنی ایک آدمی کا ایمان پانچ دینار سے خریدا ہوا ہے تو معاویہ نے خوش ہو کر کہا کہ بڑا سستا سودا ہو گیا ہے۔ آفتابِ شہادت صفحہ ۲۷۔ اس واقعہ کو پڑھ کر ہر اہلِ اسلام آسانی سے فاسقین کی فہرست ترتیب دے سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ نے بغضِ علیؑ میں قرآن مجید کی آیات کی تبدیلی بھی کرائی۔ منقول ہے کہ سمرہ بن جندبؓ کو جو روایات کا ایک بڑا تاجر تھا معاویہ نے بلا کر ایک لاکھ درہم دیئے کہ اس آیت شریفہ کو علیؑ کی شان میں بنا دے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ پارہ ۲ ع ۹ اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ خوش لگتی ہے تجھ کو بات اس کی بیچ زندگانی دنیا کے اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اوپر اس چیز کے کہ بیچ دل اس کے ہے اور وہ بہت جھگڑالو ہے اور جب حاکم ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے فساد کرنے کو کہ ہلاک کرے کھیتوں کو اور جانوروں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والے کو۔ ترجمہ ختم۔

اور کہا کہ اس آیت مبارکہ کو ابن ملجمؒ کی شان میں روایت کر دے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ پارہ ۲ رکوع ۹۔ اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے کہ بیچتا ہے جان اپنی کو واسطے چاہنے رضامندی اللہ کی اور اللہ شفقت کرنے والا ہے ساتھ بندوں کے۔ ترجمہ ختم۔ سمرہ نے خیال کیا کہ یہ معمولی رقم تو ایک آیت کی تحریف کے لیے بھی کافی نہیں ہے چہ جائے کہ دو آیتیں۔ چنانچہ اس نے بھاؤ تاؤ شروع کر دیا یہاں تک کہ دو آیتوں کا معاملہ چار لاکھ درہم پر طے ہو گیا اور سمرہ نے یہ بیان دے دیا کتاب ابوطالب مومنِ قریش صفحہ ۴۶ یہ تھی صحابہ کی نگاہ

آیات کے معنی قرآن میں ردوبدل

ہیں دین کی شان اور مرتبہ فرمایئے دین کو مقدم کیا گیا ہے یا کہ دنیا کو مقدم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نبی اکرم
صلعم نے قدم قدم پر معجزے دکھلائے مگر دنیا داروں نے ذرہ بھر پرواہ نہ کی بلکہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ہر فرمان کو ٹھکرا دیا جب آنحضرتؐ مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے کہ جب حضور پُرنور کی سواری داخلِ مدینہ ہوئی تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضورؐ میرے یہاں
قیام فرمائیں آپ نے فرمایا میری ناقہ کی مہار چھوڑ دو جہاں حکمِ خدا ہوگا وہاں رُک جائے گی۔ چنانچہ ناقۂ مصطفٰے
جنابِ ابوایوب کے گھر کے سامنے رُکی جو مدینہ میں سب سے زیادہ غریب آدمی تھے یہ دیکھ کر آتشِ
حسرت سے لوگوں کے دل کباب ہوگئے۔ ابوایوب نے اپنی ماں کو پکارا کہ دروازہ کھولو کہ سیّد البشر جناب
محمد مصطفٰے ہمارے گھر تشریف لائے ہیں۔ ابوایوب کی والدہ چونکہ نابینا تھی دروازے کو کھولا اور حسرت
سے کہا کہ کاش میری آنکھیں ہوتیں تو میں بھی آنحضرتؐ کی زیارت کرتی یہ سُن کر رحمتِ الٰہی کو جوش
آگیا۔ آپ نے دستِ نبوت اُس کی آنکھوں پر پھیرا تو خالق نے فوراً نور عطا کر دیا۔ مکرر۔ مجمع الفضائل
جلد ا صـ۵ یہ معجزہ تمام مسلمانوں نے دیکھا مگر حرصِ دنیا غالب ہی رہی اور دنیا کو دین پر مقدم ہی رکھا۔

سرکار رسالتؐ کا مدینہ میں ورود

میں ایک اور رسولؐ اللہ کا معجزہ عرض کرتا ہوں لکھا ہے کہ زمانہ رسولِ خدا میں ایک نصرانی مدینہ میں
رہتا تھا اُس کے پاس ایک اونٹ تھا۔ جب وہ اونٹ بڈھا ہوا تو اُس کے مالک نے چاہا کہ اُسے
ذبح کرے جب چھری تیز کر کے لایا تو وہ اونٹ بھاگا۔ یہاں تک کہ دروازہ رسولؐ پر آ کر کہا اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جب حضرت باہر آئے تو اس نے زمین پر سر رکھ دیا پھر سر اٹھا کر بقدرتِ
خدا گویا ہوا۔ یا رسول اللہ میں فریاد لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ فلاں نصرانی میرا مالک ہے۔ میں
نے ایک مدت تک اس کی خدمت کی ہے۔ اب جب بڈھا ہو گیا ہوں تو وہ چاہتا ہے کہ مجھے
ذبح کرے آنحضرتؐ نے کسی کو بھیج کر اس نصرانی کو بلایا جب نصرانی حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا اے
شخص اس اونٹ کو میرے ہاتھ بیچ دے یا اسی طرح ہبہ کر دے اس نے کہا میری جان اور
مال سب حاضر ہے قیمت کی کیا ضرورت ہے میں نے آپ کو ہبہ کیا۔ حضرتؐ نے اس اونٹ
کو اس سے لے کر آزاد کر دیا وہ اونٹ مدینہ میں آزادانہ پھرا کرتا تھا کوئی اس کو دانہ و گھاس سے روکتا
نہیں تھا اور نہ اپنی چراگاہ سے منع کرتا تھا بلکہ لوگ احترام کرتے تھے اور اس کا نام پڑ گیا عتیق رسول اللہ
یعنی رسولؐ اللہ کا آزاد کیا ہوا ہے۔ لوائح الاحزان جلد ۲ صـ۲۲۵ مجمع الفضائل جلد ا صـ۲۲۲ حقائق الرسائط

بوڑھا اونٹ

بحوالہ طبری لوگوں نے اس معجزے کو زندگی بھر دیکھا کہ اونٹ کے چرنے سے فصلیں اچھی ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی حرصِ دنیا اس قدر غالب رہی کہ دنیا مقدم اور دین کو مؤخر ہی رکھا۔

حضرت ابوہریرہ جنہوں نے لاکھوں احادیث گھڑ کر رسولِ خداؐ کی طرف منسوب کر دیں حتیٰ کہ یہاں تک جسارت فرمائی کہ ایک آدمی عکہ سے پیاز خرید کر مدینہ فروخت کرنے کو لایا مگر مدینہ میں پیاز کی قیمت گر گئی اُسے کافی نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ آخر اس تاجر نے حضرت ابوہریرہ کی خدمات حاصل کیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ سودا کس قدر نفع سے طے پایا اور حضرت ابوہریرہ نے مدینہ منورہ میں ایک حدیث گھڑ کر بیان کر دی کہ رسولِ خدا نے فرمایا تھا کہ جس نے عکہ کی پیاز کھائی اس نے مکہ کی زیارت پائی ابوطالب مومنِ قریش ص۲۹۴۔ یہ ابوہریرہ خود راوی ہے کہ ایک مرتبہ جناب نبی اکرم صلعم کے پاس ایک دودھ کا پیالہ آیا تو آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے۔ دودھ لانے والے نے عرض کی کہ مولا یہ ہدیہ لایا ہوں تو حضورؐ نے ابوہریرہ سے فرمایا کہ جاؤ اور اہلِ صُفّہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ اہلِ صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ کوئی گھر بار تھا نہ عزیز و اقارب جب پیغمبرؐ کے پاس کوئی صدقہ کی چیز آتی تو آپ ان کے پاس بھیج دیا کرتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب کوئی تحفہ و ہدیہ آتا تو خود بھی استعمال فرمایا کرتے اور اہلِ صفہ کو بھی شریک فرما لیتے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کا یہ ارشاد مجھے بہت ناگوار گذرا دل میں کہا کہ اہلِ صفہ کے لئے یہ دودھ کیا کام دے گا۔ میں زیادہ حقدار ہوں کہ اسے پی کر بھوک کی اذیت دور کروں۔ اہلِ صفہ جب آئیں گے تو پیغمبر حکم دیں گے کہ میں یہ پیالہ انہیں دوں اور ایک ایک کے پاس پیالہ لے جانا پڑے گا اگر اس میں بچے گا کیا جو میں پیوں گا۔ مگر پیغمبر کی بات ماننے کے علاوہ چارہ کار رہی کیا تھا۔ میں ان لوگوں کو جاکر بلا لایا۔ ان لوگوں نے حاضر ہو کر اجازت چاہی پیغمبر نے اجازت دی وہ سب آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو پیغمبر نے فرمایا ابوہریرہ یہ پیالہ ان لوگوں کو دو میں نے پیالہ ہاتھ میں لے کر ایک کو بڑھایا اس نے پیٹ بھر کر پیا پھر پیالہ مجھے پلٹا دیا۔ میں نے دوسرے کو بڑھایا اس نے بھی جی بھر کر پیا اور سیراب ہو گیا اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک کو میں پیالہ دیتا گیا اور وہ پیٹ بھر کر پینے کے بعد مجھے واپس دیتے گئے۔ جتنے تھے سب نے پیا اور سبھی سیراب ہوئے پھر آنحضرتؐ نے وہ پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابوہریرہ بس ہم اور تم باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کی جی ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا بیٹھو اور پیو۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا اسی طرح آپ

فرماتے تھے اور پیو اور پیو اور پیتا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کی اب پیٹ میں گنجائش نہیں رہی کہ اور پیوں۔ آپ نے فرمایا اچھا مجھے پیالہ دکھاؤ میں نے پیالہ آپ کے ہاتھوں میں دے دیا آپ حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور بسم اللہ کہہ کر بقیہ دودھ نوش فرما لیا ابوہریرہ صلا ان واقعات سے بزرگوں کی حقیقت و کیفیت اور اسلام نوازی کا آسانی سے پتہ چل جاتا ہے یہ لوگ ہیں جن سے مسلمانوں نے دینِ مصطفیٰ سیکھا تھا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان سے روایت کیے ہوئے دین میں کتنی صداقت ہے۔ جب ایسے امام ہیں تو ماموم کیسے ہوں گے۔ رباعی

رباعی

امام وہ جو صداقت پسند رکھتا ہو　　زباں رضائے الٰہی میں بند رکھتا ہو

جھکا سکے گی اُسے ہستیٔ یزید کہاں　　شہید ہو کے بھی جو سر بلند رکھتا ہو　　صلوات

مسلمان مومن وہ ہوگا جس کا ہر قول و فعل رسولؐ اللہ کے تابع ہو کیوں کہ قدرت کا اعلان ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" پارہ ۲۱ ع ۱۹۔ یقیناً رسولؐ اللہ کی پیروی تمہارے لئے بہترین اور اچھا عمل ہے۔ شعر ؎

شعر

محمدؐ جس کا حکم دے کرنے پر جھک جاؤ

محمدؐ روک دے جس کام سے فی الفور رُک جاؤ

آیئے اور رسولؐ اللہ سے عرض کیجئے کہ یارسولؐ اللہ۔ آپ ہمیں حقیقتِ عبادت سے آگاہ فرمائیں تاکہ ہم عبادتِ خدا کر کے نجات حاصل کر سکیں تو ارشاد ہوتا ہے زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ بِذِکْرِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِنَّ ذِکْرَہٗ ذِکْرِیْ وَذِکْرِیْ ذِکْرُ اللّٰہِ وَذِکْرُ اللّٰہِ عِبَادَۃٌ مجالس و محافل صہ ۲۹ فرمایا اپنی مجالس کو زینت دو علیؑ کے ذکر سے کیوں کہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے، صلوات۔ ہم نے ذکر کیا صرف علیؑ کا مگر نبی کا ذکر اور خدا کا ذکر بھی علیؑ کے ذکر سے ہو گیا معلوم ہوا کہ علیؑ کے ذکر میں تینوں ذکر مستور ہیں۔ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے کہ علیؑ کے ذکر سے اپنی مجالس کو زینت دو سنو جو رسولؐ ہمیں حکم فرماتا ہے کہ علیؑ کے ذکر سے اپنی محفلوں کو سجاؤ کیا وہ رسولؐ خود ایسا عمل نہ کرتا ہوگا۔ ماننا پڑے گا کہ حضور پُرنور بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور شیعہ حضرات نے بھی رسولؐ خدا سے ہی سبق حاصل کیا ہے جو علیؑ کا ذکر کرتے ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند کریم نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں کہ وہ شمار نہیں

ذکر علی

کیئے جا سکتے۔ پس جو شخص علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا ذکر کرے خداوند کریم اس کے تمام سابق گناہ بخش دے گا اور جو شخص علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو سُنے تو اس کے کانوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو شخص حضرت علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کی طرف نظر کرے تو اس کے آنکھوں کے گناہ معاف ہوں گے۔ پھر فرمایا علیؑ کی طرف دیکھنا اور اس کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ خدا کسی عبد کے ایمان کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس میں ولائے علیؑ نہ ہو اور اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ ہو۔ المجالس المرضیہ ص ۲۲۴ صلوات۔ دو شعر سنو سہ

مدحِ علیؑ بیاں ہو یہ طاقت سے ہے بعید ۔۔۔ فرمانِ مصطفیٰ ہے یہ میرا نہیں کلام

دنیا کی درسگاہوں کا محتاج وہ نہیں ۔۔۔ خالق جسے بناتا ہے مخلوق کا امامؑ

میں عرض کر رہا تھا کہ ان سے اگر دلار نہیں تو ہرگز ہرگز اسلام قبول نہ ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کر چکا کہ ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا بھی ضروری اور واجب ہے۔ تولّا اور تبرّا دونوں مل کر شجرِ اسلام کو استحکام دیتے ہیں۔

منقول ہے کہ معصوم ایک دفعہ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو ایک شخص وہاں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اُس کو سلام کہا اور اس نے جواب عرض کیا۔ اس کے بعد پھر جو معصوم بیت اللہ تشریف لے گئے تو ایک شخص کچھ پڑھ رہا تھا آپ اس کے پاس سے گذر گئے اور اس کو سلام نہ دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور اس کی وجہ کیا ہے کہ پہلے شخص کو آپ نے سلام فرمایا تھا اور اس سے احتراز سلام کیا آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھ رہا تھا اس لئے میں نے اس کو سلام دیا لیکن دوسرا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں سے برأت کا ورد کر رہا تھا اس لئے میں نے اُس کو سلام نہیں دیا تاکہ اس کے ذکرِ خیر میں رکاوٹ نہ ہو۔ بحار الانوار جلد ۔۔ صلوات۔ آلِ محمدؐ کے دشمن کے بارے میں رباعی سُن لو

کم ظرف کا بیان تو حرفِ ۔۔۔ ہے ۔۔۔ باطل کا زور قصّۂ گفت و شنید ہے

ہر دشمنِ شبیرؑ جو کوئی تو جان لو ۔۔۔ بھٹکی ہوئی زمانے میں رُوحِ یزید ہے

مسلمانو! میرے مولا مظہر العجائب والغرائب ہیں۔ آج دُنیا کوشش کر کے چاند تک پہنچنے کا دعوےٰ کر رہی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کہاں تک کامیاب ہو رہے ہیں۔ مگر میرے مولا

مدحِ علیؑ

تبرّا اسلام کا استحکام

رباعی تبرّا

چودہ سو سال پہلے حقیقت چاند سے مطلع فرما رہے ہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک رات کو میرے مولا جناب امیرالمومنین غور سے چاند کو دیکھنے لگے تو ایک آدمی نے عرض کی یا مولا چاند کو غور سے دیکھنے کی کیا وجہ ہے فرمایا چاند میں خدا کی مخلوق آباد ہے۔ سائل نے عرض کی کہ آقا چاند کا طول و عرض کتنا ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس ضرب چالیس فرسخ یعنی کل سولاں سو فرسخ ہیں۔ اس کے بعد سائل نے عرض کی کہ مولا چاند کا فاصلہ کتنا ہے مولا نے فرمایا یہاں سے دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلہ پہ چاند ہے۔ سائل نے عرض کی کہ مولا کیا آپ سورج کی لمبائی اور چوڑائی بھی بتا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ اِنِّیْ اَعْلَمُ بِطُرُقِ السَّمٰوٰتِ مِنَ الْاَرْضِ تاریخ الخلفاء ص۱۷۱ سوال کرو مجھ سے قبل اس کے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں۔ میں آسمانوں کے راستے زمینوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ سائل نے کہا مولا پھر فرما دیں سورج کا سفر کتنا ہے۔ فرمایا سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل زمین سے دور ہے۔ اور سورج کی لمبائی چوڑائی نو سو ضرب نو سو فرسخ ہے یعنی آٹھ لاکھ دس ہزار فرسخ۔ علل الشرائع۔ تفسیر قمی اور محمدیہ جنتری ص۴۴۔

اور یہ یاد رہے کہ فرسخ اسلامی لحاظ سے تین میل کا ہوتا ہے اور میل اسلامی چار ہزار گز کا ہوتا ہے اور اسلامی گز چوبیس انگل کا ہوا کرتا ہے۔ لغات کشوری ص۴۴۲۔ آج دنیا نے چاند کی پیمائش کر کے تسلیم کر لیا کہ واقعی جنابِ حیدرِ کرارؑ علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام نے منبر کوفہ پر سچ فرمایا کیونکہ مسلمانو خطیب سلونی کے فرمان کی آج تصدیق ہو رہی ہے۔ دوست و دشمن مانتا ہے اور فخر سے مانتا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نے فرمایا کہ اِیَّاکَ عَنِ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ۔ حقوق اور اسلام ص۱۰۱۔

فرمایا مجذوم سے ایسے بھاگو جیسے انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ سائل نے عرض کی یا علیؑ اگر بات کرنے کی ضرورت پڑے تو کیا کرے فرمایا کم از کم ایک ہاتھ اس سے دور بیٹھ کر بات کرنا۔ اس فرمانِ مرتضیٰؑ کی حقیقت کا آج دنیا کو یقین ہوا جب دوربین نے بتلایا کہ مجذوم کے جراثیم شیر کی شکل کے ہوتے ہیں مسلمانو

آج میں تمام مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں وہ یہ کہ حضرت علیؑ کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ سورج نو سو ضرب نو سو فرسخ یعنی آٹھ لاکھ دس ہزار فرسخ ہے۔ چاند کی لمبائی چوڑائی کا تو علم ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ شبِ معراج بڑے بھائی نے گزرتے ہوئے سر زمین چاند کو اک نظر سے دیکھ لیا ہو اور آ کر چھوٹے بھائی کو بتلا دیا ہو کہ چاند چالیس ضرب چالیس فرسخ ہے مگر سورج تک تو کوئی جا نہیں سکتا تو پھر

علیؑ کو سورج کی حقیقت و کیفیت کا علم بتلا دیا گیا ہے اور اگر کوئی انکار کرے تو مجھے بتلائے کہ سرگوشی قدرت نے حضرت علیؑ سے کیا کی تھی ارے سرگوشی کا دوسرا نام ہے راز کی باتیں اور راز کی باتیں راز دار سے ہوا کرتی ہیں۔ صلوات۔

یہی سورج جس کا میں ذکر کر رہا تھا۔ میرے مولا کا تابع فرمان ہے۔ تبھی تو میرے مولا نے ڈوبتے ہوئے سورج کو واپس پلٹا کر نمازِ عصر ادا فرمائی تھی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنگِ نہروان سے جب جنابِ امیر علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ نے براثا کے علاقہ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور سرزمینِ بابل میں داخل ہو گئے۔ اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا تو لوگوں نے چلانا شروع کر دیا اے امیرالمومنینؑ نمازِ عصر کا وقت ہو گیا ہے جنابِ امیرؑ نے فرمایا یہ زمین تین دفعہ تباہ ہو چکی ہے اور چوتھی دفعہ پھر تباہ ہو گی لہٰذا وصیٔ رسولؐ کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مُعذّب زمین پر نماز ادا کرے تم میں جو شخص نماز پڑھنا چاہے پڑھ لے اس پر منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ نماز تو نہیں پڑھتے لیکن پڑھنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ منافقین کی مراد نہروان والے لوگ تھے جن کو حضرت نے قتل کیا تھا۔ جویریہ بن مسہر عبدی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے ساتھ سو سواروں کے دستہ کی معیت میں رہا۔ میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک امیرالمومنینؑ نماز نہ پڑھیں گے میں بھی نماز نہ پڑھوں گا۔ حضرت نے قریب غروبِ آفتاب زمین بابل کو طے کر لیا اور سورج غروب ہو گیا۔ اُفق پر سُرخی ظاہر ہو گئی تھی کہ حضرت نے مجھ سے فرمایا اے جویریہ پانی لاؤ۔ میں نے پانی کا برتن خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ حضرت نے وضو کیا اور فرمایا اے جویریہ اذان کہو۔ میں نے عرض کی کہ مولا عشاء کی نماز ہو گی فرمایا نہیں بلکہ عصر کی نماز کی اذان کہو۔ میں دل میں خیال کر رہا تھا کہ سورج تو غروب ہو گیا ہے۔ عصر کی نماز کیسے ادا ہو گی لیکن اطاعتِ امامؑ کی وجہ سے مجبور تھا میں نے اذان کہی حضرت نے فرمایا اقامت کہو۔ میں نے اقامت کہنا شروع کر دی۔ ابھی میں اقامت کہہ رہا تھا کہ حضرت کے دونوں ہونٹ متحرک ہوئے۔ آپ کے دہنِ اقدس سے ایسا کلام جاری ہوا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ ابابیلوں کی بولی بول رہے ہیں۔ اسی اثناء میں سورج پورے کا پورا دوبارہ لوٹ کر عصر کے مقام پر آ گیا حضرت نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہم نے بھی حضرت کی اقتداء میں نماز ادا کی جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو سورج اس طرح غروب ہوا جیسے کوئی چراغ طشت میں رکھے ہوئے غائب ہو جائے

معجزۂ ردِّ شمس

بس ستارے نکل آئے تو حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ضعیف الیقین عشار کی اذان
کہو۔ صلوات عیون المعجزات صث۔ رباعی عرض ہے۔

رباعی

یا علیؑ ذکر نیر اکبر ہے کہانی کی طرح　　حل کیا عقدہ لاینحل کو پانی کی طرح
ڈوب کر شمس اشارے سے زمے مغرب سے　　پھر پلٹ آیا زلیخا کی جوانی کی طرح

ایک مولوی صاحب نے فرمایا یہ ناممکن ہے کہ سورج پلٹ آئے میں نے عرض کی مولوی صاحب
آپ کی مشکوٰۃ شریف جلد ۳ صث ۱۶۳ تذکرۃ الخواص صث ۲۷ پر بھی درج ہے کہ رسولِ خدا کے حکم سے سورج لوٹ
کر آیا ہے اور قرآن مجید سے حضرت سلیمان کے واقعہ میں سورج کے دوبارہ پلٹنے کا ذکر ہے حَتّٰی تَوَارَتْ
بِالْحِجَابِ رُدُّوْهَا عَلَیَّ پارہ ۲۳ ع ۱۲ یہاں تک کہ چھپ گیا۔ سورج پردے میں۔ پھیر لاؤ اُس کو اُوپر میرے
مسلمانو اگر حضرت سلیمانؑ کے حکم سے سورج پلٹ کر واپس آسکتا ہے تو میرے مولاؑ کے لئے بھی سورج
پلٹ کر واپس آسکتا ہے۔ بلکہ اہلسنت کے بہت بڑے عالم سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص صث ۵
پر فخر سے تحریر فرمایا ہے کہ ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے ابومنصور مظفر ابن ارد
شیر عبادی واعظ کو دیکھا وہ مدرسہ ناجیہ (جو بغداد کے محلہ ابرز کے دروازے پر ہے) بیٹھا ہوا تھا یہ نماز
عصر کے بعد کا واقعہ ہے اور وہ حضرت علیؑ کے لئے ردِّ شمس کی حدیث کو بہترین عبارات اور عمدہ
الفاظ کے ساتھ بیان کر رہا تھا۔ پھر اُس نے اہلبیتؑ کے فضائل ذکر کئے یہاں تک کہ سورج غروب
ہونے لگا۔ ابومنصور منبر پر کھڑا ہو گیا اور سورج کی طرف منہ کر کے کہا اے سورج جب تک محمد مصطفیٰ کی
آل اور ان کی اولاد کی مدح ختم نہ ہو جائے غروب نہ کرنا تو اپنی مہار کو روک لے اگر تو میرے مولا حضرت
علیؑ ابن ابی طالب کے لئے پلٹا ہے تو ان کے نوکروں کے لئے بھی ٹھہر جا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سورج رُک
گیا اور ابومنصور منبر پر فضائل مرتضیٰ بیان کرتا رہا۔ شریعۃ المصائب صث ۳۸۹ کشف الحق علامہ حلی علیہ الرحمۃ

فضائل علی

جب حضرت امیر المومنین کے نوکر سورج کو روک سکتے ہیں تو خود علی المرتضیٰؑ کے اختیارات و کمالات کتنے
بلند ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر نے بھی کہا کہ میں نے رسولِ خدا سے سُنا ہے لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا
وَالرِّیَاضُ اَقْلَامًا وَالْاِنْسُ کُتَّابًا وَالْجِنُّ حُسَّابًا مَا اَحْصَوْا فَضَائِلَكَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اے علیؑ
اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلمیں بن جائیں اور تمام انسان لکھنے لگ جائیں اور تمام جن
حساب کریں تو بھی اے ابوالحسن تمہارے فضائل شمار نہیں کر سکتے۔ مودۃ القربیٰ صث ۴۴۔ حضرت امیرؑ

کے اتنے فضائل ہیں کہ عقولِ انسانیہ محوِ حیرت ہیں۔ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کوئی شیعہ عالم اس فضیلت سے انکار نہ کرے۔ دمعہ مساکبہ میں سعد بن ہیثم تمار سے مروی ہے کہ میں کوفہ میں حضرت امیرؑ کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپ احکامِ دین بیان فرما رہے تھے۔ جب آپ کا بیان ختم ہوا تو ایک نوجوان اٹھا اور اس نے ایک خط حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ امیرِ شام کی تعریف کے چند کلمات کہے۔ حضرت امیرؑ نے عمار یاسر کو حکم دیا کہ سوار ہو کر قبائلِ کوفہ میں اعلان کردو کہ جس نے حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق دیکھنا ہو فوراً پہنچ جائے۔ پس یہ اعلان سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ عالمِ اورع اور بطلِ انزع منبر پر تشریف لائے اور تنحنح کیا تو لوگوں پر خاموشی چھا گئی۔ آپ نے فرمایا وہ امام امام نہیں جس کی دعا یا برکت سے مردہ زندہ نہ ہو اور آسمان سے بارش نہ برسے یا اس قسم کے معجزات نہ ظاہر کر سکے جن کے اظہار سے دوسرے لوگ عاجز ہوں اور تم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یقین ہے کہ میں آیتہ باقیہ، کلمہ تامہ اور حجتہ بالغہ ہوں۔ حاکمِ شام معاویہ نے میری طرف ایک بدزبان بے لگام جاہل عرب کو بھیجا ہے اور تم جانتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو اس کی ہڈیاں پلیس ڈالوں اور اس کے نیچے سے زمین کو کھینچ لوں یا یہ کہ اسے زمین نگل جائے لیکن جاہل کی باتوں کا برداشت کرنا صدقہ ہے پھر آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور حضرت رسالتمآبؐ پر درود بھیجا اور فضا میں اپنا ہاتھ بڑھایا تو ایک بادل حاضر ہوا۔ اور اس نے آ کر سلام کیا۔ آپ عمار کے ہمراہ اس پر سوار ہو کر آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور لوگوں نے دیکھا تو آپ دکتہ القضاء پر تشریف فرما تھے اور عمار سامنے تھا آپ نے خطبۂ شقشقیہ پڑھا تو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے جتنے منہ اتنی باتیں تھیں کسی کا ایمان زیادہ ہوا اور کسی کے کفر میں زیادتی ہوئی۔ عمار کہتا ہے جب بادل نے پرواز کی تو تھوڑے وقت میں ہم ایک بڑے شہر میں پہنچے جس کے اردگرد نہریں اور باغات تھے۔ لوگوں کی زبان عربی کے علاوہ کوئی اور تھی تو آپ نے انہی کی زبان میں تقریر فرمائی پھر ہم واپس آ گئے تو مجھے آپ نے فرمایا اے عمارؓ تجھے پتہ ہے وہ کون سا شہر تھا تو عمارؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول اور ولی ہی اس کو جانتے مجھے کیا علم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ملک چین کا ساتواں جزیرہ تھا جس میں ہم پہنچے تھے کیونکہ جناب رسول خداؐ تمام کائنات کے رسولؐ تھے اور وصی رسولؐ بھی تمام دنیا کا ہادی ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے عرض کی کہ جب آپ کے پاس اتنی طاقت موجود ہے تو معاویہؓ سے لڑنے کے لئے آپ

معجزہ [illegible]

فوجیں جمع کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ لوگ اپنے جہاد کے فریضے کو ادا کریں اور اپنے عہد کی وفا کریں خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اپنے اس مختصر ہاتھ کو اس لمبی چوڑی زمین میں بڑھا کر معاویہ کے سینے پر گھونسہ لگاؤں اور اس کی ڈاڑھی یا مونچھوں کے بال نوچ لوں پس آپ نے ہاتھ بڑھایا اور واپس کیا تو اس میں بال تھے۔ لوگوں نے تعجب کیا پھر اطلاع پہنچی کہ اسی دن معاویہ اپنے تخت سے گرا تھا اور بے ہوش ہوگیا تھا۔ جب ہوش وحواس درست ہوئے تو اسے ڈاڑھی اور مونچھوں کے بالوں میں کمی محسوس ہوئی۔ المجالس المرضیہ ص۲۹۹۔ فرماؤ مسلمانو ایسے فضائل کو کتنے عقول قبول کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر کمالات حضرت امیرؑ دنیا کے اذہان میں محدود ہوگئے تو اس حدیث کو کیا کروگے جو نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے یَا عَلِیُّ مَا عَرَفَكَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَا۔ اے علیؑ تیری حقیقت کو میرے اور اللہ کے سوا کوئی بھی کما حقہٗ نہیں پہچان سکا۔

— دمعۂ ساکبہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ بعض صحابہ نے عرض کی کہ اس دنیا پر تعجب ہے کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہوتی ہے اور آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم دنیا کو چاہیں تو وہ ہمارے پاس نہیں آسکتی۔ آپ نے فوراً مسجد کے سنگریزے مٹھی میں بند کئے۔ پھر مٹھی کو کھولا تو بیش بہا جواہر تھے۔ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے دیکھا تو قیمتی جواہر تھے آپ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو دنیا ہماری ہے لیکن ہم نہیں چاہتے پس ہاتھ سے پھینک دیئے تو ویسے کے ویسے سنگریزے تھے۔ المجالس المرضیہ ص۳۰۱ نہر المصائب جلد ۲ حصہ ۳ ص۳۶۹۔ میرے مولا علیؑ کے بارے میں رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اپنی مجالس کو علیؑ کے ذکر سے زینت دو کیوں کہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر خدا کی عبادت ہے صلوات۔ جہاں حضرت علیؑ کا ذکر عبادت ہے وہاں علیؑ کائنات کے لئے رحمت بھی ہیں۔ میرے مولا نے اپنے فیضِ کرم سے لوگوں کو سرفراز فرمایا میں ایک واقعہ عرض کرنے کے بعد اپنی تقریر کا رُخ ذکرِ مصائب کی طرف پھیرتا ہوں۔

کتاب الخرائج والجرائح میں منقول ہے کہ ایک قصاب سے کسی کی کنیز نے گوشت خرید کیا جسے اس کی مالکہ نے پسند نہ فرمایا کنیز قصاب کے پاس واپس آئی اور کہا کہ اس گوشت کو تبدیل کر دے مگر قصاب نے گوشت تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ کنیز حضرت امیر علیہ السلام کے پاس

فریادی ہوئی اور عرض کی کہ یا امیر المومنینؑ میری مالکہ نے اس گوشت کو پسند نہیں کیا اور قصائی اسے تبدیل کر کے نہیں دیتا۔ حضرت امیر علیہ السلام قصاب کے پاس تشریف لائے اور اُسے وعظ و نصیحت کی کہ اس عورت کو گوشت تبدیل کر دے یا واپس کر دے مگر قصاب نے جو آنحضرتؑ کو پہچانتا نہ تھا حضرت کے ساتھ بے رُخی سے کلام کیا بلکہ اپنے ہاتھ سے گستاخی بھی کی جناب واپس ہوئے تو کسی نے قصاب سے کہا کم بخت کیا تو پہچانتا ہے کہ وہ کون تھے کہا کہ نہیں کہا یہ تو حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ تھے۔ پس قصاب نہایت شرمسار ہوا اور جس ہاتھ سے حضرت کے ساتھ گستاخی کی تھی اُس کو کاٹ ڈالا اور دوڑتا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر گر کر کہا کہ مولا مجھے معاف فرما دیں میں حضورؑ کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ نے کٹے ہوئے ہاتھ کی حقیقت دریافت کی تو اس نے عرض کی کہ اس منحوس ہاتھ سے حضورؑ کی ذاتِ اقدس کی گستاخی کی ہے اس لیئے اسے کاٹ ڈالا ہے آنجنابؑ کو ترس آ گیا اور اس کا کٹا ہوا ہاتھ زخم کے ساتھ لگا کر کچھ فرمایا تو ہاتھ بالکل درست اور صحیح و سالم ہو گیا سبحان اللہ خلاصۃ المصائبؑ

مگر عزادارو کیا بیان کروں انہی حضرت کی اولاد کو کربلا کے میدان میں مسلمانوں نے تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا۔ منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب یار و انصار شہید ہو چکے اور مظلوم امام اپنے لختِ جگر حضرت علی اصغرؑ کو بھی دفن کر چکے تو ایک مرتبہ خیمے کے دروازے پر آئے اور حضرت نے فرمایا یَا زَیْنَبُ وَ یَا اُمَّ کُلْثُوْمِ وَ یَا رُقَیَّۃُ وَ یَا رُبَابُ وَ یَا سَکِیْنَۃُ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ اے زینبؑ اے اُم کلثومؑ اے رقیہ اے ربابؑ اے سکینہؑ تم سب پر میرا آخری سلام ہو۔ بس اس آواز کا سُننا تھا کہ سیدانیوں میں کہرام بپا ہو گیا اور بتولؑ و عذرا کی بیٹیاں بے تاب ہو گئیں۔ میرے مظلوم امامؑ جناب زینبؑ کو تسلی دیتے ہیں اور رو کر فرمایا بہن زینبؑ ابھی تو منزل بہت باقی ہے۔ ماں جائی ابھی تو سر برہنہ کوفہ و شام کے در باروں میں جانا ہے۔

عزادارو! جناب زینبؑ سے حسینؑ نے فرمایا اُخْتِی زَیْنَبُ ائْتِیْنِی بِثَوْبٍ عَتِیْقٍ لَا یَرْغَبُ فِیْہِ اَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ اے زینبؑ مجھے پھٹا پرانا لباس لا دے تاکہ میرے کفن کا کام دے سکے اپنے مظلوم بھائی کا فرمان سُن کر زینبؑ اُٹھی اور ایک لباس پیش کیا۔ آپ نے لباس کو دیکھا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا ماں جائی زینبؑ آج عید کا دن تو نہیں۔ زینبؑ آج مدینہ نہیں بلکہ کربلا کا میدان ہے۔ زینبؑ وہ لباس لا کے دے جس کو میری ماں زہراؑ نے میرا کفن بنایا ہے۔ عزادارو! زینبؑ نے جگر پہ ہاتھ رکھا

قصاب کا ہاتھ جوڑا

آخری رخصت

زینبؑ کا ہاتھ جوڑا

اور بقچہ اٹھا کے لے آئی۔ فرمایا حسین اپنے ہاتھوں سے نکال لے۔ زینب کا جگر پھٹ جائے گا اگر اس کو اپنے ہاتھوں سے نکال کر دوں تو یہ سن کر امامؑ نے لباس پرانا نکالا اور جا بجا چاک کر کے اپنے ہاتھوں سے کفن پہنا۔ اس کے بعد فرمایا سیدانیوں میں ایک ایک کو وداع نہیں کر سکتا تم ایک قطار میں کھڑی ہو جاؤ میں سب کو جھک کے سلام کر کے گزر جاؤں گا۔

بس حسینؑ سب بی بیوں کو آخری سلام کر کے خیمے کے دروازے پر تشریف لائے۔ گھوڑے پر نگاہ پڑی تو جی بھر آیا۔ منہ میدان کی طرف کر کے آواز دی اَیْنَ اَبْنَ اَخِیْ اَبُوالْفَضْلِ الْعَبَّاسُ۔ اَیْنَ اَیْنَ حَبِیْبُ ابْنُ مَظَاھِرٍ اَیْنَ اَیْنَ مُسْلِمُ ابْنُ عَوْسَجہ۔ اَیْنَ اَبْنَ عَلِیُّ الْاَکْبَرُ میرے رفادار مجاہدو میں نے تم سب کو سوار کرایا اور مجھے سوار کرانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ عباسؑ۔ علی اکبرؑ۔ تم اپنے مظلوم امام کو آج جواب تک نہیں دیتے۔ بس اتنا کہنا تھا کہ فرات کی طرف سے ایک لاشہ بلند ہوا اور کٹے ہوئے گلے سے آواز آئی۔ آقا ایک مرتبہ زندگی دلا دو۔ میں شامیوں کو شام پہنچا دوں گا۔ عزادارو جب گھوڑے کی طرف میرے مظلوم امامؑ نے نگاہ کی تو گھوڑے کی دوسری طرف ایک بی بی کو دیکھا جس نے کوچ میں ہاتھ ڈال کر کہا حسینؑ آپ سوار ہو جائیے۔ ہمارا خدا حافظ۔ حسینؑ نے دریافت کیا آپ کون ہیں۔ شاید آواز آئی کہ آپ کے بھائی حسنؑ کی بیوہ اُمِّ فروہ ہوں۔ میں قاسمؑ کی ماں آپ کی بھاوج آپ کو سوار کراتی ہوں۔ لکھا ہے کہ جب حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگے تو زینبؑ آگے بڑھی اور کہا ماں جائے ایک مرتبہ ذرہ بندِ قبا تو کھولو۔ حسینؑ نے بندِ قبا کھولے۔ زینبؑ نے فرمایا حسینؑ ذرا جھکو تو سہی بس حسینؑ کا جھکنا تھا کہ زینبؑ نے اپنے مظلوم ویر کے گلے کے بوسے لیے حسینؑ نے فرمایا زینبؑ یہ کیا فرمایا ماں جائے ماں نے وصیت کی تھی کہ آخری وقت میری طرف سے حسینؑ کے گلے کے بوسے لینا کیوں کہ اس جگہ شمرِ لعین کا خنجر چلے گا۔ اتنا کہنا تھا کہ حسینؑ نے فرمایا زینبؑ ذرا ہاتھوں کو تو بڑھاؤ۔ جب بی بی زینبؑ نے ہاتھوں کو بڑھایا تو حسینؑ نے جنابِ زینبؑ کے ہاتھوں کے بوسے لیے۔ جب بی بی نے یہ دیکھا تو دریافت کیا ماں جائے یہ کیا کیا۔ فرمایا بابا کی وصیت ہے کہ بہن زینبؑ کے ہاتھوں کے بوسے لینا اس جگہ اشقیا رسیاں ڈالیں گے۔

عزادارو! اب جنابِ زینبؑ نے عرض کی ویرا اگر قتل ہی ہونا ہے تو رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا۔ بھائی جان ہمیں نانا کے روضہ تک پہنچانے کا انتظام کر دیجیے۔ کہتے ہیں کہ بہن سے یہ فقرہ غم بھرا

بھائی کے گلے پر بوسے

سُن کر حسینؑ کا دل بھر آیا کہا بہن زینبؑ آپ علیؑ کی بیٹی ہیں۔ وارثِ شریعتِ مصطفےٰ ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں یزید کی بیعت کر لوں؟ بچ جاؤں گا۔ لکھا ہے کہ اتنا سُننا تھا کہ بی بی زینبؑ چند قدم پیچھے ہٹ گئیں اور آواز دے کر فرمایا حسینؑ، یزید کی بیعت نہ کرنا میں شام کی قید سنبھالوں گی۔ مظلوم کربلا نے فرمایا بس زینبؑ اب شام کی قید کے لئے تیار ہو جاؤ۔

روایت میں ہے کہ جب حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو چلے تو چند قدم پہ گھوڑا رک گیا۔ امامؑ نے فرمایا اے گھوڑا کیا تو نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر تو حسینؑ کو میدان میں نہیں لے جانا چاہتا تو حسینؑ اکیلا ہی چلا جائے گا۔ اِس کلامِ امامؑ کو سن کر گھوڑے نے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کیا گویا زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا تھا کہ مولا ذرا نیچے تو دیکھیے۔ عزادارانِ حسینؑ جب میرے مولا نے نیچے نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ گھوڑے کے قدموں سے سکینہؑ لپٹی ہوئی ہے اور رو رو کر کہہ رہی ہے گھوڑا میرے بابا کو میدان میں نہ لے جا جو بھی میدان میں گیا ہے واپس پلٹ کر نہیں آیا۔ لکھا ہے کہ میرے مولا یہ دیکھ کر فوراً گھوڑے سے اُتر پڑے اور سکینہؑ کو گود میں لے کر فرمایا بیٹی مرنے والوں سے اتنا پیار نہیں کیا جاتا۔ سکینہؑ نے عرض کی بابا آپ میدان میں نہ جائیے۔ میں رات کو کس کے سینے پر سوؤں گی فرمایا بیٹی آج تو رات کو اپنی ماں ربابؑ کے سینے پہ سو جانا۔ سکینہؑ نے عرض کی بابا میری ماں کے سینے پر تو میرا بھائی اصغرؑ سوتا ہے۔ امامؑ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا بیٹی اصغرؑ ہمارے ساتھ رات کو ہو گا۔ بس اتنا سُننا تھا کہ سکینہؑ نے تڑپ کر کہا بابا میں کیا ہو گئی امامؑ نے فرمایا سکینہؑ تو یتیم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ یتیمی کا نام سُنا تو عرض کی بابا یتیموں کی کیا علامت ہوتی ہے امامؑ نے فرمایا بیٹی یتیموں کے سر میں خاک ہوا کرتی ہے بیٹی یتیموں کو لوگ طمانچے مارتے ہیں۔ یتیموں کا گریبان چاک ہوتا ہے۔ بیٹی یتیموں کے دُر چھین جاتے ہیں۔ عزادارو! سکینہؑ نے سر کے بال کھول لئے اور سر میں خاک ڈال کر ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر عرض کی بابا مجھے نجف کا راستہ تو بتا دیجئے۔ فرمایا بیٹی نجف جا کے کیا کرے گی۔ عرض کی بابا میں نجف جا کر دادا کی تُربت سے لپٹ کر کہوں گی دادا تو نے نجف کو پیارا کیا میری پھوپھی زینبؑ اُجڑ گئی دادا میں یتیم ہو گئی دادا میرا مظلوم باپ شہید ہو گیا۔ اس کے بعد جناب امام حسینؑ نے بہن زینبؑ کو آواز دے کر جنابِ سکینہؑ کو اُن کے حوالہ کیا اور میدانِ جہاد کی طرف بڑھے۔ شعر

شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے جیسا کہ نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

جناب سکینہؑ کی گفتگو

صاحب مواعظ حسنہ ص۱۶۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام عمر بن سعد لعین سے اتمام حجت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ اے قوم جفا کار تین باتوں سے ایک بات مان لو (۱) میرا راستہ چھوڑ دو کہ میں اپنے وطن کو چلا جاؤں ۔ دوسرا ایک گھونٹ پانی پلا دو عمر سعد ملعون نے ان دونوں شرطوں کو قبول نہ کیا تو آپ نے فرمایا میرے مقابلہ میں ایک ایک ہو کے آؤ۔ عمر بن سعد نے اس شرط کو قبول کیا اور فوج میں سب سے بڑے بہادر پہلوان یزید ابطحی کو کہا کہ حسینؑ کو بڑھ کر قتل کردے یہ آگے بڑھا تو حضرت نے بکمال وقار وصبر بتوتی ایک شمشیر اس کے سر پر لگائی جو زین تک کاٹتی ہوئی نکل گئی بعد ازاں دو شخص اور آئے جو قتل ہوئے اس کے بعد تین آدمی مل کر آئے آپ نے ایک ہی وار سے تینوں کو واصل جہنم کیا اس کے بعد چار آئے اور جہنم رسید ہوئے ۔ یہاں تک کہ دس دس آنے شروع ہو گئے ۔ اور حضرت نے اسی جگہ کھڑے کھڑے علاوہ مجروحین کے نو سو پچاس آدمی قتل کئے یہ حال دیکھ کر پھر کسی نے جرأت نہ کی اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا تو عمر بن سعد ملعون نے تمام فوج کو حکم دے دیا کہ یکبارگی حملہ کر دو ۔ ادھر تمام فوج حملہ آور ہوئی اُدھر حضرت نے ذوالفقار کو نیام سے نکالا اور اس طرح حملہ کیا کہ تمام مورخین نے باتفاق لکھا ہے فَشَدَّ عَلَيْهِمْ یعنی نہایت ہی سخت حملہ تھا فَكَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ اشقیاء مثل ٹڈیوں کے منتشر ہو گئے اور بکریوں کی طرح بھاگتے تھے ۔ فَكَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ اس طرح بھاگتے تھے جس طرح شیر ببر سے وحشی جانور اور گدھے بھاگتے ہیں۔ اور حضور حملہ کرتے ہوئے مقامِ ذوالکفل تک پہنچ گئے جو اس مقام سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے یہاں حضرت نے اپنا علم نصب کیا ۔ پھر وہاں سے لوٹ کر حضرت اپنے نیزہ کے پاس آئے اور جلال میں آکر فرمایا اے قومِ اشقیا ریہ بارہ میل کا فاصلہ ہے ۔ تم میں سے کسی کی مجال ہے کہ اس جگہ سے گذر جائے تم مجھے مجبور سمجھتے ہو میں مجبور نہیں بلکہ مامور ہوں ۔ امام کے اس جلال کو دیکھ کر کائنات محو حیرت تھی اور ساکنانِ عرش دم بخود تھے ملک الموت دستِ ملکوتی سے ارواح ملعونین قبض کرتا کرتا تھک چکا تھا ۔ کہتے ہیں کہ عمر سعد نے فوج کو لکیر پار کرنے کا حکم دیا ۔ اِدھر فوج چلی اُدھر قضا وقدر نے اپنے پر سنبھالے دستِ امامتؑ سے ذوالفقار کچھ اس طرح چلی کہ دس ہزار اشقیا دجہنم پہنچ گئے ۔ لکھا ہے کہ میرے مظلوم امامؑ نے ترپن۵۳ منٹ جنگ کیا ۔

مؤلف اصحاب الیمین ص۲۲۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے دس ہزار سے زائد ملعونین کو

انتقام ہے کا مقام

مقتل میں آمد

داخلِ جہنم کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ حملہ کرتے ہوئے دریائے فرات پر جا پہنچے اور فرمایا اسی دریا پر تمہیں ناز تھا۔ اس کے بعد گھوڑے سے فرمایا اے فرس پانی پی لے تو تین دن سے پیاسا ہے مگر وفادار گھوڑے نے اپنی زبان بے زبانی سے عرض کی مولا جب تک آپ نہ پئیں گے میں پانی نہیں پیوں گا۔ صاحبِ مواعظِ حسنہ ص۱۶۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے کل سات حملے کئے تھے اور تیسرے حملے میں نہایت غضبناک ہو گئے تھے نہ معلوم کیا وجہ تھی بعض مورخین کہتے ہیں کہ نہرِ علقمہ پر لاش برادر دیکھ کر غضب میں آگئے تھے۔ بس قدرت کی آواز آئی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ پارہ ۶ رکوع ۵ اے ایمان والو اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اس ندا کا آنا تھا کہ میرے مولا نے جنگ سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ عزادارو! اب میرے مظلوم امامؑ نے تلوار کو نیام میں ڈال لیا اور گھوڑے سے فرمایا کسی پست جگہ پر مجھے اتار دے جہاں میری بہن مجھے ذبح ہوتے نہ دیکھے یہ کہنا تھا کہ گھوڑا ایک نشیب میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا گھوڑا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ میری مقتل گاہ ہے گھوڑے نے عرض کی مولا رات کو آپ کی ماں زہراؑ مجھے اس جگہ پر لائی تھی اور کہا تھا کہ میرے بچے کو اسی جگہ اتارنا۔

لکھا ہے کہ اتمامِ حجت کے لئے مولا نے آواز دی هَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَّنْصُرُنَا ہے کوئی جو میں مظلوم کی مدد کرے تو یہ آواز میرے بیمار امامؑ کے کانوں میں پڑی اور آپ ایک ٹوٹا ہوا نیزہ سنبھال کر میدان کو چلے۔ جوں ہی مولا حسینؑ کی نگاہ پڑی تو آواز دے کر فرمایا بہن زینبؑ، سجادؑ کو روکو کہیں زمانہ حجتِ خدا سے خالی نہ ہو جائے۔ جنابِ زینبؑ نے سجادؑ کے گلے میں باہیں ڈالیں اور فرمایا بیٹا ہمیں شام و کوفہ کے بازاروں سے کون گذارے گا۔

منقول ہے کہ امامؑ کے استغاثہ کی آواز کا اثر قومِ جن پر بھی ہوا مخزن البکا اور مصرف القلوب میں ہے کہ زعفر جن خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا عرض کیا تو آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ عرض کی مولا میں آپ کا غلام جن قوم کا بادشاہ ہوں۔ مولا میری فوج حاضرِ خدمت ہے حکم کریں تو ان سب اشقیاء کو جہنم پہنچا دوں۔ فرمایا تم انہیں نظر نہیں آتے اور تم ان کو دیکھتے ہو اس لئے ان سے لڑنا مناسب نہیں سمجھتا۔ زعفر نے عرض کی مولا جنگِ بدر میں بھی فرشتوں نے آپ کے جدؐ کی مدد کی تھی وہ بھی تو نظر نہیں آتے تھے امامؑ نے فرمایا علی اکبرؑ کے مرنے کے بعد زندگانی دنیا پہ خاک۔ فرمایا زعفر جلدی دور نکل جا تاکہ میری آواز استغاثہ نہ سن سکے۔ زعفر روتا ہوا مجبوراً کربلا سے چلا گیا۔ عزادارو امامؑ نے گھوڑے سے فرمایا بلبیعہ جا

پس گھوڑا بیٹھا اور حسینؑ گھوڑے سے اُترے۔ جنابِ زینبؑ بے چین ہو کر بابِ زینبیہ پہ کھڑی ہو گئیں اور بھائی کا آخری سجدہ دیکھنے لگی۔

جب شمر ملعون آگے بڑھا تو ایک بچہ خیامِ آلِ محمدؐ سے برآمد ہوا اور باآوازِ بلند کہا ہائے میرا چچا قتل ہوا چاہتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بچہ عبداللہ ابنِ حسن علیہ السلام تھا جو گھبرا کر چچا کی مدد کو دوڑا۔ جنابِ زینبؑ نے روکا مگر ان سے اپنے دامن کو چھڑا کر اپنے آپ کو چچا کی لاش پر گرا دیا۔ ایک ملعون نے وار کرنا چاہا تو معصوم نے اپنے ہاتھوں کو بڑھا دیا تلوار کے وار نے ہاتھوں کو قطع کر دیا۔ بچے نے فریاد کی ہائے اماں اور چچا کی گود میں شہید ہو گیا۔ لہوف صفحہ بحار الانوار جلد ۱۰ حصہ ۱ صفحہ ۲۶۲۔ منقول ہے کہ جب میرے مولاؑ گھوڑے سے اُترے تو عمر سعد ملعون نے ایک نصرانی سے کہا کہ اس مظلوم کو قتل کر کے وافر انعام لے نصرانی انعام کے لالچ میں تلوار لے کر بڑھا تو فضہ نے تڑپ کر عرض کی بی بی اب حسینؑ نہیں بچے گا غیر مسلم تلوار لے کر آیا ہے۔ عزادارو! جب نصرانی قریب آیا تو امامؑ نے فرمایا مجھے پہچان کر قتل کرنا۔ نصرانی میں مباہلہ والا حسینؑ ہوں، میں بتولؑ کا بیٹا ہوں۔ بس نصرانی نے کلمہ پڑھا اور امامؑ کے قدموں کے بوسے لے کر اشقیاء پر ٹوٹ پڑا اور لڑ کر شہید ہو گیا۔ اس کے بعد ابنِ سعد ملعون نے خولی ملعون سے کہا کہ حسینؑ کا سر تن سے جدا کر دے۔ یہ قریب آیا اور کانپتا ہوا بھاگا عمر سعد نے وجہ پوچھی تو کہا میں نے محمد مصطفےٰ کو حسینؑ کے قریب روتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد اُشبث بن ربعی تلوار لے کر آگے بڑھا۔ مگر خوف زدہ ہو کر واپس بھاگا۔ پس سنان بن انس نے تلوار لی اور قتلِ حسینؑ کے ارادے سے آگے بڑھا مگر کانپتا ہوا بھاگا اور عمر بن سعد سے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو اے عمر تو نے خدا کے غضب کو دعوت دی ہے۔ حسینؑ کے پاس تو محمدؐ اور سارے گھرانے کے لوگ موجود ہیں جو رو رہے ہیں۔

عزادارو کس منہ سے بیان کروں کہ اس کے بعد شمر ملعون آگے بڑھا اور حسینؑ کے سینۂ اقدس پر سوار ہو گیا۔ بابِ زینبیہ پر بہن دیکھتی رہی اور بھائی سجدے کی حالت میں ذبح ہوتا رہا۔ لکھا ہے کہ جوں جوں ضربیں چلتی تھیں ارواحِ انبیاء رحم بکھر رہو کر میدانِ کربلا سے چلے جاتے تھے۔ آٹھویں ضرب پر محمدؐ نے کہا علیؑ نوجوان حسینؑ جاتے۔ نویں ضرب پر علیؑ نے کہا نہ ہوا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا نوجوان حسینؑ جاتے۔ دسویں ضرب پر روحِ حسنؑ نے جواب دیا۔ گیارہویں ضرب پر حسینؑ نے کہا ہائے اماں

عبداللہ ابن الحسن

شہادت سید الشہداء

آواز آئی بیٹا ماں دردان ماری تجھے گود میں لے کر ذبح ہوتے دیکھ رہی ہے۔ اصحاب الیمین ص۲۵۵
پس حسینؑ کا گھوڑا خالی واپس آیا اور سیدانیوں کی نگاہ پڑی تو گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال کر پوچھا
بتا حسینؑ کو کہاں چھوڑ آیا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

اُنیسویں مجلس

ایمان اور عملِ صالح، غالی اور مقصّر کی اصطلاح، مقدادؓ، ابوذرؓ، اور سلمانؓ کے درجاتِ ایمان، تبدیلیٔ مذہب کے اسباب، مومن کی شان

ایفائے عہد، پیکرِ وفا حضرت عباسؑ علمدار کا تذکرہ اور شہادت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ پارہ ۶ ع ۵ اے ایمان کے دعویدارو! اپنے وعدوں کو پورا کرو۔

ہر مومن میں دو صفتوں کا ہونا ضروری ہے ایک ایمان و اعتقاد اور دوسرا کردار و عمل۔ ان دو صفتوں کے بغیر انسان مومن نہیں بن سکتا پس مومن وہی ہوگا جس کا ایمان و اعتقاد بھی درست ہو اور عمل و کردار بھی صحیح ہو۔ اصطلاحِ اسلام میں ایمان کا دوسرا نام ہے اصولِ دین۔ اور عمل و کردار کا دوسرا نام ہے فروعِ دین۔ اصولِ دین مقدم ہیں اور فروعِ دین مؤخر ہیں اگر کسی انسان کا ایمان و اعتقاد درست ہو اور عمل بُرا ہو تو یہ بندۂ مومن تو کہلا سکتا ہے مگر بدکردار مومن کہلائے گا اور بدکردار مومن اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر کسی نہ کسی دن جنت میں ضرور پہنچے گا کیوں کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک، محمد مصطفےٰ

کو خاتم النبیین حضرت علیؑ سے لے کر قائم آلِ محمدؐ تک امام منصوص من اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والا اگر خدا تعالیٰ کو عادل بھی سمجھتا ہے تو ضرور بر ضرور اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بہشت عنبر سرشت میں جائے گا۔ اور جس آدمی کا اعتقاد و ایمان درست نہ ہو چاہے اس کے عمل کتنے ہی کیوں نہ اچھے ہوں وہ ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ ایسے آدمی کو مومن نہیں کہا جا سکتا بلکہ اچھے کردار و اعمال کی وجہ سے اُسے عامل کہہ سکتے ہیں یہ مسلمانو: جنت صرف اور صرف مومن کا ہی مقسوم و مقدر ہے۔ رباعی

بے کار زندگی ہے حُبِّ علی بغیر جیسے چمن ویران ہو پھول و کلی بغیر
اعمال سبھی نیک ہوں تیرے حساب میں بخشش کبھی نہ ہو گی حق کے ولی بغیر

(رباعی)

آپ کے سامنے ہے میو ہسپتال۔ سر گنگا رام ہسپتال جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں نے شفا حاصل کی۔ بڑی قیمتی جانوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوا۔ یقیناً یہ بہت بڑا کارِ خیر ہے۔ ممکن ہے کہ اتنا اچھا کام کرنے کی پاکستانی مولوی صاحب کو توفیقِ رفیق بھی نہ ہوئی ہو۔ تو پھر کیا کوئی مولوی صاحب یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ ان ہسپتالوں کو بنانے والے اگرچہ مسلمان نہ تھے مگر اپنے کردار کے اچھے ہونے کی وجہ سے وہ جنت میں چلے جائیں گے ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ عمل تو تب قبول ہوتے جب ان کا ایمان درست ہوتا انہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا پارہ ۱۶ ع ۲ پس کھوئے گئے عمل ان کے اور قیامت کو ہم ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔

(میو ہسپتال)

یہاں مجھے ایک لطیفہ عرض کرنا ہے جو خالی از مقصد نہ ہوگا۔ سنیئے ہندوستان کے مشہور و معروف شہر لکھنؤ میں منشی نو لکشور کا ایک بہت بڑا پریس ہے جس میں دنیا کے ہر فن کی کتابیں بڑے اعلیٰ پیمانے پر چھاپی جاتی ہیں۔ خصوصاً منشی نو لکشور کے چھاپے خانے کے چھپے ہوئے قرآن مجید دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ لکھائی چھپائی اور اعلیٰ پیمانہ کی تصحیح کرا کے اس نے ساری دنیا سے دادِ تحسین حاصل کی ہے دنیا کے گوشے گوشے سے طباعت کی حُسن و خوبی نے اپنے کمال کا کلمہ پڑھوا لیا ہے اور ہر قدر دان انسان منشی نو لکشور کا مداح بن گیا۔ منشی نو لکشور کے چھاپے خانے کے چھپے ہوئے قرآن مجید ملک ایران میں بھی پہنچے اور شہنشاہِ ایران نے جب کلامِ پاک کی زیارت کی تو بہت خوش ہوا اور منشی صاحب کی محبت شہنشاہ کے دل میں اُتر گئی اور عہد کیا کہ جب کبھی ہندوستان گیا تو ضرور اس ولی اللہ کی زیارت کروں گا

جس نے زرِ کثیر دینِ اسلام کی اشاعت و ترویج پر خرچ کیا ہے۔ اس اللہ کے پیارے کی زیارت کرنا یقیناً باعثِ ثواب ہے۔ اس دین کے فدائی اور قرآن کے شیدائی کے چہرۂ انور پر بھی خدا کی رحمت برستی ہوگی۔ یقیناً اس مومن پاک سے دعا کروانا رحمتِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ کچھ عرصہ کے بعد شہنشاہِ ایران ہندوستان تشریف لائے اور جب لکھنؤ پہنچے تو اراکینِ سلطنت سے فرمایا کہ منشی نولکشور کو اطلاع کرنا کہ میں اس کی ملاقات چاہتا ہوں۔ حاکمِ وقت نے منشی صاحب کو اطلاع دی کہ شہنشاہِ ایران کی ملاقات کو تشریف لائے۔ شہنشاہ نے منشی صاحب کا پرتپاک استقبال کیا اور مقامِ صدر پر اس کو جگہ دی شرفِ زیارت کے بعد شہنشاہ نے منشی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے دینِ مبین کی وافر خدمت کی ہے۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دم قدم سے دنیا قائم دائم ہے۔ آپ مومن ہی نہیں بلکہ آپ کی وجہ سے تو لاکھوں انسان مومن بن گئے۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اشاعتِ کلام مجید کا اس اعلیٰ پیمانہ پر کام کرنا صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ اس طرح کی خدمتِ دین کرنے کی تو کسی شہنشاہ کو بھی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ منشی صاحب بھی شہنشاہ کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے کہ حضور آپ لوگوں کی سعادت کے صدقے سے یہ کام انجام دے رہا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شہنشاہ کے لئے گائے کی بھنی ہوئی کلیجی میز پر آگئی۔ شہنشاہ نے منشی صاحب سے فرمایا آؤ بسم اللہ کہہ کے میرے ساتھ تناول فرمائیں منشی صاحب ہندو کلیجی گائے کی کس طرح جوڑ جوڑے منشی صاحب نے معذرت کی مگر بادشاہ نے اصرار کیا کہ ضرور آپ کو میرے ساتھ مل کر کھانا پڑے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ ہم مل کر کھائیں گے۔ آخر منشی صاحب نے کہا حضور میں ہندو ہوں۔ جب شہنشاہ نے ہندو کا نام سنا تو حیرت سے کہا او کم بخت قرآن مجید اتنے لکھے پھر ہندو کا ہندو عرض کی حضور قرآن پاک کا لکھنا اور بات ہے اور قرآن مجید پر ایمان لانا اور بات ہے۔ جناب قرآن کا لکھنا تو میری تجارت ہے۔ کیا کوئی انسان قرآن مجید لکھنے پر بھی مومن بن جاتا ہے۔ ایمان اور شئے ہے کتابتِ قرآن اور شئے ہے۔ صلوات۔ مسدس:

صاف ہو آئینۂ دل تو شفا ملتی ہے زہر بن جاتی ہے ورنہ جو دوا ملتی ہے
جاگنے والے ساتھی کو سزا ملتی ہے نیک گر سو بھی رہا تو جزا ملتی ہے

کیوں نہ بیدار ہو وہ حق کی رضائیں لے کر
جو کہ سویا ہو محمد کی دعائیں لے کر صلوات

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایمان و اعتقاد اول اور مقدم ہے اور عمل و کردار ثانوی درجہ رکھتا ہے یعنی مؤخر ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ہر مومن کے ایمان کا درجہ ایک جیسا نہیں ہوا کرتا بلکہ بفرمانِ رسولِ عربی ایمان کے دس درجے ہیں۔ اَلْاِیْمَانُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ اَلْمِقْدَادُ فِی الثَّامِنَۃِ وَاَبُوْذَرٍ فِی التَّاسِعَۃِ وَسَلْمَانُ فِی الْعَاشِرَۃِ۔ اصولِ کافی باب درجات الایمان ص ۴۴۱ حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۳ فرمایا ایمان کے دس درجے ہیں۔ مقدادؓ آٹھویں درجے پر فائز تھے اور ابوذرؓ نویں پر اور سلمانؓ محمدی دسویں درجہ ایمان پر فائز ہیں جابر بن حزم کہا کرتے تھے کہ اگر سلمانؓ و ابوذرؓ اپنے اعتقاد و ایمان کو لوگوں پر ظاہر کردیں تو لوگ انہیں کذاب کہیں اور اگر یہ لوگوں کے ایمان کو ملاحظہ کریں تو ان کو دیوانہ کہیں جواہر الاسرار ص ۳۱

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ کے ایمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لَوْعَلِمَ اَبُوْذَرٍ فِیْ قَلْبِ سَلْمَانَ لَقَتَلَہٗ۔ اگر ابوذرؓ کو معلوم ہو جائے کہ حضرت سلمانؓ کے دل میں کیا ہے تو اُس کو قتل کردیں جواہر الاسرار ص ۳۵۔ تفسیر صافی جلد ۴ ص ۶۴ انوار النعمانیہ ص ۳۶۷ وغیرھا

یہی وجہ ہے کہ آج کل آلِ محمدؐ کے بحرِ کمالات میں علمائے کرام غوطے لگاتے اور ایک دوسرے کو بدنام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور جہاں تک جس کے ایمان و اعتقاد کی رسائی ہے وہاں اُس نے حد بندی کردی۔ جب ابوذر غفاریؓ جیسا انسان حضرت سلمانؓ کو واجب القتل سمجھ رہا ہے تو آج کا مولوی اگر کسی صاحبِ اعتقاد کو غالی اور مقصر کہہ دے تو تعجب کیا اور کیوں کہ غالی اور مقصر کہنے کے فتوے معرفت کی کمی و بیشی کے سبب سے لگائے جا رہے ہیں۔ میں نے حدیثِ معصوم سے ثابت کیا ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں۔ ایک عام آدمی کا ایمان و اعتقاد اور ہے اور ایک عالمِ دین کی منزلِ معرفت اور ہے اسی طرح مجتہدِ اعظم کی منزلِ اعتقاد میں ایمان اور ہے اور صحابیِ رسولؐ کا ایمان و اعتقاد اور ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم ہو مگر معرفت نہ ہو۔ ممکن ہے کہ علم کم ہو اور معرفتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ وافر ہو۔ مگر پہلے درجہ کے مومن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے درجہ کے مومن کو کافر کہتا پھرے اور نہ دوسرے درجہ کے مومن کو حق حاصل ہے کہ پہلے درجہ کے ایمان والے کو مقصر کہہ کر بدنام کرے اور دوزخی ہونے کا فتویٰ صادر کرتا پھرے۔

میں ایمان کی تشریح کئے دیتا ہوں۔ سنئے بھوک سے مرنے والے انسان کے لئے پچاس روپیہ ماہوار کافی تنخواہ ہے مگر پانچصد روپیہ ماہوار لینے کے مقابلہ میں پچاس روپیہ کچھ بھی نہیں ہے۔

پانچصد ماہوار کافی تنخواہ ہے مگر پانچ ہزار کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح پانچ ہزار کی تنخواہ پچاس ہزار کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اور پچاس ہزار روپیہ پانچ لاکھ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ مسلمانو پہلے درجہ کا مومن ہے تو مومن مگر دسویں درجہ کے مومن کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناویں درجے کا مومن ابوذرؓ دسویں درجہ کے مومن کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حالانکہ نویں درجہ کے مومن کی شان میں آنحضرتؐ نے فرمایا حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ اَصْدَقَ مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ مشکوٰۃ شریف جلد۳ ص۲۹۵

عبد اللہ ابنِ عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ کبھی ایسے شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور نہ غبار آلود زمین نے کسی ایسے شخص کو اٹھایا جو غیر معصومین میں سے ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ اس حدیث رسولؐ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان میں کتنے بلند انسان تھے۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جناب رسالتمآبؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے یا رسولؐ اللہ میں جنگل میں اپنی دُنبیاں چرا رہا تھا مولا جب نماز کا وقت ہوا تو میں نماز پڑھنے لگا اُس وقت ایک بھیڑیا آیا اور ایک دُنبی اٹھالی۔ ناگاہ ایک شیر نے بھیڑیئے پر حملہ کر دیا اور دُنبی کو چھڑا کر میرے ریوڑ کی رکھوالی کرنے لگا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو شیر نے مجھے کہا اے ابوذرؓ جاؤ اور رسولِ خداؐ کی زیارت کرو آپ کی دُنبیاں اب میں چرایا کروں گا۔ آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا ابوذرؓ یہ تیرے ایمان کی بدولت ہے۔ اس بات پر بعض منافقین نے آپس میں کہا کہ ابوذرؓ غفاری ہم میں اپنی بڑھائی بیان کرتا ہے۔ چلو آج جنگل میں ابوذرؓ کی دُنبیاں دیکھ آئیں جب یہ منافقین جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ ابوذرؓ کی دنبیاں شیر چرا رہا ہے جو دُنبی ریوڑ سے علیحدہ ہو جاتی ہے اُسے شیر ہنکا کر ریوڑ میں کر دیتا ہے منافقین کو دیکھ کر بقدرتِ خدا شیر گویا ہوا کہ اے گروہِ منافقین یہ ابوذرؓ کے ایمان و کردار کی بلندی ہے کہ میں اُس کی دنبیاں چرا رہا ہوں یاد رکھو اگر ابوذرؓ مجھے حکم دے کہ انہیں پکڑ لو تو خدا کی قسم میں تم سب کو پھاڑ دوں۔ آثارِ حیدری ص۶۷۔ جب ابوذرؓ کے ایمان کی بلندی کا اندازہ ہو گیا تو غور کیجئے کہ جس کی بلندئ ایمان کا اندازہ ابوذر غفاریؓ نہ کر سکے تو وہ سلمانؓ مقامِ ایمان میں کتنا بلند ہو گا۔ صلوات

معرفتِ ایمان پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک مومن کی ایک جیسی

ایمان ابوذرؓ

معرفتِ ایمان سلمانؓ

معرفت نہیں ہوا کرتی. منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایک مرتبہ جنگل سے گزرے تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے جو بے ترتیب و ناقص تھی نہ انداز ادائیگی صحیح اور نہ ہی الفاظ درست تھے حضرت کلیمؑ کو ایسی بے معرفت نماز دیکھ کر تعجب ہوا اور ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ اے مردِ خدا اس طرح کی نماز کا پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ یہ ناقص عبادت تیری ہرگز قبول اور مقبول نہ ہوگی اس پر قدرت کی طرف سے وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ جس طرح اس کی نماز تیرے نزدیک ناقص اور بے سود ہے اسی طرح تیری عبادت خالق کے نزدیک کما حقہٗ نہیں ہے۔ اے کلیمؑ میری ذات الفاظ کو نہیں دیکھا کرتی بلکہ میری نگاہ دلوں اور نیتوں کا مطالعہ کیا کرتی ہے۔ بس ہر انسان کی بلندیٔ ایمان کے مطابق اللہ کی معرفت ہوگی جتنا مقام بلند ہوگا اتنی ہی معرفتِ خدا زیادہ ہوگی بلکہ معرفتِ الٰہی میں انبیاؑ اور رسل بھی ایک درجے میں نہیں ہوا کرتے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ پارہ ۳ ع ۱ رسولوں میں بھی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

جناب قبلہ حضرت مولانا السید محمد باقر اعلی اللہ مقامہٗ نے فرمایا کہ گیارھویں محرم کو جب قافلۂ آلِ محمدؐ قید ہو کر مقتل سے گزرا تو اشقیاء سے لاشوں کو الوداع کرنے کی اجازت طلب کی گئی جب اشقیاء نے لاشوں سے الوداع کرنے کی اجازت دی تو اولادِ رسولؐ نے لاش ہائے شہداء کی زیارت کی جب حضرت سجادؑ نے جنابِ مظلومِ کربلا حضرت سید الشہداءؑ کی پامال لاش دیکھی تو غش کر گئے۔ جنابِ زینب علیہا السلام اللہ علیہا نے حضرت سجادؑ کو تسکین و تسلی دی اور جنابِ سجادؑ سے فرمایا میرے بیٹے ہمیں کوفہ و شام کون لے جائے گا بیٹا۔ ان دشمنوں میں تیری ماؤں بہنوں اور پھوپھیوں کا کون وارث ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر حضرت ثانیٔ زہراؑ سجادؑ کو نہ سنبھالتی تو جنابِ علی زین العابدینؑ کی روح پرواز کر جاتی یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ دیگر آلِ محمدؐ کی مخدرات کیوں نہ غش کھا گئیں اور ان میں سے کسی کی روح نے پرواز نہ کی اور حضرت سجادؑ باوجود مرد ہونے کے غش کھا گئے تو علماء کرام نے اس کا جواب یہی دیا ہے کہ جنابِ امام زین العابدینؑ کی معرفت بحیثیت امام کے تھی اور مستوراتِ آلِ محمدؐ کی معرفت درجۂ امامت پر فائز نہ تھی۔ المجالس المرضیہ ص۱۹۲ ثابت ہوا کہ ہر انسان کی معرفت ایک جیسی نہیں ہوا کرتی۔

ہاں یہ درست ہے اور یقیناً یہ درست ہے تو آج کل کے علمائے کرام کے تمام جھگڑے ختم ہو گئے

بس جتنی جس کی معرفت ہے اتنا ہی وہ آلِ محمدؐ کو بلند سمجھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور جناب ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسولؐ، خاتم النبیینؐ اور حضرت امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالبؑ سید الوصیین کو رسول اللہ کے خلیفۂ بلافصل ماننے کے بعد نہ کوئی غالی ہے اور نہ کوئی مقصر ہے جو بھی اس قسم کی کتابیں علمائے کرام نے لکھی ہیں۔ ان کی طرزِ تحریر سے مجھے اتفاق نہیں کیونکہ کجا عظمتِ علماء اور کجا تحریر پُر جفا۔ ارشادِ خداوندی ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اپنے پروردگار کی طرف بلاؤ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعے سے اور احسن طریقے سے گفتگو کرو پارہ ۱۴ ع ۲۲ مگر ہمارا ہر بزرگ یہی فرماتا ہے کہ میں نے نہایت ہی احسن طریقے سے گفتگو کی ہے۔ سوائے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت کے اور کیا ان کے سامنے گذارش کی جائے

اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا پارہ ۱۵ ع ۲ شعر ؎

آلودگانِ دہر سے شکوہ نہیں صادقؔ

کہ اب تو دیکھ لی ہے پاک دامانوں کی بے دردی   صلوات

قدرت کی طرف سے مومن کا معیار سنیئے فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پارہ ۵ ع ۶ تیرے رب کی قسم وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہیں یہاں تک کہ حاکم مانیں تجھ کو بیچ اس چیز کے کہ جھگڑا پڑے درمیان اُن کے پھر نہ پائیں بیچ دل اپنے کے تنگی اس چیز سے کہ حکم کرے تو اور تسلیم کریں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے جس نے محمد مصطفیٰ کے فیصلہ پر شک کیا یہ شک حدیبیہ میں ہو یا خیبر میں ہو۔ خندق میں ہو یا تبوک میں ہو۔ حنین میں ہو یا قلم اور دوات کے طلب کرنے کے وقت ہو۔ جس نے رسولِ خدا پر شک کیا اور جب کیا جہاں کیا ہرگز ہرگز وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہر کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہوا کرتا۔ قرآن مجید قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ پارہ ۲۶ رکوع ۱۴۔ کہا گنواروں نے کہ ایمان لائے ہم کہہ نہ ایمان لائے تم ولیکن کہو مسلمان ہوئے ہم اور ابھی تک نہیں داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر انسان کلمہ پڑھنے والا مومن نہیں ہوا کرتا۔ ایمان اور شئے ہے اور اقرارِ اسلام اور شئے ہے۔

تبدیلی مذہب کی وجوہات

اس کی وضاحت سنیئے۔ انسان اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر تین وجہ سے ایمان لاتا ہے۔ (۱) تحقیق کر کے مذہب بدلا جاتا ہے جیسے ابوذر غفاریؓ۔ سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ عمارؓ۔ بلالؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین تحقیق کر کے جس نے مذہب کو تبدیل کیا اس پہ چاہے جتنے مصائب کیوں نہ آجائیں ہرگز واپس نہ پلٹتا یہ لوگ کامل ایمان والے ہوا کرتے ہیں۔ (۲) لالچ کی وجہ سے مذہب بدلا جاتا ہے۔ ہزاروں انسان آپ کو ایسے ملیں گے جنہوں نے کسی غرض کے تحت اپنا مذہب بدلا اور جب غرض پوری ہوگئی واپس چلے گئے۔ دوسرے لفظوں میں اسے لالچی مذہب کہتے ہیں۔ یہ انسان مسلمان تو کہلا سکتا ہے مگر مومن نہیں کہلائے گا (۳) ڈر کی وجہ سے بھی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے۔ جب عزت و مال اور جان کو خطرے میں دیکھا تو مذہب تبدیل کر کے ان چیزوں کو بچا لیا جونہی خطرہ ٹلا واپس پلٹ گیا۔ جس بندے نے ڈر کی وجہ سے مذہب تبدیل کیا ہو یہ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب خطرہ و خوف جاتا رہا یہ واپس پلٹ گیا مگر ایسا انسان اگر قوت حاصل کر لے تو اپنا انتقام بھی لیتا ہے۔ دور نہ جائیے قیام پاکستان میں ہندؤں نے جب دیکھا کہ اب جان و مال اور عزت کی خیر نہیں تو انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور جب ہندوستان کی ملٹری آگئی اور خطرہ دور ہو گیا تو فوراً ہندو بن گئے اور ہندوستان چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ خطرہ اور ڈر سے جو مذہب تبدیل کیا جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا بلکہ اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر اس کو موقع مل گیا تو بدلہ بھی لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کربلا کے میدان میں اشقیاء کہتے تھے إِنَّا نَقْتُلُكَ بُغْضًا لِأَبِيكَ ہم تمہیں آپ کے باپ کی دشمنی اور بغض کی وجہ سے قتل کرتے ہیں۔ اب مسلمان خود فیصلہ کریں کہ جو بزرگ اسلام کے سچے فدائی سمجھے جاتے ہیں انہوں نے ان تین وجوہ میں سے کس وجہ سے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر مذہب اسلام تسلیم کیا تھا۔ تھوڑا سا غور کرنے کے بعد معمولی فہم و ادراک رکھنے والا انسان آسانی سے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ مسلمانو مومن ہونا اور بات ہے اور مومن کہلانا اور بات ہے۔ ایک لطیفہ سنیئے۔ کسی والیٔ ریاست نے ایک سو بیس عورتوں سے عقد کر رکھے تھے

سالی سے عقد

پھر اس نے اپنی سالی سے عقد کرنا چاہا اور مولوی صاحب کو بلا کر کہا کہ میری سالی کا عقد میرے ساتھ کر دو۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ شریعت محمدیؐ میں دو بہنیں ایک وقت میں عقد میں نہیں آ سکتیں۔ یہ سن کر والیٔ ریاست کو صدمہ ہوا کہ اسلام میں اتنی بھی گنجائش نہ نکلی کہ نواب صاحب کا عقد بیوی کی موجودگی میں سالی سے ہو جائے۔ اس واقعہ کو کسی اللہ کے پیارے حق کی آواز کو

بلند کرنے والے نے سُنا اور ہزاروں کے اجتماع میں کہا کہ نواب صاحب آپ کا عقد سالی سے جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شریعتِ رسولؐ میں ایک وقت انسان چار عورتیں عقد میں رکھ سکتا ہے اور آپ کے عقد میں ایک سو سے بھی زیادہ عورتیں ہیں آپ نے حدودِ شریعت کو تو پہلے ہی پامال کر دیا ہے اتنی جسارت کرنے کے بعد بھی تو اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے۔ جناب آپ کھلم کھُلا توہینِ اسلام کرنے سے اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اب چاہے سالی سے عقد کریں یا اپنی ماں سے عقد کریں یا بیٹی اور بہن سے عقد کر لیں۔ آپ کے لئے سب کچھ جائز ہے ان مسائل کے پوچھنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ دین کے مسائل تو وہ پوچھے جس نے حدودِ اسلامیہ کے اندر رہنا ہو تو بس مومن کہلانا اور بات ہے اور مومن ہونا اور بات ہے۔ صلوات۔

مجمع البیان میں مروی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ بہترین ایمان کس کا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ملائکہ کا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ اپنے پروردگار کے جوارِ اقدس میں رہتے ہیں وہ کیسے ایمان نہ لائیں۔ یعنی ان کا ایمان لانا کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ تو صحابہ نے عرض کی کہ پھر انبیاء علیہم السلام کا ایمان بہترین ایمان ہے تو آپ نے فرمایا کہ انبیاء کو جب خداوندِ کریم کی جانب سے وحی کا شرف حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا سے وحی ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ پھر ہمارا ایمان افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب مجھ جیسا رسولؐ تم میں موجود ہے تو تمہارے ایمان لانے میں کیا کمال ہے۔ بلکہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے جو کتابوں میں لکھا ہوا پائیں گے اور مجھے دیکھے بغیر ایمان لائیں گے تفسیر انوار النجف جلد ۶ صفحہ ۱۰۔ منقول ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودیہ لڑکی جنابِ سیدہ طاہرہ سے محبت کرتی تھی اور اکثر جنابِ بتولؑ کی خدمت میں آیا کرتی تھی۔ گھر والوں کو جب معلوم ہوا کہ ہماری بچی مسلمان ہو چکی ہے تو انہوں نے کافی سمجھایا کہ اسلام سے پھر جائے مگر اس بچی کے دل میں ایمان اُتر چکا تھا ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی یہودی لڑکی کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ آخر انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اگر اسے جبراً زدوکوب کر کے یہودیہ بنایا یا قتل کیا تو مسلمان اس کی حمایت اور مدد کریں گے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمیں تاب نہیں ہے۔ آخر سوچ و بچار کر کے یہ فیصلہ کیا کہ کسی برتن میں سانپ کو لا کر بند کر دو اور اسے کہنا کہ فلاں برتن میں شکر و گھی ہے اُسے نکال کر لے آ۔ جب یہ ہاتھ برتن میں ڈالے گی تو سانپ اسے

افضل ایمان

کاٹ کھائے گا اور یہ مر جائے گی اس طریقہ سے ہماری جان چھوٹ جائے گی۔ اس مشورہ سے سب نے پہلے اتفاق کیا اور کہیں سے سانپ کو پکڑ لائے اور ایک برتن میں بند کر دیا۔ شام کو بچی کی ماں نے کہا بیٹی فلاں برتن سے فلکہ نکال کے لے آ۔ جب بچی نے برتن کا منہ کھولا تو اس کی نگاہ سانپ پہ پڑی اور جلال میں آکر فرمایا اے مار خبردار اگر گستاخی کی تو تیری شکایت رسولِ خدا سے کروں گی اے سانپ میں بتولؑ کی کنیز ہوں اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ایمان لائی ہوں۔ سانپ نے سر جھکا کر عرض کی کہ بی بی میری کیا مجال ہے کہ آپ کو ایذا پہنچاؤں ہم تو مومنین کے غلام اور تابع فرمان ہیں۔ صلوات۔ اس واقعہ کو سُن کر ایک مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ سانپ موذی جانور ہے۔ کسی بشر کی رُو رعایت نہیں کرتا۔ یہ شیعہ حضرات کی من گھڑت داستان ہے۔ نہایت ادب سے جواب عرض ہے کہ رسالہ خدام الدین ۱۹۶۰ء ۲۶ اگست میں کتاب روض کے حوالہ سے یہ واقعہ خود آپ کے مشہور و معروف عالم جناب احمد علی صاحب لاہوری نے درج کیا ہے کہ:

ایک مومنہ کی سانپ کا واقعہ

ایک مرتبہ مالک بن دینار ایک دیوار کے سایہ میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک سانپ آیا جس کے منہ میں نرجس کا پھول تھا اور مالک بن دینار کو پنکھا کرنے لگا لوگوں نے دیکھ کر دہائی دی تو مالک نے کہا کہ لوگو سانپ بھی مومن کا غلام ہوتا ہے۔ ہاں اگر مالک بن دینار کی غلامی سانپ کر سکتا ہے تو جنابِ بتولؑ کی کنیز کی غلامی بھی سانپ کر سکتا ہے۔ صلوات۔

مالک بن دینار

لطیفہ

مولوی صاحب تو دنیا کی غلطیاں نکالنے کا ہی عادی ہے۔ لطیفہ سنیئے۔ ایک مولوی صاحب جلد ساز بھی تھے۔ اس کی عادت اور روش یہ تھی کہ اگر کوئی صاحب جلد بندھوانے آتا تو مولوی صاحب جلد بھی باندھ دیتا اور اس کتاب سے دو چار غلطیاں بھی ضرور نکال دیتا غرض یہ ہوتی کہ میری علمی بلندی کا ساتھ ساتھ پرچار ہوتا رہے۔ اتفاق سے کسی آدمی نے اسے جلد باندھنے کے لئے قرآن مجید دیا اور ساتھ یہ بھی گذارش کہ مولانا اس کتاب سے غلطیاں نہ نکالنا۔ جلد ساز نے فرمایا بھائی میں جلد باندھنے کی تو مزدوری لیتا ہوں اور کتابوں کی غلطیاں قربتہً الی اللہ نکالتا ہوں۔ اگر آپ اس کو مناسب نہیں سمجھتے تو میں اس سے غلطیاں نہیں نکالوں گا یہ تو خدمتِ دین تھی۔ مجھے کیا تھی کہ خواہ مخواہ غلطیاں تلاش کرتا پھروں مگر جب مالک کلام مجید لینے آیا تو جلد ساز سے دریافت کیا کہ آپ نے میرے قرآن مجید سے غلطیاں تو نہیں نکالیں کہا نہیں آپ نے جو منع کیا تھا پس تین چار جگہ پر تصحیح کر دی ہے۔ کہا کہ کہاں کہاں

جلد ساز نے کہا کہ ایک جگہ لکھا ہوا تھا۔ خَرَّ موسیٰ صاعقًا پارہ ۹ رکوع ۷۔ موسیٰؑ گر کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے خَرَّ مُوسیٰ کی جگہ خَرَّ عیسیٰؑ کر دیا ہے کیوں کہ گدھا تو حضرت عیسیٰؑ کے پاس تھا۔ ایک جگہ وَنَادیٰ نُوحٌ پارہ ۱۲ ع ۴ اور پکارا نوحؑ نے میں نے دانا نوحؑ کر دیا ہے۔ کیوں کہ نوحؑ نادان نہ تھا بلکہ دانا تھا ایک جگہ ابولہب تھا۔ میں نے اس کا نام مٹا کر تیرا نام کر دیا کہ کافر کا نام قرآن مجید میں کیوں ہو۔ ایک جگہ فرعون تھا تو وہاں میں نے تیرے باپ کا نام کر دیا۔ ایک جگہ خنزیر لکھا ہوا نظر آیا تو وہاں میں نے اپنا نام کر دیا ہے۔ بس اس طرح دو ایک اور غلطیاں نکالی ہیں یہ ہے آج کے ملاّں کی روش اور طریقہ کہ غلطیاں ضرور نکالنی ہیں۔ چاہے حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

ایفائے عہد

جب مومن اور ایمان کا مفہوم سمجھ میں آ گیا تو قدرت کی آواز آتی ہے اے ایمان کے دعویدارو اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ انسانی اوصاف میں سب سے زیادہ اور بلند وصف ہے ایفائے عہد کلام پاک میں قدرت نے بھی ایفائے عہد کرنے والوں کی تعریف میں فرمایا ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا پارہ ۱۶ ع ۷۔ اور یاد کرو بیچ کتاب کے اسماعیل کو تحقیق وہ سچا وعدے کا اور تھا پیغمبر نبی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی تعریف کی کہ وہ وعدے کا سچا تھا منقول ہے کہ حضرت اسماعیلؑ سے ایک آدمی نے کہا کہ حضور آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ یہ آدمی جا کر اپنے وعدے کو بھول گیا اور ایک سال کے بعد یاد آیا کہ میں نے حضرت اسماعیلؑ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ یہاں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ جب یہ آدمی مقررہ مقام پر سال کے بعد آیا تو حضرت اسماعیلؑ وہیں تشریف فرما تھے۔ آنجناب نے فرمایا اگر یہ بندہ ساری زندگی نہ آتا تو میں قیامت تک اسی جگہ اس کا انتظار کرتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۲ ص۳۱۱ حضرت نبی اکرم صلعم سے عبداللہ ابن ابی الحسام نے اونٹ خرید کیا اور عرض کی کہ آپ یہاں ٹھہریں۔ میں ابھی اونٹ کی قیمت لا کر پیش کرتا ہوں۔ مگر جانے کے بعد تیسرے روز حاضر خدمت ہوا اور معذرت کی کہ یا رسولؐ اللہ میں بھول گیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو اگر عبداللہ ابن ابی الحسام نہ آتا تو میں قیامت کر اسی جگہ سے ہی اٹھتا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص۹۵ یہ ہے ایفائے عہد اور ہم ہیں کہ وعدہ کرتے ہی اس لیے ہیں کہ لوگوں کو دھوکا دیں گے۔ ایک آدمی نے کہا مولانا یہ انبیاء کا وعدہ تھا۔ غیر معصوم کے لئے ایسا ایفائے عہد کرنا ناممکن ہے۔ میں نے عرض کہ چلو ایک عام آدمی ہی کا واقعہ

سُن لیجئے۔ نفحۃ الیمین میں لکھا ہے کہ امراء القیس نے مرتے وقت اپنا سارا سامان سمؤال بن عادیا کے حوالے کیا اور اس سے عہد لیا کہ یہ سامان میرے ورثا تک پہنچائے گا۔ سموال نے سامان اس کے ورثا تک پہنچانے کا وعدہ کر لیا۔ امراء القیس کے جب غسل وکفن اور دفن سے سمؤال نے فراغت حاصل کی تو بادشاہ کندہ کی طرف سے اسے پیغام ملا کہ امراء القیس کی تمام چیزیں اسے پہنچا دیں۔ سمؤال نے کہلا بھیجا کہ میں نے عہد کیا ہے کہ یہ سارا سامان امراء القیس کے ورثا تک پہنچاؤں گا۔ مگر بادشاہ نے سمؤال پر چڑھائی کی اور سموال قلعہ بند ہو گیا۔ سموال کا لڑکا باہر رہ گیا جسے بادشاہ نے پکڑ لیا اور ایک بلند مقام پر سموال کو دکھلا کر کہا کہ اگر تو سامان کو ہمارے حوالے نہیں کرے گا تو تیرے لڑکے کو قتل کیا جائے گا مگر سمؤال نے مال دینے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اُسے دکھلا کر اس کا لڑکا ذبح کر دیا مگر اس نے ایفائے عہد کیا اور حج کے ایام میں مکہ پہنچ کر سامان امراء القیس کے ورثاء کے حوالے کر دیا۔ عرب میں جہاں وفاداروں اور امانت داروں کا ذکر ہوتا ہے تو پہلے سمؤال کا نام لیا جاتا ہے۔ لوائج الاحزان جلد ا ص۲۶۲ یہ ہے ایفائے عہد۔

اب میں ایک پیکرِ وفا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کی شخصیت پر وفا کو بھی ناز ہے۔ رباعی۔

رباعی

فرش پر عرشِ معلّیٰ سے پیام آتا ہے   اک انسان کو یزداں کا سلام آتا ہے
جب کبھی تذکرۂ اہلِ وفا ہوتا ہے   لب پہ بے ساختہ عباسؑ کا نام آتا ہے

اُم البنین کے لال نے کائنات کے تین خطابوں پر ایسا قبضہ کیا کہ وفا کا دوسرا نام عباسؑ ہے۔ علمداری کا خطاب حضرت عباسؑ کے نام سے اس طرح منقش ہو گیا ہے کہ جب کبھی علمدار کہا جائے تو سُننے والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ تذکرہ عباسؑ علمدار کا ہی ہے۔ یہاں ایک مسدس عرض کرتا ہوں۔

مسدس

اہلِ زمیں کی آج ستاروں پہ ہے نظر   ممکن ہے کامیاب رہے چاند کا سفر
ہیں اپنی اپنی فکر میں ہر قوم کے بشر   مردانِ حق شناس کا جانا ہوا اگر،
عباسؑ نامور کا عَلَم لے کے جائیں گے
ہم چاند میں حسینؑ کا غم لے کے جائیں گے

وفادار، علمدار، غازی

دنیا میں لاکھوں انسانوں نے عَلَم اٹھائے مگر عباسؑ نے اس انداز سے عَلَم اٹھایا کہ نام ہی عباسؑ علمدار بن گیا اور تیسرا ہے غازی کا خطاب اس طرح چند لمحہ کی لڑائی میں غازی بنے کہ اگر صرف غازی کہا جائے تو دنیا سمجھ جاتی ہے کہ ام البنین کے لال کا ذکر ہو رہا ہے صداقت۔ دُنیا غازی کا خطاب

اُسے دیتی ہے جو میدان کو فتح کرے اور میدان میں قتل ہونے والے کو تو لوگ شہید کہتے ہیں. لہٰذا حضرت عباسؑ کو شہید کہنا چاہیئے تھا، غازی کیونکر ہوا. لفظ غازی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عباسؑ فاتح ہیں غالب ہیں. علمدار ہیں. وفادار ہیں اور غازی ہیں۔

زازان سے کشتی

روایت میں ہے کہ شمعون یہودی نے زازاں کندی جو عرب کا مشہور پہلوان تھا، اس کو مدینہ بھیجا کہ جس طرح ہو سکے حضرت علیؑ کو قتل کرے یا گرفتار کر کے میرے پاس لاکر انعام کثیر حاصل کرے. زازان مدینے آیا اور سب سے پہلے حضرت عباسؑ جن کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی سے ملاقات ہوئی اور زازان نے حضرت عباسؑ سے جناب امیر علیہ السلام کی حقیقت وکیفیت دریافت کی جناب عباسؑ نے زازان سے پوچھا کہ حضرت علیؑ سے کیا غرض ہے. اس نے کہا کہ میں علیؑ کو گرفتار کر کے شمعون یہودی کے پاس لے جانا چاہتا ہوں. جناب عباسؑ نے فرمایا حضرت علیؑ کائنات کا بہادر انسان ہے. اس کو گرفتار کرنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے. میں حضرت علیؑ کے غلاموں کا غلام ہوں اے زازان پہلے میرے ساتھ کشتی کر کے معلوم کرلے. اگر تو نے مجھ کو گرا دیا تو البتہ حضرت علیؑ سے بھی کشتی کر سکے گا ورنہ مفت میں اپنی جان نہ گنوا. زازان نے کہا کہ میں تیرے ساتھ زورآزمائی کرنا اپنی ہتک اور توہین سمجھتا ہوں کیونکہ میں عرب کا سب سے زیادہ بہادر پہلوان ہوں. جناب عباسؑ نے فرمایا اے زازان تکبر اور غرور نہ کر علیؑ غالب علی کل غالب ہے. اس کا مقابلہ کرنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے. آخر زازان جناب عباسؑ سے زورآزمائی کرنے پر تیار ہوگیا. غازی نے فرمایا اے زازان تو اپنا تمام زور صرف کر کے مجھے زمین سے اُٹھا. اگر تو نے مجھے زمین سے اُٹھا لیا تو یقیناً تو بھی بہت بڑا بہادر ہے. پس زازان نے پے درپے زور لگایا مگر حضرت عباسؑ کو زمین سے نہ اٹھا سکا. جب تھک گیا تو حضرت عباسؑ نے زازان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور آسمان کی طرف پھینکا. جب واپس آیا تو پھر اُوپر کو پھینکا. پھر واپس آیا تو پھر پھینکا. زازان نے دوہائی دی کہ اے شہزادے میری جان بچا. میں ہار مان چکا. حضرت عباسؑ نے زازان کو زمین پر گرا دیا اور اُوپر پاؤں رکھ کر دریافت کیا کہ کیا تو علیؑ سے جنگ کرے گا. زازان نے نیچے سے خدا کا واسطہ دیا کہ مجھے معاف کردے. جب غازیؑ نے اُسے چھوڑا تو وجد میں آکر کہنے لگا. شعر ؎

یہ شکستِ فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے
معلوم ہوتا ہے مجھے تو حیدرِ کرار ہے

حضرت عباسؑ نے فرمایا زاذان میں حضرت علیؑ کے بچوں کا غلام ہوں اور یہ میرے لیے فخر کافی ہے۔

منقول ہے کہ شبِ عاشور حضرت امام حسینؑ سے عمر بن سعد جب علیحدہ ملنے کو آیا تو اُس کے ساتھ اس کا بیٹا حفص اور غلام لاحق بھی تھا حضرت عباسؑ نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑ کر عرض کی آقا یہ عمر بن سعد کے ساتھ اس کا بیٹا حفص ہے آپ بھی علی اکبرؑ کو ساتھ رکھیں اور مولا عمر بن سعد کے ساتھ اس کا غلام لاحق بھی ہے۔ آپ اپنے غلام عباسؑ کو ساتھ رہنے کا حکم دیں۔ یہ سُن کر جناب امام حسینؑ نے فرمایا عباسؑ تو میرا بھائی ہے۔ حضرت عباسؑ نے عرض کی مولا یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ میں اُم البنینؑ کا بیٹا آپ بتولؑ کے لختِ جگر رسول اللہ کے نورِ نظر اے آقا۔ اس سے بڑھ کر اور میرا کیا شرف ہوگا کہ میں آپ کا غلام اور آپ میرے مولا ہیں ذکر العباس ص۸۳۔ علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ اپنے کو غلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہمیشہ آقا سمجھتے رہے کبھی بھائی کر بھائی کہہ کر نہیں پکارا ریاض القدسؑ ص۶۶ یہاں تک کہ آپ ریگِ گرم پر کربلا کے میدان میں دم توڑ رہے تھے تو حضرت امام حسینؑ کے فرمان کو ایک شاعر نے نظم کیا ہے۔

اپنے کو غلام اور مجھے آقا سمجھے   اس تیری وفا کے ہوں میں قربان علمدار

اک بار تو بھائی مجھے کہہ کے پکار دو   رہ جائے نہ دِل میں مرے ارماں علمدار

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا والے رسولِ خداؐ کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور رشتہ دار کہلانے کی کوشش کرتے تھے اور آج تک ان کے نام لیوا بھی اس رشتہ داری کو فخر سے بیان کرتے ہیں حالانکہ سببی رشتہ قابلِ فخر نہیں ہوا کرتا۔ سببی رشتہ دو لفظوں سے جڑتا ہے اور ایک لفظ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر پھر بھی قابلِ فخر وہ لوگ سمجھے جاتے ہیں جن کا نبی اکرم صلعم سے سببی رشتہ تھا اور اسی پر اُن کی فضیلت کی دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ مگر واہ رے عظمتِ عباسؑ نسبی رشتہ دار ہو کر ساری زندگی غلام بنے رہے اور اسی بات پر ناز تھا کہ ہم اولادِ رسولؐ کے غلام ہیں۔ صلوات۔

روایت میں ہے کہ شمر ملعون نے ابنِ زیاد سے کہا کہ اے امیر، حسین ابن علیؑ کے لشکر میں کچھ میرے رشتہ دار ہیں۔ آپ ان کے لیے امان نامہ تحریر کر دیں تاکہ میں ان کو آپ کا امان نامہ دکھلا کر اپنے ساتھ ملا سکوں تو ابنِ زیاد نے عباسؑ، عبداللہ، جعفر اور عثمان کے نام امان نامہ لکھ دیا کہ حاکمِ وقت نے انہیں امان دی ہے۔ جب شمر کربلا میں پہنچا تو خیامِ حسینیؑ کے قریب آ کر آواز دی اَینَ بَنُو اُختِی

عَبَّاسُ وَعَبْدُ اللهِ وَجَعْفَرُ وَعُثْمَانُ میرے بھانجے عباسؑ، عبداللہ، جعفر اور عثمان کہاں ہیں، مجھے ان سے کچھ کہنا ہے۔ امام حسینؑ نے اس کی یہ آواز سن کر حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں سے فرمایا اگرچہ شمر فاسق ہے مگر تمہارے اخوال سے ہے جاؤ دیکھو کیا کہتا ہے۔ حضرت عباسؑ اپنے تینوں بھائیوں کو ساتھ لئے کر شمر کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ کیا کہتا ہے۔ شمر نے کہا اَنْتُمْ اٰمِنُوْنَ تم لوگوں کے لئے امان ہے تم حسینؑ کے لئے ناحق جان نہ دو۔ اُن کے لشکر سے نکل کر ہمارے پاس چلے آؤ یہ سن کر حضرت عباسؑ کو طیش آگیا۔ فرمایا تَبَّتْ یَدَاكَ وَلَعَنَ اللهُ اَمَانَكَ اَتُؤْمِنُنَا وَابْنُ رَسُوْلِ اللهِ لَا اَمَانَ لَهٗ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے اے دشمنِ خدا تو ہم سے فرمائش کرتا ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا ابنِ فاطمہؑ کو چھوڑ دیں، تیرے اس امان دینے پہ خدا کی لعنت ہو ہم کو تو پناہ دیتا ہے اور فرزندِ رسول کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ لواعج الاحزان جلد ۲ ص ۱۵۲ علامہ تبریزی فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؑ نے امان نامہ کو ملاحظہ فرمایا امان نامہ کو عباسؑ کے ہاتھوں پر دیکھ کر بعض مخدرات کو نسوانی جذبہ کے تحت خیال پیدا ہوا کہ اگر عباسؑ نے اسے منظور کر لیا تو کیا ہوگا یہ سوچ کر چند بیبیاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئیں اور اظہارِ خیال کیا۔ مطمئن بہادر نے ان مخدرات کو اطمینان دلانے کے لئے حضرت عباسؑ کو بلا بھیجا وہ حاضرِ خدمت ہوئے حضرت زینب سلام اللہ علیہا بھی اُسی جگہ تشریف فرمائیں حضرت عباسؑ نے دست بستہ ہو کر طلبی کا سبب پوچھا تو حضرت زینبؑ نے فرمایا برادر عباسؑ می خواہی ما را بدست دشمن گذاری و بہ لشکرِ شمر ملحق شوی۔ بھائی عباسؑ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم کو دشمن کے ہاتھوں میں چھوڑ دو اور خود لشکرِ شمر سے جا ملو۔ اس تعجب خیز سوال پر حضرت عباسؑ رو پڑے نزدیک بود کہ خود را ہلاک کند اور قریب تھا کہ اپنے کو ہلاک کر دیں مولا حسینؑ نے عباسؑ کو سینے سے لگا کر فرمایا عباسؑ اپنے گریہ کی شدت کو کم کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وفا کے آخری مقام کے مکین ہیں۔ ذکر العباس ص ۱۵۱۔

عزادارو! حضرت عباسؑ کے لئے سب سے زیادہ مشکل مقام یہ تھا کہ جب آنحضرتؑ نے فرمایا عباسؑ تم عمر سعد سے جا کر کہو کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دے دو۔ میرا مولا چاہتا ہے کہ ایک شب مزید اپنے خالق سے راز و نیاز کی باتیں کر لیں۔ جب مولاؑ نے اتنا کہا تو عباسؑ کا رنگ فق ہو گیا اور دم گھٹنے لگا۔ ناگہاں حسینؑ کی نگاہ اپنے وفادار بھائی کے چہرے پر پڑی فوراً سمجھ گئے کہ عباسؑ

زندہ نہیں رہے گا۔ میرے غیور بھائی کے لئے قتل ہونا آسان ہے مگر دشمن سے ایک رات کی مہلت مانگنا بڑی مشکل ہے تو آپ نے حبیب ابنِ مظاہرؓ اور زہیر ابنِ قین سے فرمایا تم دونوں عباسؑ کے ساتھ جاؤ۔ عباسؑ خاموش کھڑے رہیں گے۔ تم ہی اشقیاء سے کہنا کہ حسینؑ تم سے ایک رات کی مہلت مانگتا ہے کہ میں اپنے خالق کی مزید عبادت کرلوں اور تم سوچ لو کہ کس کو اور کیوں قتل کرنا چاہتے ہو تاکہ کل قیامت کو عذر نہ کرسکو کہ ہمیں معلوم نہ تھا۔ عزادارانِ حسینؑ حضرت عباسؑ کی ایک طرف حبیب کا گھوڑا اور دوسری طرف جنابِ زہیر کا گھوڑا۔ درمیان میں حضرت عباسؑ سوار جا رہے تھے کہ حبیبؓ نے زہیرؓ سے بات چھیڑ دی کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت امیرؑ نے جنابِ ام البنین سے کیوں شادی کی تھی۔ زہیرؓ نے کہا کہ بیان فرمایئے۔ حبیبؓ نے کہا کہ اے زہیرؓ حضرت علیؑ کی دلی تمنا تھی کہ میں کسی مشہور بہادر خاندان کی عورت سے عقد کروں اور اللہ تعالیٰ اس سے مجھے لڑکا دے گا جو میری بچیوں کے پردے کا ضامن ہوگا۔ اسی غرض اور وجہ سے حضرت ام البنین سے جناب امیر علیہ السلام نے شادی کی ہے۔ عزادار وان دونوں کی یہ باتیں سن کر عباسؑ کو جلال آگیا اور ایک مرتبہ رکابوں پہ جو زور دیا تو دونوں رکابیں ٹوٹ گئیں اور گھوڑے کے گھٹنے زمین پر آگئے۔ جونہی حسینؑ کی نگاہ پڑی تو آواز دے کر فرمایا حبیبؓ یہ کیا کر رہے ہو۔ میں تو عباس کو بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے ہوں۔ حبیبؓ کیا تم عباسؑ کو غیرت دلا رہے ہو۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا میں یہاں کھڑا ہوں تم فرزندِ رسولؐ سے اجازت لے لو کہ عباسؑ اشقیاء کو کوفہ و شام پہنچا دے خدا کی قسم جنگِ خندق، خیبر، حنین کا نقشہ تازہ کردوں گا۔

عزادارو! کربلا کے میدان میں ہر سپاہی کی کمان حضرت عباسؑ نے کی اور ہر سپاہی کو تیار کیا۔ آپ نے سلاحِ جنگ سے اپنے بھائیوں کو بھی آراستہ کیا ہوا تھا سب سے پہلے اولادِ علی ابن ابی طالبؑ میں حضرت عبداللہ جن کی عمر انیس برس کی تھی میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ ان کے بعد جناب جعفر۔ ان کے بعد حضرت عثمان کو حضرت عباسؑ نے بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کی پیدائش پر جناب امیرؑ نے فرمایا تھا کہ میں اس بچے کا نام اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر رکھتا ہوں لواعج الاحزان جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ حضرت عباسؑ نے اپنے ان تین بھائیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہر بھائی کی لاش پر تشریف لائے اور اپنے ہر بھائی کو مبارک کامیابی کی سنائی ایک روایت میں نے دیکھی ہے کہ جب حضرت عباسؑ مشکیزہ اور علم لے کر فرات کی طرف روانہ ہوئے

تو۔ اشقیاء نے روکا۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو میرا راستہ چھوڑ دو۔ میرے مولا کے بچے پیاسے ہیں۔ میں پانی لینے آیا ہوں۔ اعدائے دین نے کہا کہ ہمارے سردار کا حکم ہے کہ جب تک یزید کی بعیت نہ کرو گے ایک قطرۂ آب بھی نہ ملے گا۔ عباسؑ نے کہا کہ اب تو میں آچکا ہوں۔ میرے آنے کی وجہ سے شرم کر رہیں فرزند ساقیٔ کوثر ہوں۔ میرے لئے خالی لوٹ کر جانا بڑی مشکل بات ہے۔ اگر قیمتاً بھی دو تو خرید کروں اشقیاء نے کہا کہ قیمت کیا دو گے۔ فرمایا جو تم مانگو دینے کے لیئے تیار ہوں۔ کہا کہ زرہ اپنی دو گے۔ فرمایا حاضر ہے۔ کہا گھوڑا دو گے۔ فرمایا ضرور۔ کہا عَلَم دو گے۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا یہ عَلَم امامؑ کی امانت ہے۔ اس کے بعد آپ نے جنگ کر کے اشقیاء سے گھاٹ چھین لیا اور مشک بھر کر واپس چلے۔ شعر

تیغیں کھینچے ہوئے تھے غول ستم گاروں کے
شیر سایہ میں چلا جاتا تھا تلواروں کے

عباسؑ نے کہا او قوم جفا کار تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ سکینہؑ پیاسی ہے۔ میں مشک خیمہ میں پہنچا کر واپس آجاؤں گا اور تم سے جنگ بس نہیں کرونگا۔ تم میرا سر قلم کر لینا مگر پانی علی اصغرؑ اور سکینہؑ تک پہنچانے دو۔ ہائے سقائے سکینہؑ تیری وفا پر قربان۔ جب مشک نہ پہنچی تو خیمہ میں آنا مناسب نہ سمجھا کہ سکینہؑ کو کیا جواب دوں گا۔ عزادارو! دنیا تو زندگی میں وفا کے جوہر دکھلاتی ہے مگر جناب عباسؑ شہید ہونے کے بعد بھی وفا کا حق ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ گیارہویں محرم کو اشقیاء نے سرہائے شہدا نیزوں پر سوار کیئے۔ مگر حضرت عباسؑ کا سر اشقیاء سے نیزہ پر سوار نہ ہو سکا۔ ہر ممکن کوشش کی مگر عباسؑ کا سر بلند نہ ہو سکا۔ کسی نے معصومؑ سے دریافت کیا تو فرمایا۔ رسولؐ کی بیٹیوں کے کھلے ہوئے سر عباسؑ کو دیکھتے ہوئے شرم آتی تھی آخر آپ کا سر حرملہ بن کاہل اسدی کے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دیا گیا۔ جب گھوڑا سر نیچا کرتا تھا تو سر زمین پر خط کھینچتا تھا۔ ذکر العباسؑ ص ۲۹ دمعہ ساکبہ ص ۳۳۵۔ یہ ہے الفائے عہد کی آخری مثال۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

بیسویں مجلس

سردارِ انبیاءؐ کا کلام وحی کے تابع ہوتا ہے خواہشات نفسانیہ کی مخالفت

اور جناب امیر المومنین علیہ السلام، امام حسینؑ کی تربیت، حسینؑ منّی و انا من الحسینؑ، معراجِ خاتم النبیینؐ، سیدالشہداءؑ کی شہادت کی پیشین گوئی، وہب کی آمد اور شہادت، مادرِ وہب کے مصائب۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰیؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی پارہ ۲۷ رکوع ۵ اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے۔ نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے (ترجمہ رفیع الدین صاحب)

کامل اور ناقص انسان میں مابہ الامتیاز جو شے ہے اس کا نام ہے خواہشِ مادی۔ جتنی خواہشِ مادی زیادہ ہوگی اتنا ہی انسان ناقص اور بےکار ہوگا اور جتنی خواہشاتِ نفسانیہ کم ہوں گی اتنا ہی انسان بلند اور کامل ہوگا۔ خواہشات ہی سے انسان کامل اور ناقص معلوم کیا جا سکتا ہے۔ آپ جس آدمی کو بھی ترازوِ انسانی پر وزن کرنا چاہیں۔ اُس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی خواہشاتِ نفسانیہ کو دیکھنا چاہیئے۔ پس اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم ہو جائے گا۔ ابنِ طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؑ نے جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو ارشاد فرمایا اے جابر ناقص انسان کو دنیا میں سات طرح کی خواہشات کثرت سے ہوا کرتی ہیں۔

خواہشاتِ نفسانیہ

(۱) اچھے کھانے کی خواہش (۲) اچھا پینے کی خواہش (۳) اچھا پہننے کی خواہش (۴) خوبرو عورت کی خواہش (۵) اچھی سواری کی خواہش (۶) اچھا سُننے کی خواہش (۷) اور اچھا سونگھنے کی خواہش۔ اے جابر اگر تو غور کرے تو ان کی حقیقت کا تجھے علم ہو جائے کہ یہ ساتوں اشیاء ہی نہایت پست اور بے سود ہیں۔ جابرؓ ان سات اشیاء کی مدد سے تو انسان کی زینت نہیں ہو سکتی بلکہ زینتِ انسانیہ ہے رضائے الٰہی کا چاہنا۔ مطالب السئول ص۱۹۱ چودہ ستارے ص۶۶۔ جن چیز دل کو جنابِ حیدرِ کرارؑ

نسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہم ان ہی چیزوں کے ۔ بے قراری سے حریص نظر آتے ہیں ۔صلوات

روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں ایک بار قنبر کو اپنے ساتھ بازارِ کوفہ میں لائے اور ایک دکان سے دو پیراہن خرید کئے ۔ایک پیراہن سات درہم کا اور ایک پانچ درہم کا سات درہم والا پیراہن قنبر کو دیا اور پانچ درہم والا خود زیب تن فرمایا۔ قنبر نے عرض کی مولا یہ زیادہ قیمت والا پیراہن آپ استعمال فرماویں اگر کوئی اور ہوتا اور ایسا کرتا تو شاید یہ جواب دیتا کہ میں مساوات کے پھیلانے اور غلاموں کا درجہ بلند کرنے کے لئے ایسا کرتا ہوں ۔علیؑ کا مقصد یقیناً ایسا ہی تھا۔ لیکن اگر یہ جواب دیتے تو اس میں تو خود عدم مساوات کا پہلو مضمر تھا۔ سننے والے کو احساسِ غلامی ضرور پیدا ہو جاتا ہے ۔اس لئے آپ نے ایسا جواب دیا جو اپنے بچوں کو دیا جاتا ہے ۔ فرمایا قنبرؓ تم نوعمر نوجوان ہو ۔ جوان کے لئے اچھا لباس ہونا ضروری ہے اور میں بوڑھا ہو گیا ہوں ۔ میرے لئے یہی مناسب ہے ۔ اللہ اکبر یہ ہے خواہشِ نفسانیہ کی پامالی کا ایک منظر شہیدِ انسانیت صفحہ ۱ صلوات ۔نظم ۔

کعبہ کی قسم اب کوئی حیدرؑ نہ ملے گا	وہ دن نہ ملیں گے وہ مقدر نہ ملے گا
دیوار میں کعبہ کی مگر در نہ ملے گا	مل جائیں گی ایران و مصر و روم کی راہیں
سونے کو کبھی بسترِ سرور نہ ملے گا	مل جائے گا چھپ کر کہیں رہنے کا مقام

مل جائیں گے بُت توڑنے والے کچھ اب بھی
قدموں کو مگر دوشِ پیمبرؐ نہ ملے گا

منقول ہے کہ جنابِ حیدرِ کرارؑ نے ایک درزی کو اپنی پرانی قمیص دی کہ اسے مرمت کر دے درزی نے ایک جگہ سے رفو کی تو قمیص بوسیدہ ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ سے پھٹ گئی ۔ درزی نے دوسری جگہ سے درست کی تو وہ تیسری جگہ سے پھٹ گئی ۔ ناچار درزی نے عرض کی یا امیرالمومنینؑ یہ قمیص نہایت ہی بوسیدہ ہے اب یہ پہننے کے قابل نہیں رہی اور یہ رفو نہیں ہو سکتی ۔ آپ نے فرمایا بھائی گواہ رہنا کہ علیؑ کو تو اس قمیص کے پہننے سے کوئی انکار نہیں ہے مگر اس نے خود ہی علیؑ کو جواب دے دیا فرمایا اس بوسیدہ قمیص کو پہن کر شکرِ خدا کرنے میں علیؑ کو لذت محسوس ہوتی ہے ۔ اللہ اکبر ۔ رباعی ۔

نظم

پرانی قمیص

بصد تلاش نہ کچھ وسعتِ نظر سے ملا نشانِ منزلِ مقصود رہبر سے ملا
علیؑ ملے تو خانہ خدا سے مگر خدا کو ڈھونڈا تو علیؑ کے گھر سے ملا

ایک اور روایت بینیے ابنِ عباس سے مروی ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا کیا دیکھا کہ آنجناب اپنی نعلین درست فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا اسے موچی سے درست کروا لیتے۔ فرمایا ابنِ عباس اسے موچی سے اتنی بار درست کروا چکا ہوں کہ اب موچی کو دیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جب حضرت امیرؑ جوتی کو ٹانکے لگا چکے تو ابنِ عباسؓ کے آگے ڈال کر فرمایا ابنِ عباس اس جوتی کی کیا قیمت ہے۔ عرض کی مولا اس کی تو کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔ اسے کوئی ایک کوڑی سے بھی خرید نا مناسب نہ سمجھے۔ آپ نے فرمایا اے ابنِ عباس خدا کی قسم یہ جوتا مجھے تمہاری اس حکومت سے زیادہ محبوب ہے جس میں قیامِ حق اور دفعِ باطل نہ ہو۔ المجالس المرضیہ ۱۵ تذکرۃ الخواص ۱۴۴
اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام سے خواہشاتِ نفسانیہ کی کس انداز سے نفی ثابت ہے کہ جب آنجناب نے عمر و بن عبد ود کو غزوۂ خندق میں گرایا اور قتل کرنا چاہا تو اس نے گستاخی کی کہ حضور کے چہرۂ انور پر تھوک دیا تقاضہ فطرت تو یہ تھا کہ حضرت علیؑ کو غصہ آتا اور اُسی وقت اس ملعون کو تہ تیغ کر دیتے مگر جنابِ امیرؑ عمرو بن عبد ود جیسے بہادر دشمن کو چھوڑ کر علیحدہ کھڑے ہو گئے دیکھنے والوں میں اضطراب پیدا ہوا کہ۔ خدا جانے اب ہمارا کیا حشر ہوگا اور بہت سی زبانیں حرکت میں آگئیں کہ یہ علیؑ سے سیاسی غلطی ہو گئی اگر دشمن سنبھل گیا تو صرف ایک علیؑ کو ہی خطرہ نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہوگا۔ جب حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ دشمن کی نازیبا حرکت سے مجھے غصہ آگیا تھا اور میں نہیں چاہتا کہ رضا الہٰی کے لیے جو کام کر رہا ہوں۔ اس میں میری اپنی خواہش بھی شامل ہو جائے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ جب حضرت علیؑ کی سیرت وکردار معلوم ہو جائے تو پھر اندازہ لگائیے کہ آقا حضرت محمد مصطفیٰ کتنے بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہوں گے۔ صلوات۔

قدرت کا ارشاد ہے کہ میرا حبیب اپنی غرض سے تو کوئی گفتگو ہی نہیں کرتا۔ جب بھی بولتا ہے میری وحی سے بولتا ہے۔ اگر کوئی انسان کہہ دے کہ نبی اکرمؐ اپنی خواہش سے سب کچھ کرتے تھے تو اُس نے رسالتؐ کی توہین کی۔ ارے جن کے اہلبیتؑ کے بارے میں قدرت کا فرمان ہو وَمَا تَشَاۤءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ پارہ ۲۹ رکوع ۲۰ آلِ محمدؐ کچھ بھی نہیں چاہتے مگر وہی چاہتے ہیں

جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جب محمد مصطفٰے کے بچوں کی یہ کیفیت ہے تو خود حضورؐ پرنور کتنے بلند ہوں گے۔ ماننا پڑے گا کہ جناب ختمی المرتبت کی ہر حرکت دینِ مبین ہے ہاں اگر ایسا نہیں تو پھر اسلام ناقص اور بے کار ہے کیوں کہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر اپنی خواہشات حضورؐ میں کار فرما تھیں تو ممکن ہے کہ نماز و روزہ وغیرہم کا اپنی خواہش سے حکم صادر کیا ہو۔ پس چار و ناچار ہر مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ آمنہؑ کا لال ہر خواہشِ نفسانیہ سے منزہ اور مبرا تھا۔ صلوات۔

دنیا کا ہر انسان چاہتا ہے کہ میری زندگی اور میرے بچوں کی زندگی آسودگی سے گزرے بلکہ ہر انسان اپنے سے بھی زیادہ اپنے بچوں کو آسودہ دیکھنا چاہتا ہے۔ بچوں کی خاطر دنیا داروں نے ہر قسم کی مصیبت کو خوشی سے برداشت کیا اور ہر ممکن اپنی اولاد کی زندگی کو پُرامن بنانے کی کوشش کی مگر دوسری طرف حبیبِ خدا کا واقعہ سنیئے۔ بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسولِ خداؐ سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں جنابِ فاطمہؑ کو رخصت کرتے اور ان کے گھر سے متوجہ سفر ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جنابِ فاطمہؑ سے ہی ملاقات کرتے جنابِ امیرؑ نے کوئی چیز مالِ غنیمت سے لڑائی میں پائی تھی اور وہ جنابِ سیدہؑ کو دے دی۔ جب جنابِ رسولِ خداؐ سفر پر گئے تو جنابِ فاطمہؑ نے اس مالِ غنیمت سے دو چاندی کے کڑے بنوا کر ہاتھوں میں پہنے اور دروازے پر نیا کپڑا لے کر پردہ ڈالا۔ جب آنحضرتؐ سفر سے واپس تشریف لائے اور خانۂ سیدہ زہراؑ میں داخل ہوئے تو جنابِ سیدہؑ خوشی خوشی استقبال کے لیے آئیں۔ حضورؐ نے جب کڑے اور پردہ دیکھا تو ملول ہوئے پھر آئے اور مسجد میں جا کر بیٹھے۔ جنابِ سیدہ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور رو کر فرمانے لگیں کہ اس سے پہلے میرے بابا نے کبھی ایسا نہیں کیا پس جنابِ حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلایا اور پردہ کھول ڈالا ایک صاحبزادے کو کڑے اور دوسرے کو پردہ دیا اور فرمایا ان کو میرے پدرِ بزرگوار کے پاس لے جاؤ اور میرا سلام کہو اور میری طرف سے عرض کرنا کہ بابا آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سوائے ان کے کوئی نئی شے نہیں بنوائی گئی جو باعث آپ کے غصہ و غضب کا ہو۔ آپ ان چیزوں کو جہاں چاہیں خرچ کریں۔ جب دونوں شہزادوں نے پیغام اپنی مادرِ گرامی قدر کا پہنچایا تو حضرت نے دونوں فرزندوں کو گود میں لیا اور پیار کیا دونوں کو زانوؤں پر بٹھایا اور حکم دیا کہ ان کڑوں کو توڑ کر فقرائے مہاجرین اصحابِ صفہ کو جو کہ کوئی معاش و ذریعہ نہ رکھتے تھے بلا کر تقسیم کر دو اور پردہ بقدر لنگیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے

چاندی کے کڑے

تقسیم کر دیا جلاء العیون جلد ۱ ص۱۶۳ میں ہر صاحبِ انصاف سے سوال کرتا ہوں کہ اب بھی کوئی گنجائش ہے۔ یہ کہنے کی کہ آنحضرت اپنی خواہش سے کوئی کام کرتے تھے۔ سنتا ہوں کہ جب جنابِ سیّدہ نے عرض کی کہ بابا آپ کیوں واپس تشریف لے آئے تو آپ نے حسرت سے فرمایا بیٹی اپنی غریب امت کے لیئے آپ کا گھر ہی سہارا اور نمونہ دیکھنا چاہتا ہوں صلوات۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنابِ تاجدارِ رسالتؐ کا ہر لمحہ رضائے الہٰی میں گزرتا تھا اور وہ اپنی خواہش کے تابع نہ تھے بلکہ حکمِ خدا اور وحی کے تابع تھے تو اب میری تقریر کی عرض کو سن کر فیصلہ خود کیجیے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ رسولِ خدا کا گزر جنابِ سیّدہ کے گھر کے قریب سے ہوا اس گھر سے حضرت امام حسینؑ کے رونے کی آواز آئی آپ جناب سیّدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے بیٹی فاطمہؑ کیا تو نہیں جانتی کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے کس قدر تکلیف و اذیت پہنچی ہے۔ بیٹی آپ میرے حسینؑ کا خاص خیال رکھا کریں۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مدرسہ کی طرف سے گزر ہوا۔ ایک بچّے کے رونے کی آواز گوش میں پہنچی جو حسینؑ کی آواز سے بہت زیادہ مشابہ تھی۔ آپ داخلِ مدرسہ ہوئے اور استاد کو ہدایت فرمائی کہ اس بچّے کو نہ مارا کرو۔ کیوں کہ اس کی آواز میرے بیٹے حسینؑ سے بہت مشابہ ہے۔ چودہ ستارے ص۱۴۹۔ بتاؤ مسلمانو یہ اطاعت محبت بمطابق وحی الہٰی ہے یا رسولِ خدا کی اپنی غرض و خواہش ہے۔ صلوات۔ اگر آپ فتویٰ صادر کریں کہ حضورؐ کی یہ اپنی خواہش تھی تو میں عرض کروں گا کہ خواہشِ مادی اگر نبی اکرم صلعم میں ہو تو پھر نبی کیسے ممکن ہے کہ یہ سارا دین ہی اپنی خواہش سے بنا ڈالا ہو۔ بس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تسلیم کیا جائے کہ وحی خدا سے ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ جب انسان اقرار کرے کہ وحی الٰہی سے ایسا فعل ہوا تو فیصلہ کیجیے کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا مرتبہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کتنا بلند و بالا ہے۔ رباعی۔

رباعی

جہاں میں یوں تو بہت لوگ با اصول بنے　　دکھاؤ ایسا کوئی جس کی ماں بتولؑ بنے
حسین تیرے مدارج کی حد نہیں ملتی　　سوار تو ہے سواری تیری رسولؐ بنے

معتبر روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم حالتِ نماز یعنی سجدے میں تھے کہ حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور دوشِ رسولؐ پر سوار ہو گئے اور حضورؐ پُرنور نے سجدے کو طول دیا اور اس قدر طول ہوا کہ آنجنابؐ نے بہتر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ پڑھا۔ علماء اس بات کو فخر سے تسلیم کرتے

ہیں کہ امام حسینؑ اپنی مرضی کے ساتھ دوشِ رسولؐ سے اُترے اور نبی اکرمؐ نے سر سجدے سے اٹھایا۔ مطالب السئول صـ۲۲۳ چودہ ستارے صـ۱۵۰۔ کیوں مسلمانو اب کیا فیصلہ دو گے کیا حضورؐ نے اپنے بچے کی محبت میں سر سجدے سے نہیں اٹھایا یا حکمِ خدا سے سجدے کو طول دیا اگر کوئی یہ کہے کہ اپنے بچے کی محبت میں سجدے میں پڑے رہے تو ماننا پڑے گا کہ اطاعتِ خدا پر حسینؑ کی محبت غالب آگئی تو اعتراض ہو سکتا ہے کہ جس انسان کو اپنے بچے کی محبت خدا سے زیادہ عزیز ہو۔ وہ رسولؐ مخلوقِ خدا تک دین کیا پہنچائے گا اور اس کے دین میں کتنی صداقت اور حقیقت ہو گی۔ اس طرح کہنے سے تو اسلام کا ہی خاتمہ نظر آتا ہے۔ اور اگر رسولؐ خدا تعالیٰ کے حکم سے سجدے کو طول دیا کرتے تھے تو اندازہ لگائیے کہ جس حسینؑ کا کمین بحکمِ الٰہی سجدۂ رسولؐ پر غالب آجائے وہ حسینؑ خود کتنا بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ صلوات۔ رباعی

زباں سے کہہ کے کوئی ربِّ مشرقین بنا | کوئی رسولؐ، کوئی فاتحِ حنین بنا
کٹا کے سر رہِ حق میں کئی شہید ہوئے | کبھی کسی نے سنا ہے کہ کوئی حسینؑ بنا

تصدق شیرازی

اصولِ کافی باب مولدِ الحسینؑ صـ۱۴۱ میں ہے کہ امام حسینؑ نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا شیر مبارک نوش فرمایا اور نہ کسی اور دایہ کا دودھ پیا لیکن ہوتا یہ تھا کہ جب آپ کو بھوک لگتی تو آنحضرتؐ جنابِ سرورِ کائنات۔ تشریف لاکر زبانِ مبارک دہنِ اقدس حسینؑ میں دے دیتے تھے اور امام حسینؑ اُسے چوسنے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ سیر و سیراب ہو جاتے تھے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اسی سے امام حسینؑ کا گوشت پوست بنا اور لعابِ دہن رسالتؐ سے امام حسینؑ پرورش پاکر کارِ رسالتؐ انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسولؐ کریم کے بہت مشابہ تھے۔ نور الابصار صـ۱۱۳ چودہ ستارے صـ۱۴۳ جنابِ ختمی المرتبت سے والہانہ عقیدت رکھنے والو بتاؤ یہ حسنِ سلوک جو محمد مصطفےٰؐ حضرت امام حسینؑ سے کرتے تھے یہ حضورؐ کی اپنی خواہش تھی یا خدا تعالیٰ کے فرمان کی بجاآوری تھی اس سلسلہ میں مولوی صاحب کا ہر فتویٰ مجھے قبول و منظور ہے۔ اپنے علم پر ناز کرنے والو خدا کے واسطے ترازوئے انصاف پر وزن کرکے بتاؤ کہ بتولؑ کے لال سے خدا اور رسولؐ کو کس قدر محبت تھی۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ملاں کو انصاف سے تو بیر ہی ہے۔

لطیفہ۔ لکھا ہے کہ دو مولوی صاحبان کسی جگہ اکٹھے کسی صاحب کے مہمان ہوئے۔ اتفاق سے ان

حالت سجدہ میں سوار

رباعی

تربیت حسینؑ

یں سے ایک صاحب کسی غرض کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ میزبان ہوشیار قسم کا انسان تھا۔ اس نے خلوت کو غنیمت سمجھ کر دوسرے مولوی صاحب سے دریافت کیا مولانا صاحب ماشاء اللہ آپ کی شکل و شمائل سے تو علم وفضل کے آثار ہویدا و آشکار ہیں۔ مگر یہ مولوی صاحب جو آپ کے ہمراہ ہیں۔ کیا یہ بھی کچھ جانتے ہیں تو اس مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ نہیں جناب یہ تو بالکل گدھے ہیں اتنے میں وہ مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے مولوی صاحب کہیں باہر تشریف لے گئے تو میزبان نے اس مولوی صاحب سے جو پہلے باہر گئے تھے اور اس کے ساتھی نے اُسے گدھے کا خطاب دیا تھا۔ دریافت کیا کہ مولانا اس مولوی صاحب کا مبلغ علم کتنا ہے تو ارشاد فرمایا بھائی کیا بتائیں گدھے سے واسطہ پڑ گیا ہے۔ علم سے تو یہ صاحب بالکل ہی کورے ہیں۔ میزبان دونوں کی حقیقت سن کر خاموش ہو گیا۔ شام کو جب کھانے کا وقت ہوا تو ایک تو برا نخود یعنی چنے کا بھر کر مولوی صاحبان کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا حضور تناول فرمائیں۔ مولوی صاحبان حیران و پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آخر غیظ و غضب کی نگاہیں میزبان کی طرف اٹھیں تو اس نے کہا کہ مولانا تم دونوں نے ایک دوسرے کے بارے میں گدھا ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے تو گدھوں کی بہترین مرغوب غذا چنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ احسن الفوائد ص۲۹ یہ مولوی صاحبان ہی کے کمالِ استنباط کا نتیجہ ہے کہ آج ایک اسلام تہتر فرقوں میں نظر آ رہا ہے۔ اور ہر مولوی دوسرے کو کافر بے دین اور بے دین فخر سے کہتا ہے مصرع

دینِ ملاں فی سبیل اللہ فساد

الفساد والفساد والفساد

جب ملاں نے دیکھا کہ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ پارہ ۲۷ ع۵ کہ میرا حبیب اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وحی سے نطق فرمایا کرتا ہے۔ اگر اسے قبول کر لیں تو آلِ محمدؐ کے کمالات اس قدر بلند ہو جائیں گے کہ نگاہِ اصحاب تو اس کا اندازہ بھی نہ کر سکے گی اور یہ ہمارے مشن کے خلاف ہے تو دوسرے اندازِ فکر کو دنیا کے سامنے پیش کیا کہ دین کے کاموں میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو وحی ہوا کرتی تھی۔ باقی ان کے ارشادات ہماری ہی طرح کے ہوا کرتے تھے اور ان میں سہو کا امکان ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ ایک مرتبہ حضور پر نور ایک باغ کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ لوگ نر خرما کو کاٹ کر خرما پر ڈال رہے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تو تم شرک کرتے ہو۔ پس انہوں نے

ملا بے ایمان

عرض کیا یا رسول اللہ اس طرح کرنے سے یہ اچھا پھل دیتے ہیں پس حضرت نے ارشاد فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ الدُّنْیَا یعنی تم مجھ سے زیادہ دنیا کے امور سے واقف ہو مواعظِ حسنہ ص۳۶۶ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْاِعْتِقَادِ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کو سب کچھ انبیاء ہی نے سمجھایا چہ جائے کہ خاتم المرسلین اور پھر عرب کا رہنے والا بھی ہو اسے علم نہیں کہ کھجوریں کس طرح زیادہ پھل دیتی ہیں جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ پارہ ۵ ع ۱۴۔ اور سکھایا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے معلوم ہوا کہ جس جس کو بھی حضور نہ جانتے تھے اُس اُس کی خدا نے تعلیم دے دی خدا کا حکم تو ہے کہ سب کچھ ہم نے اپنے حبیب کو سمجھا دیا مگر ملاں کہتا ہے کہ سید المرسلینؐ کو کھجوروں کے بور نر و مادہ کا بھی علم تک نہ تھا۔ یہ اس غرض سے کہا کہ افعالِ مصطفےٰ دو طرح کے ثابت ہو جائیں تاکہ عظمتِ آلِ محمدؐ کو گھٹایا جا سکے۔ یہاں تک کہ بیان ہوتا ہے کہ کسی نے حضورِ اکرمؐ سے سوال کیا جب کہ آپ اونٹ پر سوار تھے کہ آپ کے اونٹ کے پاؤں کتنے ہیں تو حضورؐ فوراً اونٹ سے کود پڑے اور اونٹ کے پاؤں شمار کر کے فرمایا کہ میرے اونٹ کے پاؤں چار ہیں۔ نعوذ باللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوچی بھی سکیم تھی جو بیان کی گئی ہے ورنہ صحابہ کرام کی یہ شان نہیں کہ وہ آنحضرتؐ سے ایسا سوال کریں میں کہتا ہوں ایسا سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور کس صحابی کی جرأت ہے کہ ایسا بے معنی سوال کر سکے یہ تو بعد کے بزرگوں نے سوچ سمجھ کر یہ فہرست تیار کی تاکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خواہشِ مادی ثابت ہو سکے اور آلِ محمدؐ کے ساتھ حضورؐ کے حسنِ سلوک کو پامال کیا جا سکے۔

ایک مولوی صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِؑ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص۲۷۶ اس حدیثِ رسولؐ پر میرا ایمان تو ہے مگر تردد اس بات کا ہے کہ حسینؑ تو رسولِ خدا سے ہو سکتے ہیں اور یہ کیونکر ہو گا کہ آنحضرت محمد مصطفےٰ بھی حسینؑ سے ہوں۔ میں نے عرض کیا مولانا اگر حدیث صحیح ہے اور آپ کا اس پر ایمان بھی ہے تو یہ اعتراض اُس رسولؐ پر کرو کہ جس نے اس طرح کی حدیث ارشاد فرمائی کہ جس کی مولوی صاحبان کو سمجھ تک نہ آ سکی۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا اگر ایک خربوزے کی چودہ ڈلیاں کر دی جائیں تو کیا جا سکتا ہے کہ یہ ڈلی اس سے ہے اور یہ اس سے ہے۔ پس قدرت نے ایک نور کے چودہ حصے کئے اور نبی نے فرمایا اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَّ آخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَّ کُلُّنَا مُحَمَّدٌ ہمارا اوّل بھی محمدؐ ہمارا آخر بھی محمدؐ ہمارا درمیان والا بھی محمدؐ اور ہم کل کے کل محمدؐ ہیں اور سنو اگر شیشے کے مکان میں ایک قندیل روشن کر کے رکھ دی جائے تو جس طرف نظر کرو گے شیشہ کے اندر قندیل ہی قندیل نظر

آئے گی آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قندیل اس سے ہے اور یہ قندیل اس سے ہے کیونکہ ایک نور کا ہی ہر طرف ظہور ہے۔ میں آسان مثال عرض کرتا ہوں سنو۔ سال کے مہینے بارہ نام علیحدہ علیحدہ۔ چاند ایک اور مہینوں کے نام جُدا جُدا۔ ہفتہ ایک اور دنوں کے نام جدا جدا بس چودہ کا نور ایک ہے اور نام جُدا جُدا ہیں۔ صلوات۔ مسدس

تو اپنے ایک جام پہ نازاں ہے ساقیا چودہ پلانے والے ہیں پرواہ ہے مجھ کو کیا
تبلائے دیتا ہوں تجھے میخانوں کا پتا بطحا و کاظمین وخراسان و سامرہ

خورشیدِ مدعا میرا بُرجِ شرف میں ہے
اِک کربلا میں اِک میرا ساقی نجف میں ہے

مولوی صاحب نے فرمایا کہ حد سے تجاوز ہوگیا۔ میں کہتا ہوں ان کی فضیلت کی کوئی حد تو مقرر کرو۔ تم حد بتلا دو ہم حد کے اندر ہی رہیں گے۔ مسلمانو! جب خالقِ کائنات نے اپنے محبوب اولیأ کے فضائل کی حد مقرر نہیں کی تو اور کون ہے حد مقرر کرنے والا۔

منقول ہے کہ شبِ معراج جب رسولِ خدؐا عرش پر تشریف لے گئے تو قرآن میں فرمانِ ایزدی ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى پارہ ۲۷ ع ۵۔ میرا حبیب اتنا قریب تھا کہ دو کمانوں کا فاصلہ یا کچھ کم، کیوں مسلمانو! خدا نے اس فاصلہ کی حد مقرر کیوں نہیں کی بتاؤ خدا کو اس فاصلہ کا علم نہ تھا یا عمداً حد مقررہ نہیں بتلائی۔ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ جب میں تقریر کرنے لگا تو مجمع دو ہزار کا تھا یا کچھ کم اور اگر خدا فرمائے کہ غلام حسین کی مجلس میں دو ہزار کا مجمع تھا یا کچھ کم تو معاملہ توحید کا کرکرانہ ہوگیا؛ ماننا پڑے گا کہ خدا نے دو کمانوں کا فاصلہ یا کچھ کم ارشاد فرما کر ثابت کردیا کہ میں اپنے محبوب کے قرب کی حد بندی نہیں کرنا چاہتا۔ ارے جب اللہ تعالیٰ نے حد بندی نہیں کی اور کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ ان کی حد مقرر کرے بس یہ خالق کے بندے اور ساری کائنات کے والی و وارث اور تخلیقِ کائنات کے لئے مقصودِ رب العالمین ہیں۔ صلوات۔ منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ طور پر تشریف لے گئے تو قدرت کی طرف سے حکم ہوا۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى پارہ ۱۶ ع ۱۰ اے موسیٰؑ اپنے نعلین کو اتار دو۔ کیونکہ یہ وادیٔ مقدس ہے۔ اگر میں عرض کروں کہ پالنے والے اگر تیرا پہاڑ اور وادی پاک ہے تو تیرے کلیم کی جوتی کب نجس ہے آخر پیغمبرؐ کی صحبت میں رہتی ہے۔ پیغمبر کے جسم اطہر

وادیٔ مقدس (حاشیہ)

سے مس ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ موسیٰؑ جیسے مقدس انسان کے ہم سفر رہا کرتی ہے۔ حکم ہوگا خاموش رہو کیا جوتی پیغمبرؑ کے ساتھ رہ کر پیغمبر کا مقام حاصل کرے گی ارے جوتی جوتی ہے اور نبی نبی ہے۔ کیا نبیؑ کے ساتھ رہ کر جوتی نبی بن جائے گی۔ نبی نبی رہے گا اور جوتی جوتی رہے گی۔

رباعی

صحبتِ گل سے اگر خار کلی بن جاتے ہزاروں غاصب و غدار ولی بن جاتے
گر نہ فرماتے خم پہ من کنتُ مولا کتنے انسان خدا جانے علیؑ بن جاتے

یہ حضرت موسیٰؑ کا طور پہ معراج تھا۔ پھر ایک روز قدرت نے اپنے حبیبؐ کو فرمایا۔ مسدس

مسدس

یا نبی عرش پہ آ عرشِ معلیٰ کر جا میرے پردے ہیں مرے روے کی تجلی کر جا
پردہ دری نہ رہے آج کی شبِ خلوت ہیں میرے پردے کا بلند اور یہی پلہ کر جا
میں تجھے دونوں سراؤں کا محمدؐ کر دوں
تو مجھے میرے حبیب آج اللہ کر جا

جب حضورؐ عرشِ عُلا پر پہنچے تو کلیم کے واقعہ کو یاد فرما کر اپنی نعلین مقدس کو اتار دیا۔ قدرت کی طرف سے حکم ہوا میرے حبیب یہ کیا؟ عرض کی پالنے والے۔ مصرع۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

میرے اللہ موسیٰؑ کو طور پر نعلین اتارنے کا حکم ہوا تھا اور یہ تو عرشِ معلیٰ ہے۔ اس لئے اپنی نعلین کو اتار رہا ہوں۔ ارشاد ہوا حبیب نعلین پہن کر ہی تشریف لایئے۔ طُور پر موسیٰؑ کے نعلین اُتروانے کی غرض اور تھی مگر آج شبِ معراج عرشِ عُلا پر مقصد اور ہے۔ میرے حبیب وہاں موسیٰؑ کے پاک قدموں کو طور کے پاک ذرّے لگا کر موسیٰؑ کی شان بلند کرنا تھی۔ یہاں تیرے قدموں کی جوتی کو عرش سے لگا کر عرش کی شان کو بلند کرنا مقصود ہے۔ صلوات۔ مسلمانو! ساری کائنات عرش کے نیچے فرشتے انبیاءؑ حوریں۔ جنت۔ کوثر۔ لبنِ سلسبیل تسنیم۔ غلمان۔ کعبہ۔ بیت المقدس۔ توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ فرقان ولی غوث۔ قطب۔ ابدال۔ قلندر۔ ملاں۔ مسلمانو! ساری دُنیا عرش کے نیچے اور نعلینِ مصطفیٰؐ عرش کے اوپر۔ جب ساری کائنات مل کر آمنہؑ کے لال کی جوتی کا مقابلہ نہ کر سکی تو کوئی انسان محمد مصطفےٰؐ کا کیا مقابلہ کرے گا۔ سُنیئے نعلین اقدس ہے۔ عرش کے اوپر اور پائے مُصطفیٰؐ نعلین کے اوپر۔ زانوِ محمدؐ پاؤں سے بلند۔ صدرِ رسولؐ زانوِ مبارک سے بلند اور دوشِ محمدؐ صدر سے بلند۔ جب دوشِ محمدؐ کی

معراج

بلندی ذہن میں آ جائے تو ان معصوموں کا کتنا درجہ بلند ہوگا جو دوشِ سید المرسلینؐ پر لبادتات کھیلتے تھے۔ صلوات۔

عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ میں ایک روز جناب رسولِ خداؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ جناب فاطمۃ الزہراؑ مغموم و محزون تشریف لائیں رسولِ خداؐ نے فرمایا۔ اے بضعۃ منی آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ عرض کی اے بابا جان کافی دیر سے آپ کے دونوں شہزادے گھر پر موجود نہیں ہیں۔ آنجناب نے فرمایا بیٹی فاطمہؑ آپ گریہ نہ کریں جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان پر تم سے زیادہ مہربان شفیق ہے۔ پھر حضرت نے ہاتھ جانب آسمان بلند فرمائے اور کہا کہ خداوندا اگر حسنینؑ صحرا یا دریا میں ہیں تو ان کی حفاظت فرما اور باسلامت رکھنا اسی وقت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور بعد تحفہ درود و سلام عرض کی کہ یا رسول اللہؐ آپ حسنینؑ کے لئے محزون و غمگین نہ ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں صاحبانِ فضیلت ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے۔ شہزادے نخلستانِ بنی نجار میں آرام فرما رہے ہیں اور خدا نے ایک فرشتے کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا ہے۔ یہ سن کر جناب رسولِ خداؐ شاد و خنداں اُٹھے اور مع صحابہ متوجہ نخلستانِ بنی نجار ہوئے۔ جب نخلستان میں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حسنین علیہما السلام ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے آرام کر رہے ہیں اور ایک فرشتہ اپنے پروں کو دراز کئے ہوئے ایک شہزادے کے نیچے اور دوسرے سے اوپر سایہ کر رکھا ہے۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے حسنینؑ کے سروں کو اپنے زانوؤں پر رکھا اور پیار کرنے لگے یہاں تک کہ حسنینؑ نیند سے بیدار ہوئے پس امام حسنؑ کو رسولِ خداؐ نے اپنے دوش پر اٹھایا اور امام حسینؑ کو حضرت جبرئیلؑ نے اپنے دوش پر سوار کیا۔ لوگ چونکہ جبرائیل کو دیکھتے نہ تھے اس لیے سمجھے کہ دونوں شہزادے حضور پُرنور کے ہی دوش پر سوار ہیں۔ راستہ میں حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ ایک شہزادہ مجھے دے دیں تا کہ میں بھی اس سعادت میں شریک ہو جاؤں۔ آنجنابؐ نے فرمایا اے ابوبکر ایسے سواروں کے لیے ایسی ہی سواری مناسب ہے۔ جلاء العیون جلد ۲ ص۱۳۷۔ اس روایت سے بلندی مرتبہ حسنینؑ کا آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہزادے خدا و رسولؐ کو کتنے عزیز تھے۔

آخر میں ایک روایت اور بھی سُن لو۔ منقول ہے کہ ایک آدمی بغرض تجارت ملک شام کو گیا اور کافی عرصہ کے بعد جب واپس گھر آیا تو اپنے گھر میں دو لڑکے کھیلتے ہوئے دیکھے۔ ان میں سے ایک بچے کا

رنگ سیاہ گویا کہ حبشی تھا اور دوسرا گورے رنگ کا اور نہایت ہی خوبصورت تھا۔ مرد نے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ یہ دونوں بچے کس کے ہیں۔ بیوی نے عرض کی کہ یہ دونوں بچے آپ کے سفرِ تجارت میں جانے کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ دونوں آپ کے ہی لڑکے ہیں۔ مرد نے تعجب سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں بچوں کا ماں باپ ایک ہو اور پھر رنگ و صورت میں اس قدر فرق ہو یقیناً یہ سیاہ رنگ کا بچہ میرا نہیں ہے بلکہ تو نے خیانت کی ہے۔ عورت نے کہا کہ ہم ہی تو آدمؑ و حوّا کی اولاد سے ہیں اور رنگ و صورت میں امتیاز اور فرق ہے۔ واللہ میں نے خیانت نہیں کی بلکہ دونوں بچے حلال زادہ ہیں مگر مرد کو عورت کی قسم پر بھی اعتبار نہ آیا اور دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میری عورت نے میرے ساتھ خیانت کی ہے کہ میرے سفر میں جانے کے بعد دو بچے جنے ہیں جن سے ایک تو میری شکل و صورت پر ہے اور دوسرا حبشی قسم رنگ کا بچہ ہے۔ آپ دونوں بچوں کو دیکھ کر حکم صادر فرما دیں کہ کیا دونوں حلال زادے ہیں۔ نبی اکرم صلعم نے جب عورت سے دریافت کیا تو اس نے عرض کی اے رحمۃ للعالمین مجھے آپ کی دستارِ رسالتؐ کی قسم یہ دونوں بچے حلال زادے ہیں۔ رنگ و صورت کا فرق تو قدرت کے اختیار میں ہے۔ دونوں میاں بیوی کی باتیں سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ دونوں شہزادوں کو بلا کر لاؤ۔ جب دونوں شہزادے خدمتِ رسولؐ میں پہنچے تو نبی اکرمؐ نے کھڑے ہو کر بچوں کو گود میں لیا نبیؐ کا اٹھنا تھا کہ صحابہ کرام اور وہ دونوں میاں بیوی مع دونوں بچوں کے کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس مرد نے پھر سوال کیا کہ یا رسولؐ اللہ اس عورت کے لئے سزا تجویز فرما دیں کہ اس نے فعلِ حرام سے یہ سیاہ رنگ کا بچہ جنا ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ یقیناً حلال زادہ ہے۔ عرض کی مولا اس کی دلیل کیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حسنین علیہما السلام کی آمد پہ یہ بچہ تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ بس جو انسان بتولؑ کے شہزادوں کی تعظیم کرتا ہے یقیناً وہ حلال زادہ ہے۔ بس حلال زادہ وہی ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعظیم کرتا ہے۔ صلوات۔ اسی لئے تو خواجہ حسن نظامی نے بارگاہِ حسینؑ میں ولا میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ نظم۔

میرا سوال ایک ہے جوابِ باصواب دے — ہزار بار سوچ لے یہ مند نہیں شتاب دے

عبور ہے جو علم پر سخن کا انتخاب دے — حدیث مستند نہیں تو پھر کوئی کتاب دے

حسینؑ کا جواب لاحسینؑ کا جواب دے

نظر نظر اِدھر اُدھر نہاں نہاں عیاں عیاں ‏ ‏ زمین زمین فلک فلک زماں زماں مکاں مکاں
حسین سا کوئی نہیں حسینؑ سا کوئی کہاں ‏ ‏ میرے کلام پر اگر ہے قیل و قال این و آں

حسینؑ کا جواب لاحسینؑ کا جواب دے

جہاں حریص و بیش و کم ہیں وہ مقام اور ہے ‏ ‏ جہاں اسیر قحط و غم ہیں وہ مقام اور ہے
جہاں خرد کے پیچ و خم ہیں وہ مقام اور ہے ‏ ‏ جہاں حسینؑ کے قدم ہیں وہ مقام اور ہے

حسینؑ کا جواب لاحسینؑ کا جواب دے

ازل کے دن سے آجتک کی داستان اور ہے ‏ ‏ حدیثِ کربلا الگ ہے اس کی شان اور ہے
حسینؑ جس پہ مٹ گئے وہ آن بان اور ہے ‏ ‏ سخن کے مدعی اگر تجھے گمان اور ہے

حسینؑ کا جواب لاحسینؑ کا جواب دے

نہ فلسفی سے بحث ہے نہ منطقی سے بحث ہے ‏ ‏ نہ دوستی سے بحث ہے نہ دشمنی سے بحث ہے
نہ مدعی سے بحث ہے نہ مولوی سے بحث ہے ‏ ‏ مگر دلیل مستند ہے منصفی سے بحث ہے

حسینؑ کا جواب لاحسینؑ کا جواب دے

اب آخر میں میں بتولؑ کو حسینؑ سے جو محبت ہے اُسے بیان کرکے مجلس کو ختم کرتا ہوں۔ منقول ہے کہ جنابِ رسالتمآبؐ نے اپنی پارۂ جگر فاطمہ زہراؑ کو قتلِ فرزندِ دلبند امام حسین علیہ السلام کی خبر دی اور واقعاتِ کربلا جو ہونے والے تھے جنابِ بتول سے بیان فرمائے فَبَكَتْ فَاطِمَةُ بُكَاءً شَدِيداً وَقَالَتْ يَا أَبَتَاهُ مَتَى يَكُونُ ذَالِكَ قَالَ فِي زَمَانٍ خَالٍ مِنِّي وَمِنْكِ مِنْ عَلِيٍّ یہ سُن کر بتولؑ نے شدت سے رونا شروع کیا اور عرض کی بابا یہ کس زمانے میں واقعہ ہوگا۔ فرمایا بیٹی اس وقت نہ میں ہوں گا اور نہ آپ ہوں گی اور نہ ہی علیؑ ہوں گے۔ فاطمہؑ اُس زمانے میں حسنؑ بھی نہ ہوں گے یعنی وہ زمانہ ہم سب سے خالی ہوگا۔ قَالَتْ يَا أَبَتَاهُ فَمَنْ يَبْكِي عَلَيْهِ وَمَنْ يَلْتَزِمُ بِإِقَامَةِ الْعَزَاءِ سیدہؑ نے عرض کی بابا جب میرا فرزند عالمِ غربت میں شہید ہوگا تو کون روئے گا۔ اس کی مصیبت پر اور کون مجلس عزا بپا کرے گا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نِسَاءُ أُمَّتِي يَبْكِينَ عَلَى نِسَاءِ أَهْلِ بَيْتِي وَرِجَالُهُنَّ يَبْكُونَ عَلَى رِجَالِ أَهْلِ بَيْتِي - فرمایا اے میری نورِ نظر تو اس بات کی فکر نہ کر آگاہ رہو کہ عورتیں میری امت کی میری عوراتِ اہلِ بیتؑ پر روئیں گی اور میری امت کے مرد میرے اہلبیتؑ کے مردوں پر روئیں گے۔ وَيُجَدِّدُونَ الْعَزَاءَ جِيلاً بَعْدَ جِيلٍ فِي كُلِّ سَنَةٍ اور ہر سال تازہ

کریں گے۔ عزاداری کو تیرے فرزند کی ایک قوم بعد ایک قوم کے فَاِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَشْفَعِیْنَ اَنْتِ لِلنِّسَآءِ وَاَنَا اَشْفَعُ لِلرِّجَالِ وَکُلُّ مَنْ بَکٰی عَلٰی مَصَائِبِ الْحُسَیْنِ اَخَذْنَا بِیَدِہٖ وَاَدْخَلْنٰہُ الْجَنَّۃَ۔ پس جب روزِ قیامت آئے گا تو اے فاطمہؑ شفاعت کروگی تم عورات کی اور شفاعت کروں گا میں مردوں کی اور جو مومن حسینؑ مظلوم پر روئے گا ہم اُس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔ شرعتہ المصائبؑ

آج میں جنابِ وہب بن حُباب الکلبی نصرانی خاندان کے جوان کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ منقول ہے کہ مکہ سے روانگی کے بعد پندرہویں منزل قصرِ بنی مقاتل پر مولائے حسینؑ کے خیمے لگے ہوئے تھے کہ وہب بن حباب الکلبی نصرانی اپنی شادی کرکے واپس اپنے وطن کو جارہے تھے کہ اُس کی ماں قمر کی نگاہ چند خیموں پر پڑی۔ قمر نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ جاکر حقیقتِ حال معلوم کرے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ماں کا حکم سن کر وہب خیامِ حسینی کی طرف روانہ ہوا۔ مولا حسینؑ کی نگاہ پڑی تو جنابِ عباسؑ کو بلاکر فرمایا عباسؑ اس جوان کو سمجھا کر واپس کردے کیوں کہ اس کی شادی نئی ہوئی ہے۔ کہیں ہمارے ساتھ شریک ہوکر رسوماتِ ادائیگی شادی سے محروم نہ رہ جائے۔ الحاصل حضرتِ عباسؑ حکم کی تعمیل کرنے کے لئے وہب کی طرف بڑھے۔ وہب نے قریب آکر حضرت عباسؑ سے عرض کی اے مردِ خدا یہ تو بتا کہ یہ خیمے کس کے ہیں اور وہ فوج جو ان کو گھیرے ہوئے ہے کون ہے۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا یہ کسی مسافر کے خیمے ہیں۔ یہ کسی غریب الوطن کے خیمے ہیں۔ یہ کسی مظلوم کے خیمے ہیں۔ یہ کسی سیّد کے خیمے ہیں اور وہ حاکمِ وقت یزیدؒ کی فوج ہے۔ تو پلٹ جا اور اپنی خوشی کو برقرار رکھ۔ وہبؓ نے عرض کی کہ مجھے ان خیام کے مالک کے نام و نسب سے آگاہ کر دو کہ یہ مرد کون ہے اور کس خاندان سے ہے۔ جنابِ عباسؑ نے فرمایا کہ مظلوموں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیئے تو پلٹ جا اور ماں کی امیدوں کا سہارا بنے رہو۔ وہبؓ نے تعجب سے کہا اے مردِ خدا تو کس مذہب و ملت سے واسطہ رکھتا ہے فرمایا کہ میں مسلمان ہوں اور آلِ محمدؐ کے بچوں کا غلام ہوں بس اتنا سننا تھا کہ وہبؓ نے کہا اگر تو آلِ محمدؐ کا غلام ہے تو میں تجھے محمدؐ کے بیٹے حسینؑ اور بتولؑ کی عظمت کا واسطہ دیتا ہوں تو بتا یہ مرد کون ہے۔ عزادارو اب حضرت عباسؑ نے جو مڑکر دیکھا تو حسینؑ نے اشارہ کردیا بھیّا عباسؑ وہب کو بتا دے کہ جنگلوں میں محمدؐ کی بیٹیاں رُل رہی ہیں۔ جنابِ عباسؑ نے رو کر فرمایا وہبؓ جس حسینؑ کا تو نے مجھے واسطہ دیا ہے۔ یہ وہی حسینؑ ہے اور یہ فوج حسینؑ کو قتل کرنے پر مستعد ہیں۔ بس اتنا سننا تھا کہ وہب نے اپنا گریبان

چاک کیا سر میں خاک ڈالی اور روتا ہوا واپس پلٹا۔ ماں نے جب دُور سے دیکھا کہ وہب پریشان حالت میں روتا ہوا واپس آرہا ہے تو آواز دے کر فرمایا بیٹا وہب خیر تو ہے۔ وہب کی چیخ نکل گئی اور ڈھاڑیں مار کر کہا اماں خیر نہیں یہ مباہلے والے سید ہیں جو اشقیاء میں گھرے ہوئے ہیں۔ اماں حسینؑ کے ساتھ بتولؑ کی بچیاں زینبؑ و کلثومؑ بھی ہیں۔ اماں یہ وہ حسینؑ ہے کہ جس کی ماں کی آمد پر ہماری قوم نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور بتولؑ کی قدر کرتے ہوئے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔

محبانِ حسینؑ جب وہبؓ کی ماں نے سُنا کہ زینبؑ و کلثومؑ بھی حسینؑ کے ساتھ دشمنوں میں گھری ہوئی ہیں تو تڑپ کر کہا بیٹا شادی کی رسومات ختم کر دو اور باراتیوں کو اجازت دے دو کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس پلٹ جائیں۔ ہم نے خوشی کے ارادے بدل دیئے۔ اب ہم مدینے والے سیدوں کی نصرت پر آمادہ ہیں۔

منقول ہے کہ تمام باراتیوں کو الوداع کر کے قمر اپنے بیٹے وہبؓ اور بہو کو لے کر خدمتِ امامؑ میں حاضر ہو کر عرض کی اے مباہلے والے حسینؑ میں آپ کی مدد کو آئی ہوں امامؑ نے فرمایا بی بی جب تک میرے نانا کا دین قبول نہیں کرو گی اُس وقت تک تیری مدد و نصرت کی حسینؑ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قمر نے عرض کی بتولؑ کے لال مجھے اس دین ہی سے تو محبت ہے جو دینِ اسلام اس بی بی کا تھا جو مباہلہ میں تشریف لے گئیں تھیں بس قمر نے اپنے بیٹے وہبؓ اور بہو کے ساتھ کلمہ پڑھا۔

عزادارو! قمر نے روزِ عاشورہ اپنے بیٹے وہبؓ کو میدانِ قتال میں جانے کا حکم دیا اور وصیت کی کہ بیٹا میدانِ جہاد سے ہرگز واپس نہ آنا بیٹا اگر عمر بن سعد کا سر تجھے مل جائے تو بے شک میرے پاس پلٹ کر آنا۔ ورنہ میں تیری لاش کو حسینؑ کے کاندھوں پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ بیٹا ہم نئے نئے مسلمان ہیں یہ ایک ہی تو عمل ہے جس سے خوشنودیٔ خدا و رسولؐ کی توقع ہے۔ اگر اس میں بھی لغزش ہو گئی تو قیامت کو دربارِ رسالتؐ میں خجالت ہو گی۔ بیٹا میرے دودھ کی لاج رکھنا۔

عزادارو! ماں کا حکم سُن کر وہبؓ، مولا حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بستہ عرض کی کہ آقا مجھے جنگ کرنے کی اجازت عطا فرما دیں۔ امام نے وہبؓ کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور محبت کے انداز میں فرمایا وہبؓ تو میرا مہمان ہے کیا تیری ماں کا کوئی اور بھی سہارا ہے۔ عرض کی مولا میری ماں نے ہی مجھے آنجنابؑ کی خدمت میں بھیجا ہے اور وصیت کی ہے کہ بیٹا تو حسینؑ کے قدموں پر قربان ہو جا۔ میں بی بی

زینبؑ کے ساتھ شام جاؤں گی ۔ بتولؑ کے لال ۔ کیا ہم نومسلموں کی قربانی اور خون اس قابل نہیں کہ آپ کے مقدس صحابہ کے خون سے مِل جائے ۔ خدا کی قسم ہم اپنے ناپاک خون کو اصحابِ حسینؑ کے خون سے ملاکر رہیں گے ۔ کافی کوشش کے بعد وہبؓ کو میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت ملی ۔ اجازت کا ملنا تھا کہ وہبؓ کا چہرہ گلِ گلاب کی طرح کھِل گیا اور خوشی خوشی ماں کو سلام کرکے فوجِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑا ۔ اور اس انداز سے جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے ماں اپنے جوان بیٹے کی جنگ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی کہ وہب ایک مرتبہ خیامِ حسینیؑ کی طرف بڑھا ماں نے جو وہبؓ کو آتے دیکھا تو منہ پھیر لیا اور کہا بیٹا پلٹ جا اور میدانِ جنگ میں نصرتِ حسینؑ میں اپنا سر قربان کر بیٹا میری دلی تمنا ہے کہ یا نیزے یا ہاتھ میں عمر بن سعد کا سر دیکھوں یا پھر تیری لاش امام حسینؑ کے کاندھوں پر نظر آئے بس ماں کا حکم سنتے ہی وہبؓ پلٹ کر میدان میں آیا اور مصروفِ قتال ہوا ۔ صاحب اصحاب الیمین ص۹۴ پر لکھا ہے کہ وہبؓ نے انیس سوار اور بارہ پیادے فی النار کیئے ۔ آخر کار اس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور گھوڑے سے گرتے ہوئے مولا کو پکارا یا مولا ادرکنی ۔

روایت میں ہے کہ وہب کی لاش پر وہب کی بیوی پہنچ گئی اور وہبؓ کے خون کو لے کر اپنے سر کے بالوں کو خضاب کرنے لگی ۔ وہبؓ کی بیوی کی کیفیت دیکھ کر اشقیاء میں اضطراب پیدا ہوا تو شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ اس کا کام تمام کر دے ۔ اس ملعون نے اس مومنہ پاک کے سرِ انور پر گرز مارا جس سے یہ مومنہ اپنے شوہر کی لاش پر گر کر شہید ہو گئی ۔ روایت میں ہے کہ جب میرے مولا امام حسینؑ علیہ السلام وہبؓ کی لاش پر آئے تو دونوں میاں بیوی کا مل کر بہتا ہوا خون دیکھ کر جی بھر کر روئے اور ایک مرتبہ اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا ۔ لوگو یہ ہے سہاگ کی رات ۔ جو وہبؓ اور اس کی بیوی کو نصیب ہوئی ہے ۔

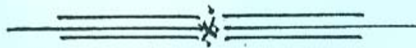
منقول ہے کہ اشقیاء نے حضرت وہبؓ کا سر قلم کرکے وہبؓ کی ماں کی طرف پھینک کر کہا کہ اے قمر یہ اس بچے کا سر ہے جس کی نئی شادی کرکے آ رہی تھی (کتاب اصحاب الیمین ص۹۴) میں ہے کہ روزِ عاشورا وہبؓ کی شادی کو صرف سترہ روز ہوئے تھے) قمر نے اپنے بیٹے کے سر کو اٹھایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور جوان بیٹے کے سر کو اٹھایا مولا حسینؑ کا طواف کیا ۔ سات مرتبہ طواف کرنے کے بعد وہبؓ کے سر کو قمر نے اشقیاء کی طرف پھینک کر فرمایا اے ملعونو میں نے سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے وہبؓ کو میں نے حسینؑ پر تصدق کیا ہے لے جاؤ سر کو جہاں جی چاہے اہلِ ولاء صدقہ دے کر

مادرِ وہبؓ

واپس نہیں لیا کرتے اور نہ ہی پچھتایا کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ وہبؓ کے قاتل کو جا کر لگا اور وہ ملعون اسی صدمہ سے فی النار ہوا پھر قمر خود عمود لے کر ان پر حملہ آور ہوئی اور دو ملعونوں کو واصلِ جہنم کیا پس امام حسین علیہ السلام نے اس کو واپس پلٹایا اور فرمایا عورتوں سے جہاد ساقط ہے اور خوشخبری دی کہ تیری جگہ اور تیرے فرزند کی جگہ میرے نانا کے پاس جنت میں ہوگی یہ سن کر وہبؓ کی ماں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور دعا مانگی کہ اے رب العزۃ میری امیدوں کو قطع نہ کرنا۔ امامؑ پاک نے فرمایا اے مادرِ وہبؓ خدا تیری امیدوں کو قطع نہیں کرے گا۔

عزادارو! قمر اپنے جوان بیٹے اور بہو کی قربانی دینے کے بعد شام کی تیاری میں مصروف ہوگئی کہ بی بی زینبؑ کا ساتھ دوں گی۔ لہوف صـ۹۷ نہر المصائب جلد ۲ حصہ سوم صـ۱۹۲ اصحاب الیمین صـ۹۴

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْآ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ



میں نے مذہبِ شیعہ کیوں قبول کیا؟

یا علیؑ تیرے چاہنے والوں کی —— خیر ہو

مومنین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عنوان کے ذیل میں بائیس ایسے لاینحل سوالات ہیں جن کے جوابات کوئی مخالف مذہبِ شیعہ ہرگز ہرگز نہیں دے سکتا وَلَوکَانَ بَعضُهُم لِبَعضٍ ظَهِیرا ان ہی سوالات کی وجہ سے میں نے مذہبِ شیعہ خیر البریہ قبول کیا۔

چونکہ یہ ترقی کا زمانہ ہے ہر قریہ، ہر دیہات میں آج کل مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر استعمال ہورہے ہیں اور جہاں شیعہ آبادی قلیل ہے۔ اُن پر تا فیہٴ حیات تنگ کرنے کی مساعیِ رذیلہ کی جارہی ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی فسادی ملاّں بُلاکر مولا علیؑ والوں کو تنگ کیا جاتا ہے، اور ان پر ناروا حملے کیئے جاتے ہیں لہٰذا میں نے نہایت ضروری سمجھا کہ ان بائیس سوالات کے ساتھ اپنی کتاب نعیم الابرار کو مزین کروں اور اس کتاب کے افادہ میں مزید اضافہ کروں۔ حضرات یہ بائیس سوالات حیدرِ کرار کے حُب دار اور موالی کے ہاتھ میں تلوارِ بے نیام اور آلِ محمد علیہم السلام کے دشمن، ناصبی و خارجی اور فسادی ملاّں کے منہ میں لگام ثابت ہوں گے۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ ان بائیس سوالات کے جوابات کوئی ناصبی، خارجی مفسد ملاّں قیامِ قیامت تک نہیں دے سکتا۔ مومنین کرام سے میری پُر زور گذارش ہے کہ ان سوالات کو خود یاد کرلیں، اپنے گھروں میں بچّوں کو یاد کرائیں۔ چارٹ پر خوشخط لکھواکر اپنے گھروں میں آویزاں کریں تاکہ شیعہ حضرات کے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی اپنے مذہبی دفاع کو مضبوط کرکے ہر مقام اور ہر جگہ پر ان سوالات کے ذریعہ ناصبیوں اور خارجیوں کے ناپاک مونہوں میں لگام چڑھا سکیں۔

کچھ عرصہ میں محکمہ کواپریٹو فارمنگ سوسائٹیز میں بطور سب انسپکٹر کے ملازم رہا ہوں۔ اس ملازمت کے دوران میرے ایک شیعہ دوست مسٹر غلام حسین صاحب بلوچ جو اسی محکمہ کواپریٹو فارمنگ سوسائٹیز میں انسپکٹر تھے اس نے مجھ پر مندرجہ ذیل چند سوالات کیئے۔ جن کا جواب باصواب مجھ سے نہ بن سکا

پھر مسلسل دو برس ان سوالوں کے جوابات میں تحقیقاتِ عمیقہ کرنے کے بعد مذہب شیعہ خیر البریہ میں نے قبول کیا۔

سوالات ملاحظہ ہوں

سوال نمبر ۱ تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابوطالب تمام بنی ہاشم کو شعبِ ابوطالب میں لے گئے تھے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عسرت اور کٹھن تکالیف سے گذارا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کہاں تھے اگر یہ بزرگ مکہ میں ہی تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعبِ ابی طالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے تو کیا کسی وقت ان بزرگوں نے آب و دانہ ہی کی کوئی آنحضرتؐ کی مدد کی ہو۔ جب کہ کفارِ مکہ میں سے زہیر بن امیہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پہنچانے اور عہد نامہ کو توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔

سوال نمبر ۲ حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا انتقال بقول اہلسنت جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابوبکر کا انتقال اڑھائی برس رسولِ خدا کے بعد اور حضرت عمر نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کو جو کافی عرصہ کے بعد انتقال کرتے ہیں روضۂ رسولؐ میں دفن ہونے کے لئے جگہ مل گئی اور رسولِ خدا کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ مادرِ حسنین علیہم السلام کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتولؑ نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علیؑ نے حکومتِ وقت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعتہ الرسولؐ کو قبرِ رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سوال نمبر ۳ دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے وعدۂ نصرت کیوں نہ فرمایا۔ کیا یہ دونوں بزرگ دعوتِ ذوالعشیرہ میں شامل تھے اگر شامل نہ تھے تو یہ دونوں رسولؐ اللہ کے قریبی کیوں کر ہوسکتے ہیں۔

سوال نمبر ۴ جب حضرت ابوبکر بقول اہلسنت تمام امتِ محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقتِ مواخات یعنی جب رسولِ خدا نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر

کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت نے دعوت ذوالعشیر اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مواخاۃ فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر ۵ اہل سنّت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر۔ حضرت عائشہ وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہم السلام سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور پرنور نے فرمایا انا مدینۃ العلم وعلی بابھا نیز اعلم امتی علی بن ابی طالب وغیرھا احادیث کثرت سے ملتی ہیں۔ کیا حضرت علی کو رسولِ خدا کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا۔

سوال نمبر ۶ اگر حضرت علی کا حکومتِ وقت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت وسعادت ہے۔ اور اگر کثرتِ افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جمل، صفین اور نہروان کی جنگوں میں کیوں بنفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اُترے۔ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب سمجھا یا خالد بن ولید حضرت علی سے زیادہ شجاع اور بہادر تھا۔ نیز تعلقات اچھے ثابت کرتے ہوئے تاریخ طبری سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق صـ۲۸۵ پر نقل کئے ہیں پیش نظر رہیں۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے دونوں مکالمے پڑھیں۔

سوال نمبر ۷ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بقول عام ملاں کے شیعوں نے ہی شہید کیا تو اہلسنت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں اہلسنت موجود تھے۔ الفاروق صـ۱۱۳

سوال نمبر ۸ اگر حسبنا کتاب اللہ کہنا ایک امتحان کا جواب تھا جو بزرگ نے درست دیا، تو اسی واقعہ قرطاس میں اس بزرگ نے کس سیاست کے تحت ارشاد فرمایا کہ اس مرد کو ہذیان ہوگیا ہے۔ دیکھو بخاری

سوال نمبر ۹ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی بھی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر امت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو۔ اگر ایسی کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو اُمتِ مصطفےٰؐ نے ایسا کرنا

کیونکر مناسب سمجھا۔

سوال نمبر ۱۰ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ جس کے انتقال پر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو۔ اور اُمت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اُس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو۔ اور اگر رسولِ خدا کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسولؐ کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہو گا۔ کیا یہ ازواجِ رسولؐ نے رسول اللہ کے مال کو صدقہ تسلیم کر کے وہ مالِ حکومتِ وقت کے حوالے کر دیا تھا۔ کیونکہ صدقہ اہلبیت پر حرام ہے اور ازواجِ رسول کو اہلبیت میں اہلسنت شمار کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لئے کس طرح حلال ہو گیا۔ جواب باصواب ہونا چاہیئے۔

سوال نمبر ۱۱ قرآن پاک میں قدرت کا ارشاد ہے وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا۔ پارہ ۵ رکوع ۱۰ اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ اوپر اُس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا۔ (ترجمہ رفیع الدین) فرمائیں اگر ایک آدمی مومن کو عمداً قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے تو جمل وصفین اور نہروان میں فریقین کے کل نیزان ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ قتل شہید ہوئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا کلام پاک کی مندرجہ بالا آیت سے یہ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کا قانون اعلےٰ، ادنیٰ کے لئے یکساں ہے تو خلیفۂ وقت کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرانے والے قیامت کو کس جگہ تشریف لے جائیں گے۔ غور تو کرو

سوال نمبر ۱۲ کلام مجید شاہد ہے کہ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ۔ پارہ ۱۱ رکوع ۲۔ اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں بادیہ نشینوں سے منافق ہیں۔ اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں۔ اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا اُن کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بار پھر پھیرے جاویں گے طرف عذاب بڑے کے

ترجمہ رفیع الدین۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسولؐ خدا کے زمانے میں منافق لوگ تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینۃ الرسولؐ میں کثرت سے منافقین رہا کرتے تھے۔ انتقالِ مصطفےٰ کے بعد مسلمانوں میں دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی۔ ارشاد فرمادیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہوگئے تھے۔ جو لوگ رسول اللہؐ کے زمانے میں منافق تھے۔ انتقالِ رسول کے بعد اُن منافقین کو آسمان نے اٹھا لیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرتے ہی فرشتے اور نیک ہوگئے تھے۔ ان منافقین کی نشان دہی تو کرو کہ وہ کہاں گئے جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی ہی نہ تھی۔ تحقیق ضروری ہے۔

سوال نمبر ۱۳

اہلسنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے (۱) قرآن مجید (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔

سقیفہ کی کاروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشاد فرمادیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت ہے۔ اگر اجماعی خلافت ہے تو بمطابق قرآن لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ پارہ ۷، رکوع ۱۳۔ پر غور فرما کر ارشاد فرمادیں کہ انہوں نے قرآن پاک سے اپنی خلافت کو کیوں نہ ثابت کیا جب کہ قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۴

اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اُس کی سزا کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفۂ وقت حضرت علی سے جنگیں کی ہیں اُن کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمادیں کہ خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ انصاف مطلوب ہے

سوال نمبر ۱۵

اصولِ فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے تو ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے جب ایسا ہے تو جمل، صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے۔ جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی۔ کیا قاتل و مقتول دونوں

جنت میں جائیں گے ۔ استغفر اللہ

جناب رسولِ خدا نے کئی بار فرمایا۔

سوال نمبر ۱۶ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَ شِیْعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ۔ اے علی تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں۔

تو کیا ایسی کوئی حدیث ۔ حنفی ۔ شافعی ۔ حنبلی ۔ مالکی حضرات کے لئے بھی مل سکتی ہے ؟ اگر نہیں تو دیوبندی ۔ بریلوی ۔ نجدی حضرات کے لئے ہی تلاش کر کے اطمینان دلا دیجئے۔

سوال نمبر ۱۷ بی بی عائشہ کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان کے بارے میں خلافت عثمان کے وقت کیا تھے ۔ کیا بی بی عائشہ نے فرمایا کہ لوگو اس بڈھے نعثل کو قتل کرو ۔ خدا اسے قتل کرے ۔ اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی کی خلافت ظاہری کو سُن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا ۔ کیا حضرت علی سے حضرت عائشہ کو ذاتی رنجش نہ تھی بلکہ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر جنگ کرنے پر میدانِ کارزار میں اُتر آئیں ۔ کیا یہ حضرت عثمان کا بدلہ تھا یا علی سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر ۱۸ مسلمانوں کے چار امام ابو حنیفہ ۔ شافعی ۔ مالک اور احمد بن حنبل ۔ کیا نص سے ان کی امامت ثابت ہے یا حکومتِ وقت کی پیداوار ہے ۔ اور چار مصلے جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے وہ کس شرعی حکم سے حکومت نے رکھے تھے ۔ سُنا ہے اب وہ مصلے اٹھا بھی دیئے ہیں ۔ اور اگر خدا رسول کے حکم سے رکھے تھے تو چاروں مصلے کس کے حکم سے اٹھائے گئے تھے ۔ اور اگر یہ مصلے حکومت نے رکھے تھے ۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی امامت حکومت کی مرہونِ منت ہے۔

سوال نمبر ۱۹ اگر حضرت عائشہ کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں کر رضی اللہ رہ سکتا ہے ۔ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۴۴ نجیب آبادی وغیرہ ملاحظہ کر کے فتوی صادر فرمادیں ۔

سوال نمبر ۲۰ رسول اللہؐ کے زمانۂ حیات ظاہری میں تمام صحابہ سے شجاع کون بزرگ تھے۔ اور سب سے زیادہ عالم کون تھا۔ سب سے زیادہ سخی کون تھا۔ اور صحابہ سے زیادہ عبادت گذار کون تھا۔ اگر آپ کسی بزرگ کو شجاع ثابت کرنا چاہیں تو ارشاد فرمادیں کہ اس بزرگ نے جنگ بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر وغیرہ میں کتنے کافر قتل کئے تھے۔ اور اگر اشد علی الکفار کسی کو ثابت کرنا ہی ہے تو اس بزرگ کا اپنا ارشاد بھی زیر غور رہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہؐ سے عرض کی تھی کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں۔ کیونکہ میرا کوئی مکہ میں حامی نہیں ہے آپ عثمان کو بھیج دیں۔ کیونکہ اس کے حامی مکہ میں موجود ہیں۔ یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ اشدّ علی الکفار نے رسولِ خدا کے زمانے میں کتنے کافر قتل کئے۔ اور اپنے دورِ حکومت میں اپنی تلوار سے کتنے مشرک مارے۔

سوال نمبر ۲۱ کیا کوئی روایت بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابو داؤد نسائی، ان کے علاوہ مشکوٰۃ۔ اور موطا امام مالک۔ یعنی ان آٹھ کتابوں میں مل سکتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ۔ امام حسنؑ۔ امام حسینؑ۔ امام علی زین العابدین۔ امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام موسیٰ کاظم۔ امام علی رضا۔ امام محمد تقی۔ امام علی نقی۔ امام حسن عسکری اور امام صاحب العصر والزمان علیہم السلام اہلسنت والجماعت کے امام ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے بارہ اماموں کے نام بتلائیں جب کہ حضورؐ نے فرمایا عن جابر ابن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش (مشکوٰۃ) کیا آپ کے بارہ امام وہی تو نہیں جن کو تاریخ الخلفاء ص۱۸ اور شرح فقہ اکبر ص۶۶ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ان میں چھٹا یزید ابن معاویہ ہے مگر حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ ص۔ منصب امامت کو دیکھ کر جواب دیں۔

سوال نمبر ۲۲ کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ اگر نہیں تو حضرت عمر کا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نماز تراویح باجماعت۔ چار تکبیروں پر نماز جنازہ۔ متعہ کو حرام قرار دینا۔ تین طلاق کو جو ایک ساتھ دی جائیں طلاق بائن قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے۔ اور کیا یہ صراحتاً مداخلت فی الدین نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

یہ تھے چند سوالات ایک عام آدمی کے جس کا جواب تلاش کرنے پر بھی مجھ سے نہ بن سکا۔ اور حقائق آلِ محمد علیہم السّلام کو تسلیم کرتے ہوئے میں نے مذہب حقہ قبول کیا

خادم الثقلین

غلام حسین عفی اللہ عنہ